قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جنوری ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلام اور علوم جدیدہ ※

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ (آل عمران ۲) اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ..... وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔ (پ ۳ ع)

دین کیا ہے؟ زندگی چلانے کا بہترین طریقہ۔ اور خدا کے نزدیک وہ طریق کیا ہے؟ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ وہ تو اسلام ہے۔ یعنی قوانین الٰہیہ کی کامل اطاعت اور ایسے دین کے سوا کوئی اور طریق زندگی اختیار کرنا کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ زمین اور آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے سب کے سب خدا کے مذاہل اس ایک اسلامی طریق اطاعت کو اختیار کئے ہوئے ہیں لَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

※ یہ لیکچر جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ جو انہوں نے ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بمقام دہلی میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں پڑھکر سنایا۔

طَوْعًا وَّ كَرْهًا اور اگر اس دین اسلام کے ماسوا کوئی اور طریق اختیار کرنا ہے تو یاد رکھیے یہ امر مقبول نہ ہوگا اور بروقت نتیجہ یقیناً یقیناً نقصان اور خسران دیکھنا ہوگا۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ - ان مختلف آیات میں جن کا مفہوم میں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ خدا کی آخری کتاب نے اُس دین کی حقیقت اور اُس پر چلنے یا اُسی چھوڑنے کے نتائج بیان کر دیئے ہیں۔ جس کا نام اسلام ہے کُل دنیا کے مقدس لٹریچر میں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب مجھے نظر آئی ہے جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل اور نظری امور کے سمجھانے کے لیئے موقعہ بموقعہ صحیفۂ قدرت اور اسکے مظاہر کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔ چنانچہ اس جگہ بھی دین اسلام کی حقیقت اور اُسکو ترک کرنے کے نقصان مبرہن کرنیکے لیئے فرمایا۔ کہ تمام کے تمام مظاہر قدرت جنکی طرف الفاظ۔ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بہ تصریح اشارہ کرتے ہیں اور جو اس قدر خوبصورت اس قدر دلکش ایسے نفع رسان اور ایسے راحت بخش ہر نہج اور ہر پہلو سے نظر آرہے ہیں۔ ان سب پر غور کرو۔ یہ سب کے سب طوعاً و کرہاً اسلام یعنی قوانین آلٰہیہ کی اطاعت کی مضبوط زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ان کا اپنا وجود اور انکا انسان کے لیئے مفید ہونا اسی حد تک ہے جب تک ان میں قوانین آلٰہیہ کی انقیاد اور اطاعت ہے یہ سورج اور چاند یہ سیارے اور ستارے یہ ہوا اور بادل یہ زمین اور پانی یہ شجر اور حجر جن کے ساتھ ہماری زندگی وابستہ ہے انہیں سے کس کی مجال ہے کہ وہ اس قانون سے ذرہ بھر بھی اِدھر یا اُدھر ہو سکے جنپر قدرت کا زبردست ہاتھ اُنکو چلا رہا ہے۔ کیا ابتدائے آفرینش سے آجتک سورج ایک لمحہ بھر کے لیئے اپنے طلوع اور غروب کے وقت سے اِدھر اُدھر ہوا۔ کیا چاند نے اپنے مقررہ دوائر کو کبھی چھوڑا۔ کیا سورج کبھی چاند کے راہ میں آگیا۔ کیا دن نے رات پر یا رات نے دن پر کبھی ایک ثانیہ کے لیئے سبقت کی۔ کیا اسلام ہے اور کیسے مطیع اور منقاد ہوکر یہ سب کے سب اُن قوانین کی پابندی کر رہے ہیں کہ جو خالق حقیقی نے اُن کے لیئے بنا رکھے ہیں۔ یہ وہ اسلامی کیفیت اُن مظاہر قدرت میں ہے جس سے نتائج اخذ کرنے کے لیئے

خدا کی کتاب نے ایک اور موقعہ پر فرمایا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (پ ۲۳ ع ۲) یہ سورج بمعہ اپنے کل نظام شمسی کے ایک مستقر کی طرف بڑھا جا رہا ہے۔ اور یہ وہ مستقر ہے جس کو ایک غالب اور علیم خدا نے اُس کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ اور چاند کے لئے بھی ہم نے خاص منازل مقرر کر دیئے ہیں جن کو طے کر کے آخر کار وہ ہلالی شکل میں نظر آتا ہے۔ ان کی کیا مجال ہے کہ یہ اپنے مقررہ طریقوں کو چھوڑ کر ایک دوسرے سے مداخلت کریں نہ تو سورج کے اوقات ہی چاند کے اوقات میں دخل دیتے ہیں اور نہ رات کی گھڑیاں کبھی دن پر سبقت لے جاتی ہیں۔ یہ کل کے کل نورانی گولے اپنے اپنے مقرر کردہ دائروں اور محوروں میں گھوم رہے ہیں ؛

اللہ اللہ کیا اسلامی انقیاد اور مسلمانہ اطاعت ہے جو ان مظاہر قدرت میں نظر آ رہی ہے۔ یہی الٰہی اسلامی طریق ہے جو اُن سے مفید نتائج مترتب کرا رہا ہے اور اگر ایک لحہ بھر کے لئے بھی یہ اسلامی فطرۃ چھوڑ دیں تو یہ نفع رسان کائنات خطرناک نقصان اور ہلاکت کا موجب ہو جاوے۔ پہلے کے دمدار ستارہ کے قریب آجانے پر کیا زمین کی تباہی قیاس نہ کی جاتی تھی۔ لیکن یہ دمدار ستارہ خواہ کیسے ہی اپنی چال میں منحنی اور ہماری نگاہ میں بے قاعدگی رکھتا ہے۔ لیکن اُس کی کیا مجال تھی کہ اپنے مقررہ مقام رجعت سے ایک انچ بھر بھی آگے آتا۔ اسی لئے تو فرمایا۔ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے طوعاً کرہاً اسلامی فطرۃ پر ہیں) اور اگر یہ فطرت چھوڑ دیں تو نتیجہ اسکا خسران ہوگا۔ الغرض یہ ساری کی ساری کائنات خدائے تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین پر چل رہی ہے اور اُس صورت میں نفع رسان ہو سکتی ہے جب کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ اُن قوانین

کے مطابق فائدہ لینا چاہے۔ لہٰذا جو شخص اُن قوانین سے واقف ہو کر ان قوانین کے ذریعہ اپنے حکومت کرنا چاہے تو انکی مجال نہیں کہ یہ مظاہر قدرت اُس سے انحراف کرسکیں ہاں اگر کوئی اُن قوانین کے خلاف انسے کام لینا چاہے تو یہ ہرگز فائدہ نہ دینگے بلکہ یہ خود ضائع ہوجاویں گے یا خلاف قانون کام لینے والے کو نقصان پہنچاویں گے۔ دُور کیوں جاویں ان اپنے اعضاء اور جوارح میں بھی ہمیں ہر روز یہی صداقت ظاہر ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ میرے اعضا کسقدر مسلم طریق پر میرے مطیع ومنقاد ہیں۔ جن جن کاموں کے لیئے یہ بنے ہوئے ہیں اگر میں وہ کام ان سے لینا چاہوں تو ان کی کیا مجال کہ یہ جوارح میری اطاعت نہ کریں۔ اگر میں کسی چیز کو دیکھنا چاہوں تو آنکھ کی اسلامی فطرۃ اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اُس طرف دیکھے جس طرف میرا ارادہ ہوچکا ہے یہی حال میرے دیگر اعضاء کا ہے۔ لیکن اگر میں پیاس بجھانے کے لیئے پانی اپنے کان میں ڈالدوں اور نمک چکھنے کے لیئے کوئی نمکین چیز اپنی آنکھ میں ڈال دوں یا کسی آواز کے سننے کے لیئے مُنہ کو پھاڑ پھاڑ کر کھولوں تو کیا یہ طریق جس میں ان جوارح کے متعلق مقرر کردہ قوانین الٰہیہ کا انحراف ہوتا ہے۔ کبھی مفید ومقبول ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ نقصان اور خسران ہے۔ دیکھو وہی صداقت وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ کس طرح ہر طرف اور ہر طرح ثابت ہوتی نظر آتی ہے ؛

الغرض اسلام کی اس حقیقت نے ہم پر متحقق کردیا کہ تمام کی تمام کائنات جو انسان کے فائدہ کے لیئے اُس مبدأ فیوض نے بنائی وہ سب کی سب ایک نہ ایک قانون کی زنجیر سے جکڑی ہوئی ہیں۔ جن کا انحراف اُن کی فطرت میں ہی نہیں۔ اس لیئے یہ ہوا یہ آگ یہ پانی یہ گاسین یہ بادل یہ دریا یہ الکٹرسٹی یہ شجر یہ حجر یہ نباتات یہ معدنیات الغرض سارے کے سارے عناصر اسی وقت اور اسی صورت میں انسان کے مفید ہوں گے جب انسان یہ سمجھکر کہ یہ سب چیزیں اپنے اپنے قوانین مقررہ کے ماتحت ہی نفع رساں ہیں اُنکے مختلف قوانین سے واقف ہو جب وہ مظاہر قدرت کے خواص اور ماہیت سے آگاہ ہو

اور جب اُن کے متعلقہ قوانین کے مناسب حال اپنا طریق عمل اختیار کرے یا بالفاظ دیگر علوم جدیدہ سیکھ کر اُنپر کاربند ہو۔ ہاں اگر یہ قوانین انسانی قوانین کی طرح ناپائدار اور متلون الحال ہوتے تو ان قوانین کے علم کی نہ ہمیں چنداں ضرورت ہوتی نہ ان کی اطاعت کی حاجت۔ لیکن موجودہ سائنٹفک تحقیقات نے ہی نہیں بلکہ صدیوں پہلے خدا کی کتاب نے ہم کو سکھلایا خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا - لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ - وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا - خدائے تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اُن کے متعلق اندازے اور قوانین باندھ دیئے - خدائے تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کو مت بدلو۔

خدائے تعالیٰ کے قوانین حتمی طور پر اَن ٹل ہیں اگر ان سے فائدہ ہو سکتا ہے تو ان قوانین کو ماننے اور اُن کی اطاعت کرنے سے ہی ہو سکتا ہے اور یہ تب ہوگا جب ہم کو انکا علم ہوگا۔ انکے خلاف جو کرے گا وہ نقصان اُٹھائے گا یہ وہ صداقت تھی جس کو کتاب حکیم نے مسئلہ تقدیر سے تعبیر کیا تھا۔ اور ہمیں وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى کی حقیقت پر ایمان لانیکے لیئے مجبور کیا جسکا یہ مطلب تھا کہ نیک و بد جو ظاہر ہوگا وہ اَن ٹل قوانین کے ماتحت نیک اور بد اسباب کے مقابل بطور نتیجہ ہوگا۔ وہ بطور اتفاق یا چانس chance یا اچانک حادثات کی شکل میں نہ ہوگا بلکہ ہر ایک واقعہ علت و معلول کے رشتہ سے مربوط اور اسباب و نتائج کے قوانین میں جکڑا ہوا ہے۔ اگر بُرے کام کرو گے تو یاد رکھو بُرے پھل پاؤ گے۔ اگر نیک اسباب مہیا کرو گے تو نیک پھل کاٹو گے۔ تمھاری غفلتوں اور لاپروائیوں اور سہل انگاریوں اور لاعلمیوں سے خدا کے بنائے ہوئے قوانین اپنے نتائج دیئے بغیر نہیں رہ سکتے اگر تم ان کو اپنے لیئے مفید کرنا چاہتے ہو تو ان قوانین کا علم حاصل کرو اور اپنے حالات کو انکے مطابق کرو اس سے بڑھکر ہماری اور کونسی بدنصیبی اور بدقسمتی ہوگی کہ یہی مسئلہ تقدیر جو ہمیں محتاط کر کے ہماری ترقیوں کا زینہ ہو جاتا ہم کو صحیفۂ قدرت کے اَن ٹل تقدیر کردہ قوانین سے واقفیت پیدا کرنے کا محرک ہوتا۔ ہمیں علوم جدیدہ سیکھنے

کے لیئے رغبت دلاتا ہمیں اتفاقات اور چانسیس کی تھیوریوں سے متنفر کرکے ہمیں کارزار زندگی کے لیئے مردانہ وار طیار کرتا۔ آج یہی مسئلہ ہماری غفلتوں کے بدنتائج کی سپر ہماری ناواقفیت قوانین قدرت کا عذر اور ہماری خود پیدا کردہ تکالیف کی تشریح ہوجاتا ہے ؛

الغرض اسلام کی اس حقیقت نے ہم پر ظاہر کردیا کہ یہ خاکی پتلا جو کل کائنات کا حکمران اور زمین پر جامع مظاہر اسمائے الٰہیہ سمجھا جاتا ہے اس کی حکومت اور خلافت اس کائنات پر اسی صورت میں ہوسکتی ہے۔ جب اس میں خود اسلامی فطرۃ پیدا ہوجاوے یعنی جب انسان اُن تمام قوانین آلٰہیہ کی جو اسکے متعلق ہوں یا صحیفہء قدرت کے کسی جزو عنصر کے متعلق ہو عزت کرنے اور اُن قوانین پر چلنے کے لیئے مستعد ہوجاوے۔ جب یہ اپنے حالات اور طریق زندگی کو اُن قوانین کے مناسب حال کرلے اور یہ اُسوقت ہوگا جب ان قوانین کا کماحقہ علم اُسے ہوگا اس لیئے اسلام اگر ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم اُن تمام قوانین کی اطاعت اور عزت کریں جو ہماری روح اور جسم کے فائدہ کے لیئے قادر مطلق نے بنائے تو ساتھ ہی اسلام ہمیں اس طرف بھی متوجہ کرتا ہے کہ ہم اُن تمام قوانین کے متعلق تحقیقات کریں اور انہیں دریافت کریں۔ اور اپنے علم میں لاویں۔ جو ربّانی حکمار نے اُس قدیر اور علیم سے الہام پائے۔ یا مادّی حکمار نے اُس کی فعلی کتاب یعنی صحیفہء قدرت سے مطالعہ کیئے کیونکہ اسلام یعنی اطاعت قوانین یعنی قوانین آلٰہیہ کے علم کے بغیر ہو ہی کیسے سکتی ہے؟ اگر ربانی حکمار نے جن کا نام نبی ہے (اللہ تعالےٰ کا اُنپر سلام اور درود ہو) ہماری روح ہمارے اخلاق ہمارے تمدن اور ہماری معاشرت کی اصلاح اور تہذیب کے متعلق ہمیں اُن قوانین کا پتہ دیا جن کو خدائے تعالیٰ نے ہمارے لیئے مقرر کیا۔ تو مادّی حکمار یعنی محققان سائینس کی کوششوں کی انتہا بھی کوئی اختراعی قوانین نہ تھے بلکہ انہیں قوانین کی تلاش اور دریافت تھی جو خدائے تعالیٰ نے کائنات اور اُس کے عناصر کے متعلق ازل سے بنا رکھے تھے ؛

لہٰذا اسلام ہمکو سکھلاتا ہے کہ جہاں ہم اُن علوم سے اطلاع پائیں جو خدا کے

انبیاء (علیہم السلام) نے خدا کے قول کے ذریعہ سے پائے جن کا نام علوم دین ہے ویسے اسلام ہمیں تاکید کرتا ہے کہ ہم اُن علوم کی بھی تحصیل کریں جو زمانہ کے علماء نے خدا کے فعل یعنی صحیفۂ قدرت سے اخذ کیے جن کا نام بالفاظ دیگر علوم جدیدہ ہیں کیونکہ اسلام کیا ہے۔ قوانین الٰہیہ کی اطاعت اور ان قوانین میں جیسے قوانین متعلقہ جسم و روح آجاتے ہیں ویسے ہی اُن تمام چیزوں کے متعلق قانون بھی آجاتے ہیں۔ جن کا اثر روح اور جسم پر ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا اثر ہماری روح اور جسم پر ہے۔ لہٰذا اگر خدائے اسلام نے تمھارا یہ فرض کردیا ہے کہ تم تہذیب نفس کے لیئے علوم دین سے واقفیت پیدا کرو اور اُنپر چلو تو میں کہتا ہوں اُسی خدا نے تمھارا یہ اسلامی فرض بھی کردیا ہے کہ تم علمِ دین کے بعد علوم جدیدہ کو بھی حاصل کرو۔ اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اور یہ بات دوستو میں نہیں کہتا خود قرآن تمھیں کہتا ہے۔ جاؤ قرآن کو دیکھو وہ اولوالباب کی تعریف کیا کرتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ وہ اولوالباب جن میں انبیاء علیہم السلام کا گروہ بھی شامل ہے وہ کون ہیں وہ وہ ہیں جو ایک طرف تو اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے۔ الغرض ہر حال میں خدا کے ذکر میں لگے رہتے ہیں اور اُسے یاد کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اُن سب کی بناوٹ اور اُن کے قیام و بقا اور اُنکے مفوضہ کاموں کو دیکھتے اور جانچ پڑتال کرتے اور اُن سے نتائج اخذ کرتے یا بالفاظ دیگر اشیائے کائنات کی ماہیت اور خواص دریافت کرتے ہوئے اس نتیجہ پر آجاتے ہیں کہ رب العالمین کی پیدا کردہ چیزوں میں کوئی چیز بھی فضول اور بیکار نہیں۔ کیا یہ تفکر فی خلق السمٰوات والارض سائینٹفک تحقیقات جدیدہ نہیں تو اور کیا ہے۔ مقام غور ہے کہ خدا کی کتاب تو ہمارے لیئے وہ دین تجویز کرے جسکا نام اسلام رکھے یعنی قوانین الٰہیہ کی اطاعت اور یہ نام رکھکر ہمیں روحانی اور

مادی کل کے کل قوانین الٰہیہ کے جاننے اور سمجھنے کی رغبت دلائے اور خدائے تعالیٰ ہمیں اولوالباب کے شاندار خطاب کا مستحق اسوقت بنائے جب ہم علوم دینیات کے ساتھ علوم مادیات یعنی علوم جدیدہ سے حظ وافر حاصل کر چکے ہوں اور ہم اس زمانہ کی جہالت کے باعث نہ اُن علوم سے ہی محروم رکھے جاویں بلکہ جو ہم میں سے اُنکے حصول کی کوشش کریں وہ زندیق اور ملحد کا خطاب حاصل کریں۔ اور دوستو! کبھی آپنے غور کیا کہ یہ علوم جدیدہ جن کے ذریعہ حکمائے مغرب اور اُن کی طفیل یوُرپین اقوام ہم پر بلکہ ایک حد تک کل کائنات عالم پر انسانی حیثیت میں حکومت کر رہی ہیں ان علوم کے سیکھنے اور ان سے مستفید ہونے کی طرف سب سے پہلے کس کتاب اور کس مذہب نے انسان کو رغبت دلائی ۔

دنیا پر ایک زمانہ گذرا ہے جب دنیا کا زیادہ حصہ کائنات اور اُس کے عناصر کو اپنا معبود قرار دے رہا تھا انسان نے مختلف وقتوں میں شجر۔ حجر۔ سورج چاند۔ ستارے۔ ہوا۔ پانی۔ آگ بادل عالم کے مختلف عناصر اور قوائے کی اور سب کے بعد انسان کی پرستش کی۔ یہ ایک فطرتی امر ہے کہ ہم اپنے معبود کو ہمیشہ عزت اور ادب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لئے ایسے وقت میں ان عناصر اور ان مظاہر قدرت کے متعلق کسی قسم کی چھان بین کرنا یا اُن کو معرض تحقیقات میں لانا لازماً ایک گناہ عظیم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک کل کائنات اور اُس کے عناصر معبود کے رنگ میں انسان پر حکمران رہے۔ انسان نے کوئی علمی اور سائینٹفک ترقی اور تحقیق نہیں کی۔ اس قسم کی ترقی کی طرف انسان کی توجہ تو اسی وقت منعطف ہوگی جب انسان ان تمام چیزوں کو اپنا معبود نہیں بلکہ اپنا خادم اور نوکر سمجھے۔ جب اُسپر یہ حقیقت کھل جاوے کہ یہ سب چیزیں جو خدائے تعالیٰ نے بنا رکھی ہیں یہ سب میرے خدا نہیں بلکہ غلام ہیں۔ جسطرح ایک انسان اپنے نوکر کی مزاج شناسی اور اُس کی استعداد اور جوہر کا علم حاصل کرنے پر طبعاً مائل ہوتا ہے اسطرح موجودات عالم کے متعلق اس حقیقت کے کھلنے پر کہ موجودات عالم میرے خادم ہیں قدرتاً انسان

قوائے عالم کی تحقیق میں لگ جاوے گا۔

الغرض علوم جدیدہ اور سائنس کی ترقی کا زمانہ کسی ملک میں اسوقت شروع ہوسکتا ہے جب انسان کائنات اور اُس کے عناصر کی عبادت کے جوئے سے نکلکر اُنکو اپنا غلام اور خادم سمجھے لیکن اے تاریخ عالم کے واقف کار و مجھے بتلاؤ کہ کس زمانہ تک یہ مظاہر قدرت اور عناصر دنیا کے معبود بنے رہے۔ اور پھر کس کتاب نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ انکی اس حکومت کو خاک میں ملا کر مذہبی رنگ میں انسان کو یہ یقین دلایا کہ یہ اگنی یہ وایو یہ جل یہ آکاش یہ سمندر یہ پھل یہ درخت یہ سورج یہ ستارے یہ سب کے سب مظاہر قدرت تمہارے خدا نہیں تمہارے غلام ہیں۔

جاؤ وید ژندوستا انجیل توریت بدھ کے صحائف کن فیوشس کی وصایا چھان مارو یہ تعلیم ہرگز ہرگز نہ پاؤ گے ہاں وہ خدا کے کامل و مکمل اور ناطق الہام کی آخری تخت گاہ کتاب حکیم تمکو یہ صداقتیں کھلے الفاظ میں سکھلائے گی یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ کتاب نازل نہ ہوئی زمانہ نے سائینٹفک تحقیقات کی طرف رُخ نہ کیا جو علوم ذہنی امور سے تعلق رکھتے تھے وہ بے شک زیر تحقیق رہے

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (پ ۱۳ ع سورہ ابراہیم)

اور پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

ترجمہ۔ اے انسان دیکھ تو کن چیزوں کی پرستش کر رہا ہے اور انہیں اپنا معبود بنا رہا ہے اُن چیزوں کو جو تیری خادم اور غلام ہیں۔ پرستش کے قابل تو وہ اللہ ہے جس نے زمین اور آسمان کو اور جو کچھ ان میں ہے اور جنہیں تو معبود بنا رہا ہے پیدا کیا۔ کیا تو ویدک رچاؤں میں اندر کا نام لیکر اُس آکاش کی پرستش کر رہا ہے۔ جہاں سے پانی اُترتا ہے وانزل من السماء ماءً۔ پانی تو وہ خدا تیری خاطر

اُتار کر تیرے رزق کے لیئے مختلف پھلوں کو پیدا کر دیتا۔ کیا تُو ویدک زمانہ کے ورونا یعنی سمندر دیوتا کے آگے سر جھکاتا ہے اور اس لیئے تو نے سمندر سے پار جانیکی کوشش کی کہ مبادا سمندر دیوتا تیرے پاؤں تلے آجاوے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ط

ہم نے تو اس سمندر دیوتا کی چھاتی پر کشتیوں اور جہازوں کو چلا کر اُسے تیرا خادم کر رکھا ہے کیا دریا سندھ کے شفاف پانیوں نے تجھے اس کا اسقدر پرستار بنا رکھا ہے کہ تُو وید میں اُس کے گیت گاتا۔ کیا تُو گنگا اور جمنا سے منتیں مانگتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ یہ دریا تو تیرے غلام ہیں کیا تُو سورج اور اُس کی مختلف کیفیات کو دیکھ دیکھکر اُسے اریمان پشان نواشرے وغیرہ کے نام سے یاد کرکے اُس کے آگے سربسجود ہو رہا ہے۔ یہ ہے کیا وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ۔ یہ سورج اور اُس کے ساتھ ہی چاند بھی تیری خدمت میں کمر بستہ ہوکر چکر لگا رہے ہیں۔ ہم نے دن اور رات تک تیرے لیئے مسخر کر دیا ہے۔ الغرض جو کچھ تجھے زمین پر نظر آتا ہے اور جو کچھ تو اس میں پاوے یا دکھ یہ سب تیری ہی خدمت کے لیئے ہے۔

پیارو! اس میں شک نہیں کہ ان آیات نے کل دنیا جہان کے معبودوں کو تخت الوہیت سے اُتارنے کے لیئے ایک کامل توحید کو سکھلایا ہے لیکن کیا ان آیات میں علمی ترقی اور سائنٹیفک تحقیق کے لیئے ایک زبردست تحریک نہیں۔ غور تو کرو کہ جس دن سے انسان نے یہ سمجھا کہ یہ چارپائے یہ مویشی یہ سواری کے جانور اُس کی خدمت کے لیئے مامور ہیں کیا وہ اُن کو قبضہ میں لانے اُن سے خدمت لینے اُنکو مفید بنانے کیلیئے مختلف طور پر ان جانوروں کی مزاج شناسی اور اُن کی طبیعت کا حال دریافت نہیں کرتا۔ تو پھر جب ان آیات میں موجودات عالم کا ذکر کرکے تمھیں بتلایا گیا ہے کہ یہ تمھاری ہی خدمت کے لیئے پیدا ہوئے ہیں تمھارا فرض نہیں کہ تم اُن قواعد اور ضوابط سے اطلاع پاؤ کہ جن سے یہ مظاہر قدرت فی الواقعہ تمھارے مسخر ہو جاویں۔ تیرہ سو برس

ہوئے کہ ان چیزوں کے بنانے والے نے تمکو یہ خوشخبری دی کہ یہ تمھارے غلام ہیں تم بتلاؤ کہ تم نے ان کو مسخر کرنیکی طرف کس قدر توجہ کی کیا یہ خبر سنکر کہ آسمان سے پانی کا اُترنا تمھاری ہی خاطر ہے تاکہ تم زمین سے طرح طرح کے ثمرات پیدا کرلو۔ تمھارا فرض نہ تھا کہ تم یہ اشارہ پاکر علم فلاحت علم زراعت علم نباتات میں ترقی کرتے۔ تم کو تو بتلایا گیا تھا کہ تمھاری ہی خدمت کے لیئے کشتیاں اور جہاز سمندر میں چلتے ہیں۔ تم نے اگر یہ خبر سنکر فن جہاز رانی میں ید طولیٰ حاصل کیا ہوتا تو خیر جو تجارتی تمدنی اور اقتصادی فوائد تمھیں ہوتے سو ہوتے آج جنگ ٹریپولی میں تم کو ندامت اُٹھانی نہ پڑتی۔

کیا سَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھَارَ کا مژدہ سنکر تمھارا فرض نہ تھا کہ تم فن آبپاشی کے کل شعبوں کا علم حاصل کرتے۔ آبپاشی کی کلوں اور مشینوں سے واقف ہوجاتے یہ سورج دیوتا اور یہ چندرما اور اُن کے ساتھ کل کے کل ستارے تو تمھارے بے داموں غلام تھے تم نے جب قرآن میں یہ بشارت پڑھی تھی تو تم نے اسٹرانومی سیکھ کر ان سے خدمت نہ لی۔ الغرض قرآن بھیجکر خدا تعالےٰ نے تم کو اطلاع دی تھی کہ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمھارے لیئے ہے پھر کیوں تم نے باٹونی جی آلوجی ذوالوجی منرولوجی کمسٹری فزیکس اور وہ تمام کے تمام علوم جن کو نیچرل فلاسفی سے ملقب کیا گیا ہے نہ پڑھے۔ خدارا کسی علم جدیدہ سائنس کی شاخ کا نام لو جسکی دریافت ہونے پر یورپ نے کائنات کے کسی عنصر سے کام لیا ہو اور ان آیات میں اُن کی طرف اشارہ نہ ہو۔ کیا آپ الکٹرسٹی (بجلی) کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ آؤ میں آپ کو ایک جامع آیت سناتا ہوں جس میں نہ صرف الکٹرسٹی ہی شامل ہے۔ بلکہ آیندہ بھی جس قدر موجودات کا پتہ لگے اور اُن کے متعلق علوم دریافت ہوں وہ سب اس میں آجاتے ہیں فرمایا ہے

سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے وہ سب کے سب تمھارے خادم ہیں یہ اب تمھارا

اختیار ہے کہ اُن راہوں کو اختیار کرو یا نہ کرو۔ اُن علوم کو سیکھو یا نہ سیکھو ایسی تحقیقاتوں میں پڑو یا نہ پڑو جن سے تم کائنات کے کل قوائے فطریہ سے واقف ہو جاؤ۔ کائنات اور اُس کے عناصر کو اپنا خادم بنا لو۔ دیکھو ایک قوم نے آج ان علوم میں ترقی کی اور ان آیات کی حقیقت کو واقعات کے رنگ میں لاکر انکی صداقت پر مہر لگا دی۔ کیا ایک حد تک مغربی اقوام نے سمندروں کو دریاؤں کو ہواؤں کو بادلوں کو بجلی کو زمین اور اس کے قوٰی کو اپنی حکومت تلے نہیں کر لیا؟

بتلاؤ تم کو اپنے اسلام پر بڑا ناز ہے تم کو قرآن کے احکام پر چلنے کا بڑا فخر ہے ان وصایا کو جو ان آیات میں ہیں تم نے قبول کیا یا یورپ نے؟ ان اشارات کو جو ان مقدس کلمات میں تھے تم نے اپنا ہادی راہ کیا۔ یا اُن لوگوں نے جن کو تم ملحد دہریے بے ایمان کافر اور مشرک قرار دیتے ہو۔ ہاں ایک تم کو فخر ہے تو اپنی توحید پر ہے کاش اس توحید کی حقیقت کو ہی سمجھا ہوتا اور کبھی تھوڑا سا وقت اس سوال پر ہی خرچ کیا ہوتا کہ ہمیں شرک سے کیوں روکا گیا۔ اور خدا کی کتاب نے کیوں یہ سکھلایا کہ خدائے تعالیٰ سب گناہ معاف کر دیگا مگر شرک کی اسکی جناب میں معافی نہیں۔ کیا تم نے اُس رب العالمین کو دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند کا مصداق سمجھکر یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا کہ اُس کے مقابل تم اور خدا بنالو۔ یاد رکھو وہ حمید خدا نہ تمھاری حمد کا محتاج نہ تمھاری تسبیح کا خواہشمند۔

وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (لقمان) إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ (ابراہیم)

تم ایک نہیں لاکھ خدا بنالو اُس کی سلطنت میں ایک انچ بھر کمی نہ آویگی تم رات دن اُس کی حمد میں لگ جاؤ اُس کی سلطنت میں ایک جو کے برابر زیادتی نہ ہوگی یہ توحید کی تاکید اور شرک کی ممانعت تو محض تمھارے ہی فائدہ کیلئے ہے۔ تاکہ تم جن کو خدا بنا رہے ہو اُن کو خادم سمجھکر اُن راہوں کو دریافت کرو کہ جن سے یہ تمھاری خدمت کر سکیں ؂

دوستو! میں نے ابھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ انسان جب ماسوے اللہ کی پرستش کرتا ہے اور وہ وہ چیزیں ہیں جو اُس کے فائدہ کے لیئے بنائی گئی تھیں تو اُن کو معبود بناکر اُنکو معرض تحقیق میں نہیں لاتا۔ اور اس لیئے کسی قسم کی سائینٹیفک ترقی نہیں کرسکتا۔ دیکھ لو اسلام کے آنے تک دنیا میں اگر کوئی ترقی ہوئی تو وہ بالکل ذہنی علوم کے متعلق تھی۔ جو بعض وقت اور شرک کے پھیلانے میں مؤیّد ہوئی۔ دنیا مادّیات میں قطعاً قطعاً کوئی ترقی نہ کرسکی اور اس کی وجہ وہ شرک تھا جس کے ماتحت قوائے فطریہ اور اس کے عناصر مختلف شکلوں میں ہمارے مخدوم نہیں بلکہ معبود بن رہے تھے۔ ہاں جب دنیا ان معبودوں کی حکومت سے آزاد ہوئی تو یہ معبود معرض تحقیقات میں آئے۔ اور یا د رہے یورپ جس نے علوم جدیدہ میں آج اسقدر ترقی کی یہ کسی کلیسیا کی طفیل سے نہیں یہ ترقی بقول پادریان اُن ملحد انسانوں کی طفیل ہوئی جنھوں نے عملاً انسان پرستی کو جواب دیا۔ کسقدر مقام حیرت ہے کہ وہ قوم جن کو کائنات اور ما فیہا کے متعلق کامل علم حاصل کرنے کے لیئے کامل توحید کا سبق دیا گیا اور جنکو مخاطب کرکے کہا گیا وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا (پ ۲۵ ع $\frac{۲}{۱۸}$) وہ تو آج تیرہ سو برس سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں اور وہ قوم جس کا زیادہ حصہ آجتک بھی انسان پرستی جیسے شرک کے اندھیرے میں ہو اور جس اندھیرے نے چودہ پندرہ سو برس تک اُن کو ہر قسم کی علمی ترقی اور تحقیق سے دور رکھا ہو اُن میں سے چند افراد اس انسان پرستی کو خیرباد کہکر ہمارے ہی بزرگوں یعنی قرون اولیٰ کے مخاطبین قرآن کی علمی تحقیقات کو پڑھیں اور اُس میں سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا کی صداقت کو ایک حد تک حقیقت کی شکل میں دیکھیں اور پھر اس کی علمی چاشنی سے کچھ ایسے گرویدہ ہو جاویں کہ آج اپنی تحقیقات سے علوم جدیدہ پیدا کرکے سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا کو سچ کر دکھاویں۔ اور دوستو یہ

امر بھی آپ یاد رکھیں کہ ان تسخیر کائنات کی آیات سے جو میں یہ استنباط کر رہا ہوں کہ ان میں قرآن کے مخاطب کے لیئے سائینٹفک تحقیقات کرنے اور علوم مادیہ کے حاصل کرنے کی ایک زبردست تحریک ہے - اگرچہ یہ استنباط کسی تصنع اور تکلف کے ماتحت نہیں لیکن یہ ایجاد بندہ سے نہیں بلکہ خود قرآن نے ان امور کو ہم پر ظاہر کیا ہے اگر ایک طرف ان آیات کے ذریعہ ہم پر یہ ظاہر کیا ہے کہ ہم ہی کائنات اور اُس کے عناصر کے حکمران ہیں تو دوسری طرف قرآن نے مختلف پیرایوں میں ہم کو یہ بھی سکھلایا ہے کہ اگر تم کائنات اور اُس کے عناصر پر حکمرانی کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اس زمین پر جامع مظہر اسمائے الٰہیہ اور اُس کے نائب ہو کر اس عالم پر نافذ الامر ہونا چاہتے ہو تو اُس کا طریق یہی ہے کہ تم اُن علوم کو حاصل کرو جن کے ذریعہ تمکو موجودات عالم کے خواص اُن کے فوائد اور اُن کی قوتوں کا علم حاصل ہو - بالفاظ دیگر تم اُن علوم کو سیکھو اور اُن میں چھان بین کرو کہ جن کا نام آج زمانہ نے علوم جدیدہ رکھا ہے ؛

کیا آپنے اُن آیات پر کبھی غور کی جو عموماً ایک طرف نو تعلیم یافتہ اصحاب کے لیئے اور دوسری طرف ہمارے ساجی مہربانوں کے لیئے ذریعہ مضحکہ ہوا کرتی ہیں۔ میرا مطلب پہلے سپارہ کے پہلے ربع کی اُن آیات سے ہے جن میں آدم کی پیدائش کا ذکر۔ فرشتوں کا پیدائش آدم کی ضرورت کے متعلق استفسار۔ خدائے تعالیٰ کا ضرورت پیدائش آدم تبلانا اور ملائکہ کا سجدہ اطاعت کرنا وغیرہ وغیرہ ہے اگر آپ غور فرماویں تو ان میں بھی تو یہی حقیقت کھولی گئی ہے - یہ وقت نہیں اور نہ میرے مضمون کے مناسب حال ہے۔ کہ میں ملائکہ کے وجود پر انجگہ بحث کروں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ اس قسم کی گولی ہے - جو انگریزی خوان حلق میں کسی قدر دقت سے اُترتی ہے - یہاں میں صرف اُس حقیقت کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں - جو کہ ملائکہ کے متعلق حکمائے اسلام میں سمجھی گئی ہے - بعض متکلمین اسلام ملائکہ کو قوائے فطریہ سے تعبیر کرتے ہیں - اُن کے نزدیک خواص الاشیاء کا نام ہی ملائکہ

ہے یعنی ملائکہ سے مراد وہ تمام قوتیں ہیں جو آگ پانی ہوا بادل سورج وغیرہ عناصر کائنات
اور مظاہر قدرت میں فرداً فرداً اور مشترکہ موجود ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ
اس کائنات میں کوئی چیز نہیں جس پر کوئی ملک مامور نہیں۔ لیکن قرآن میں ان فرشتوں
کے متعلق ایسی آیات بھی موجود ہیں جن سے ایک طرف تو ان ملائکہ کا ذی علم ذی عقل
اور ذی تدبیر ہونا نظر آتا ہے جیسے فرمایا وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً۔ اور دوسری طرف
اُنکی ماموریت صرف قوائے مادّیہ پر ہی نہیں بلکہ اُن قوائے انسانی کے متعلق بھی
پائی جاتی ہے جو اخلاق اور روحانیت کی ذیل میں آتے ہیں۔ لہٰذا ملائکہ سے وہ
ذی عقل ذی تدبیر نفوس مراد ہیں جو خدا کے امر سے اُن تمام قوائے فطریہ کو فعل میں
لانے کے محرک اور داعی ہوتے ہیں جو موجودات عالم میں ودیعت شدہ ہیں وہ کائنات
اور اُس کے عناصر میں بمنزلہ جان اور روح کے ہیں وہ جس امر پر مامور ہیں اسکو بلاتامل
وقت پر فعل میں لے آتے ہیں اس لیئے اُن کے متعلق قرآن کہتا ہے یفعلون ما
یؤمرون ملائکہ کی اُس حقیقت کو سمجھنے کے بعد اب ہم اُن آیات پر غور کرتے ہیں
جن میں ملائکہ کے سوال پر ہماری پیدائش کا ایک راز ہم پر کھولا جاتا ہے۔

آدم سے پہلے کل کائنات موجود ہے اس کائنات کے عناصر میں اور اجزا میں
قوتیں بھی موجود ہیں۔ ان قواء کو فعل میں لانے کے لیئے ملائکہ بھی مامور ہیں۔
جن کی نگاہ میں کائنات بہمہ وجوہ مکمل ہے۔ ہر ایک ذرہ ذرہ کائنات کا وہ کام دے
رہا ہے جس کے لیئے وہ بنایا گیا ہے ہر ایک شئے ملکی تحریک پر اپنی اپنی قوتوں کے
نتائج مرتب کر رہی ہے۔ کوئی قوت کسی کی حارج نہیں۔ متضاد عناصر ایک دوسرے
کے ساتھ ہم آہنگ ہیں ہر طرف امن آرام سلامتی اور صلاحیت ہے۔ کہ اتنے میں
ملائکہ پر کائنات کے ایک حکمران کے پیدا ہونے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ
کائنات کی ذرہ ذرہ کی غرض پیدائش ہمارے ذریعہ پوری ہو رہی ہے اب جو ایک
نئی مخلوق آنے والی ہے۔ جو بظاہر کسی عنصر کائنات سے فرداً فرداً مجانست
نہیں رکھتی وہ بجز اس کے کہ فساد اور ہلاکت کا باعث ہو اور کیا ہو سکتی ہے۔

اس لیئے خداوند کے اس ارشاد پر کہ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً تو وہ عرض کرتے ہیں۔ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ حضور والا۔ جو کچھ کائنات میں حضور نے اپنی جلال اور قدوسیت کے شایان حال بنایا اُس کے متعلق عملاً حمد اور تسبیح تو ہم ہر وقت کر رہے ہیں۔ تو پھر اس نئے وجود کو کیوں بنایا جاتا ہے جو غالباً زمین پر فساد یا قتل مقاتلہ کرے۔ ملائکہ کی اس عرض پر حضرت احدیت نے کیا کہا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ پ ع

خدائے تعالیٰ نے آدم کو موجودات کے نام بتلائے اور کل اشیائے کائنات کے اسمار اور اُن کے خواص جاننے کی استعداد اُس میں رکھدی۔ کیونکہ ناموں کے ذریعہ ہی مختلف اشیار میں تمیز ہوا کرتی ہے اور یہ مختلف ناموں کا مقرر کرنا مختلف خواص کے معلوم ہونے پر منحصر ہوتا ہے۔ اور اس طرح ملائکہ کو جتلایا کہ جن قوائے فطریہ کو فعل میں لانے کے تم محرک اور داعی ہو وہ آخر کسی فائدہ کے لیئے بنائے گئے ہیں اُن کا کوئی مصرف ہے اس مصرف اور فائدہ کے لیئے ضروری ہے کہ ان تمام قوائے فطریہ کا کماحقہٗ کسی کو علم ہو جو تم میں نہیں تم اس طرح سے اس کائنات کے خلیفہ (سردار) نہیں ہو سکتے۔ اس کائنات پر اور اُس کی قوتوں پر تو وہی حکمران ہوگا جو تمام قوائے فطریہ کے اسمار اور خواص سے واقف ہوگا۔ تم تو صرف ان قوتوں کو فعل میں لانے کے لیئے مامور ہو۔ لیکن تمھاری اس ماموریت اور تمھاری تحریک سے فائدہ تو وہ اُٹھا دے گا جن کو ان قوتوں کا علم ہوگا۔

إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اس تمام کی تمام کائنات میں جو قوتیں چھپی ہوئی ہیں اُن کو میں ہی خوب جانتا ہوں اور تم کو اُن کا علم نہیں میرا انافذ الامر خلیفہ وہ ہوگا جو ان قوتوں کا علم رکھے گا۔ اس لیئے تم جو کل مظاہر قدرت اور عناصر کی قوتوں کو فعل میں لانے کے محرک

اور داعی ہو تم اِن چھپے ہوئے قوائے کے علوم سے باخبر آدم کے آگے سجدہ کرو۔ یعنی تمھیں اُس کی اطاعت کرنی ہوگی۔ جب اُن کو ضرورت ہو۔

اللہ اللہ یہ کیسی سچی اور واقعات پر مبنی حقیقتیں ہیں جو اِن آیات میں ظاہر کی گئی ہیں۔ ایک طرف تم کو مخاطب کرکے یہ کہا کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ یعنی آسمان اور زمین میں کی کُل کی کُل چیزیں تمھاری خادم ہیں دوسری طرف یہ اطلاع دی کہ ہم نے تمھارے جدِ اوّل میں قوائے عالم کے متعلق علم حاصل کرنے کی استعداد رکھدی اور پھر اس علم کی وسعت کے متعلق فرمایا اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ دوسری طرف ملکوت السّمٰوٰت وَالْاَرْض کو تمھاری اطاعت پر مامور کرنیکی خبر تم کو دی بتلاؤ اس سے بیّن اور روشن طریق پر کس کتاب نے تمھاری فطرت اور استعداد کو بلند کیا کس نے تم کو بتلایا کہ یہ زمین اور آسمان کی قوتیں تمھارے منشار کو پورا کرسکتی ہیں۔ اگر تم اُن کا علم حاصل کرو۔ بالفاظ دیگر علوم جدیدہ جن کی غرض اِس زمین اور آسمان وَمَا فِيْهِمَا کی قوتوں کو دریافت کرنا ہے اُس کی طرف کس کتاب نے انسان کو ایسے صاف اور بیّن طریق پر مائل کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اور کتابوں نے بھی آدم کو خدا کی تصویر کہا۔ آدم اور ملائکہ کے تنازع اور اُن کے سجدہ کا ذکر کیا۔ لیکن وہ تو کہانیاں ہی کہانیاں تھیں۔ جس کی طرف معقول پسند طبائع نے کبھی توجہ نہ کی ہاں قرآن نے اس واقعہ کی علمی حقیقت سے دنیا کو اطلاع دی کہ زمین اور آسمان کے فرشتے اُس آدم اور اُس کی اولاد کے آگے سجدہ کریں گے جو زمین اور آسمان کے مضمر قوائے کا علم حاصل کرے گا۔ اور کیا واقعات عالم نے ان قرآنی حقائق کو آج سچ کر نہیں دکھایا۔ کیا اولاد آدم کے ایک طبقے نے اپنے اُس علم کے ذریعہ جو اُس نے سائینٹفک تحقیقات کے ذریعہ قوائے عالم کے متعلق حاصل کیا ہے فرشتوں سے ایک حد تک سجدہ نہیں کروالیا۔ کیا بقدر علم و تحقیقات سمندروں کے ہواؤں کے دریاؤں کے آگ کے پانیوں کے بادلوں کے بجلی کے معدنیات کے نباتات کے

شجر کے حجر کے ملائکہ اُن کے آگے سجدۂ اطاعت نہیں کر رہے۔ لیکن اے قرآن
کے پڑھنے والو تیرہ صد برس ہوئے آپ کو اس صداقت سے اطلاع دی گئی آپنے
اس سے کیا فائدہ اٹھایا۔ قرون اولیٰ کے مخاطبین قرآن نے اس حقیقت کو
سمجھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے مالک ہو گئے۔ کیا تم اُنکے خلف الصدق
کہلانے کے مستحق ہو۔ جنہوں نے اُن کی علمی تحقیقات کو خاک میں ملایا یا اُنکے
سچے خلف الصدق ان علمی معاملات میں وہ اصحاب مغرب ہیں جنہوں نے
ہمارے بزرگوں کی علمی تحقیقات سے اس ملکوت السمٰوٰت والارض
کے سجدہ کے راز کو سمجھا اور پھر عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے مصداق
بننے کی کوششیں کیں۔ افسوس اور ہزار افسوس وہ قوم جن کی کتاب میں
آدم اور سجدہ ملائکہ کی حکایت ایک کہانی سے زیادہ وقعت نہ رکھے
جسپر عقلائے روزگار کو ہنسی آوے اور جن کے علماء العیات اُس درخت
کا نام درخت علم رکھیں کہ جس کے چکھنے سے آدم بہشت سے نکالا گیا
یعنی جن کے نزدیک ایک طرح علم کا حاصل کرنا بہشت کو گنوانا ہو وہ اس قصے
کی علمی حقیقت کو ہمارے بزرگوں سے سمجھکر آدم کا اصلی ورثہ ہم سے چھین لیں
اور وہ قوم جن کو مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مسجود بنانے کیلئے اس
قصہ کا علمی رنگ تعلیم کیا گیا وہ اس پُر معارف واقعہ کو ایک قصہ کہانی سمجھے۔
الغرض قرآن کریم نے پیدائش آدم اور سجدہ ملائکہ کی حقیقت بیان فرماکر در اصل
ہمیں سائینٹیفک تحقیقات کی طرف متوجہ کیا۔ اِن آیات نے نہ صرف ہماری نصب العین کو
ہی انتہائی مقام تک بلند کر دیا بلکہ ہم کو تحریک کی کہ ہم ہر قسم علوم عالیہ میں جنہیں علوم
جدیدہ بھی شامل ہیں علیٰ وجہ الکمال ترقی کریں۔ قرآن کریم میں بے شمار ایسی آیات
ہیں جن سے نظر آتا ہے کہ اسلام کی مہتم بالشان غرض یہ تھی کہ دنیا میں احیاء علوم
ہو۔ گھر گھر علم کا چرچا پھیلے انسان پر وہ علوم کھولے جاویں جن سے پہلے انسان
نا آشنا تھا۔ قلم کی حکومت دنیا پر ہو اور آیندہ اشاعت علوم کا ذریعہ قلم ٹھہرے۔

یہ تو درست ہے کہ اسلام سے پہلے بھی درس تدریس تھی لیکن یہ کون نہیں جانتا کہ اُس درس تدریس کا ذریعہ قلم و کاغذ نہ تھے اُس کا ذریعہ زیادہ تر سننا اور بولنا تھا وہ سینہ بسینہ علم اور اُس کی سینہ بسینہ اشاعت جو اگر تھی تو انہیں ایام کے موزون حال تھی اور در اصل انسان مجبور بھی تھا۔ کاغذ کا قائم مقام تو ہندوستان میں بھوج پتّر اور اور ممالک میں خال خال طریق پر چمڑا تھا کامل اشاعت علم تو اُسوقت تک نہ ہو سکتی تھی جبتک دنیا کاغذ کے استعمال سے آگاہ نہ ہوتی اور یہ کون نہیں جانتا کہ دنیا پر یہ خدائے تعالیٰ کی رحمت جس کا نام کاغذ ہے یہ بھی رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی طفیل بغرض استعمال موجودہ دنیا کے علم میں آیا۔ چنانچہ کل دنیا کا پُرانے سے پُرانا مسودہ جو کاغذ پر محفوظ ہے وہ ایک کتاب موسوم بہ غریب الحدیث ہے جو ۸۶۶ء عیسوی میں لکھی گئی اور جو اس وقت لیڈن کی یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں علم کے خلاف علَمِ جنگ تو خود اُن بزرگوں نے اُٹھا رکھی تھی جن کے گھر میں علم کی ایک دھندلی سی جھلک تھی۔ ہندوستان میں برہمنوں کے سوا کس کی مجال تھی اور اُن میں سے بھی خاص الخاص افراد جن کے کانوں میں اُسوقت کے معلومہ علوم کے اسرار نہایت احتیاط کے ساتھ ڈالے جاتے تھے۔ یہی حالت ایران کی تھی۔ یورپ میں کنیسوں اور خانقاہوں سے باہر علم کا لیجانا پاپائے اعظم کے ارشاد کے ماتحت قریب قریب جرم تھا۔ اور پاپائے مقدس ایک حد تک حق بجانب بھی تھے آخر اس علم کے درخت کا ایک دانہ چکھ کر جب آدم پر بہشت حرام ہوئی۔ اور دنیا سیاہ کار ہو گئی اور خود خدا کو (معاذ اللہ) جس کے عوض میں صلیب پر چڑھنا اور تین دن دوزخ میں رہنا پڑا تو پھر اگر سارے کا سارا درخت علم کا انسان چٹ جاتا تو پھر نہ معلوم کسقدر زبردست کفارہ کی ضرورت پڑتی ؛

الغرض وہ زمانہ کہ جس میں اشاعت علم کا ذریعہ کتاب یعنی قلم اور کاغذ ہو اس کو دنیا میں اسلام لایا۔ اسلام آیا اور اپنے ساتھ قلم کی حکومت لایا جس سے انسان نے وہ سیکھا جو اُسے پہلے معلوم نہ تھا یہ میرا خالی دعویٰ نہیں بلکہ زمانہ کی

تاریخ اور واقعات عالم اس کے شاہد ہیں، جو میں اس جگہ عرض کر رہا ہوں۔ کیونکہ اگر علم کا مذاق تمھارے اسلاف نے دنیا میں پیدا کیا اور دوسری قوم نے اُس کو ترقی دی تو در اصل یہ ایک ہی سلسلہ ہے اور میں پُوچھتا ہوں کہ کیا یہ حسن اتفاق ہے۔ بعثت اسلام اور اشاعت علوم کیا یہ محض Coincidence ہے۔ جیسا کہ بعض مادہ پرست طبائع خیال کریں گی یا خاص ارادہ خداوندی ہے میں تو اسے ارادہ خداوندی ہی کہوں گا۔ اور خدارا میرے اس کہنے کو ایک ڈھل مل یقین طبیعت کا نتیجہ نہ سمجھنا۔ نہیں نہیں جب بعثت محمدیہ کی ایک زبردست غرض خود قرآن ایسے وقت قلم و علم بتلائے جب علم و قلم النادر کالمعدوم ہوں تو پھر یہ کیسے اتفاق کا نتیجہ ہو سکتا ہے یہ تو اُس علیم و قدیر کی ہستی اور اُسکے پاک ارادوں کا ایک عملی ثبوت ہے کہ وہ پیشگوئی کے رنگ میں بعثت نبوی کی ایک غرض قلم اور علم بتلائے اور پھر واقعات عالم اُس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام کے ذریعہ اُس کو پُورا کر دکھا دیں جانتے ہو وہ کونسے صداقت بھرے الفاظ تھے جو غار حرا میں روح الامین نے دنیا کے سب سے بڑے محسن اور سب سے زیادہ خیرخواہ اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کی شان والے انسان کے قلب مطہر پر القا کیے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ٥ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ٥ (پ ۳۰ ع ۲۱)

اُس رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا۔ وہ وہ ہے جو ایک جمے ہوئے قطرہ خون سے ایک انسان بنا دیا کرتا ہے۔ وہ تیرا رب اکرم ہے۔ وہ تیری ایسی بڑی ربوبیت کرے گا کہ تُو دنیا میں اکرم اور مکرم ہو جاوے گا؛ اور یہ کوئی مشکل نہیں۔ دیکھ کہاں خون کا جما ہوا بے حیثیت قطرہ اور کہاں وہ ہیولا جس کا نام انسان ہے اگر وہ چھوٹی چیز ربوبیت الٰہیہ سے ہی ایسی

اکرم ہو جاتی ہے کہ جس کا نام انسان ہے تو وہی تیرا رب ہے تو بھی دنیا میں اکرم اور مکرم ہونے والا ہے۔ الخ تو ہی اکرم نہیں بلکہ وہ رب تیری طفیل انسان کو اکرم کرنے والا ہے۔ کیونکہ اُس نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ انسان کو قلم کے ذریعہ علوم سکھلائے اور انسان پر وہ علوم کھولدے جو اُسے معلوم نہ تھے۔ الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم انسان قلم کے ذریعہ سکھلایا جاویگا انسان وہ سیکھے گا جس کا اُس کو علم نہ تھا۔ یہ لفظی معنے ان آیات کے ہیں۔ نہ کوئی تکلف اور نہ کوئی تصنع بلکہ علم الانسان مالم یعلم میں لفظاً اور معناً پیشگوئی علوم جدیدہ کی ہے۔ علوم جدیدہ کیا ہیں وہ علوم جو پہلے معلوم نہ تھے اس آیت کے لفظی معنے کیا ہیں انسان وہ علم پڑھے گا جو اُسے پہلے معلوم نہ تھے۔ کیا یہ زبردست سے زبردست پیشگوئی نہیں۔ کیا یہ الفاظ ایسے وقت نہیں بولے گئے جب انسان قلم کے پورے استعمال سے واقف نہ تھا۔ کیا وہ علوم دنیا میں تھے۔ جو اسلام کی دنیا نے دیکھے۔ فرمایا اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ فرمایا پڑھ اور تیرا رب اکرم ہے۔ کیا اس علم سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اکرم نہیں ہوئے۔ اور اُس کے اتباع میں انسان کیا پڑھنے کی برکات کا اس میں کُھلا کُھلا اشارہ نہیں۔ کہ پڑھنے سے دنیا میں لوگ مکرم ہوا کرتے ہیں کیا انسان جو کل دنیا کا مکرم ہے۔ انسان جو خدا کی تصویر ہے۔ انسان جو خدا کا خلیفہ اور اور کائنات کا بادشاہ ہے کس کی طفیل قلم کی طفیل اور اُن علوم کی طفیل جو اُسے ان آیات کے نزول سے پہلے معلوم نہ تھے۔ یہ الفاظ جو برنگ پیشگوئی ہیں یہ اُس علیم اور قدیر خدا کی ہستی کا پتہ دیتے ہیں جس کے علم میں ایک زمانہ علم کا آنیوالا ہے۔ جب انسان قلم و کاغذ کے ذریعہ علمی فتوحات حاصل کر کے کل کائنات میں مکرم ہوگا۔ وہ علیم خدا ان اسباب سے واقف ہے کہ جو دنیا میں ہیں اور جن کے جمع ہونے پر وہ نتائج مرتب ہونیوالے ہیں۔ اور وہ قدیر خدا بھی ہے کہ جس کے حیطۂ قدرت میں اُن اسباب کو جمع کرنا ہے کہ جس سے انسان قلم

اور علم کے ذریعہ کائنات کا مالک ہوجاویگا اور آج زمانہ نے دیکھا کہ جو الفاظ اُس علیم اور قدیر خدا نے تیرہ صد برس پہلے کہے وہ آج کیسے پورے ہوئے۔ دراصل یہ امر ہستی باری تعالیٰ کا خود ایک ثبوت ہے، اور پیشگوئیاں خدا کے نبی اسی لئے کیا کرتے ہیں ؛

مبارک ہے وہ دین جس کا نام اسلام ہے یعنی قوانین الٰہیہ کی متابعت اور اطاعت۔ جس کے نام میں اشارہ ہے کہ اسلام کے نام لیوا۔ قوانین الٰہیہ کی واقفیت کے لئے علوم جدیدہ سیکھیں مبارک ہے وہ مکرم معظم انسان علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام جس کی تشریف آوری کی ایک غرض علم الانسان مالم یعلم یعنی تعلیم علوم جدیدہ ہوں۔ مبارک ہے وہ کتاب جس نے پیدائش آدم کی ایک زبردست غرض علوم جدیدہ کا حاصل کرنا اور اُن کے ذریعہ مسجود ملائکہ کائنات ہونا بتلایا۔ پرانے قرآن پڑھنے والوں کی اولاد کیا کل دنیا میں سب سے اوّل تم ان آیات کے مخاطب نہ تھے تم نے قرآن میں نہ دیکھا تھا کہ آدم مسجود ملائکہ اگر ہوسکتا ہے تو علم کے طفیل آدم کا اگر حقیقی ورثہ ہے تو علم۔ خدا کی اگر تمھیں بنانے کی منشا ہے تو علم۔ لیکن تم بتلاؤ تم نے منشا خداوندی کو پورا کیا۔ کیا تم علم حاصل کرکے زمین پر اُس کے خلیفہ بنے پر خیر تم نے خدا کی منشا نہ سہی فرشتوں کا خیال تو پورا کر دیا ؛

آدم کی پیدائش پر آدم کے متعلق دو باتوں کی توقع دو طرفوں سے کی گئی تھی۔ اگر خدائے تعالیٰ اس امر کا آدم سے متوقع تھا کہ اولاد آدم فرشتوں کی مسجود ہوگی تو ملائکہ کی توقع وہ تھی جو اُن کے اس قول سے ظاہر ہوئی۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ

کیا آدم کو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں موجب فساد اور قتل مقاتلہ کرے۔ چلو خلیفۃ الارض کی حیثیت میں مسجود ملائکہ نہ سہی مفسد زمانہ سہی یہ ہم سے کب ہوسکتا تھا کہ ملائکہ جیسے وجود ہم سے ایک توقع رکھیں اور ہم اُس کو پورا نہ کریں۔

کونسا فساد ہے جو ہم نہیں کرتے۔ کونسی مفسدہ پردازیاں ہیں جو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل نہیں۔ کونسی اصلاح ہے کہ جس کے مقابل عَلَمِ مخالفت ہم بلند نہیں کرتے ہم ہیں کہ قعر مذلت میں روز بروز گرتے جاتے ہیں۔ جاہلانہ زندگی سے ہم کو عار نہیں اخلاق ہمارے تباہ ہو رہے ہیں۔ معاشرت ہماری بگڑی ہوئی ہے۔ سوسائٹی ہماری بدکرداریوں کا پردہ۔ فسق و فجور کے ہم بادشاہ۔ جائدادیں ہماری نیلام وثیقہ ہمارے رہن نہ غربت کا احساس نہ شرافت کا خیال۔ حوالات ہیں تو ہم سے معمور جیل میں شاہی مہمان ہیں تو ہم شراب خانہ کے مربی ہیں تو ہم۔ قمار خانہ کی باعثِ رونق ہیں تو ہم۔ جائدادیں بکتی ہیں تو ہماری وثیقوں پر اُدھار کھاتے ہیں تو ہم۔ اچھا یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے متعلق آپ میں سے تعلیم یافتہ طبقہ یہ فرمائے کہ یہ باتیں اُن سے تعلق رکھتی ہیں جو شاید ہماری قوم میں سے زیور علم سے معرّا ہیں لیکن مجھے آپ معاف فرماویں اگر مَیں اپنے ہم چشم تعلیم یافتہ اصحاب سے دریافت کروں کہ کیا آپ ایک دوسرے کے مقابل پر آج سر پیکار نہیں۔ کیا آئے دن انجمنوں میں کمیٹیوں میں مجلسوں میں ہماری ذاتی غرضیں ہمیں ایک دوسرے کے مقابل نہیں لا رہی ہیں کیا ہم ایک دوسرے پر الزام لگانے میں مشاق نہیں۔ اگر اتفاقاً ہم میں سے کوئی قومی خدمت کا ذمہ لے لے تو کیا ہم اُس پر نفسانیت کا الزام دینے کو طیار نہیں ہم نہ خود کوئی کام کرتے ہیں اور جو کر رہے ہیں چلو ذاتی غرض سے ہی سہی اُن کو کرنے نہیں دیتے کیا اگر ہم میں کوئی محض فضل ربی سے صف اول میں آجاوے اور گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ کا مورد ہونے لگے تو ہم میں حسد نہیں بھڑک اُٹھتا اور اُس کی پبلک میں تضحیک و تذلیل کے ہم درپے نہیں ہو جاتے کیا بعض وقت افیشل سرکل میں عزت پانے کے لئے ہم قوم فروشی دین فروشی دوست فروشی نہیں کیا کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے دماغ روشن ہیں اور ہم اصلاح کے لئے آئے دن انجمنوں اور اسوسی ایشنوں کی بنیاد بھی ڈالتے

ہیں۔ لیکن خدارا بتلاؤ انجمنیں جو ہم بناتے ہیں، قوم کو فائدہ پہنچانے کے لیئے
یا اپنے کلاہ عزت میں ایک پر اور لگانے کے لیئے یعنی اُن دو تین چوٹی کے
عہدوں کو حاصل کرنے کے لیئے کہ جس سے ہم دنیا میں فلاں انجمن یا
اسوسی ایشن کے پریسیڈنٹ یا سکرٹری کہلائیں کیا اگر چلتی ہوئی انجمنوں میں ہمیں عہدہ
نہ ملے تو اُن انجمنوں کی بیخکنی کرنے کے لیئے ہم نئی انجمنیں نہیں بنالیا کرتے۔
بسا اوقات قومی مفاد اور قومی انٹرسٹ کو ہم نے نفسانیت کے مذبحہ پر قربان
نہیں کیا۔ ہم میں کون ہے جس نے قوم کی خدمت کی لیکن خطاب حاصل
کرنے معزز عہدہ پانے اور بڑے آدمی کہلانے کے خیال کو سر سے نکال دیا
ہم تعلیم پاکر بیشک چار پیسے کما لیتے ہیں ہم اور ہمارے خاندانی تعلق والے
خوش حال زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن کیا اُس روپیہ میں قوم کا بھی کوئی
حصہ ہے ؛

ہم کو اپنی ڈگریوں اور اعلیٰ تعلیم پر تو بڑا دعویٰ ہے لیکن حقیقی کام اگر
تعلیم کا معیار سمجھا جاوے اور اس معیار پر ہمیں پرکھا جاوے تو گذشتہ
پچاس سالوں میں ہماری تعلیم یافتہ جماعت نے کتنے **نورالدین** کتنے
اسمٰعیل شہید کتنے سیّد احمدؒ کتنے نذیر احمدؒ کتنے مہدی علی کتنے مشتاق حسین
پیدا کیئے۔ او ہو یہ تو بڑا مطالبہ ہے ہم تو اُس جوش کو بھی قائم نہیں رکھ
سکتے اور اُس سے فائدہ اُٹھانا نہیں جانتے جو بعض تحریکات سے ہمارے
بزرگ ہم میں پیدا کر دیتے ہیں وہ جوش اور سرگرمی کا دریا جو سر آغاخان نے
اگلے دن ہماری قوم میں بہا دیا جس کی موجوں کو دیکھکر ایک زمانہ دریائے حیرت
میں غرق ہو گیا جس پر کل دنیا پکار اُٹھی کہ مسلمان زندہ ہیں افسوس اُس
سرگرمی اور اُس زندگی پر ایک سال بھی نہ ہوا کہ اُوس پڑ گئی۔ ایک لہر زندگی
کی تھی جو اُٹھی اور بیٹھ گئی۔ پھر وہی مُردنی وہی سراسیمگی وہی سہل انگاری
وہی غفلت یہ کیوں اس لیئے کہ ہم میں عقد ہمت نہیں ہم میں استقامت

نہیں ہم میں قوت فیصلہ نہیں ہم میں استقلال نہیں ہم قول مردان جان دارد
کے قائل نہیں۔ ہم میں ایفائے عہد نہیں ہم میں مروّت نہیں ہم میں ایثار
نہیں ہم میں قدر دانی کا مادّہ نہیں ہم میں شجاعت نہیں ہم میں صبر نہیں
کسی قانون مذہبی اور عرفی کے ہم پابند نہیں اِلّا ماشاء اللہ۔ اور میں فی الجملہ
کہتا ہوں کہ ہم میں تقویٰ و طہارت نہیں۔ اور یہ وہ اخلاق ہیں جو قوم بنانے
کے لیئے ضروری تھے۔ یہ کیوں یہ اس لیئے کہ ہم نے اُن علوم سے مُنہ موڑا
جن کے حاصل کرنے پر ہم میں یہ اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہم نے اُس
کتاب کو پس پشت کیا جو انسان کو انسان بنانے کے لیئے دنیا میں آئی۔
کیا مراکو طرابلس اور ایران کے معاملات نے اسلام کی حالت کو زیادہ
مخدوش کر دیا ہے۔ میں کہتا ہوں نہیں۔ اگر اس زمانہ نے غلبت الروم
فی ادنی الارض کے واقعات کو دُھرایا ہے تو وھم من بعد غلبھم
سیغلبون کا مژدہ بھی عنقریب دُھرایا جاوے گا۔ اصلی اور حقیقی
خطرہ میں تو اسلام کو یورپین اقوام نے نہیں بلکہ انگریزی خوانوں نے
خود ڈال رکھا ہے اور بالفرض اگر عیسائی اقوام نے ہمارے بھائیوں سے
کچھ ملک چھین لیا تو کیا ہوا۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ
(پ ع)۔ لیکن ہم انگریزی خوان تو اپنے بھائیوں کا دین و ایمان تک
چھین کر رہیں گے۔ کون نہیں جانتا کہ قوم کی آنکھ اس وقت
انگریزی خوان جماعت پر ہے کون نہیں جانتا کہ ہمارے افعال و اقوال
ہمارے متعلقین پر کسقدر اثر ڈال رہے ہیں وقار الملک اور اُس کے
معاصرین بُڈھوں کو گذرنے دو تو پھر کل کی کل قوم ہمارے رنگ میں
رنگین ہونیوالی ہے۔ لیکن کیا ہم خود اسلامی رنگ میں رنگین ہیں یا کعبہ
چھوڑ کلیسا کو جارہے ہیں اگر بعض یورپین اقوام اسلام کے لیئے خیر اندیش
نہیں تو ہم کہاں کے خیر خواہ ہیں اگر یہی اسلام ہے جو ہم میں ہے تو بتلاؤ

کتنے دن کا یہ مہمان ہے او کامریڈ وا ے خدا تیرا بھلا کرے کیا سچ تو نے کہا ہے کہ اسلام اقوام یورپ سے نہیں بلکہ تعلیم یافتہ مسلمانوں سے زیادہ خطرہ میں ہے۔ آخر اسلام کس کا نام ہے بخش اور دین کا جزو نام ہونا؟ اگر یہی ہے تو کیوں تم کو گنگا دین۔ ماتا دین اور دیوی بخش کا بھائی نہ سمجھا جاوے۔ اور اگر اسلام کی تمیز کے لیئے شعار اسلام ہونے چاہییں تو بتلاؤ وہ ہم میں کہاں ہیں؟ خدا کی کتاب ہے تو پس پشت۔ فرائض اسلام ہیں تو متروک۔ سنت نبوی ہے تو نا قابل توجہ۔ کیا جس طریق اباحت کو ہم نے اختیار کر رکھا ہے یہ پچاس سال میں اسلام کی ہیئت کو نہ بگاڑ دیگا دیکھو اسلام کا ایک نشان اسلامی نماز ہے۔ بتلاؤ ہم میں سے اس کے کتنے پابند ہیں کیا یہ مڈل ایجز (ایام وسطی) کی وحشیانہ رسوم کا بقیہ ہے جو ہمارے گلے سے اترتا نہیں یا اُس حکمت و فضیلت کے سرچشمہ نے کسی خاص حکیمانہ اصول پر ہمارے لیئے اسے اختیار کیا تھا کہ جس کا نام جانم فدا محمدؐ ہے کیا نماز کا حکم کسی حدیث کی بنا پر ہے جسی ہم وضعی یا ضعیف ٹھہرا کر پیچھا چھڑالیں یا اس کا ذکر اُس کتاب حفیظ میں ہے جس کی شان میں اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن آیا ہے وہ نماز جو سفر میں حضر میں۔ امن میں جنگ میں چھوڑی نہ جاسکتی تھی حتیٰ کہ تلواروں کی چھاؤں اور نیزوں کے سایہ تلے جس کے پڑھنے کے لیئے قوانین قرآن نے مرتب کیئے تھے وہ نماز آج کیا ہے افسوس یہ ہماری حالت ہے ہمارا نقشہ یہ بیخکنی اسلام کی خود ہمارے ہاتھ سے اور اُلٹی کی قزاقی پر ہم کو رنج۔ یہ سب کچھ کیوں اس لیئے کہ ہم نے قرآن کو چھوڑا ؎

درس قرآں نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانہ نے دکھایا ہوتا

ہم نے قرآں کو مسلک جو بنایا ہوتا
قوم کے خفتہ نصیبوں کو جگایا ہوتا

ڈالتے ہم نہ پس پُشت اگر قرآں کو
میرے آقا کو نہ محشر میں رولایا ہوتا

چاٹ لیں تم نے کُتب فلسفہ اور منطق کی
ہاتھ بھولے سے بھی قرآں کو لگایا ہوتا

لائی ہر ڈاک تیرے واسطے لنڈن سے کتاب
خیر یورپ کی ہی تقلید اگر مقصد ہے
وہ جو انجیل یہاں تجھ کو سنانے آئے
قوم کا لفظ ترے ورد زباں رہتا ہے

گھر سے ہمسایہ کے قرآں بھی منگا یا ہوتا
تو نمونہ اُسے ہر طرح بنا یا ہوتا
تُو نے قرآن وہاں جا کے سنا یا ہوتا
قوم کو راز ترقی بھی بتا یا ہوتا

قوم کے درد کا درماں ہے تو یہ قرآں ہے
مفلسی میں کوئی ساماں ہے تو یہ قرآں ہے

کچھ تو بتلاؤ کہ تھا کونسا فطرۃ کا وہ راز
باغِ عالم میں وہ تھی صورتِ مرغِ بے پر
اُڑ کے اس عالم سفلی سے فلک بوس ہوئے
کس نے تعلیم دیئے علم لدُنی اُن کو
صید ہونے لگے مرغان علوم عالم
کس نے وہ اوج کمال اُن کا کیا نصب العین
ہم نفس ہوکے وہ کیا راگ انہوں نے چھیڑا
کچھ تو اے قوم بتا کونسا وہ افسوں تھا

جس سے اسلاف تمھارے ہوئے سب پر ممتاز
کس کے اُڑنے سے اُڑائے یہ نرالے انداز
پر شکستوں کو دیا کس نے مذاق پرواز
قوم امی تھی فضیلت کے لیئے مایۂ ناز
اُنکی تحقیق کے اُڑنے لگے جب جرّہ باز
منتہیٔ غیر کی اور اُن کا ابھی ہو آغاز
نظم عالم کے قوٰی ہو گئے اُنکے دمساز
تیرے اسلاف نے جس سے یہ دکھائے اعجاز

مَیں یہ کہتا ہوں وہ اعجاز یہی قرآں سے ہے
اور ترقی کا تری راز یہی قرآں سے ہے

پیارو وہی قرآن ہے اور وہی اُس کے مقدس الفاظ۔ اگر اس میں پہلے اعجاز تھا تو اب بھی وہی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ خدا را تاریخ زمانہ دیکھو کیا عربوں سے زیادہ جہالت اور اخلاقی پستی میں کوئی قوم ہوگی۔ جب قرآن آیا۔ پھر کیا وہ اُس کی طفیل جس معراج ترقی پر پہنچے اُسکی نظیر کہیں ہے؟ اور پھر مَیں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جسقدر اقل سے اقل زمانہ تمھارے بزرگوں نے اس کتاب پر چلکر منازل ترقی طے کرنیکے لیئے لیا۔ کیا وہ خود ایک حیرت انگیز واقعہ دنیا کی تاریخ میں نہیں۔ اور پیارو تم تو تعلیم یافتہ ہو جو ایام جاہلیت

کے عرب نہ تھے۔ آپ زیور علم سے آراستہ ہیں جو قرآن سے پہلے وہ نہ تھے۔ آپ کی عقلیں صیقل شدہ ہیں آپ کی طبیعت منجھ چکی ہے اور یہ بات اُن کو نصیب نہ تھی۔ اگر وہ ایام جاہلیت سے نکلکر قرآن کی طفیل یہ کچھ کر گئے۔ تو اس علم و روشنی کے زمانہ میں تم کیا کچھ کر سکتے ہو۔ پیارو میں تم کو سچ سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں قرآن کا اگر کوئی قدردان ہو سکتا ہے تو تم انگریزی خوان قرآن کے معارف اور معانی پر جان قربان کرنیکی کوئی اہلیت رکھتا ہے تو تم نو تعلیم یافتہ اس بحر علوم کے دُرِ شاہوار کا اگر کوئی غواص ہے تو تم، گر بجوایٹ ذرا اس عروس حکمت و فضیلت کا نقاب تو اُٹھاؤ تو پھر کیا مجال کہ اس کے بے داموں غلام نہ بنجاؤ۔ بیسیوں نیوٹن سیکڑوں ہیزل ہزاروں لاک اور لاکھوں سپنسر٭ اسپر تم قربان کر دو گے۔

سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔

کی حقیقت سے اطلاع دینے کے بعد کیا ریان کا حق ہے کہ وہ اسلام کو علم و فضیلت کی روک بتلائے۔ کیا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا کی تعلیم کے بعد یورپین مورخین کا حق ہے کہ وہ اسلام پر حملہ کریں اور کہیں کہ اس نے صدیوں تک یونانی اور رومی حکمت و فلسفہ کی ترقی کو مسدود کر رکھا۔ لیکن انکا کیا قصور ہم خود اس معارف سے آگاہ نہیں تو انکو کون اطلاع دے۔ اے قرآن کے سچے خادم ہونیکے مستحق گریجوایٹو اٹھو جاگو ہوشیار ہو جاؤ اگر یورپین قومیں من کل حدب ینسلون کی پیشگوئی پوری کرتی ہوئیں ممالک مختلفہ کو فتح کر رہی ہیں تم روحانیت اور اخلاق کے ساتھ علم و فضیلت کے ساتھ قرآن کے حقائق و معارف کے ساتھ انکے دلوں کو فتح کر لو۔ اُن کے دین و مذہب پر فتح اُن کے گرجاؤں پر اُن کے کلیسیوں پر بالآخر اُنکی یونیورسٹیوں پر۔ اور یاد رکھو اسلام کی یہ فتح اب مقدر ہے وہ ہو کے رہے گی ہاں۔

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ ❊ فضلئے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

❊ یہ یورپین فلاسفروں کے نام ہیں۔

یورپ کی سوسائٹی پر چند ایک اصول حکمت حکمران ہیں جنکے مجموعہ کا نام ریشنلزم ہے۔ اُن اصولوں پر غور کرو اور میں آپ کو علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ وہ اصول سب کے سب یا تو بجنسہٖ یا اُن سے بہتر تم قرآن حکیم میں پاؤ گے۔ دنیا میں یہ اصول چھٹی صدی عیسوی سے پہلے نہ تھے اور یورپین محقق کہتے ہیں کہ گذشتہ دو ایک صدی کی تحقیق کا نتیجہ یہ اصول ہیں جاؤ اور اُن کو بتلاؤ کہ انکا ماخذ تیرہ صد برس سے پہلے دنیا میں آچکا ہے وہ تمھارے خود بخود غلام ہو جاویں گے۔ وہ مسجود ملائکہ تو ہیں لیکن یہ امر چنداں قابل رشک نہیں وہ تو اُن ملائکہ کے مسجود ہیں جو عالم سفلی سی تعلق رکھتے ہیں اور تمھارے بزرگ تو علیین کے بادشاہ تھے اگر آگ پانی ہوا اور بجلی کے فرشتے ایک حد تک اُن کے زیر فرماں ہیں تو تم روحانیات اور اخلاق فاضلہ کے فرشتوں کو اپنا تابع فرمان کرو۔ اور یہ وہ بات ہے جو انہیں نصیب نہیں۔ آج اٹلی کی قزاقی اور اُسپر یورپ کی خاموشی نے یورپ کی تہذیب کا بُت اُس کے اونچے سے اونچے معبد سے نیچے خاک میں گرا دیا اور اچھا ہوا جو ہماری نگاہ سے اُن کی تہذیب کی وقعت جاتی رہی۔ اور یاد رکھو یہ تاریخ کا سچا مسئلہ ہے کہ اخلاق فاضلہ کے ماتحت عالم اسفل کی چیزیں آجاتی ہیں۔ اگر روحانیات کے اور اخلاق فاضلہ کے ملائکہ تمھیں سجدہ کرنے لگ جاویں تو عالم سفلی تو انکی اطاعت سے الگ نہیں۔ یہی وہ راز ترقی ہے جو تمھارے بزرگوں کو نصیب ہوا۔

اے تعلیم یافتہ جوانو! اسلام تم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور بحمد اللہ تم اُس فدیہ کے قابل ہو۔ وہ فدیہ تمھارے ذہنی قوٰی تمھارے سلجھے ہوئے دماغ اور منجھی ہوئی عقلوں کا کچھ حصہ ہے۔ تم سے خدائے اسلام خدائے محمدؐ اور خدائے قرآن خدمت قرآن چاہتا ہے اور تم اُس خدمت کے

قابل ہو سکتے ہو۔ مگر اُس وقت جب تمھارے ہاتھ میں قرآن تمھارا شعار اسلام تمھارے سر سجدوں میں اور تمھارے ہونٹ روزوں سے خشک۔ تمھارے مالوں وقتوں اور ذہنی قوتوں میں خدا کا حصہ بصورتِ زکوٰۃ۔ تم ٹھیک اُسی طرح خدا کی راہ میں ذبح ہونے کے لئے طیار ہو جاؤ جس طرح تم قربانیوں کو ذبح کرتے ہو۔ تم جس طرح اللہ اکبر کی چھری اُنکی گردن پر پھیرتے ہو اُسی طرح خدا کی راہ میں قوم کی خدمت میں۔ دین کی عزت میں۔ اپنے خیالات پر اپنے جذبات پر اپنی آسائشوں پر اپنے گھروں کی محبت پر اور اولاد کے تعلق پر قربانی اللہ اکبر کی خاطر اور اُس کے نام پر چھُری پھیر دو کیونکہ اصل مقصد ملا کا یہی ہے۔ فی الجملہ تم مسلمان بنجاؤ تو پھر ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے نصرت کا دروازہ تمپر کھُل جاوے ؎

ریویو

دافع البلاء والطاعون والوباء۔ یہ رسالہ انجمن احمدیہ حیدر آباد دکن ذکو ٹمہ عالیجاہ۔ بی بی بازار نے ان دنوں میں جب کہ علاقہ حیدر آباد میں طاعون زور سے پھیلی ہوئی تھی تبلیغ کی غرض سے شائع کیا ہے۔ اس میں حضرت اقدس کی تحریروں میں سے دس مختلف مقام طاعون کے متعلق انتخاب کر کے نقل کیئے گئے ہیں اور آخر میں طاعون سے بچنے کے لیئے حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام کی فرمائی ہوئی دعائیں درج کی گئی ہیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء

کلمۃ اللہ اغنی انی عبد اللہ - یہ رسالہ مولوی الہ دین صاحب لدھیانوی واعظ انجمن حمایت اسلام نے ایک پادری کے جواب میں لکھا ہے جس میں قرآن مجید کے رُو سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونے کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے رسالہ قابل دید ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو مسیحی مذہب سے خاص دلچسپی ہے اور اُن کی تحریریں اس مذہب کے متعلق بہت مفید ہوتی ہیں اس رسالہ پر اُنہوں نے قیمت نہیں لکھی - ۲۶ صفحہ کا رسالہ ہے - مصنف سے مل سکتا ہے ؛

آریہ دھرم کا پول - شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے اپنے ایک لیکچر کو جو انہوں نے ۷ - مئی ۱۹۱۱ء کو انجمن احمدیہ بٹالہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر دیا تھا سامعین کی خواہش کے مطابق ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ آریہ دھرم کے پول کو خوب اچھی طرح سے ظاہر کرتا ہے۔ اس مذہب کا نقشہ مختصر رنگ میں بڑی عمدگی کے ساتھ کھینچا گیا ہے صفحے ۲۴ قیمت ار

ادعیۃ الاحادیث - مؤلفہ محمد ظہور الدین اکمل آف گولیکے - اس رسالہ کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے مؤلف رسالہ عرض حال میں لکھتے ہیں :-

"اب خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں نے احادیث کی تمام دعائیں جمع کیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات کے لئے اپنی امت کے افراد کو فرمائیں - یہ وہ دعائیں ہیں - جو خدائے تعالیٰ کے حضور قبولیت کی سند لے چکی ہیں پس کیا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو یہ دعائیں اپنا وظیفہ بنائے" دعاؤں کا ترجمہ سلیس اردو نثر میں دیا گیا ہے - ادعیۃ القرآن (قرآن مجید کی دعاؤں) کا ترجمہ انہوں نے نظم میں دیا تھا - ۴۲ صفحے قیمت صرف ار دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کرو -

نیر اسلام - یہ ۸۴ صفحہ کی کتاب شیخ رحیم بخش صاحب نومسلم واعظ اسلام نے تصنیف کی ہے - جسمیں - صداقت اسلام - بائبل کی پیشگوئیوں - قرآن شریف

کی بعض خوبیوں۔ اور روح القدس کے نزول پر مفصل بحث کی ہے۔ خصوصاً بائبل کی پیشگوئیوں پر یہ کتاب بہت محنت سے تیار کی گئی ہے۔ خدائے تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے۔ قیمت ۵۔ر ملنے کا پتہ محمد یمین صاحب سہارنپوری تاجر کتب قادیان ؛

احمدی پاکٹ بک حصہ اوّل و دوم } یہ دو رسالے جیبی تقطیع پر سید عبدالحی صاحب عرب (مولوی فاضل) قادیان نے حال میں تالیف کیئے ہیں۔ ان رسالوں میں مندرجہ ذیل مضامین پر ناظرین کے فائدہ کے لیئے مختصر لیکن کافی بحث کی گئی ہے۔ (۱) قرآنی آیات متعلق وفات مسیح (۲) لفظ توفی کے معنے قرآنی آیات کے رُو سے (۳) لفظ توفی کو آنحضرت صلعم صحابہؓ اور اُمہات المومنینؓ نے موت کے معنوں میں استعمال کیا (۴) وفات مسیح احادیث کے رُو سے (۵) انی متوفیك اور فلما توفیتنی کی تفسیر کتب تفاسیر میں۔ (۶) توفی کے معنے لغت عرب کے رو سے (۷) لفظ خلا کی تحقیق۔ اوّل قرآن شریف کے رو سے۔ دوم احادیث کے رو سے سوم کتب تفاسیر کے رُو سے۔ (۸) خاص پانچ آیات متعلقہ وفات مسیح کی تفسیر متقدمین مفسرین کے رو سے (۹) لفظ رفع کی تحقیق بطریق بالا۔ (۱۰) لفظ نزول کی تحقیق بطریق بالا۔ (۱۱) دجال کے متعلق لفظ نزول کا استعمال (۱۲) وفات مسیح کے متعلق پہلے نیک لوگوں کی گواہی۔ (۱۳) عدم رجوع موتیٰ (۱۴) دجّال کی تحقیق (۱۵) مجددین اسلام (۱۶) آخری زمانہ کے علامات اور مسیح اور مہدی کا ظہور۔ (۱۷) ثبوت دعویٰ مسیح موعودؑ۔ اوّل قرآن مجید سے دوم احادیث سے سوم نشانات آسمانی سے۔ (۱۸) خدمات مسیح موعودؑ۔ یہ مضامین صرف پہلے حصہ کے ہیں۔ اس سے ناظرین اس پاکٹ بک کے مفید ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ دونوں حصوں کی قیمت ۴ر مؤلف سے طلب کرو ؛

ایک قرآنی پیشگوئی

(سلسلہ کے لیئے ملاحظہ ہو گذشتہ نمبر)

سیل کا اعتراض متعلق پیشگوئی

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ

مسیحی پادری ایسی بیّن پیشگوئی کے ماننے میں بہت پس وپیش ظاہر کرتے ہیں۔ اور انہوں نے سچائی کو چھپانیکے لیئے بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ لیکن انکی تمام کوششیں ایسی ہیں جنکو دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ سیل کے اعتراض کی بنا صرف مفسرین کے اختلاف رائے پر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ پیشگوئی صریح طور سے پوری ہوئی۔ مگر وہ تکمیل کی تفصیل میں متفق نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایرانیوں کو سنہ ہجری سے پانچ سال پہلے فتح حاصل ہوئی تھی۔ اور رومیوں نے انکو جب شکست دی اسوقت سنہ ہجری کا دوسرا سال تھا جس سال کہ بدر کا معرکہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں ایرانیوں کو سنہ ہجری سے تین یا چار سال پہلے فتح ہوئی تھی اور رومیوں نے انکو سنہ چھ یا سات ہجری میں شکست دی جبکہ صلحنامہ حدیبیہ واقع ہوا۔"

ان دونوں راؤں میں سے کونسی صحیح رائے ہے۔ اس کا دریافت کرنا کوئی مشکل امر نہیں صرف ضرورت اتنی ہے کہ ہر شخص اول پیشگوئی کے اصل الفاظ کو دیکھ لے اور پھر تاریخ کا ملاحظہ کرے دونوں کے ملانے سے صحیح واقعات کا پتہ لگ جانا بہت سہل امر ہے۔ کیونکہ اس طرح بخوبی پتہ لگ جاتا ہے کہ کب یہ پیشگوئی شائع ہوئی اور کب پوری ہوئی۔ خود آیت پر غور کرنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ سنہ ۶۱۵ عیسوی کے بعد نازل ہوئی۔ سیل خود لکھتا ہے "تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ خسرو پرویز شاہ ایران نے جب رومی سلطنت پر چڑھائی کی تو اس کو فتوحات نمایاں حاصل ہوئیں۔ اس لڑائی کی وجہ یہ ہوئی کہ خسرو پرویز کے خسر کو فوکس نے قتل کر ڈالا تھا۔ اس کا انتقام لینے کے لیئے خسرو نے مشرقی رومی سلطنت جسکو یونانی سلطنت بھی کہہ سکتے ہیں چڑھائی کی۔ رومی تاب مقابلہ نہ لا سکے نتیجہ یہ ہوا کہ قریباً بائیس سال تک ایرانی فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ خاص کر کے ۶۱۵ عیسوی میں یعنی سنہ ہجری سے چھ سال پہلے۔ اسوقت ایرانی اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ اس سے ایک سال قبل انہوں نے

شام فتح کر لیا تھا اور اب انہوں نے فلسطین پر قبضہ کرکے یروشلم پر جھنڈا گاڑ دیا۔ غالباً اس آیت کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف ہے کیونکہ یہی واقعہ الفاظ آیت سے مطابقت کھاتا ہے۔ اور عربوں کو خواب خرگوش سے بھی بیدار کرنیوالا یہی واقعہ ہوسکتا ہے کیونکہ فلسطین اور یروشلم انکی سرحد پر واقع ہیں۔ اسوقت رومیوں کا حال ایسا پتلا ہوگیا تھا کہ بظاہر کوئی وجہ انکے سر اُٹھانیکی معلوم نہ ہوتی تھی۔ غالب آنا تو درکنار اپنی کھوئی ہوئی طاقت کا بحال کرنا ایک ناممکن امر معلوم ہوتا تھا ایسی حالت میں انکا ایرانیوں کو چشم زخم پہنچانا غالباً وہم میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ اور ہو بھی کیسے سکتا تھا کیونکہ ۶۱۵ء کے بعد بھی ایرانیوں کو پہلے سے بھی زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں یہانتک کہ انہوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ سیل کی رائے میں یہ پیشگوئی ۶۱۵ عیسوی کے بعد کی ہے۔ کیونکہ غُلِبَتِ الرُّوْمُ والی آیت فلسطین کی فتح کے بہت بعد نازل ہوئی۔ سیل اس بات کا بھی مقر ہے کہ جب یہ پیشگوئی شائع کی گئی اسوقت رومی سلطنت بڑی مصیبت میں مبتلا تھی۔ اور اسوقت بالکل امید نہ تھی کہ رومی اپنے نقصانات کو پورا کرسکیں گے۔ ایرانیوں کو نقصان پہنچانا تو بالکل الگ رہا۔ رہا اب معاملہ پیشگوئی کے پورا ہونیکا۔ تاریخ کھولکر بتلاتی ہے کہ ایرانیوں پر جب معاملہ صورت دگرگوں اختیار کرنے لگا اسوقت سنہ عیسوی ۶۲۳ تھا جبکہ رومیوں کو پہلی فتح نصیب ہوئی۔ مَیں پہلے بھی ذکر کرآیا ہوں کہ پہلی فتح ہرقل کو ۶۲۳ء عیسوی یعنی ہجرت سے ۶ ماہ بعد نصیب ہوئی۔ اس کے بعد فتح ہمیشہ ہرقل کے شامل حال رہی۔ یہانتک کہ اس نے آذربیجان پر حملہ کرکے ایرانیوں کے ایک بڑے آتشکدہ کو تباہ کردیا۔ دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔ گیارھویں ایڈیشن جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۴۔

ہرقل کی یہ کامیابی خسرو پرویز کی کامیابی کے عین مشابہ اور بمقابل تھی۔ کیونکہ جب خسرو پرویز نے یروشلم کو ہلاّ کرکے فتح کرلیا تو جو تباہی آتشزدگی کی وجہ سے وقوع میں آئی اس میں قبر مسیح اور ہیلینا اور فلسطین کے گرجے سب جلکر راکھ ہوگئے یا کم سے کم انکو سخت نقصان پہنچا۔ ایک دن کی ظالمانہ کارروائی نے تین سو سال کے چڑھاوے چشم زدن میں تباہ کردیئے۔ ایرانی سردار کاہن زکریا اور اصلی صلیب کو ایران لے گئے۔ ان نقصانات کی تلافی جنکی وجہ سے یہ پیشگوئی وقوع میں آئی ہرقل نے ۶۲۴ عیسوی میں کی بقول گبن "ہرقل کے احکام کے بموجب اُس کے سپاہیوں نے ہزاروں سال سے جلتی ہوئی مقدس آگ کو بالکل بجھادیا۔ اور آتش پرستوں کے مندروں کو تباہ کردیا۔ جسقدر شاہان ایران کے مجسمہ قائم تھے اور جن کو اپنے

زمانوں میں خدائی کے دعوے تھی ان تصویروں کو آگ کے سپرد کر دیا گیا یہانتک کہ رومی سپاہیوں نے ارومیہ کو تباہ کر دیا تھا جو حضرت زردشت کا زاد بوم تھا اور اس طرح اس بے حرمتی کی کچھ حد تک اس نے تلافی کرلی جو ایرانیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کے مقدس مقامات کے متعلق ظہور میں آئی تھی،، ہرقل کی اِن فتوحات نے کچھ حد تک نہیں بلکہ اس بے حرمتی کا جو ایرانیوں سے سرزد ہوئی تھی پورا پورا بدلہ لیا۔ عیسائی اسکو پورا بدلہ نہ سمجھیں کیونکہ وہ اپنی نادانی اور کم فہمی سے مسیح کو خدا سمجھے ہوئے ہیں مگر اس طرح ایرانی بھی اپنے شاہان کو خدا اور حضرت زردشت کو خدا سے بڑھا ہوا سمجھتے تھے۔ لیکن ایک تاریخ نویس کی نظر میں اور ایرانیوں کے نقطۂ خیال سے جو بے حرمتی ہرقل کے ذریعہ ایرانیوں کے مقدس مقامات کی وقوع میں آئی وہ مسیحیوں کے مقدس مقامات کی بے حرمتی سے بدرجہا بڑھکر تھی۔ اور چونکہ ہرقل کی یہ فتح خسرو پرویز کی اس فتح کے مقابل تھی جو فتح یروشلم کے وقت ظہور میں آئی تھی اور جس کے متعلق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے غُلِبَتِ الرُّوْمُ اس لیئے ہرقل کی اس فتح کو پیشگوئی کا اتم طور سے پورا ہونا خیال کرنا چاہیئے۔ ہاں ہم اس بات کے کہنے سے رُک نہیں سکتے ہیں کہ ہرقل کی دانائی قابل تحسین ہے کہ اس نے پچاس ہزار قیدیوں کی رہائی کیلیئے حکم دیدیا۔ گبن کہتا ہے کہ اس احسن تدبیر کی وجہ سے ہرقل کی نیکدلی کی شہرت جابجا ہو گئی۔ اور ایرانی لوگ اپنے بادشاہ کے تکبر اور ظلم کے متعلق ہر جگہ شکایت کرنے لگے،، ہرقل کی یہ نمایاں فتح ۶۲۴؁ء میں حاصل ہوئی۔ یعنی جس سال جنگ بدر واقع ہوئی۔ اس طرح وہ مفسرین جو پیشگوئی کے پورا ہونیکا وقت جنگ بدر کا سال ٹھہراتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ وہ مفسرین جو پیشگوئی کے اعلان کو ہجرت سے تین یا چار سال پہلے رکھتے ہیں اور اس کے پورے ہونیکی میعاد سنہ چھ یا سات ہجری ٹھہراتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور ان کی غلطی کی وجہ بھی بہت صاف ہے انکے خیال کے بموجب یہ پیش گوئی اس سال پوری ہوئی جبکہ ہرقل نے فتح نمایاں حاصل کرنیکے بعد وہ صلیب دوبارہ حاصل کی جو ایرانی اُٹھاکر فارس لے گئے تھے۔ اور اپنی نذر کو پورا کرنیکے لیئے اس نے یروشلم تک پا پیادہ سفر کیا۔ تاکہ اس اصل صلیب کو اپنے ہاتھ سے اس جگہ نصب کرے جہاں سے ایرانی اُٹھاکر لیگئے تھے۔ لیکن یہ ایک غلط فہمی ہے اس بات کے دیکھنے کے لیئے کہ پیشگوئی کب پوری ہوئی یہ ضروری نہیں کہ ہم لڑائی کے انجام تک کو دیکھیں۔ یہ پیشگوئی تو تب ہی پوری ہو گئی جب ہرقل کو پہلی فتح نصیب ہوئی۔ اس لیئے لڑائی کے انجام کو پیشگوئی کا انجام خیال کرنا غلطی ہے۔

مسٹر سیل اس بات کو ثابت کرنیکے لیئے کہ پیشگوئی ۲ سنہ ہجری میں پوری نہیں ہوئی اس روایت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ابی ابن خلف سے شرط باندھی تھی جب اس پیشگوئی کا اعلان کیا گیا اسوقت حضرت ابو بکرؓ نے ابی ابن خلف سے یہ شرط باندھی تھی کہ ایرانی تین سال میں مغلوب ہوجائیں گے۔ درصورت پورا نہ ہونیکے وہ راضی تھے کہ ابی ابن خلف کو دس اونٹ دیدیں۔ لیکن جب حضرت نبی کریم صلعم کو اس معاملہ کا علم ہوا تو آپنے فرمایا کہ مدت کو لمبا کردو اور شرط بڑھادو۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مشورہ دینا اس امر پر مبنی تھا کہ بضع کا لفظ جو پیشگوئی میں واقع ہوا اس کے معنے تین سے لیکر دس سال تک کے ہیں دیکھو لائیف آف محمد (صلعم) مصنفہ میور صاحب صفحہ ۱۱۹۔ اسی پر حضرت ابو بکرؓ نے عمل کیا اور ابیؔ کے ورثاء سے سو اونٹ جیت لیئے۔ کیونکہ ابیؔ بسبب غزوہ احد میں زخم کھانیکے مرچکا تھا۔ اس سے سیل صاحب نے نتیجہ نکال لیا کہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ احد کی لڑائی سنہ تین ہجری میں واقع ہوئی۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہی کیونکہ یہ ضروری نہ تھا کہ جونہی یہ پیشگوئی پوری ہوتی تبھی حضرت ابو بکرؓ اپنی شرط جیت لیتے وجہ یہ ہے کہ آپ تو اسوقت مدینہ میں تھے۔ شرط مکّہ میں باندھی۔ اب آپسمیں سخت دشمنی تھی۔ علاوہ ازیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ قریش مکّہ اور مدینہ کے مسلمانوں میں جنگ تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ اور چونکہ خونریز لڑائی شروع ہوگئی تھی اس واسطے اس شرط کو فوراً وصول کرلینا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ سیل نشرط ٹھہرنے کے واقعہ سے خواہ کچھ ہی نتیجہ نکالے اس واقعہ سے یہ امر تو قطعی طور پر ثابت ہوجاتا ہی کہ پیشگوئی اپنی مقررہ میعاد میں پوری ہوگئی کیونکہ اگر پیشگوئی بین طور پر پوری نہ ہوتی تو ابیؔ بن خلف کی اولاد کبھی شرط کے موافق سَو اونٹ ادا نہ کرتے۔ اُن کا سَو اونٹ ادا کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ پیشگوئی کھلے طور پر پوری ہوگئی تھی سیل نے تو اپنے خیال میں اس واقعہ کو یہ ثابت کرنیکے لئے نقل کیا تھا کہ پیشگوئی اپنی میعاد کے اندر پوری نہ ہوئی۔ مگر افسوس ہے کہ جس واقعہ کو اُس نے اپنے خیال میں اپنے لیئے مفید سمجھا تھا وہ اُلٹا یہ ثابت کر رہا ہے کہ پیشگوئی اپنے وقت مقررہ میں پوری ہوگئی۔

راڈول کا اعتراض

میور کی طرح پادری راڈول صاحب بھی اس پیشگوئی کا جس صورت میں یہ ہے انکار نہیں کرسکا مگر اس نے ایک ایسا نوٹ چڑھایا ہے جو اُس کے مترجم ہونیکی حیثیت پر ایک سخت داغ لگاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے "کہ مسلمان ہمیشہ اپنے نبی کی سچائی ظاہر کرنیکے لئے اس آیت کی طرف توجہ دلایا کرتے ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت میں جو لفظ سیغلبون آیا ہے اسپر اوائل ایام میں اعراب نہیں ہوتے تھے۔ اعراب کا پڑھنا پڑھنے والے پر منحصر تھا خواہ وہ اس کو سَیَغۡلِبُوۡنَ پڑھے یا سَیُغۡلَبُوۡنَ پڑھے۔ اسطرح پیشگوئی ہر دو صورتوں میں پوری ہوسکتی تھی کیونکہ اگر رومی غالب آگئے تو سَیَغۡلِبُوۡنَ پڑھ لیا اور اگر رومی مغلوب ہوجاتے تو سَیُغۡلَبُوۡنَ بھی پڑھا جاسکتا تھا اس طرح ہر دو معانی اسمیں سے نکل سکتے ہیں اور یہ لفظ ہر دو صورتوں میں صحیح کا صحیح رہتا تھا۔ خواہ ایرانی غالب ہوتے یا مغلوب۔ یہ ساری آیت اسی غرض کو مدِّ نظر رکھکر بنائی گئی تھی کہ ہر دو صورتوں میں مطلب اپنا درست ہوجائے"

عربی سے ناواقف عیسائیوں کے نزدیک یہ اعتراض شائد کچھ وقعت رکھے۔ اور ممکن ہے کہ وہ پادری راڈول صاحب کو بہت تحسین و آفرین کہیں کہ کس خوبی سے لطیف اعتراض کیا ہے اور گویا اپنے خیال سے اسلام کو جڑھ سے ہلا دیا ہے کیونکہ انکے نزدیک صرف اسی پیشگوئی پر ہی اسلام کی سچائی کا مدار ہے۔ مگر راڈویل صاحب نے یہ اعتراض کرکے سوائے اس کے کہ اپنے علم کی پردہ دری کرالی اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ کیونکہ اس آیت میں اگر سَیَغۡلِبُوۡنَ کی بجائے سَیُغۡلَبُوۡنَ پڑھا جاوے یعنی اگر یہ آیت اس طرح پڑھی جائے غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیُغۡلَبُوۡنَ تو ہر ایک عربی زبان سے کچھ مناسبت رکھنے والا جانتا ہے کہ اس آیت کے معنے یہ ہونگے کہ رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہوچکے ہیں مگر وہ پھر غالب ہونگے اور غالب ہونیکے بعد پھر مغلوب ہونگے۔ یعنی سَیُغۡلَبُوۡنَ پڑھنے سے بھی رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنیکی پیشگوئی قائم رہتی ہے۔ چنانچہ ایک قرأت اس طرح بھی آئی ہے اور اس قرأت کے بموجب اس پیشگوئی کے یہ معنے ہیں کہ رومی جو اسوقت ایرانیوں کے

ہاتھ سے مغلوب ہو چکے ہیں وہ اُن پر غالب آجائیں گے مگر غلبہ حاصل کرنے کے بعد وہ پھر مغلوب کئے جائیں گے اور یہ بھی بالکل درست ہے کیونکہ اول ہرقل نے ایرانیوں کے ہاتھ سے سخت شکست کھائی اور ایرانیوں نے اسکے ملک کا بڑا حصہ اپنے قبضہ میں کرلیا۔ مگر وہ پھر ایرانیوں پر غالب آیا اور جو ملک اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اُس کو اُس نے دوبارہ ایرانیوں سے فتح کرلیا۔ مگر اس فتح کے بعد وہ پھر مسلمانوں کے سامنے مغلوب ہوگیا اور جو ملک اُس نے ایرانیوں کے پنجہ سے چھڑایا تھا وہ اُس کے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

غرض راڈویل صاحب کا یہ کہنا کہ اس پیشگوئی کے الفاظ عمداً اس طرح ترتیب دیئے گئے تھے کہ ذراسی تبدیلی کے ساتھ دونوں مطلب ظاہر کرسکتے تھے یعنی رومیوں کا غالب ہونا اور مغلوب ہونا دونوں مطالب اس پیشگوئی سے نکل سکتے تھے یہ راڈویل صاحب کی سخت جہالت ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کو عربی زبان سے ذرا مناسبت نہیں چنانچہ اُنکے ترجمہ میں بھی بہت سی فاش غلطیاں پائی جاتی ہیں جن سے اُن کی سخت ناواقفیت عربی سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی غلطی ہے جس پر ہر ایک ایسا شخص جو عربی زبان سے مس رکھتا ہے ہنسیگا اور اگر راڈول صاحب کو اپنی اس غلطی کا علم ہو جاتا تو وہ یقیناً اس نوٹ کو اپنے ترجمہ میں سے نکال دیتے اور اپنی اس پردہ دری سے سخت شرمندہ ہوتے۔ راڈول کے قول کے بالکل برخلاف اس پیش گوئی کے الفاظ اس طور پر ترکیب دیئے گئے ہیں کہ خواہ سیغلبون کو سَیَغْلِبُوْنَ پڑھیں خواہ سَیُغْلَبُوْنَ پڑھیں رومیوں کا ایرانیوں پر غالب آجانا دونوں صورتوں میں قائم رہتا ہے۔ پادری صاحب نے یہ اعتراض کرکے صرف اپنی پردہ دری کرائی ہے۔ اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ اور ہر ایک ذی علم کی نظر میں اپنی منزلت کو گرا دیا ہے۔ اور اپنی حالت پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وہ مثل صادق کرلی ہے جو بوستان میں ہے اور وہ یہ ہے

یکے نیک خلق و خَلَق پوش بود	کہ در مصر یک چند خاموش بود
جہانے بر و بود از صدق جمع	چو پروانہا وقت شب گرد شمع

شبے در دلِ خویش اندیشہ کرد ۔۔۔ کہ پوشیدہ زیرِ زبان است مرد
اگر ماند فطنت نہاں در سرم ۔۔۔ چہ دانند مردم کہ دانش ورم
سخن گفت و دشمن بدانست و دوست ۔۔۔ کہ در مصر ناداں تر از وے ہموست
حضورش پریشاں شد و کار زشت ۔۔۔ سفر کرد بر طاق مسجد نوشت
در آئینہ گر روئے خود دیدمے ۔۔۔ بہ بیدانشی پردہ ندریدمے

راڈویل صاحب نے سب مسیحیوں سے ایک نرالا اعتراض نکالکر نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ آپ خبر سے علم عربی سے بے بہرہ ہیں بلکہ یہ بھی کہ آپ معمولی فہم سے بھی حصہ وافر نہیں رکھتے۔ اگر آپکو علم عربی سے چنداں مس نہیں تھا تو آپ انہی حالات کا ہی مطالعہ کر لیتے جن کے ماتحت یہ پیشگوئی شائع کیگئی تھی اسطرح آپ پر یہ روشن ہو جاتا کہ اس آیت کریمہ سے سوائے ایرانیوں پر رومیوں کے غالب ہونے کے اور کوئی معنے نہیں نکل سکتے اور اسطرح آپ اس علمی پردہ دری کے عذاب سے محفوظ رہتے۔ جن حالات کے ماتحت یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی اُن کو میں خود سیل کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ وہ اپنے ترجمہ کے نوٹ میں لکھتا ہے "کہتے ہیں کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جبکہ ایرانیوں کو رومیوں پر ایک نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی جب یہ خبر مکہ پہنچی تو مشرکین عجیب خوشی سے بھر گئے اور لگے نبی کریم صلعم اور آپکے صحابہؓ کو گالیاں دینے انکو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جسطرح ایرانیوں کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی ہے اسی طرح انکو بھی مسلمانوں پر فتح حاصل ہوگی کیونکہ انکی طرح ایرانی بھی بت پرست ہیں اور رومی بسبب عیسائی ہونے کے مسلمانوں کی طرح الہامی کتاب کے قائل اور کم سے کم دعوے کے طور پر ایک خدا کے پرستار ضرور تھے اسواسطے ان مشرکین کے زعم میں ایرانیوں کی فتح گویا ان کی آئندہ فتح کا پیش خیمہ اور ایک قسم کا وعدہ تھا کہ وہ بھی عنقریب مسلمانوں پر غالب آجائیں گے۔ تو ان جھوٹی امیدوں کو خاک میں ملانے کی غرض سے اس آیت میں یہ بتلایا گیا۔ کہ اگرچہ بظاہر رومیوں کی کامیابی ناممکن معلوم ہوتی ہے تاہم چند سال میں معاملہ اور صورت پکڑ جائیگا۔ اور مغلوب رومی آخر کار غالب آجائیں گے"۔ سیل کا یہ بیان صاف طور سے واضح کر دیتا ہے کہ اس پیشگوئی کا مطلب یہ تھا۔ کہ رومیونکی فتح بتلائی جائے جنکے لئے قدرتاً مسلمانوں کو ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس آیت میں مسلمانوں کے لئے بھی بشارت تھی۔ اسواسطے اس کے وہ معنے نہیں ہوسکتے جو پادری راڈول صاحب کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کے لئے

خوشی کا باعث نہیں ہو سکتے تھے۔

•

پادری راڈول کو یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف کی پیشگوئیاں بائبل کی پیشگوئیوں کی طرح نہیں۔ وہ اس طرز پر نہیں لکھی گئی تھیں کہ واقعات پر چسپاں کرنیکے لیئے معروف سے مجہول اور مجہول سے معروف بنا دی جائیں یا اصل الفاظ میں ہی تحریف لفظی یا معنوی سے کام لیا جاوے۔ قرآن شریف کی پیشگوئیاں دوست دشمن ہر دو کو سنا دی گئی تھیں۔ صحابہؓ کو یاد تھیں۔ عام جلسوں میں انپر بحث ہوتی تھی۔ نبی کریم صلعم کسی ایسے نسخہ میں لکھکر نہیں رکھتے تھے کہ جب موقع پایا اور مطلب نکلتا ہوا نظر آیا تو اصل الفاظ تک کو اڑا دیا۔ برخلاف اسکے آپ انکو دوست دشمن ہر دو کے سامنے پڑھتے۔ اسطرح وہ سب کے درمیان مشترک سرمایہ کی طرح ہو گئیں۔ جس دن یہ پیشگوئی شائع ہوئی اسی دن اسکا گھر گھر چرچا ہو گیا۔ اور زبان زد خلائق بنگئی۔ آپکے صحابہ اسکو خدا کی وحی سمجھکر پڑھتے پڑھاتے اور بڑی دلیری سے لوگوں کے سامنے بیان فرماتے اور دشمن برخلاف اسکے موجودہ حالات پر نظر رکھتے ہوئے اور مادی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اسپر تمسخر اڑاتے تھے یہانتک کہ اسپر شرطیں باندھی گئیں۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ پیشگوئی کرنیوالا اسمیں ذرا سی بھی تحریف عمل میں لا سکتا۔ اگر آپ ایسا کرتے تو لوگ آپکو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑا دیتے۔ خود آپکے صحابہؓ کا ایمان بالکل جاتا رہتا۔ عیسائیوں کا اسطرح کے اعتراض ڈھونڈنا گویا دیکھنے والوں کی آنکھوں پر پٹی باندھنا ہے۔ مگر حق کیسے چھپ سکتا ہے۔ ہاں پادریوں کا ایسی کوشش کرنا بتلاتا ہے کہ آخر مرتا کیا نہ کرتا۔

پادری راڈول کا اعتراض ایک اور طریق سے بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایرانی اس پیشگوئی کے شائع ہونیکے بعد قریباً چھ سال تک فتح کے گھوڑے پر سوار رہے۔ اگر یہ آیت اس لیئے بنائی گئی تھی کہ ہر دو صورتوں میں صادق آجائے تو کیوں نہ معاً بعد کی شکست کے وقت مسلمانوں نے کہدیا کہ بس پیشگوئی میں لکھا تھا کہ رومیوں کو اور شکست ہونیوالی ہے پس وہ ہو گئی اور پیشگوئی پوری ہو گئی۔ فلسطین کی فتح کے بعد ایرانیوں نے مصر فتح کیا۔ اور اگر اس پیشگوئی کے دو معنے ہو سکتے تھے اور نبی کریم صلعم نے صرف اسی لیئے اسکو بنا کر پیش کیا تھا کہ گول مول بات کہکر پیشگوئی کی پیشگوئی بنی رہے اور واقعات کے خلاف بھی نہ ہو۔ تو آپکو چاہیئے تھا کہ پیشگوئی کا پورا ہونا آپ مصر کی فتح پر محمول کرتے مگر آپنے نہیں کیا۔ رومی اس وقت ایک بڑی مصیبت میں گرفتار تھے۔ اور اگر پیشگوئی واقعی ایسی گول مول تھی کہ فتح اور شکست ہر دو پر چسپاں ہو سکے۔ تو پیشگوئی کرنیوالے کو ہرگز ذرا دیر نہیں کرنی چاہیئے تھی فوراً کہدینا چاہیئے تھا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی اس کے شائع ہونیکے متواتر کئی سال تک رومی شکست پر شکست کھاتے رہے۔ ان حالات میں دیر کرنا

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

رسالہ ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ — بابت ماہ فروری ۱۹۱۲ء — نمبر ۲

چندہ سالانہ عوام سے عـہ طلبا سے ۲

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ فروری ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

ریویو

ثنائی فرار اور مباہلہ سے انکار:۔ یہ رسالہ احمدی دہلی کا چھٹا مضمون ہے جس میں پر زور دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ میاں ثناء اللہ امرتسری ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ علی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے مقابل میں گریز ہی کرتا رہا ہے۔ قیمت ۳؍ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی، تیراہا بیرام خاں سے طلب کریں ؛

تحفۂ بنارس ۔ یہ وہ پیام توحید ہے جو جناب مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے بنارس کے شہر کو پہنچایا۔ بت پرستی کی نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیخ کنی کی گئی ہے۔ حضرت اقدس کی صداقت کی ہندووں اور اہل اسلام ہر دو کو تبلیغ کی گئی ہے۔ رسالہ اخلاص سے لکھا ہوا بہت ہی مؤثر اور مفید ہے۔ قیمت ۱؍ ۔ بک ڈپو ایجنسی سے طلب کریں۔ ناظرین اس کو پڑھکر ضرور حظ اٹھائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

نورِ فرقان:۔ مصنفہ محمد نظام الدین صاحب احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی تائید میں ایک مفید کتاب ہے۔ تبلیغ کا حق بہت عمدگی سے ادا کیا گیا ہے۔ قیمت ایک جلد کیلئے ۲؍ ایک سے زیادہ کے لیے ۱؍ فی نسخہ مصنف سے طلب کریں ؛

لیکچر مہوتسو:۔ ٹیچنگز آف اسلام یعنی وہ لیکچر جو حضرت مسیح موعود کی طرف سے لاہور کے عظیم الشان جلسہ میں ۱۸۹۶ء میں پڑھا گیا تھا اس کا انگریزی ترجمہ ولایت سے چھپ کر آگیا ہے۔ دو سو صفحہ کی کتاب ہے۔ مجلد کی قیمت عہ اور غیر مجلد کی ۱۴؍ ہے چونکہ ولایت میں اسکی مفت اشاعت ہوگی اسلئے احباب اپنے لیے بھی خریدیں اور اسجگہ یا ولایت میں مفت تقسیم کرا کر بھی ثواب لیں ؛

ضرورت۔ دفتر میگزین کے لیے ایک کلرک کی ضرورت ہے۔ کم سے کم انگریزی انٹرنس تک تعلیم یافتہ ہو۔ دفتر کے کام سے واقف شخص کو ترجیح دی جائیگی۔ تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان۔ پنجاب آنی چاہئیں ؛

اطلاع:۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں ؛ (مینیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک نئی شہادت

ایک نئی حدیث اس بارہ میں کہ مسیح موعود امام مہدی ہوگا

صداقت کی یہ ایک بڑی بھاری دلیل ہے کہ جس طرف سے دیکھو اُس کی تائید میں ثبوت مہیا ہوتے جاتے ہیں جھوٹا ممکن ہے کہ ایک دو باتوں کو توڑ مروڑ کر اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرے مگر اُس کی ایسی تحویلیں ایک دو امور تک چلکر آگے بند ہو جاتی ہیں۔ مگر صادق کی صداقت ہر ایک پہلو سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ جس طرف دیکھو اُس کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا قصہ مشہور ہے جس کا نام لا تھا۔ جب اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے اُس سے سوال کیا کہ تو کس طرح نبی ہو سکتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد کوئی (صاحب شریعت) نبی نہیں آئے گا۔ اُس نے جواب دیا کہ یہی حدیث میرے نبی ہونے کا ثبوت ہے۔ مگر یہ اس طرح نہیں جس طرح اب تک لوگ اسکو پڑھتے آئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ فرمایا تھا کہ لَا نَبِیٌّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد ایک نبی پیدا ہوگا جس کا نام لا ہوگا۔ مگر ایک حدیث کو تو اُس نے بگاڑ کر اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر دیا اُس کی یہ کارروائی یہانتک ہی ختم ہوگئی۔ کوئی اور

شہادت وہ اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش نہ کر سکا۔ نہ کوئی آسمانی نشان اُس کی تائید میں ظاہر ہوا۔ نہ سچی پیشگوئیوں نے اُس کے دعوے پر تصدیق کی مہر لگائی۔ نہ وہ کوئی ایسی قرآنی آیت یا حدیث پیش کر سکا جس میں اُس کے آنیکے علامات بیان کیئے گئے ہوں اور وہ اُس کے زمانہ میں پورے ہوئے ہوں اور نہ خدائے تعالیٰ نے اپنی تائید کے ذریعہ اُس کی سچائی کی شہادت دی اور وہ ناکام و نامراد ہوکر مرگیا۔ مگر سچوں کا یہ حال نہیں۔ اُنکی سچائی پر آسمان بھی گواہی دیتا ہے اور زمین بھی **الوقت الوقت** پکار کر اُنکے سچا ہونیکی شہادت دیتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا کلام اُنپر نازل ہوتا ہے جس میں زبردست پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر منہاج نبوت کے مطابق پوری ہوکر اُنکی سچائی کی شہادت دیتی ہیں۔ پہلے نبیوں کے مقررکردہ نشانات اُن کے وقت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اُنکی تائید کرتا ہے۔ اور اُنکے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔ غرض ہر ایک رنگ میں اُنکی صداقت اپنے تئیں ظاہر کرتی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں خدا کا مسیح اور مہدی ظاہر ہوا تو اُس نے اپنے دعوے کی تائید میں نہ ایک دلیل بلکہ لاکھوں شہادتیں پیش کیں۔ گذشتہ انبیاء کی بیان کردہ پیشگوئیاں اُس پر مطابق اُتریں۔ قرآن شریف کی سینکڑوں آیتوں نے اُس کے منجانب اللہ ہونے کی گواہی دی۔ آسمان پر نشان ظاہر ہوئے۔ زمین نے گواہی دی۔ ہزاروں لوگوں نے اپنے رؤیا صالحہ اور سچے الہاموں کے ذریعہ اُس کی صداقت کی شہادت دی۔ خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر اُس نے سینکڑوں پیشگوئیاں شائع کیں جو اُسی طرح پوری نکلیں جسطرح خدائے تعالیٰ کے نبیوں کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں ہی دہلی میں ملک معظم قیصر ہند کے ہاتھ سے خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کو بیّن طور پر پورا کر دیا۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کی ہر رنگ میں تائید کی۔ آپنے علمی دنیا کو اپنے معجزے دکھلائے۔ آپنے پولٹیکل دنیا کو بھی نشان دکھاکر اُنپر حجت پوری کی۔ ہر قوم کے مقابل میں آپنے نشان دکھلائے ہر ایک میں آپکے نشان ظاہر ہوئے اور روز بروز ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ کی پیشگوئیوں اور پرانی پیشگوئیوں کے مطابق طاعون دنیا میں ظاہر ہوا۔ زلزلوں نے زمین کو ہلا دیا۔ جنگوں نے دنیا کو قیامت کا نمونہ دکھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے مقررکردہ نشانات آپکے وقت میں

ظاہر ہوئے اور آپ کی پیشگوئیاں آپ پر صادق آئیں۔ آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں ہی مسیح ہوں اور میں ہی امام مہدی ہوں۔ اس کی تصدیق میں خدائے تعالیٰ نے آپکے وقت میں آپکے دعوے کے بعد رمضان شریف میں مقررہ تاریخوں پر سورج کے کسوف اور چاند کے خسوف کا نشان آسمان پر ظاہر فرمایا جو کہ امام مہدی کے ظہور کا ایک بھاری اور مشہور نشان تھا۔ چنانچہ جب یہ نشان ظاہر ہوا تو بہت سے مخالف مُلّاں بول اُٹھے کہ اب اس نشان کو دیکھکر بہتسے لوگ اس مدعی مہدویت کو قبول کریں گے اور اسطرح (انکے زعم کے مطابق) یہ نشان اُن کی گمراہی کا موجب ہوگا۔ پھر آپنے اپنے اس دعوے کی تائید میں صحیح بخاری کی وہ حدیث پیش کی جس میں آنیوالے مسیح کے متعلق لکھا ہے کہ امامکم منکم یعنی وہ تمھارا ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے ہوگا۔ پھر آپنے ابن ماجہ کی وہ حدیث پیش کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا مھدی الا عیسیٰ۔ یعنی مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ یہ حدیثیں آپکے ظہور سے پہلے موجود تھیں۔ آپنے ان کو اپنے پاس سے نہیں بنایا۔ اسی طرح کسوف اور خسوف کا نشان بھی پہلے سے مقرر تھا آپنے اس نشان کو کتابوں میں پہلے سے نہیں لکھا تھا۔ اور نہ آپکے اختیار میں تھا کہ اس نشان کو آسمان پر اپنی طاقتسے ظاہر کریں۔ اب خدائے تعالیٰ کے فضل سے آپکے اس دعوے کی تصدیق میں ایک اور حدیث نکلی ہے جو مسند امام احمد بن حنبل کی جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ پر درج ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔ اس حدیث شریف میں صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنیوالا مسیح موعودؑ وہی امام مہدی ہوگا اور وہ جنگ نہیں کریگا۔ اور وہ حدیث یہ ہے عن ابی ھریرۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ بن مریم اماماً مھدیا وحکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ وتضع الحرب اوزارھا۔

(ترجمہ) ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ رہے وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملے وہ عیسیٰ ابن مریم امام مہدی ہوگا حکم عادل ہوگا صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ جزیہ دور کر دے گا اور اُس کے زمانہ میں لڑائی اپنے بوجھوں کو رکھدیگی یعنی وہ دین کے لئے جنگ نہیں کریگا بلکہ دلائل اور

نشانات کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کریگا) دیکھو کیسے صریح الفاظ میں اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنیوالا مسیح **امام مہدی** ہوگا۔ اس سے زیادہ بیّن شہادت کیا ہو سکتی ہے کہ مسیح موعود ہی امام مہدی بھی ہوگا۔ پھر اس میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ جنگ نہیں کرے گا بلکہ لڑائیاں موقوف کی جائیں گی۔ کیا اب ہمارے مخالف اس بات پر اصرار کرینگے کہ امام مہدی اور شخص ہوگا اور مسیح موعود اور شخص ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کا ہی نام امام مہدی رکھتے ہیں اس حدیث نے صحیح بخاری کی حدیث **امامکم منکم** کے معنے بھی صاف کر دیئے۔ ہمارے مخالف کہا کرتے تھے کہ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعودؑ تو نازل ہوگا مگر وہ تمہارا امام نہ ہوگا بلکہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ امام مہدی مسیح موعود سے الگ ہوگا۔ اب اس حدیث نے انکے اس خیال کی تردید کی اور جو معنے ہم کیا کرتے تھے اُس کی تائید کی یعنی یہ کہ مسیح موعود مسلمانوں کا ایک امام ہوگا جو انہی میں سے پیدا ہوگا۔ باہر سے نہیں آئے گا۔

بعض لوگ لفظ عیسیٰ بن مریم پر بہت اڑا کرتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی اسرائیلی مسیح پھر دوبارہ آئے گا۔ اگر وہ ذرا بھی غور سے کام لیتے تو بالکل اس بات پر نہ اڑتے۔ کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بیان اس بات کا فیصلہ کر رہا ہے کہ اسرائیلی مسیح اور محمدی مسیح یہ ایک وجود نہیں بلکہ دو الگ الگ شخص ہیں۔ کیونکہ اسرائیلی مسیح کا حلیہ بیان کرتے وقت آپ نے فرمایا فاما عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر (یعنی عیسیٰ ابن مریم (جس کو آپ نے معراج کی رات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے آسمان پر وفات یافتہ انبیاءؑ کے ساتھ دیکھا) سرخ رنگ تھا۔ گھونگروالے بالوں والا۔ چوڑے سینہ والا۔ اور آنے والے مسیح محمدی کی نسبت جس کو ایک رؤیا میں آپ نے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور اُسی رؤیا میں دجّال کو بھی دیکھا اُس مسیح کا حلیہ بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ رجل اٰدم سبط الشعر تنطف او تھراق رأسہ ماءً یعنی وہ ایک آدمی ہے گندم گوں رنگ والا۔ سیدھے بالوں والا اور اُس کے بال ایسے صاف ہیں کہ گویا سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگر ہمارے مخالف ذرا انصاف اور تدبر سے کام لیتے تو وہ ان دونوں حدیثوں کو دیکھکر یقین کر لیتے کہ اسرائیلی مسیح

اور ہے اور محمدی مسیحؑ اور ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا حلیہ بالکل اُلٹ بیان فرماتے ہیں۔ ایک کا رنگ گندم گوں۔ دوسرے کا سُرخ ایک کے بال گھونگر والے۔ دوسرے کے سیدھے۔ اب یہ دونوں متضاد حلیے کس طرح ایک ہی شخص میں جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ دونوں حلیے صاف بتلا رہے ہیں کہ آنیوالا مسیح اور شخص ہے۔ صرف روحانی مشابہت ظاہر کرنیکے لیٔے اُس کا نام عیسیٰ ابن مریم رکھا گیا ایسا ہی چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سخت مشابہت روحانی رکھتا تھا اس لیے اُس کا نام آپنے محمدؐ بن عبداللہ بھی فرمایا۔ غرض اگر دوسرے سارے دلائل اور نشانات کو چھوڑ بھی دیا جاوے تو صرف احادیث ہی ایک زبردست ذخیرہ آپ کی سچائی کا مہیا کر رہی ہیں۔ دیکھو حلیہ والی حدیث ہی کیسی آپ پر صادق آئی۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیہ کس غرض سے بیان فرمایا تھا۔ اسمیں کیا شک ہے کہ آپنے آنیوالے مسیح کا حلیہ اس لیٔے بیان فرمایا تھا کہ لوگ اس حلیہ کے ذریعہ اس مسیحؑ کو پہچان سکیں۔ حلیہ کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ اُس کے ذریعہ ایک شخص پہچانا جائے۔ دیکھو! اسی حلیہ کے ساتھ مسیح موعودؑ آیا مگر باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حلیہ کے آپ پر صادق آنیکے تم لوگوں نے اُس کو نہ پہچانا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے باوجود حلیہ درست نکلنے کے حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں پہچانا وہ آنکھیں نہیں رکھتے اور اُنپر قرآن شریف کی کوئی آیہ کریمہ صادق آتی ہے تو وہ یہ ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔

دیکھو آج خدائے تعالیٰ نے ایک اور حدیث نبوی کے ذریعہ تم لوگوں پر حجت پوری کردی۔ تم کب تک انکار میں لگے رہو گے ؎

اِسلام میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے ؟

(ترجمہ مضمون قاضی عبدالحق صاحب)

۱۔ جسمانی حالت

جو لوگ آجکل عورتوں کے حامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن میں مبالغہ کرنے کا بہت میلان پایا جاتا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ عورتیں کسی پہلو سے بھی مردوں سے کسی طرح

ذرا اُلٹا کر تو دیکھو کیا نتیجہ ہوگا۔ ایک ہی دن میں سارا انتظام درہم برہم ہو جاے گا۔ یہ دنیا کی چستی و چالاکی سکون سے بدل جائے گی۔ ہتھیاروں اور اوزاروں کی کھڑکھڑاہٹ بند ہو جائے گی فتح کے نعرے اور خوشی کی آوازیں سُننے میں نہیں آئیں گی۔ ہر طرف درد کی چیخیں اور اضطراب کا چلانا سنائی دے گا۔ عورت اپنے خیالات کی نرمی۔ اور اپنے جسم کی کمزوری کے ساتھ دنیا کو سُستی اور کاہلی کا ایک خوفناک منظر بنا دے گی۔ اور مرد اپنے چُست قوا، اور محنت کش طبیعت کے ساتھ اپنے تئیں گھر میں رہنے کے بالکل ناقابل پائے گا۔ اور جلدی زندگی سے بیزار ہو جائے گا۔ اس طرح جلدی ہی دنیا کی حالت بگڑ جائے گی۔ تمام کاروبار خراب ہو جائے گا اور تمام تحریکیں رُک جائیں گی۔ جہاں دلیری اور جرأت کی ضرورت ہے وہاں کمزوری اور نرم دلی کام نہیں دیں گی۔ بے شک نرم دلی اور رقیق القلب ہونا ایک اچھی چیز ہے مگر جہاں دلیری اور بہادری کی ضرورت ہو وہاں رقت قلب اور نرم دلی کس طرح کام دے سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ عورتوں کو ہر مہینہ میں ایام حیض گذارنے پڑتے ہیں۔ اس لیئے ضروری ہوگا کہ ہر ماہ میں کم از کم ایک ہفتہ تک دنیا کا کاروبار روک دیا جائے ایسا ہی ایام حمل میں ایک سال تک اُن کو دنیا کی محنت کشی اور جفاکشی سے سبکدوش ہونے کی ضرورت پیش آئے گی۔ الغرض۔ جو لوگ یہ شور مچا رہے ہیں کہ عورتیں کسی رنگ میں بھی مردوں سے کم نہیں وہ اُس صریح فرق کو جو قدرت نے دونوں میں رکھا ہے نظر انداز کر رہے ہیں اور عورتوں کو اُس درجہ سے بڑھانا چاہتے ہیں جو قدرت نے اُنکے لیئے مقرر کر دیا ہے۔

مگر جہاں ایک گروہ عورتوں کے معاملہ میں افراط سے کام لے رہا ہے وہاں ایک گروہ تفریط کی طرف چلا گیا ہے۔ یہ دوسری قسم کے لوگ عورت کو سخت بے قدری کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جو منزلت خدائے تعالیٰ نے اُنکو عطا کی ہے اُس سے اُن کو گرانا چاہتے ہیں۔ اُنکے نزدیک عورت کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں کہ مرد اُنکے ذریعہ اپنی خواہش کو پورا کریں۔ وہ اُنکو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ گائے بکری۔ اونٹ وغیرہ اور جب چاہتے ہیں ایک پُرانے کپڑے کی طرح اُنکو پھینک دیتے ہیں۔ اُنکے نزدیک عورتیں

کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔ اور وہ اُن کا یہی کام سمجھتے ہیں کہ غلاموں کی طرح اُن کے ساتھ گذارہ کریں۔ مرد جو چاہے اُن سے سلوک کرے۔ عورتوں کا مردوں پر کوئی حق نہیں عورت کا فرض ہے کہ رنج و راحت میں مرد کی خدمت کرے لیکن جب عورت اس قابل نہ رہے کہ مرد کی کوئی خدمت کر سکے تو مرد اُس کو ایک ردّی چیز کی طرح پھینک سکتا ہے۔ خواہ عورت نے سالہا سال تک اپنے خاوند کی نہائیت جانفشانی سے خدمت کی ہو۔ بیماری کے وقت کئی دن تک اُس کے سرہانے بیٹھی رہی ہو اور کئی راتیں اُس کے بستر کے پاس جاگتی رہی ہو۔ بخار میں اُس کے جلتے ہوئے ابروؤں کو اپنے ٹھنڈے ہونٹوں کے ساتھ چوما ہو۔ اور اپنی سسکتی ہوئی آواز کے ساتھ آنکھوں سے آنسو بہا کر اپنے خداوند کے آگے دعائیں کی ہوں کہ اے میرے رب تو میرے ننھے ننھے بچوں کے باپ کا ہمارے سروں پر قائم رکھ۔ لیکن ان سب باتوں کا عوض اُس کو یہ دیا جاتا ہے کہ ایک معمولی غلطی پر ڈنڈوں سے اُس کو پیٹا جاتا ہے اور وحشیانہ بیرحمیوں کا اُس کو تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔ ایسا سلوک اپنے عمر بھر کے ساتھی کے ساتھ کرنا سخت قابل نفرت ہے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اُسوقت عورت کی حالت اس سے بھی بدتر تھی صحرائے عرب کے رہنے والے عورت کو انسان کے لیئے ایک ذلّت کا داغ سمجھتے تھے۔ اور اُسپر ہر قسم کا ظلم کرنا جائز سمجھتے تھے۔ مگر عورت کی خوش قسمتی سے اُس ملک میں ایک نبی پیدا ہوا جس نے عورت کو وہ عزت دی جس کی وہ سچے معنوں میں حقدار ہے۔ اسلام ایسا مذہب نہیں جو کسی امر میں حد سے بڑھ جائے۔ کسی چیز کی ناجائز رعایت وہ روا نہیں رکھتا اور نہ کسی چیز کی حق تلفی کی وہ اجازت دیتا ہے بلکہ جو امر حق اور درست ہو وہ اُس کو بیان کرتا ہے اس نے عورت سے پورے انصاف کا برتاؤ کیا ہے۔ دنیا کے کل مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق کی حفاظت کی ہے جن جن حقوق کی وہ جائز طور پر مستحق تھی وہ سب اُس کو دیئے ہیں کوئی ایسا حق نہیں جس سے اسلام نے عورت کو محروم رکھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ دنیا میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے عورت کی جائز حمایت کا بیڑا اُٹھایا ہے اور جو لوگ آجکل عورت کی حمایت میں جائز حدود سے بھی نکل رہے ہیں

وہ اگر اپنی اپنی مقدس کتابوں کو ٹٹولیں گے تو اُن میں ہرگز کوئی ایسی تعلیم پائیں گے جو اُن کے آزادی کے خیالات کی تائید کرے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کو وہی حیثیت دی ہے جس کی وہ مستحق ہے اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس میں عورت کی راہ سے ہر ایک قسم کی رکاوٹ کو ہٹا دیا گیا ہے تا جن جن امور کے حاصل کرنے کے لیئے اُس میں قابلیت رکھی گئی ہے اُن کو وہ باسانی حاصل کر سکے۔ آجکل جن لوگوں نے عورت کے حقوق کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے اُنھوں نے قرآن شریف میں سے ہی ایک شعشہ لیا ہے جس کو وہ وسعت دے رہے ہیں اور جس کی تائید کے لیئے وہ اپنے اپنے مذہب کی کتابوں میں سے کوئی ہدایت پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن شریف افراط اور تفریط کی راہ کو چھوڑ کر عورت کے معاملہ میں نہایت ہی سیدھی اور سچی راہ کو اختیار کرتا ہے جب کہ وہ ارشاد فرماتا ہے

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النسآء - ۶) مرد عورتوں کے لیئے مؤدب ہیں۔ اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لیئے کہ مرد (عورتوں کے لیئے) اپنا مال خرچ کرتے ہیں پس نیک بی بیاں وہ ہیں جو فرمانبردار ہوں اور اپنے خاوندوں کی غیر حاضری میں اُن چیزوں کی حفاظت کرنیوالی ہوں جن کی خدا تعالیٰ نے حفاظت کی ہے۔

خدائے تعالیٰ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ نہ تو اُس نے اُن لوگوں کی فضولیوں کی پیروی کی ہے جو ہر ایک امر میں عورتوں اور مردوں کو مساوات دینا چاہتے ہیں۔ اور جو عورتوں کی آزادی پر حد سے زیادہ زور دیتے ہیں اور نہ ہی مذکورہ بالا آیت میں اُن لوگوں کی طرفداری کی گئی ہے جو عورتوں کو بھیڑ بکری سے بھی کمتر خیال کرتے ہیں۔ بلکہ جو درجہ نظام قدرت میں عورت کو دیا گیا ہے اُسی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مرد عورت پر جسم کے لحاظ سے اور نیز عقل کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ اور اس لیئے جسمانی دنیا

ہیں اُسے عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ اپنی بیوی اور بچوں کا تکفل اور انکی تادیب وتربیت مرد کا کام ہے۔ گھر کا کاروبار اور امور خانہ داری عورت کے فرائض میں شامل ہیں۔ نیک مرد کماتا اور اپنی کمائی گھر لاتا ہے اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہے۔ نیک بیوی اپنی عفت اور اپنے خاوند کی عزت کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک کا کام دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اگرچہ عورت جسماً اور عقلاً صریحاً مرد سے کمتر ہے مگر وہ ایک دوسرے کے ایسے محتاج ہیں کہ ایک کا گذارہ دوسرے کے بغیر نہیں چل سکتا ؛

مذکورہ بالا آیت میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرد عورت کے لیئے سہارا ہی اور مرد کا فرض ہے کہ کما کر اُس کو کھلائے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ عورت اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور بہ سبب جسمانی کمزوری کے اُسے مرد کے ساتھ محض طفیلی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق خاص حقوق رکھتا ہے اگر مرد کا یہ فرض ہے کہ اپنے اہل وعیال کے لیئے محنت کرے اور روزی کمائے تو عورت کا فرض ہے کہ خاوند کی غیر حاضری میں اُسکے گھر کی ناموس کی حفاظت کرے۔ اور اُسکے بال بچوں کی خبر گیری کرے۔ اس طرح ہر ایک کے سپرد وہ کام کیا گیا ہے جو اُس کی طبیعت اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ مرد چونکہ عورت کی نسبت مضبوط ہے اس لیئے محنت ومشقت کا کام مرد کے سپرد کیا گیا ہے اور عورت چونکہ مرد کی نسبت نازک ہے اس لیئے آرام کا کام اُس کے ذمہ ڈالا گیا ہی مگر دونوں میں سے کوئی دوسرے کی مدد کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتا۔ یہ ہے صحیح عملی تقسیم اُن کے فرائض کی جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف نے تجویز فرمائی ہے۔ اس طرح جسمانی دائرہ میں عورت کی حیثیت کا سوال قرآن شریف نے نہائیت صفائی سے حل کر دیا ہے اور اس تقسیم کی حکمت بھی بالکل عیاں ہے۔ اس تقسیم میں خدائے حکیم نے عورت کی معذوریوں کو کیسا ملحوظ رکھا ہے۔ اب اگر اُس کو حیض کا خون آتا ہے یا اُس کو یکے بعد دیگرے حمل کے دورے گذارنے پڑتے ہیں یا ایک چھوٹا کر

دو دو بچوں کو اُسے اپنی چھاتی کے دودھ سے پالنا پڑتا ہے تو کچھ بھی ہرج کی بات نہیں۔ کیونکہ موجودہ تقسیم میں جو قرآن شریف نے اُس کے لئے کام مقرر کیا ہے اس میں اُس کو بیرونی دنیا کے جھگڑوں سے سبکدوش کیا گیا ہے۔ گھر ہی اُس کے لئے چھوٹی دنیا ہے اور بچوں کی میٹھی زبان اُس کے لئے ایک ایسی راگنی ہے جو بیرونی دنیا کے شور و غل سے ہزار درجے زیادہ شیریں ہے۔ گھر اُس کے لئے نہائت موزون جگہ ہے اور وہ گھر کے لئے نہائت موزون ہے۔ نر کی جسمانی فضیلت مادہ پر نہ صرف انسانوں تک محدود ہے بلکہ دوسرے حیوانوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مرد کی فضیلت سے عورت کی کوئی تحقیر و توہین لازم نہیں آتی۔ بلکہ یہ فرق صرف اس لئے ہے کہ دونوں پر ظاہر ہو جاوے کہ ہر ایک اُن میں سے کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ نسل انسان امن کے ساتھ اور مناسب طریق پر بڑھے اور ترقی کرے۔ اگر دونوں میں جسمانی طور پر پوری مساوات ہوتی تو بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام کرنا مشکل ہوتا کیونکہ عورت بصورت ایک سخت اور پھرتیلی طبیعت رکھنے کے یہ پسند نہ کرتی کہ گھر کی چار دیواری میں رہ کر اپنے بچوں کی پرورش میں مشغول رہے۔ اب چونکہ یہ صاف بات ہے کہ مرد کے جسمانی اور عقلی قوا، عورت کی نسبت زیادہ قوی ہیں اس لئے یہ سراسر انصاف کی بات ہے کہ اس لحاظ سے عورت کا دائرہ زندگی مرد کے دائرہ زندگی کے ماتحت رہے اگر اس کے ساتھ دونوں میں باہم محبت اور خیر خواہی ہو اور ہر ایک ان میں سے دوسرے کے ساتھ ملکر کام کرنا اور اسکی مدد کرنا اپنا فرض سمجھے تو عورت کی یہ ماتحتی عین برکت اور خیر کا موجب ہو گی ؛

روحانی حالت

عورت کی جسمانی حالت پر بحث کرنے کے بعد اب میں اُس کی روحانی حالت کی طرف رجوع کرتا ہوں جو انسانی فطرت کا نہایت ہی ضروری پہلو ہے۔ خدائے تعالیٰ کی عبادت انسانی زندگی کی اصل غرض ہے خواہ وہ انسان کیا ہی حیثیت رکھتا ہو

چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ
یعنی میں نے جن و انس کو اسی لیئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اسلیئے
انصاف اس بات کا مقتضی ہے کہ مرد عورت دونوں کو اپنے اپنے روحانی قوی
کی تکمیل کا برابر موقعہ دیا جاوے۔ جسمانی حالات میں جو فرق ہے اُس کا اثر تو صرف
یہی ہے کہ مرد و عورت کی زندگی کے دائرے جدا جدا قائم ہو گئے۔ اگر اُن کے
روحانی حالات میں کچھ فرق ہوتا تو زیادہ نقصان کی بات ہوتی۔ مادی دنیا میں
انکی زندگی کے دوائر جدا جدا ہیں اس لیئے انکے مطابق انکی جسمانی حالتیں بھی
جدا جدا بنائی گئیں۔ مگر انکی زندگی کا روحانی مقصد ایک ہی ہے۔ خواہ مرد ہو خواہ عورت
ہر ایک کا مقصد نجات کا حاصل کرنا ہے۔ جب روحانی طور پر دونوں کی زندگیوں
کی غرض ایک ہی ہے اس لیئے اس غرض کے حاصل کرنے کے لیئے دونوں کے
لیئے برابر سہولت ہونی چاہیئے اور دونوں میں مساوات کا رنگ رہنا چاہیئے۔
چنانچہ اسی اصل کے مطابق اسلام نے روحانی ترقی کا میدان مرد عورت
دونوں کے لیئے یکساں کھلا رکھا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ
وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ
وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ
وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ
اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا
عَظِیْمًا (احزاب - ۵)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں - ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں - فرمانبردار
مرد اور فرمانبردار عورتیں - سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں - صبر کرنیوالے
مرد اور صبر کرنے والی عورتیں - عاجزی کرنیوالے مرد اور عاجزی کرنیوالی عورتیں -
صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں - روزہ رکھنے والے مرد اور

روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنے فروج کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنیوالے مرد اور بہت یاد کرنیوالی عورتیں۔ ان سب کے لیئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ؛

اس آیۂ کریمہ میں خدائے تعالیٰ نے روحانی ترقی کے تمام منازل میں مرد کو عورت کے ساتھ ساتھ رکھا ہے کیونکہ برخلاف جسمانی پہلو کے عورت کا روحانی پہلو مرد کی نسبت کچھ کم تربیت پذیر اور قابل ترقی نہیں۔ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ ہر ایک زمانہ میں ایسی عورتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی منازل کو طے کیا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کے مکالمہ سے بھی مشرف ہوئیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی بشارت دی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ہ یعنی ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ تو اپنے بچے کو دودھ پلا اور جب تجھے اُس کی نسبت خوف پیدا ہو تو اُس کو دریا میں ڈالدے اور کچھ خوف نہ کر اور نہ کچھ غم کھا۔ ہم اُس کو تیرے پاس پھر واپس بھیجیں گے اور اُسکو ایک رسول بنائیں گے ؛ علاوہ ازیں اسلام سے پہلے بہت سی اور بزرگ عورتیں بھی ہوئی ہیں اور اسلام میں ایسی عورتیں بہت ہوئی ہیں جو بہت سے روحانی منازل کو طے کرکے خدائے تعالیٰ سے جا ملیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیئے ایک ہی کتاب ہے۔ دونوں کے لیئے ایک نبی مبعوث ہوا اور سب کے لیئے ایک ہی شریعت نازل ہوئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روحانی امور میں مرد اور عورتیں مساوات کا درجہ رکھتی ہیں شریعت میں عورت کے لیئے بعض ایسی رعائتیں رکھی گئی ہیں جو مرد کو حاصل نہیں اور جو رعائتیں مردوں کو حاصل ہیں اُن میں عورتیں بھی شریک ہیں مثلاً سفر میں نماز کا قصر۔ اور بیماری اور سفر کی حالت میں روزوں کا افطار وغیرہ۔

خدائے تعالیٰ ایک اور مقام میں فرماتا ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا - (سورہ - نساء - آیت ۱۲۳) یعنی جو کوئی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہونگے اور اُنپر کھجور کی گٹھلی کے گڑھے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ اس مضمون کی قرآن شریف میں اور بھی آیات ہیں مگر اس مختصر مضمون میں سب کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔

مجھے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جو جسمانی امور میں عورت کو مرد کے ساتھ برابری کا درجہ دینے کا اسقدر شوق رکھتے ہیں اُن کے مذاہب میں روحانی امور میں عورت کو بالکل پیچھے ڈالدیا گیا ہے۔ اگر جسمانی امور میں عورت مرد کے برابر نہ ہو تو چنداں ہرج کی بات نہیں مگر اگر روحانی امور میں عورت کو مرد سے نیچے گرادیا جاتا تو واقعی بڑے ہرج کی بات تھی۔ مگر اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے عورت کا روحانی امور میں مرد کا ہم پایہ ہونا کھلے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اناجیل نویسوں نے روحانی امور میں عورت سے کیا سلوک کیا ہے صرف مندرجہ ذیل عبارتوں پر ہی نظر کرنا کافی ہے۔

پولوس جس کو محققین نے موجودہ مسیحی عقائد کا بانی قرار دیا ہے عورت کے متعلق لکھتا ہے۔ "چاہیئے کہ عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے اور میں پروانگی نہیں دیتا کہ عورت سکھلاوے یا آپ شوہر پر حاکم بن بیٹھے بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ بعد اُس کے حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی" (۱ تمطاؤس - باب ۲ - ورس ۱۱ - ۱۴)

پھر پولوس قرنتیوں کی طرف اپنے پہلے خط کے باب ۷ ورس ۲۰ میں لکھتا ہے کہ جو لوگ بیاہ کرتے ہیں وہ گنہگار تو نہیں مگر وہ جسم میں دُکھ اُٹھائیں گے۔ اس سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ نکاح کو کس نظر سے دیکھتا تھا۔

پولوس مندرجہ بالا عبارت میں عورتوں کے لیئے یہ روا نہیں رکھتا کہ اُس کو دینی علم حاصل کرنے کی پوری آزادی دیجاوے۔ وہ عورت کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ دینی علم حاصل کرنیکے وقت کچھ بولے بلکہ اُس کا فرض ہے کہ ایک بے زبان حیوان کی طرح چپ چاپ بیٹھی رہے ہم پولوس کے اس قول کی فلاسفی سمجھ نہیں سکتے۔ تعجب ہے کہ اگرچہ پولوس نے صریح الفاظ میں منع کیا ہے کہ عورت کسی کو دینی تعلیم نہ دے۔ پھر بھی آجکل مشنری لیڈیاں جوق در جوق دیہات اور شہروں میں مسیح کی منادی کرنے اور لوگوں کو دینی تعلیم دینے کے لیئے پھرتی نظر آتی ہیں۔ ہم پادری صاحبان سے سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ صریحاً پولوس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ کیا وہ صریح الفاظ میں حکم نہیں دیتا کہ کوئی عورت دوسرے کو دینی تعلیم نہ دے۔ مگر باوجود اس تعلیم کے ہزاروں لیڈیاں غیر ملکوں میں لوگوں کو دین سکھانے کے لیئے جاتی ہیں اور اُن پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ پولوس کے حکم کے مطابق چاہیئے کہ ان سب کو فوراً واپس بھیجدیا جائے اور آئندہ اس فعل سے توبہ کیجاوے یہ ایک بدعت ہے جس کا ارتکاب نئے عہدنامہ کے رو سے ایک سخت گناہ ہے۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو پادری صاحبان کی توجہ کے لیئے ہم نے لکھدیا ہے۔ ہم پھر اصل امر کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ پولوس نے عورتوں کے معلمہ ہونے کو تو ناجائز ٹھہرایا ہی تھا۔ یہ سمجھ نہیں آتا کہ اُس نے اُس سے دینی علم کے حاصل کرنیکے راستہ میں کیوں روک ڈالدی اور کیوں حکم دیا کہ اُس کو سیکھنے کے وقت بولنے کی اجازت نہیں۔ پھر سوائے اس کے دنیا میں جسقدر گناہ ہے اُس کا بانی عورت کو ہی قرار دیا جاتا ہے کیونکہ مسیحی صاحبان کا عقیدہ ہے کہ جسقدر گناہ دنیا میں آیا وہ عورتوں کے ذریعہ ہی سے آیا۔ اُنکے نزدیک گنہ ایک ورثہ ہے جو انسان نے اپنی ماں حوّا سے حاصل کیا۔ اس طرح مسیحی لوگ اپنے مقتدار پولوس کے قول کی پیروی کر کے عورت کی عزت پر سخت حملہ کرتے ہیں۔

۱- قرنتیوں میں جو خیال عورت کی نسبت پولوس نے ظاہر کیا ہے وہ کچھ کم بُرا نہیں وہ اُسکو نوع انسان

کے لئے جسم کے دُکھ کا موجب سمجھتا ہے اور اُس کے نزدیک یہ بہتر ہے کہ انسان تجرد کی زندگی اختیار کرے۔ اُس کے خیال میں عورت اور مرد کا جوڑ ایک ایسی بُرائی ہے جسے انسان کو مجبوراً اختیار کرنا پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکی وجہ سے مرد کو جسم کا دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے اس طرح پولوس اور اُسکی پیروؤں نے روحانی ترقی کا دروازہ عورت پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔ اور خود یسوع کا نمونہ اور جو نامناسب سلوک اُس نے اپنی ماں کے ساتھ کیا وہ اس مقدس گروہ کے خیالات کی تائید کر رہا ہے۔ آج اگر بعض مسیحی صاحبان عورت کے حقوق پر زور دیتے ہیں تو ہمارا یہ حق ہے کہ ہم اس کو کسی بیرونی اثر کا نتیجہ سمجھیں۔ اور وہ اثر اسلامی تعلیم کا ہے کیونکہ مسیحی اور مسلمان عرصہ دراز سے باہم میل جول رکھتے آئے ہیں۔ ان کے بزرگ عورت کی نسبت جس قسم کا خیال رکھتے رہے ہیں وہ مندرجہ ذیل اقوال سے ہویدا ہے۔

سینٹ برنارڈ کہتا ہے "عورت شیطان کا ہتھیار ہے"۔

سینٹ اینٹونی کہتا ہے "عورت شیاطین کے ہتھیاروں کی کان ہے۔ اُس کی آواز سانپ کا چلچلانا ہے"۔

سینٹ بوناوینٹر کہتا ہے "عورت ایک بچھو ہے جو ڈسنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے وہ شیطان کا نیزہ ہے"۔

سینٹ سائپرین کہتا ہے "عورت وہ ہتھیار ہے جس کو شیطان ہماری روحوں پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے"۔

سینٹ جیروم کہتا ہے "عورت شیطان کا دروازہ ہے۔ ظلم کی سڑک ہے اور بچھو کا نیش ہے"۔

سینٹ جاہن دمشقی کہتا ہے "عورت جھوٹ کی بیٹی ہے۔ دوزخ کا سپاہی اور امن کا دشمن ہے۔ اُسی کے ذریعہ انسان نے بہشت کو کھویا۔ تمام وحشی درندوں میں سے

عورت سب سے زیادہ خطرناک ہے"۔
سنیٹ گریگری اعظم کہتا ہے۔ "عورت سانپ کی زہر رکھتی ہے اور اژدہا کا کینہ"۔
مگر قرآن شریف کے رُو سے، وہ سب مونسوں سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ گناہ سے بچنے اور تقویٰ کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہ مرد کی ہمراز اور تمام اچھے اور مفید اثروں کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ وہ محبت کا سرچشمہ ہے اور چھوٹے بچوں کی مربّی اور اُن کو نیک باتوں کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے۔ مَیں نے اپنی پیاری ماں کے زانوؤں پر بیٹھکر سب سے پہلے اپنے خالق کا نام سیکھا۔ اور اُسی کی آرام دہ گود میں مَیں نے توحید کا کلمہ پڑھا۔ جو کہ اسلامی تعلیم کا مغز اور خلاصہ ہے ؛

ممکن ہے کہ یہاں کوئی ایسا شخص جو عمیق نظر نہیں رکھتا یہ اعتراض کرے کہ اگرچہ عورت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کو روحانی ..... حقوق حاصل ہیں۔ مگر رسالت کے عہدہ سے وہ محروم رکھی گئی ہے۔ اس اعتراض کی بنا اس غلط خیال پر ہے کہ رسالت بھی انسان کی روحانی ترقیات کا ایک درجہ ہے۔ رسالت کوئی ایسا مرحلہ نہیں ہے جو ہر ایک انسان کو اپنی روحانی تکمیل کے اثنا میں طے کرنا پڑتا ہو۔ تمام انسان رسول بنکر دنیا کی طرف مبعوث نہیں ہوسکتے۔ انسان کی روحانی ترقی کا آخری مرحلہ اعلیٰ درجہ کا مکالمہ الٰہی ہے اور یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جس کو ہر ایک انسان خواہ مرد ہو یا عورت حاصل کرنیکی یکساں قابلیت رکھتا ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ دنیا میں روحانیت کا قحط ہوتا ہے خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں میں سے جو روحانیت کے اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں ایک کو چُن لیتا ہے اور اُس کے ذریعہ ہدایت کی بارش دنیا پر نازل فرماتا ہے۔ ایسے شخص کو مذہب کی اصطلاح میں رسول کہتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو روحانی مدارج میں سے کوئی درجہ ہو۔ یہ صرف ایک خاص واسطہ ہے جس کو ضرورت کے وقت خدائے تعالیٰ کام میں لاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا عہدہ ہے جسکے لئے عورت موزون نہیں۔ ایک عام مجمع میں عورت کے خط و خال اور اُس کا حُسن عام لوگوں کے لیئے ٹھوکر کا موجب ہونگے اور بجائے اس کے کہ وہ ایک رسول کی طرح ایک روشنی کی مشعل لوگوں کے آگے پیش کرے وہ دنیا کے لیئے فتنہ کا موجب ہوجائے گی۔ اس لیئے

رسالت کا عہدہ صرف مرد کے لیئے خاص ہے مگر اس سے عورت کی روحانی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ؂

الغرض روحانی ترقی کے لیئے عورت اور مرد دونوں کو یکساں موقعہ دیا گیا ہے روحانی ترقی ہی اس دنیا میں انسان کا بڑا کام ہے اور صرف اسلام نے ہی اس کام میں عورت اور مرد کے پلڑے کا برابر ہونا کھُلے طور پر بیان کیا ہے۔ مسیحی اور دیگر مذاہب نے عورت کی روحانیت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ بلکہ انہوں نے عورت کو روحانی ہستیوں کی فہرست میں شامل کرنے سے مضائقہ کیا ہے۔ اور یہ بات ہمیں اور بھی عجیب معلوم ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہی مذاہب کے پیرو آجکل جسمانی اور مادی امور میں مرد و عورت کی پوری مساوات پر بہت زور دیتے ہیں۔ دنیا کے جد و جہد میں کمزور طاقتور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ضروری ہے کہ طاقتور کمزور سے آگے نکل جائے۔ اور آجکل لوگوں میں عورت کو جسمانی اور مادی امور میں مرد کے برابر بنانے کا اسقدر جوش پھیلا ہوا ہے کہ انہوں نے اُس پہلو کو بالکل بھلا دیا ہے جس میں مرد و عورت درحقیقت مساوات کا درجہ رکھتے ہیں۔ یعنی روحانی پہلو ؂

مرد کا سلوک عورت کے ساتھ

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام مرد کو عورت کے ساتھ کیسا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے ناظرین کو سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اسلام جسکی لاٹھی اُسی کی بھینس کی تعلیم نہیں دیتا اگر مرد عورت کی نسبت زیادہ طاقتور ہے تو اسکی یہ طاقتوری اسکو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ عورت پر تشدد کرے اور اپنی طاقت کا گھمنڈ دکھلائے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورۃ نساء۔ آیت ۳۶)

جس چیز کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اُس کی تمنا نہ کرو۔ مردوں کے لیئے حصہ ہے اُس چیز سے جو انہوں نے کمایا اور

عورتوں کے لیئے حصّہ ہے اُس چیز سے جو انہوں نے کمایا (یعنی ہر ایک کو اُس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ خواہ مرد ہو یا عورت) اور اللہ تعالیٰ سے اُس کا فضل مانگو۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ۔ اس آیہ کریمہ میں عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ مردوں کی نسبت اپنی جسمانی کمزوری کی وجہ سے کبیدہ خاطر نہ ہوں اور نہ مرد کو اپنی جسمانی فضیلت کی وجہ سے مغرور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ فرق جو دونوں میں بظاہر نظر آتا ہے وہ انسان کے اصل مقصد زندگی کے حاصل کرنے پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ اصلی غرض تقویٰ ہے اور جسمانی حالت خواہ کمزور ہو یا مضبوط اس مقصد پر کچھ اثر نہیں ڈالتی۔ ہر ایک کو اُس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ اس لیئے دونوں کو یکساں حکم ہے کہ وہ نیکی میں ترقی کریں۔ ایک ہر اپنے دائرہ کے اندر تقویٰ کی راہ پر قدم مارے اور خدائے تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے جو ہر ایک کی کمزوریوں اور فضیلتوں کا پورا پورا علم رکھتا ہے اور دونوں کو حکم ہے کہ وہ خدا کا فضل طلب کریں۔

اب یہ دیکھنا آسان ہے کہ مرد اور عورت سے ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنے اور کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ گذارہ کرنے کی اُمید رکھی گئی ہے دونوں نے اپنے اپنے اعمال کا پھل پانا ہے اس لیئے ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے کی حقارت کرے یا اُس پر اپنی بڑائی ظاہر کرے ۔

آؤ اب ہم دیکھیں کہ مرد اور عورت کے باہمی سلوک کے بارے میں پولوس کیا تعلیم دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ جیسا کلیسیا مسیح کے ماتحت ہے ایسا ہی ہر ایک بات میں عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ آجکل جو ولایت میں عورتوں کے ممبر پارلیمنٹ ہونیکے بارے میں تحریک جاری ہے کیا وہ پولوس کی اس تعلیم کے مطابق ہے۔ اگر پولوس کو موجودہ زمانہ کا علم ہوتا جبکہ عورتیں ہر ایک امر میں مردوں کے برابر حقوق حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں تو وہ اس قسم کے کلمات کو مُنہ سے نکالنے کی جرأت نہ کرتا بلکہ زیادہ احتیاط سے کام لیتا۔ اس قسم کے فقرے پڑھکر آجکل کی ولایتی لیڈیوں کے دلوں پر ضرور سخت چوٹ لگتی ہوگی کیونکہ وہ اب مرد کی کسی امر میں بھی ماتحتی اختیار کرنا ہتک کا موجب

یقین کرتی ہیں۔ پھر جیسا کہ میں پہلے پولوس کا قول نقل کر چکا ہوں وہ کہتا ہے کہ "عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے اور میں پروانگی نہیں دیتا کہ عورت سکھلاوے یا اپنے شوہر پر حاکم بن بیٹھے بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا بعد اُس کے حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی"۔ پھر پولوس ا۔ قرنتیوں باب ۱۴۔ درس ۳۴ و ۳۵ میں لکھتا ہے "تمہاری عورتیں کلیسیے میں چپکی رہیں کہ انہیں بولنے کا حکم نہیں ہے بلکہ چاہیئے کہ فرمانبردار رہیں جس طرح شریعت میں بھی لکھا ہے اور اگر وے کچھ سیکھا چاہیں تو گھر میں اپنے خصم سے پوچھیں کیونکہ شرم کی بات ہے کہ عورتیں کلیسیے میں بولیں"۔ اس بات کی وجہ کہ کیوں عورت مرد کی دائمی غلام مسیحی مذہب میں قرار دی گئی ہے یہ ہے کہ پولوس کے قول کے مطابق "آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کر گناہ میں پھنسی"۔

پولوس یہ فتویٰ اپنی طرف سے نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے کہ ہماری شریعت کا یہی فتویٰ ہے۔ دیکھو اسلامی تعلیم اور مسیحی تعلیم میں کسقدر فرق ہے۔ مسیحی مذہب کے نزدیک عورت کی حیثیت ایک غلام سے بھی بدتر ہے اور اُس کے لئے حکم ہے کہ خواہ پسند کرے یا نہ کرے نہایت کمینگی کے ساتھ مرد کے آگے دست بستہ کھڑی رہے یہانتک کہ دینی تعلیم حاصل کرتے وقت یا عبادت کے وقت اُس کی کیا مجال ہے کہ اپنی زبان بھی ہلائے۔ برخلاف اس کے قرآن کریم نے اس ظاہری جسمانی فرق کو جو مرد و عورت میں پایا جاتا ہے یہ کہکر بالکل بےحقیقت کر دیا ہے کہ اُن کی قسمت کا فیصلہ انکے اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ اس لئے درحقیقت اسلام کے رو سے مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں اور وہ دونوں مساوات کی پٹڑی پر کھڑی ہیں۔ کسی کو حق نہیں کہ دوسرے پر کسی فوقیت کا فخر کرے کیونکہ زندگی کی اصل غرض یعنی نجات کے حاصل کرنے میں دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں اور ہر ایک کا برابر فرض ہے کہ اپنی اپنی نجات کی آپ فکر کرے اور مرد کو کوئی اختیار نہیں کہ عورت کو اُسکے منشاء اور خواہش کے برخلاف اپنی ماتحتی کے شکنجے میں جکڑے رکھے۔ مگر مسیحی مذہب زندگی بھر کے لئے عورت کو مرد کا بےبس غلام اور بےکس خادم قرار دیتا ہے اور اُس کی کوئی علیحدہ حیثیت قائم نہیں رکھتا۔

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا (سورہ نساء ع ۱)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس کا اُس کا جوڑا بنایا اور اُن دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور رحموں کے معاملہ میں تم تقویٰ سے کام لو اور یاد رکھو کہ خدائے تعالیٰ تم پر نگران ہے (یعنی وہ دیکھتا ہے کہ تم رحموں یعنی عورتوں کے تعلقات میں کہاں تک تقویٰ سے کام لیتے ہو)

ان آیات میں مرد کو سخت تاکید کی گئی ہے کہ وہ عورتوں سے نیک سلوک کرے اور جو جسمانی طور پر اُسکو ضرورۃً عورت کی نسبت زیادہ طاقت دی ہے اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر عورت کو دُکھ نہ دے یہاں ان کو بتلایا گیا ہے کہ مرد اور عورتیں ایک ہی منبع سے نکلی ہیں اور وہ ایک ہی جنس کی مخلوق ہیں۔ اسلیئے ایسا نہ ہو کہ مرد عورت کو کمزور دیکھکر اُس سے سختی کا برتاؤ کرے یا اُس کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ خدائے تعالیٰ انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ سے ڈرے جو عورت اور مرد دونوں کا خالق ہے اور مرد کو حکم ہے کہ وہ عورت کا احترام اور اکرام کرے۔

مذکورہ بالا آیات میں جو رحموں کے تعلقات کے بارے میں تقویٰ سے کام لینے کا ارشاد ہے یہ اپنے معنوں میں بہت وسیع اور اپنے اطلاق میں بہت فراخ ہے۔ اس میں عورت کے تمام رشتے اور تمام تعلقات اور مختلف قسم کے حالات شامل ہیں خواہ مرد کس حیثیت کا ہو۔ بادشاہ ہو یا مزدور اور خواہ اُس کے حالات کسی قسم کے ہوں اُس کا فرض ہے کہ تمام قسم کے رحم کے رشتوں کا احترام کرے۔ اور اپنی والدہ۔ اپنی بیوی۔ اپنی ہمشیرہ۔ اپنی لڑکی وغیرہن کا پورا پاس کرے۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مرد اُنکے کسی حق کو تلف کرے اور اُن کے اکرام و احترام میں کسی قسم کا فرق کرے۔

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً۔ اور خدائے تعالیٰ کے نشانات میں سے ایک نشان یہ ہے کہ اُس نے تمھارے لیئے تمھاری ہی جنس میں سے بی بیاں پیدا کی ہیں تاکہ تم کو اُن کے ذریعہ سکینۃ اور آرام حاصل ہو اور خدائے تعالیٰ نے تمھارے یعنی میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت ڈالدی ہے۔ (سورہ روم)

اس آیہ کریمہ میں خدائے تعالیٰ اُس راحت اور آرام کی طرف توجہ دلاتا ہے جو مرد اور عورت ایک دوسرے کی صحبت سے حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ دونوں ایک دوسرے کی طرف ایک زبردست کشش محسوس کرتے ہیں اور اُن کا باہمی تعلق اُنکے لیئے راحت کا سرچشمہ ہے اس لیئے یہ بالکل درست ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار کا برتاؤ کریں۔ خدائے تعالیٰ مندرجہ بالا آیت میں مرد اور عورت کے باہمی تعلق کی کیا ہی سچی حقیقت ظاہر کرتا ہے۔ اس کے رُو سے ضروری ہے کہ اُنکے سارے تعلقات محبت کی حکومت کے نیچے ہوں۔ قرآن شریف یہ نہیں کہتا کہ عورت اور مرد کے تعلقات ایسے ہوں جیسے ایک غلام اور اُس کے مالک کے تعلقات ہوتے ہیں بلکہ فرماتا ہے کہ اُن کے تعلقات کی بنا محبت اور رحمت پر ہونی چاہیئے۔ مرد کو اپنی بیوی سے حاکمانہ رعونت کے ساتھ پیش نہیں آنا چاہیئے اور اُس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ اس خیال کی بنا پر نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ حاکم ہے اور اُس کی بیوی محکوم بلکہ چاہیئے کہ اُنکے باہمی تعلقات میں محبت اور پیار کی روح کام کرے۔

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ یہاں خدائے تعالیٰ مرد کو حکم دیتا ہے کہ جو اُس کو عورت کی نسبت بعض بہتر قویٰ عطا کیئے گئے ہیں اُن کو نیک طور پر استعمال کرے اور عورت کو ایسی علم کے حاصل کرنے میں مدد دے جو اُس کو تقویٰ کی راہوں پر چلنے کے لیئے مفید ہو

اور اس طرح اُس کے دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ٹھہرے۔ خدائے تعالیٰ کی کتاب نے پولوس کی طرح اس بات پر زور نہیں دیا کہ چونکہ مرد عورت کی نسبت زیادہ قوی ہے اس لیئے وہ اس قوت کو عورت پر حکومت کرنے اور اُسپر اپنا بے جا رعب بٹھانے میں خرچ کرے بلکہ اُس کے لیئے ایک ایسی راہ تجویز کی ہے جہاں وہ اپنی طاقت کو بہترین طریق پر خرچ کر سکتا ہے اور عورت کو تقویٰ کی راہوں پر چلنے میں مدد دے سکتا ہے مرد کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو گناہ کی راہوں پر چلنے سے روکے جسکا نتیجہ جہنم کی آگ ہوتا ہے۔ آدمی کو صرف اپنے لیئے ہی جنت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے متعلقین کو بھی اپنے ساتھ بہشت میں پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہ وہ اُسی صورت میں کر سکتا ہے کہ اپنی خود غرضی کو چھوڑے اور اپنے متعلقین کو جہانتک ممکن ہو خدائے تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرنے میں مدد دے۔ مرد کو اپنی بیوی بچوں کی تعلیم و تربیت کا ذمہ وار بنایا گیا ہے مگر اس میں کسی قسم کی ناجائز سختی کو روا نہیں رکھا گیا بلکہ محبت اور مہربانی کے ساتھ اس غرض کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مذہب مرد کی نظر میں عورت کی وقعت کو اس قدر نہیں بڑھاتا جس قدر کہ قرآن کریم بڑھاتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے بعض پیرو عورت کے حقوق پر آجکل بڑا زور دیتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اُن کا یہ زور دینا اُنکے اپنے مذہب کی کسی ہدایت کی بنا پر نہیں ہے۔

سوشل حقوق

اس کے بعد جو بات غور کے قابل ہے وہ عورت کے سوشل حقوق ہیں۔ اس مضمون پر بحث کرنے سے پہلے میں جائز فخر کے ساتھ کہوں گا۔ کہ تمام مذاہب میں سے صرف ایک ہی مذہب ہے جس نے عورت کو سوشل حقوق دیئے ہیں اور عورت کو سوسائٹی کا ایک ضروری جزو ٹھہرایا ہے اور وہ اسلام ہے۔ سب سے پہلے اس بات کو یاد رکھنا

چاہیئے کہ جسقدر ایک شخص ایک سوسائٹی کے کاموں میں حصہ لے اُسی کے مطابق اُس سوسائٹی میں اُس کا حق قائم ہوتا ہے۔ سوسائٹی میں ایک شخص کا درجہ قائم کرنے میں اس امر کا بڑا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ وہ شخص سوسائٹی کے لیئے کسقدر محنت خرچ کرتا ہے اور وہ کس قسم کا کام ہے جو اُسے کرنا پڑتا ہے اس لیئے یہ ضروری نہیں کہ سوسائٹی کے تمام افراد کے حقوق بالکل مساوی ہوں اور نہ ایسا کرنا مناسب ہے اور نہ ہی ممکن ہے۔ ایسا کرنا صرف اُسی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا جبکہ تمام افراد کی قابلیتیں اور طاقتیں بالکل مساوی اور یکساں ہوتیں۔ مگر چونکہ انسانی سوسائٹی کے ہر ایک فرد کی طاقتیں اور قابلیتیں مختلف ہیں اسلیئے اُن کے حقوق بھی مختلف ہیں؛

سوسائٹی کے کسی فرد کو اُسکے جائز حق سے محروم رکھنا بڑی بے انصافی ہے مگر سوائے اسلام کے باقی مذاہب کا بالکل یہی حال ہے۔ جو لوگ سننا چاہتے ہیں میں انپر یہ ناگوار سچائی ظاہر کروں گا کہ جن کتابوں کے پیرو آجکل مرد اور عورت کے تمام حقوق کی مساوات پر بڑے زور سے لیکچر دیتے ہیں وہ سب کی سب کتابیں عورت کو سوسائٹی کا جزو بھی قرار نہیں دیتیں۔ اُنکے نزدیک سوسائٹی کے اجزاء صرف مرد ہی مرد ہیں۔ عورتوں کو سوسائٹی میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ بائبل کے بیانات سے بھی ظاہر ہوتا ہے مگر اگر بائبل نے عورت کے حقوق کو نظر انداز کیا ہے تو قرآن نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے عورت کے متعلق صریح اور مفصل قواعد قائم کیئے ہیں؛

سورۂ نساء میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝

(ترجمہ) خدائے تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے۔ مرد کا حصہ دو عورت کے حصے کے برابر ہے۔ اور اگر وہ عورتیں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو انکے لیئے چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کے لیئے نصف ہے اور متوفی کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیئے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اُس کی اولاد ہو اور اگر اُس کی اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ ہی اُسکے وارث ہوں تو اُسکی ماں کے لیئے ایک تہائی حصہ ہے اور اگر اُسکے بھائی بھی ہوں تو اُس کی ماں کے لیئے چھٹا حصہ ہے۔ مگر یہ تقسیم اُس وصیت کے بعد ہوگی جو متوفی کر جائے ایسا ہی اس تقسیم سے پہلے اگر متوفی کے ذمہ کچھ قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے گا۔ تم نہیں جانتے کہ تمھارے باپوں اور بیٹوں میں سے نفع کے لحاظ سے کون زیادہ قریب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔

اسکے آگے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ (ترجمہ) اور جو کچھ تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں اُس کا نصف حصہ تمھارے لیئے ہے اگر اُنکی اولاد نہ ہو اور اگر اُنکی اولاد ہو تو جو کچھ وہ چھوڑ جائیں اُس کا چوتھا حصہ تمھارے لیئے ہے وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض کے بعد۔ اور جو کچھ تم چھوڑ جاؤ اُس کا چوتھا حصہ تمھاری بی بیوں کیلیئے ہے اگر تمھاری اولاد نہ ہو اور اگر تمھاری اولاد ہو تو جو کچھ تم چھوڑ جاؤ اُس کا آٹھواں حصہ تمھاری بی بیوں کے لیئے ہے وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ یا قرض کے بعد۔ اور اگر متوفی ایسا مرد ہو کہ نہ اُسکے والدین زندہ ہوں اور نہ اولاد ہو یا ایسی عورت ہو اور اُس کا ایک بھائی ہو یا ایک بہن پس ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیئے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تیسرے حصہ میں برابر

شریک ہیں متوفی کی وصیت یا قرض کے بعد جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور تحمل والا ہے۔

یہ احکام جو میراث کے متعلق ہیں نہایت وضاحت کے ساتھ عورت کے حقوق کو ظاہر کر رہے ہیں اور جہاں سے مرد کو حصہ دیا گیا ہے وہاں عورت بھی حصہ دار ہے وہ ہر ایک مال میں مرد کے ساتھ شریک .... اور حصہ دار ہے۔ اگر مرد کو باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ خاوند وغیرہ کی حیثیت سے حقدار ٹھہرایا گیا ہے تو عورت کو بھی ویسے ہی ماں۔ لڑکی۔ بہن اور بیوی وغیرہ کی حیثیت سے حصہ دار مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرد ایک مال کا مالک ہو سکتا ہے ایسا ہی عورت بھی مستقل طور پر اپنے مال کی مالک ٹھہرائی گئی ہے اور مرد کا کوئی اختیار نہیں کہ اُس کے حق کو کسی طریق سے دبا لے۔

اسی سورہ شریفہ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ اے ایمان والو تمہارے لیئے یہ حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث ہو جاؤ۔ دیکھو اسلام میں عورت کیسی مستقل حیثیت رکھتی ہے اُسکی حیثیت ایسی نہیں رکھی گئی جیسی کہ ایک غلام کی ہوتی ہے بلکہ وہ مرد کی طرح ایک آزاد حیثیت رکھتی ہے۔

اسی طرح طلاق کے وقت بھی مرد کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے مال میں سے کچھ لے سکے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ○ اور اگر تم ایک عورت کو طلاق دیکر اُس کی جگہ دوسری جورو کرنی چاہو اور اُنہیں سے ایک کو تم مال کا ایک خزانہ بھی دے چکے ہو تو تم اُس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اُس مال کو بہتان لگا کر اور صریح گناہ کا مرتکب ہو کر لوگے ؟۔

عورت مرد کے یعنی اپنے خاوند کے مال کی وارث ہو سکتی ہے اور مرد عورت کے مال کا وارث ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی اور مذہب دنیا میں ہے یا کوئی اور کتاب روئے زمین پر ہے جس نے عورت کو ایسی مستقل حیثیت دی ہو۔ ہم بڑی جرأت اور بڑے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ اور کوئی ایسی کتاب نہیں۔ کیا دنیا میں کوئی مذہب ہے جو ہمارے اس دعویٰ کی تردید کر سکے۔

پھر دنیا کے کاروبار میں جس قدر عورت حصہ لیتی ہے اُسی کے مطابق میراث میں اُسکا حصہ مقرر

کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عورت کے لیئے یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ ایک طرف تو وہ مرد کے ساتھ میراث سے حصہ حاصل کرتی ہے دوسری طرف اُس کے اخراجات کا ذمہ وار بھی مرد کو ہی بنایا گیا ہے۔ اسی طرح اپنے بچوں پر بھی اُس کو اپنے مال میں سے کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا کیونکہ بچوں کا متکفل بھی مرد کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ عورت جائداد رکھ سکتی ہے مگر اُس کو نہ اپنے آپ پر کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے اور نہ اپنے بچوں پر۔ ان کے کل اخراجات کا ذمہ وار مرد ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی رعایت ہو سکتی ہے۔ پھر اُس پر طرفہ یہ کہ نکاح کے وقت اُس کے لیئے ایک رقم بطور مہر کے مقرر کی جاتی ہے جس کی مقدار خاوند کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے اور مرد کا فرض ہے کہ وہ ساری رقم اپنی بیوی کو ادا کرے۔ غرض جس قدر ذریعے مال حاصل کرنے کے ہیں وہ عورت کیلیئے کھلے ہیں کسی طرف سے اُسکو محروم نہیں رکھا گیا۔ جہاں جہاں میراث سے حصہ لینے کا مرد کو حق ہے وہاں وہاں عورت کو بھی حق ہے اور مہر کی رقم اس کے علاوہ ہے مگر عورت پر کوئی خرچ لازم نہیں ٹھہرایا گیا۔ بلکہ کل اخراجات کا ذمہ وار مرد ہے۔ اور کسی مرد کو حق نہیں کہ وہ عورت کے مال میں سے اُس کی مرضی کے خلاف کچھ لے سکے خواہ وہ مرد اُس عورت کا باپ ہو یا بھائی۔ بیٹا ہو یا خاوند اسقدر تو وراثت کے متعلق تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ قرآن شریف نے مرد اور عورت کے حقوق کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔ جیسے عورتوں کے ذمہ مردوں کے حقوق ہیں ایسا ہی مردوں کے ذمہ عورتوں کے متعلق حقوق ہیں۔ معروف طریق کے ساتھ۔ اور مرد عورتوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔ اس آیۂ کریمہ میں مرد اور عورت دونوں کو یکساں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حق معروف اور انصاف کے طریق کے ساتھ ادا کریں اور مرد کو بتلایا گیا ہے کہ اگرچہ اُس کو جسمانی اور عقلی جہت سے عورت پر فوقیت ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف عورت کے ذمہ ہی اُسکے حقوق ہیں بلکہ جیسے عورت کے ذمہ مرد کے حقوق ہیں ایسا ہی مرد کے ذمہ بھی عورت کے حقوق ہیں اور ان حقوق کو انصاف کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ مرد چونکہ زیادہ مضبوط ہے اس لیئے اُس کو خصوصیت کے ساتھ سمجھایا گیا ہے کہ وہ عورت کے حقوق کی انصاف کے ساتھ نگاہداشت

کرے عورت کو ایک کمینہ خادم قرار نہیں دیا گیا ہے جس کی زندگی مرد کے رحم پر موقوف ہو۔ بلکہ اس کو ایک مستقل حیثیت دی گئی ہے نہ اسکے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسکو مرد کے پاؤں میں نہیں ڈالا گیا۔ بلکہ دونوں کے ذمہ ایک دوسرے کے حقوق رکھے گئے ہیں اور اس طرح انکا گذارہ آرام کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد عورتوں کے سوشل حقوق میں سے سب سے زیادہ ضروری امر طلاق کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ پر پہلے اسی رسالہ میں مبسوط بحث ہو چکی ہے اس لیئے اسوقت اسپر کوئی مفصل بحث کرنیکی ضرورت نہیں۔ اس جگہ صرف قرآن شریف کی بعض آیات بمعہ ترجمہ نقل کر دینا کافی ہوگا تاکہ ناظرین خود دیکھ لیں کہ طلاق کے احکام میں کسقدر انصاف سے کام لیا گیا ہے اور عورتوں کے حقوق کی نگاہداشت کی گئی ہے اور کہانتک اُس کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے (۱) لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ

ترجمہ۔ جو لوگ اپنی عورتوں سے قسم کھا لیتے ہیں وہ چار مہینے انتظار کریں اور اگر وہ (اس عرصہ میں) پھر آویں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے۔ (یعنی رجوع کرنیکی صورت میں خدائے تعالیٰ انکی غلطی کو معاف کر دیگا) اور اگر وہ طلاق دینے کا مصمم ارادہ کر لیں تو خدائے تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے (یعنی وہ جانتا ہے کہ طلاق دینے والا ظلم سے کام لے رہا ہے یا سچے عذر کی وجہ سے طلاق دینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس لیئے طلاق دینے والا خدائے تعالیٰ کے خوف کو نہ بھلائے) اور جن عورتوں کو طلاق دیا جاوے وہ تین طہر یا تین حیض تک اپنے تئیں روک رکھیں اور اگر ان کو اللہ اور آخرت پر ایمان ہے تو جو کچھ اللہ تعالےٰ نے انکے پیٹوں میں پیدا کیا ہوا اسکو چھپانا انکو درست نہیں اور انکے خاوندوں کو اس مدت کے اندر اپنی عورتوں کو پھر اپنے لینے کا زیادہ حق ہے اگر وہ ملاپ کرنا چاہیں (یہاں مردوں کو بھی

اصلاح - بابت صفحہ ۶ سطر ۱۱ غلط

ترغیب دی ہے کہ تین طہر یا تین حیض کے عرصہ کے اندر وہ عورتوں کی طرف رجوع کر لیں حتی الوسع طلاق سے اپنے تئیں روکیں) بقرہ۔ رکوع ۲۸

(ب) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ o فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ o وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ o وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o بقرہ رکوع ۲۹-۳۰

طلاق دو بار ہے پھر دو طلاقوں کے بعد یا تو نیک طریق کے ساتھ اپنی بی بی کو اپنے پاس رہنے دے یا احسان کے ساتھ اُس کو رخصت کر دے۔ اور تمھارے لیئے جائز نہیں کہ جو کچھ تم اُنکو دے چکے ہو اُس میں سے کچھ پھیر لو مگر جب میاں بی بی دونوں کو ڈر ہو کہ اللہ کے حکموں پر نہیں چل سکیں گے۔ پھر اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ میاں بی بی اللہ کے حکموں اور قاعدوں پر نہیں چل سکینگے تو اگر عورت اپنا پیچھا چھڑانے کے لیئے کچھ دے تو اُن دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اُن سے آگے مت بڑھو یعنی اُنکا خلاف نہ کرو اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے بڑھ جاوے

تو ایسے ہی لوگ گنہگار ہیں ۔ اب اگر پھر تیسری بار اُسکو طلاق دیا تو وہ عورت اُسپر حلال نہ ہوگی جبتک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے ۔ اب اگر دوسرا خاوند اُس کو طلاق دیدے تو پہلا میاں اور یہ بی بی پھر ملاپ کر سکتے ہیں اگر دونوں یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چل سکیں گے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جنکو سمجھ والوں کے لیئے وہ بیان کرتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دو (یعنی ایک یا دو) اور عدت پوری ہونے لگے تو اچھے طریق کے ساتھ اُنکو رکھ لو یعنی پھر ملاپ کر لو یا اچھے طریق کے ساتھ رخصت کر دو ۔ اور تنگ کرنیکے لیئے ظلم کی نیت سے اُنکو اٹکائے نہ رکھو اور جو کوئی ایسا کرے اُس نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں سے ٹھٹھا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسان کیا اُس کو یاد کرو اور جو تم پر کتاب اور حکمت تمھارے سمجھانیکے لیئے اُتاری اُسکو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور جب عورتوں کو طلاق ہو جاوے پھر اُنکی عدت پوری ہو جائے تو اُن کو پہلے (دستور) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنیسے مت روکو اگر اچھے طریق کے ساتھ آپس میں رضامندی ہو جائے ۔ اِن حکموں سے اُسی کو نصیحت ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہے ۔ یہ حکم تمھارے لیئے بہت مفید اور بہت پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ؛

(ج) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (بقرہ - ۳۰) اور جو شخص اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو مائیں دو برس تک دودھ پلائیں اور بچہ کے باپ کو اچھے طریق کے ساتھ اُنکو کھانا کپڑا دینا ہوگا (خواہ اُس عورت کو طلاق دے چکا ہو) کسی شخص کو اُس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہ دی جاوے ۔ نہ ماں کو اُس کے بچہ کیوجہ سے نقصان دیا جاوے اور نہ باپ کو اُس کے بچہ کیوجہ سے اور (بچہ کا باپ نہ ہو تو باپ کے) وارث کے واسطے بھی یہی حکم ہے پھر اگر ماں باپ دونوں اپنی صلاح اور رضامندی

سے (دو برس سے پہلے) .... دودھ چھڑانا چاہیں تو کچھ گناہ اُنپر نہ ہوگا*

(د) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (بقرہ - ۳۱) اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے اور مہر ٹھہرانے کے آگے ہی طلاق دیدو تو کچھ گناہ تمپر نہ ہوگا (مگر پھر بھی) اُنکو کچھ تحفہ دو۔ امیر اپنی حیثیت کے موافق اور غریب اپنی حیثیت کے موافق یہ تحفہ اچھے طریق سے دینا نیک لوگوں پر فرض ہے اور اگر چھونے سے پہلے اُنکو طلاق دو اور مہر ٹھہرا چکے تھے تو جو ٹھہرایا تھا اُس کا نصف ادا کرنا ہوگا مگر جب عورتیں خود معاف کردیں یا وہ شخص معاف کردے جس کے اختیار میں نکاح باندھنا ہے۔ اور معاف کردینا پرہیزگاری سے بہت نزدیک ہے اور آپس میں (مرد و عورت) ایک دوسرے پر احسان کرنا مت بھولو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے*

(ھ) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ جو لوگ تم میں سے وفات پاتے ہیں اور بی بیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنی بی بیوں کے حق میں وصیت کرجاویں کہ ایک سال تک اُن کے وارث اُنکو رکھیں اور گھر سے نکالیں نہیں۔ ہاں اگر وہ خود چلی جائیں تو تمپر کوئی گناہ نہیں ہے جو کچھ وہ اپنے حق میں معروف طریق سے کریں اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے اور متقیوں کا یہ فرض ہے کہ جن بی بیوں کو وہ طلاق دیں اُنکو نیکی کے ساتھ تحفہ دیکر رخصت کریں*

یہ آیات خود ایسی واضح ہیں کہ ان پر کچھ مفصل بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

طلاق کی صرف اسی وقت اجازت ہے جب اُسکی ضرورت حد سے بڑھ جاوے اور سوائے جدائی کے اور کوئی علاج باقی نہ رہے۔ مثلاً جب فریقین میں سے ایک دوسرے کا جانی دشمن ہوجائے اور اگروہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں تو خطرہ ہو کہ ایک دوسرے کو قتل کردیگا ایسی ہی کئی ایسے امور پیش آسکتے ہیں کہ ان دونوں کا ملکر رہنا محال ہو جاوے۔ پھر بھی قرآن شریف نے دونوں کی راہ میں جسقدر ممکن ہوسکتی ہیں ایسی رکاوٹیں ڈالی ہیں کہ جدائی واقع نہ ہو۔ مثلاً اگر میاں بی بی میں کوئی ایسا اختلاف واقع ہوجاوے جس سے انکی جدائی کا خطرہ ہو تو خدائے تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ دونوں کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص بطور حکم کے مقرر کیا جاوے جو دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کریں اسی طرح دونوں کو اور خصوصاً مرد کو تاکید کی گئی ہے کہ خدائے تعالیٰ سے ڈرے۔ اور ہر ایک امر میں تقویٰ سے کام لے۔ پھر طلاق کے تین مرحلے قرار دیئے ہیں اور تین طہر یا تین حیض کی عدت مقرر کی ہے تا اس عرصہ میں دونوں کو باہم صلح کرنیکا موقعہ مل جاوے ایسا ہی طلاق سے روکنے کے لیئے مرد کے سر پر مہر کا بوجھ رکھدیا یہ بھی اس لیئے کیا کہ مرد جلد بازی سے اپنی بیوی کو طلاق نہ دیدے۔ غرض جسقدر ممکن ہوسکتی تھیں میاں بی بی کے ایک دوسرے سے جدا ہونیکے راستہ میں روکیں ڈالی گئی ہیں مگر چونکہ بعض اوقات طلاق کے بغیر چارہ نہیں ہوتا اس لیئے طلاق کی بھی اجازت دی ہے۔

نیز یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ طلاق کے احکام یک طرفہ نہیں۔ بلکہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ وہ مرد سے جدائی حاصل کرے اور اُسکا نام خلع ہے۔ عورت و مرد کے باہمی تعلقات میں جیسا قرآن شریف نے پوری انصاف کو ملحوظ رکھا ہے ایسا انصاف کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ مسیحی مذہب میں اس امر کے متعلق تعلیم ایسی ناقص تھی کہ آخر بہت سی ٹھوکریں کھانے اور بہت سے ناپسندیدہ تجارب کے بعد آخر مسیحی سلطنتوں کے واضعان قوانین کو اپنے مذہب کی مخالفت کرکے قانون طلاق پاس کرنا پڑا کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

ہرچہ دانا کند کند ناداں ❊ لیک بعد از ہزار رسوائی

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان

سالانہ جلسہ - سالانہ جلسہ صدر انجمن احمدیہ قادیان جو اخیر دسمبر ۱۹۱۱ء میں ہوا اسکی مختصر رپورٹ گذشتہ ماہ میں شائع ہونی چاہیے تھی مگر بعض دوسرے ضروری اشغال کی وجہ سے یہ کام وقت پر نہ ہو سکا - اب چونکہ اخباروں میں بھی یہ کیفیت کسیقدر شائع ہو چکی ہے - لہٰذا میں نہایت اختصار کیساتھ چند امور اسکے متعلق بیان کروں گا ؀

سالانہ جلسہ پہلے اعلان میں ایک خفیف سی تبدیلی ہوکر بجائے ۲۷- دسمبر کی صبح کو شروع ہونیکے ۲۶- دسمبر کو بعداز دوپہر شروع ہوا - اور بجائے ۲۹- دسمبر کی شام کو ختم ہونیکے ۲۹- دسمبر کو نماز جمعہ کے ساتھ ختم ہوا - اس سال جو انتظام کھانا کھلانے کا کیا گیا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب کو عموماً بہت آرام رہا - گو کام کرنیوالے پہلے بھی ہمیشہ اسی طرح مستعدی سے کام کرتے تھے مگر تقسیم کام ٹھیک نہ ہونیکی وجہ سے اور اسوجہ سے کہ سب مہمانوں کو اکٹھا کھانا کھلایا جاتا تھا اس سے پہلے احباب کو بہت سی تکلیف پیش آتی رہی - اس تکلیف کو دور کرنیکے لیے اس سے پہلے سالانہ جلسے کے اختتام پر جملہ احباب اور انجمنوں سے رائے طلب کر کے یہ تجویز سوچ لی گئی تھی کہ کھانا کھلانیکا انتظام ہر جماعت کا خود اس جماعت کے ہاتھ میں رہے - چنانچہ اسی کے مطابق اس سال انتظام رہا اور کام کرنیوالوں کو اس سے بڑھکر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ مہمانوں کو جہانتک ممکن تھا آرام ملا اور کسی قسم کی شکایت پیدا نہیں ہوئی - اسکے ساتھ ہی یہ بھی انتظام کیا گیا تھا کہ روزانہ مہمانوں کی تعداد معلوم ہوتی رہے اور ہر جماعت میں آنیوالے احباب کے نام بھی لکھ لیے جاویں - چنانچہ یہ حصہ کام کا بھی بہت ہی سہولت اور آسانی سے ہوتا رہا - گو پہلا سال ہونیکی وجہ سے بعض اسماء لکھنے سے رہ گئے جیسا کہ کھانا کھانیوالے مہمانوں کی تعداد کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے ؀

مہمانوں کی آمد ۲۴- دسمبر کی صبح سے شروع ہو گئی تھی - اور اس تاریخ کی شام تک ۱۷۶ مہمان آچکے تھے - ۲۵ کی شام تک یہ تعداد ۵۲۵ تک پہنچ گئی تھی اور ۲۶ کی شام تک ۱۲۲۴ تک - ۲۷ دسمبر کی شام کو کل تعداد مہمانوں کی ۱۶۰۷ اور ۲۸- دسمبر کی شام کو ۱۸۰۲ تھی - اور یہی سب سے زیادہ تعداد مہمانوں کی ایک وقت میں تھی - اسکے بعد مہمانوں کی روانگی شروع ہو گئی - چنانچہ ۲۹- دسمبر کی شام تک

صرف ۶۱۱ مہمان رہ گئے گویا قریب دو تہائی مہمان جمعہ کے دن رخصت ہو گئے تھے۔ اور ۳۰۔ دسمبر کے بعد صرف دو سو کے قریب مہمان باقی رہ گئے۔ جو ہمواری فہرستیں تیار کی گئی تھیں انکے رُو سے کل تعداد مہمانوں کی صرف ۲۱۵۵ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب اڑھائی سو مہمانوں کے نام نہیں لکھے گئے امید ہے کہ آئندہ اس نقص کی بھی اصلاح ہو جاوے گی۔ ضلع وار آنیوالے مہمانوں کی تعداد کی رو سے سب سے زیادہ مہمان ضلع گورداسپور کے تھے جن کی تعداد ۳۸۸ تھی۔ اسکے بعد ضلع سیالکوٹ کی تعداد ۲۸۰۔ اور پھر ضلع لاہور کی ۱۴۱ تھی۔ گوجرانوالہ ۱۰۵۔ لائل پور ۸۰۔ ہوشیارپور ۶۴۔ گجرات ۸۵۔ امرتسر ۵۷۔ فیروزپور ۵۶۔ شاہ پور ۴۰۔ جہلم ۳۸۔ جالندھر ۳۷۔ اضلاع ہندوستان بشمولیت دہلی ۳۷۔ پٹیالہ ۳۶۔ لدھیانہ و مالیر کوٹلہ ۲۷۔ راولپنڈی بشمولیت کشمیر ۲۴۔ ڈیرہ غازیخاں ۱۷۔ پشاور ۱۴۔ ملتان ۹۔ کپورتھلہ ۹۔ شملہ ۶۔ جھنگ ۶۔ کوہاٹ ۵۔ نابھہ ۴۔ ہزارہ ۴۔ حصار ۲۔ کانگڑہ ۲۔ منٹگمری ۲۔ کوئیٹہ ۲۔ انبالہ ۱۔ حیدرآباد سندھ ۱
اس ضلع وار تعداد میں اگر کوئی غلطی ہے تو صرف جن احباب کے نام نہیں لکھے گئے انکی تعداد کے لحاظ سے ہوگی :

جلسہ میں پہلے دن ابتدائے جلسہ چودھری فتح محمد صاحب بی اے کی تقریر سے ہوئی اس کے بعد مولوی غلام رسول صاحب راجیکے کا وقت تھا مگر انکے تشریف نہ لانیکی وجہ سے انکی تقریر نہ ہوئی انکی بجائے میر ناصر نواب صاحب نے اپنا مضمون پڑھا۔ اور اس کے بعد حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی تقریر کو جو بوجہ بیماری شامل نہ ہو سکے مفتی محمد صادق صاحب نے پڑھکر سنایا۔ بعدازاں درس قرآن شریف ہوا۔ ۲۷۔ دسمبر کو سب سے پہلے شیخ تیمور صاحب ایم اے کی تقریر ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے قریباً اڑھائی گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ اور ازاں بعد صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی تقریر ہوئی جو قریب شام کے ختم ہوئی۔ ۲۸۔ دسمبر کو پہلے جناب مفتی محمد صادق صاحب کی تقریر ہوئی بعدازاں رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ بابت سال مختتمہ ۳۰۔ ستمبر ۱۹۱۱ء سکرٹری صدر انجمن احمدیہ نے پڑھکر سنائی۔ اسکے بعد جناب میر حامد شاہ صاحب کی نظم اور اس کے بعد جناب خواجہ کمال الدین صاحب

کی طرف سے اپیل ہوئی - ۲۹ کی صبح کو جناب مولوی صدر الدین صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کی تقریر ہوئی اور جلسہ بخیر ختم ہوا - ۲۸ اور ۲۹ کی صبح کو علاوہ تقریروں کے چند طلباء مدرسہ احمدیہ نے عربی اور اُردو میں مضمون حاضرین جلسہ کو سُنائے۔

یہ مختصر کیفیت سالانہ جلسہ کی ہے - جن لوگوں نے انتظام جلسہ میں حصہ لیا - ان سب کے نام تو لکھے نہیں جاسکتے البتہ تقسیم کام میں جن جن احباب کو خاص خاص کاموں کے ہیڈ بنایا گیا تھا انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں ماسٹر عبدالعزیز صاحب مرزا برکت علی صاحب چودھری غلام محمد صاحب بی اے - قاضی سید امیر حسین صاحب - ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب سید محمد سرور شاہ صاحب - مولوی شیر علی صاحب - مفتی محمد صادق صاحب - ان احباب نے جس جانفشانی اور شبانہ روز محنت سے کام کیا اسکی جزائے خیر اللہ تعالیٰ انکو دے ان سب کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسے کام لیکر انکے بھائیوں کو انکے ہاتھوں سے آرام پہنچایا۔ اور ان سب کے علاوہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے جس محنت اور جانکاہی سے ایام جلسہ میں کام کیا وہ خاص طور پر قابل تشکر ہے - افسر لنگر خانہ کی حیثیت میں جناب خلیفہ صاحب موصوف نے جس جانسوزی سے کام کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انکی صحت کے خیال سے بعض وقت مجھے اور انکے دوسرے احباب کو انکی خدمت میں یہ عرض کرنا پڑا کہ وہ تھوڑا آرام بھی کر لیا کریں ایسا نہ ہو کہ انکی صحت پر بُرا اثر پڑے ان سب احباب کے لیئے اللہ تعالیٰ سے ہی یہ دعا ہے کہ وہ انکو جزائے خیر دے اور آئندہ کیلیئے اس سے بھی بڑھکر اپنے بھائیوں کی خدمت کی توفیق انہیں دے - ایام جلسہ میں طلبائے مدرسہ احمدیہ اور طلبائے ہائی سکول نے بھی مہمانوں کی خدمت میں بہت حصہ لیا - جزاہم اللہ خیرا - سالانہ رپورٹ عنقریب طبع ہو کر احباب کی خدمت میں پیش ہوگی ؛

تعمیر مدرسہ :- بورڈنگ ہوس ہائی سکول کا کام تو قریباً ختم ہو گیا جسپر کل خرچ قریباً ۵۲۰۰۰ روپے ہو چکا ہے۔ اسمیں سے گورنمنٹ نے ۲۰۰۰۰ کی امداد کی اور باقی ۳۲۰۰۰ روپے میں سے کچھ حصہ بذریعہ چندہ وصول ہوا اور کچھ بذریعہ فروخت جائداد بیرونی - آنریبل مسٹر گاڈلے ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم اس مدرسہ میں اپنے زمانہ انسپکٹری سے جب وہ دورہ پر

یہاں تشریف لائے تھے خاص دلچسپی لیتے ہیں اور جب کبھی اس مدرسہ کی بہتری کی کوئی تجویز آپکی خدمت میں پیش کی گئی یا گورنمنٹ سے کچھ اعانت کی درخواست کی گئی تو ہمیشہ آپنے نہایت فراخدلی سے اسکی تائید فرمائی اور یہ امر واقع ہے کہ اگر آپکی طرف سے تعمیر بورڈنگ ہوس میں اس قدر امداد کی امید نہ ہوتی تو اتنے بڑے کام کا شروع کرنا مشکل تھا۔ اب بھی صاحب ممدوح کی خدمت میں ایک درخواست قریباً چھ ہزار روپے کی مزید اعانت تعمیر بورڈنگ کے واسطے پیش کی گئی ہے۔ کیونکہ بروئے قواعد کسی عمارت کے نصف خرچ تک گورنمنٹ اگر چاہے تو مدد دے سکتی ہے اور ہمیں پوری امید ہے کہ صاحب ممدوح اس درخواست کو منظور فرماکر احمدی قوم کو ایک اور شکر گذاری کا موقعہ دیں گے ؛

یہ بورڈنگ ہوس قریباً پونے دوسو طالب علموں کی رہائش کیلئے بنایا ہوا تھا۔ اور قبل اسکے کہ اسکی تعمیر سے پوری فراغت ملے ایک سو ساٹھ لڑکے اس میں آچکے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ کام ختم ہونے تک اس کے سارے کمرے بھر جائیں۔ سابقہ بورڈنگ ہوس کے ایک حصہ میں بورڈنگ ہوس مدرسہ احمدیہ رکھا گیا تھا اور ایک حصہ میں کمروں کو کچھ تنگ کرکے ہائی سکول کی جماعتوں کے بٹھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ مگر یہ کیسا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ جگہ بھی اب سب پُر ہی نہیں ہوگئی بلکہ وہاں بورڈنگ ہوس مدرسہ احمدیہ کیلئے کافی گنجائش ہے اور نہ ہائی سکول کی جماعتیں ان کمروں میں آتی ہیں۔ یہ وسعت مکانات کی ضرورت کا ختم نہ ہونا "وسع مکانک" کے پاک کلام کی صداقت کو ظاہر کرتا ہے جو ۱۸۸۰؁ میں حضرت مسیح موعودؑ کی زبان پر جاری کیا گیا جب یہاں آنیوالوں کا کوئی پتہ اور نشان تھا نہ مکانات کی اس قدر توسیع کی ضرورت کا کسی کو وہم و گمان تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت صاحب کے ابتدائی ایام میں مسجد مبارک کا وہ نظارہ دیکھا ہوا ہے کہ جب ۸ فٹ چوڑی اور ۲۴ فٹ لمبی کل ایک مسجد تھی جسمیں کل نمازی سما جایا کرتے تھے۔ اب وہ اس نظارہ کو دیکھکر کہ نہ صرف وہ مسجد ہی اسقدر وسیع ہوئی ہے کہ پرانی مسجد اس کے سامنے ایک گلی سی معلوم ہوتی ہے بلکہ اس سے کئی گنی بڑی دو مسجدیں اور بھی ساتھ بن گئی ہیں اور پھر یہ کل کی کل مساجد بھی اب نمازیوں کی کثرت سے تنگ ہو رہی ہیں کس قدر حظ اٹھا سکتے ہیں۔ درحقیقت مسیح موعودؑ کے الہام کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کے اس فعل کی گواہی کو دیکھکر کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی ؛

غرض جب اس بورڈنگ ہوس کا کام قریباً ختم ہونیوالا تھا۔ تو اسوقت ایک طرف کام کی کثرت سے کچھ فراغت حاصل کرنیکے لئے اور دوسری طرف اسلئے کہ تا ہمارے احباب کو چندوں کے غیر معمولی بوجھ سے

کچھ دن آرام ملجائے ارادہ یہ تھا کہ اب تعمیر کے کام کو کچھ عرصہ کیلئے بند کر دیا جاوے یا کم از کم یہ کہ بہت چھوٹے پیمانے پر جاری رکھا جاوے مگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کا انسان کو پتہ نہیں ہوتا۔ ابھی اس بوجھ کو اتار کر رکھا نہیں تھا کہ ایک طرف ضروریات سلسلہ نے مجبور کیا دوسری طرف محض اللہ تعالیٰ کے فضل نے وہ سامان پیدا کر دیئے کہ تعمیر بورڈنگ کے ساتھ ہی تعمیر مدرسہ کے کام کو شروع کرنیکی ضرورت سمجھی گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے ایک نقشہ عمارت مدرسہ کا جو سکولوں کی عمارتوں میں انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ممتاز ہوگا جسطرح بورڈنگ ہوس کی عمارت اس قسم کی عمارتوں میں ممتاز ہے۔ تیار کرایا گیا ہے۔ اور اب عنقریب اس کام کو شروع کرنیکی ضرورت درپیش ہے بلکہ اینٹ تیار کرانے کا کام تو توکلاً علی اللہ شروع ہو بھی گیا ہے۔ ضروریات کا تو یہ حال ہے کہ نہ ہائی سکول کی جماعتیں موجودہ تنگ کمروں میں سما سکتی ہیں نہ مدرسہ احمدیہ کیلئے نئے بورڈروں کیلئے کوئی جگہ رہی ہے۔ اور اسپر دقت یہ ہے کہ کوئی عمارت کرایہ پر یہاں اس قسم کی مل نہیں سکتی اسلیئے منتظمین کو سخت مشکلات کا سامنا ہے اور مدرسہ میں جماعت بندی کے بعد جب نئے لڑکے داخل ہونگے یعنی شروع اپریل میں تو مکان کی دقت کے رفع کرنیکی کوئی صورت سردست نظر ہی نہیں آتی بعض جگہ دوستوں کو یہ خیال گذرتا ہے کہ کیوں چندے کی مقدار کو مدنظر رکھکر کام نہیں کیا جاتا مگر انکی خدمت میں یہ عرض ہے کہ جب ایک کام کو اپنے ذمہ لیا ہے تو اسکو پورا کرنا بھی تو ایک بڑی بھاری ذمہ داری ہے کیا منتظمین اب ان کاموں کو ادھورے چھوڑ کر بیٹھ سکتے ہیں۔ یا آنیوالے طلباء کو یہ کہدیں کہ ہمارے پاس جگہ نہیں اسلیئے ہم داخل نہیں کرتے۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کچھ ایسی اس سلسلہ کے شامل حال ہے کہ جن کاموں کے پورا ہونیکی کوئی ظاہری صورت نہیں نظر آتی انکے لیئے بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کچھ سامان پیدا کر ہی دیتا ہے آج سے تین سال پیشتر کونسے ظاہری سامان تھے جنکی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم اس جنگل میں دو سال کے اندر اندر ساٹھ ستر ہزار کی عمارتیں تیار کر لیں گے۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ اب بھی تعمیر مدرسہ کیلیئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کچھ سامان پیدا کر رہا ہے مگر انسے فائدہ اٹھانیکے لیئے ہماری طرف سے بھی ایک سخت کوشش بکار ہے۔ اسلیئے میں اپنے دوستوں کو قبل از وقت یہ خبر دیتا ہوں کہ وہ کمر ہمت کو باندھ لیں۔ اور تیار ہو جاویں۔

بٹالہ سے قادیان تک کی سڑک :۔ اس سڑک کی حالت بوجہ کثرت آمد و رفت چھکڑا گاڑی وغیرہ کے ہمیشہ سے خراب ہی رہی ہے اور اس کا ایک خاص حصہ موسم برسات میں بالکل ناقابل گذر ہو جاتا ہے۔ اس سڑک کیلئے کم و بیش توجہ حکام کو دیر سے دلائی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

زندگی میں ہی جب فنانشل کمشنر صاحب بہادر نے دورہ میں ایک مقام قادیان کیا تو اسوقت مسٹر ڈکنگ
صاحب ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد پر آپکے خدام نے حاضر ہوکر یہ عرض کیا تھا
کہ سڑک کے پختہ کرانیکا انتظام کیا جاوے۔ چنانچہ مسٹر ڈکنگ کے زمانہ میں ایک تجویز ریلوے کے جاری کرنیکی
بھی یہاں ہوتی رہی۔ مگر اس وجہ سے کہ خرچ زیادہ تھا یہ تجویز بھی تکمیل کو نہ پہنچی اب میجر ایلیٹ صاحب
بہادر موجودہ ڈپٹی کمشنر کی تشریف آوری پر جب ۲۹۔ جنوری کو وہ قادیان میں تشریف لائے۔
ایک میموریل سب باشندگان قادیان کی طرف سے تیار کیا گیا۔ اور ۳۰۔ جنوری کو جب صدر انجمن احمدیہ
کے ممبران موجودہ قادیان کی ایک منتخب جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے ڈپٹی کمشنر
صاحب بہادر کی ملاقات کا شرف حاصل کیا تو سکرٹری نے یہ میموریل بھی صاحب بہادر کی خدمت
میں پیش کیا۔ جس پر صاحب ممدوح نے یہ وعدہ فرمایا کہ اس سڑک کی درستگی کا حکم تو ہم فی الفور
دیدینگے اور اس کے پختہ کرنیکا کام اُن سڑکوں کی پختگی کے بعد جن کا کام اسوقت تجویز ہو چکا
ہوا ہے اور جنپر غالباً ایک سال کا عرصہ لگیگا۔ شروع کرا دیا جاوے گا۔ اور صرف اسیقدر نہیں بلکہ
فی الفور آپنے ایک حکم ڈسٹرکٹ انجینیر صاحب گورداسپور کے نام لکھا اور اسکی ایک نقل سکرٹری
صدر انجمن احمدیہ کو اس نوٹ کے ساتھ بھیجدی کہ اگر ہمارے وقت میں یہ کام نہ ہو سکے تو جو صاحب
ضلع ہمارے بعد آئیں یہ تحریر انکو دکھائی جاوے اس تحریر میں صاحب بہادر نے ڈسٹرکٹ
انجینیر کے نام یہ حکم لکھا ہے کہ قادیان کی سڑک کی طرف فوراً توجہ ہونی چاہیئے "اسے اونچا کیا
جاوے اور ہموار اور صاف کیا جاوے اور جہانتک ممکن ہو اسکی حالت درست کیجاوے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے
کہ جن سڑکوں کی پختگی کا کام شروع ہو چکا ہے جن میں علیوال بٹالہ کی سڑک شامل ہے جب وہ مکمل ہو جاوے
تو یہ پہلی سڑک ہے جس کو شروع کیا جاوے اور جہانتک ممکن ہو اسے پختہ کیا جاوے سو آئندہ جو تجویز
کیجاوے اسبات کو مدنظر رکھکر کیجاوے" میجر ایلیٹ صاحب کی اس مہربانی کے نہ صرف قادیان اور
اس سارے علاقے کے باشندگان ہی شکرگذار ہیں بلکہ احمدی قوم جہاں کہیں بھی ہے وہ میجر ایلیٹ
صاحب کی اس مہربانی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ اور یہ آرام جو انکو سڑک کے پختہ ہو جانے سے ہمیشہ
کیلئے پہنچیگا۔ میجر ایلیٹ صاحب بہادر کے زمانہ ڈپٹی کمشنری کی ایک قابل قدر یادگار ہو گی۔
صاحب بہادر نے اپنے مقام قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول مدرسہ احمدیہ مہمانخانہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ ۔ بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء ۔ نمبر ۳

چندہ سالانہ ۔ عوام سے عا ۔ طلبا سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع

تعلیم اسلام

لیکچر ہوتسو | ٹیچنگز آف اسلام یعنی وہ لیکچر جو حضرت مسیح موعود کی طرف سے لاہور کے عظیم الشان جلسہ مذاہب میں ۱۸۹۶ء میں پڑھا گیا تھا اس کا انگریزی ترجمہ ولایت سے چھپ کر آگیا ہے۔ دو سو صفحہ کی کتاب ہے۔ مجلد کی قیمت عہ اور بے جلد کی ۱۴ ار ہے چونکہ ولایت میں اسکی مفت اشاعت ہوگی اس لیئے احباب اپنے لیے بھی خریدیں اور اس جگہ یا ولایت میں مفت تقسیم کرا کر بھی ثواب لیں۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

قصائد احمدیہ
من الہام حجۃ الاسلام

حضرت اقدس کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر ابتک آپکے قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیئے گئے ہیں۔ یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں اور حمد الٰہی اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزائن ہیں اور حضرت اقدس کے دلائل سے پُر ہیں بلکہ عربی سیکھنے کو بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ یہ کتاب ۱۵۸ صفحوں پر ختم ہوتی ہے قیمت صرف ۶ ر شائقین دفتر میگزین قادیان سے طلب کریں۔

اطلاع۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں۔

(مینیجر)

قاعدہ یسرنا القرآن۔ یعنی عربی کا قاعدہ جس کے پڑھنے سے ایک بچہ چھ ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے۔ ایسا مفید ثابت ہوا ہے اور اس قدر اس کی مانگ بڑھ گئی ہے کہ اب اسکا چوتھا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے اور کچھ دنوں بعد احباب کو پانچویں ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

پارہ اول۔ دوم۔ سوم۔ چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جن پر اعراب صحیح لکھے ہوں اور یہ قاعدہ ختم کر کے بچے آسانی قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقت محسوس کر کے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پہ پارہ اول۔ دوم۔ سوم خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں۔ جو احباب اپنے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کرواتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے پارے ضرور پڑھوائیں تا بچہ کو قرآن شریف پڑھنے میں دقت نہ ہو۔ یہ پارے اُن بچوں کے لیے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انپر اعراب بہت صحیح اور اپنے اپنے موقعہ پر دیئے ہیں۔ نیز ہم نے ایسے قرآن شریف بھی منگوائے ہیں جو نسبتاً بہت صحیح ہیں اور اعراب اپنے اپنے موقعہ پر صحیح دیئے ہیں۔ ہماری رائے میں عام قرآن شریفوں کی نسبت ان پر پڑھنے سے بچوں کو بہت سہولت ہوگی۔ تینوں پارے ار فی پارہ کے حساب سے اور قرآن شریف بے جلد عہ دفتر میگزین قادیان سے مل سکتے ہیں۔

(مینیجر میگزین)

نوٹ۔ ہمارے پاس قرآن شریف بے جلد ہیں اگر کوئی صاحب ہماری معرفت جلد بندھوا کر منگوانا چاہیں تو جیسی جلد چاہیں اُس کی قیمت علیحدہ ہوگی۔ یا خود منگوا کر حسب منشاء جلد بندھوا لیں۔

(منیجر میگزین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے

(ترجمہ مضمون قاضی عبد الحق صاحب)

پردہ

معترضین کا قول ہے کہ اسلام نے پردہ کی رسم کو جاری کر کے عورتوں کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ کیا ہے۔ چونکہ اس مضمون پر اسی رسالہ میں سیر کن بحث ہو چکی ہے* اور جس قدر پردہ کے متعلق اعتراض کیے جاتے ہیں اُن کا کافی جواب دیا جا چکا ہے اس لیے اس وقت اس مضمون پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ گھر عورت کی سلطنت ہے اور محبت اُس کا عصائے شاہی ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بچوں پر حکومت کرتی ہے۔ اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنے کاروبار کے لیے یا دیگر ضروریات زندگی کے لیے گھر سے باہر جائے مگر اس کا باہر جانا جاہلانہ طریق پر نہ ہو بلکہ تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَاءٍ کا مصداق ہو جس اصل پر پردہ کے حکم کی بنا ہے وہ یہ ہے کہ عورت سوسائٹی میں بدی کے پھیلنے اور لوگوں کے لیے بڑے لالچ کا باعث نہ ہو۔ کامل عصمت اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ بدی کے تمام راستوں کا سد باب نہ کیا جاوے اور جن جن طریقوں سے شیطان انسان پر حملہ کرتا ہے اُن کو بند نہ کیا جاوے۔ ہانڈی کو آگ پر رکھ کر پھر یہ اُمید کرنا کہ اُس میں اُبال نہیں آئے گا یہ پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ اسلام ہر ایک بدی کو جڑھ سے کاٹتا ہے اور وہ انسان کو ان راہوں کے نزدیک جانے کی بھی اجازت

* ملاحظہ ہو ریویو اُردو بابت جنوری و فروری ۱۹۰۵ء

نہیں دیتا جن سے بدی انسان کے اندر داخل ہو سکتی ہے۔ تمام احکام میں اُس نے اس اصل کو مدّ نظر رکھا ہے۔ پردہ کا حکم بھی اسی اصل پر مبنی ہے۔ مسیحی مذہب میں اس اصل سے کام نہیں لیا گیا یہی وجہ ہے کہ جسقدر بدکاری مسیحی ممالک میں پائی جاتی ہے اسلامی ممالک میں اُس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ بے پردگی کے بدنتائج کو دیکھ کر پھر بھی اسلامی پردہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

مرد اور عورت کا باہمی تعلّق

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ یعنی عورتیں مردوں کے لیئے لباس ہیں اور مرد عورتوں کے لیئے لباس ہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں ایک خوبصورت تشبیہ کے ذریعہ مرد اور عورت کے باہمی تعلق کو ظاہر کیا گیا ہے۔ لباس سے تین قسم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اوّل۔ لباس سردی اور گرمی سے انسان کو بچاتا ہے۔ دوم۔ وہ انسان کی برہنگی کو ڈھانپتا ہے۔ سوم وہ لوگوں کے لیئے زینت اور تجمل کا ذریعہ ہے۔ یہی تینوں خصوصیتیں مرد اور عورت کے تعلق میں پائی جاتی ہیں۔ اُن کا تعلق ایک دوسرے کو بدی سے بچاتا ہے جیساکہ لباس دھوپ اور سردی کے ضرر سے انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح انسان میں طبعاً مؤانست کی خواہش پائی جاتی ہے وہ چاہتا ہے کہ زندگی میں اُس کا کوئی یار غمگسار اور محرم راز ہو۔ انسان کی یہ خواہش بھی مرد و عورت کے تعلق سے پوری ہوتی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیئے یار غمگسار ہوتے ہیں۔ ایک کی عزّت دوسرے کی عزّت ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کے مددگار اور مونس غمگسار ہوتے ہیں۔ تنہا شخص ایک برہنہ آدمی کی طرح ہوتا ہے مگر میاں بی بی کا تعلق اس تنہائی اور برہنگی کو دُور کرتا ہے۔ ایسا ہی ان دونوں کا جوڑ انکے لیئے زینت اور زیبائش کا موجب ہوتا ہے اور تنہائی کی بے مزگی کو دُور کرکے گھر کی رونق کو دوبالا کرتا ہے۔

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً خدائے تعالیٰ نے تمھارے درمیان پیار اور رحمت رکھدی ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دونوں کا تعلق محبت اور پیار کا تعلق ہونا چاہیئے۔

پھر خدائے تعالیٰ سورہ نسار میں فرماتا ہے۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (نسار-۳) اور اُن سے یعنی عورتوں سے نیک برتاؤ کرو اور اگر تم اُنکو ناپسند کرو (پھر بھی اُن سے نیک سلوک رکھو) کیونکہ قریب ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اُس میں بڑی بھلائی رکھدے۔ اس آیہ کریمہ میں حکم دیا گیا ہے کہ تم محض خدائے تعالیٰ کی خاطر اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرو اور جہانتک تم سے ہوسکتا ہے محبت اور حسن سلوک کیساتھ انکے ساتھ بود و باش رکھو خواہ وہ تمھیں ناپسند بھی ہوں اور بشارت دیتا ہے کہ اگر تمھیں تمھاری بی بیاں پسندہ ہوں اور پھر تم اُن سے خدائے تعالیٰ سے ڈر کر نیک سلوک کرو تو خدائے تعالیٰ تمھیں اس کا یہ اجر دے گا کہ اس بی بی میں تمھارے لیئے خیر کثیر رکھدے گا۔ یہ ایسی بشارت ہے جو صرف قرآن شریف سے خصوصیت رکھتی ہے۔ دنیا میں کسی اور کتاب میں خواہ وہ الہامی ہو یا غیر الہامی یہ بشارت نہ پاؤ گے۔ اور یہ نہایت سچی بشارت ہے۔ جو چاہے اس کو آزما کر دیکھ لے۔ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے لیئے اس سے بڑھ کر کوئی ترغیب اور تحریص ہم میں نہیں آسکتی اور قرآن ہی ایک کتاب ہے جس نے عورت کے حق میں ایسی تعلیم دی ہے پس عورتیں جس قدر اس پیاری کتاب پر قربان ہوں تھوڑا ہے اور جس قدر اس کتاب سے محبت کریں کم ہے اور جس قدر اس نبی پر جس نے ایسی بے نظیر تعلیم عورتوں کے حق میں دی صدقے جائیں تھوڑا ہے اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔

اے یورپ کی لیڈیو! اے امریکہ کی معزز بی بیو! اے آریہ ورت کی استریو! جس قدر اسلام کی کتاب اور اسلام کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھاری رعایت اور پاسداری کی ہے کسی اور کتاب اور کسی اور معلم نے ایسی رعایت اور ایسی پاسداری نہیں کی قرآن شریف تمھارے حقوق کی نگہداشت سے بھرا پڑا ہے۔ وہ جا بجا مردوں کو تاکید کرتا ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آؤ۔ اور اُنکے ہاتھ کو تم پر ظلم کرنیسے روکتا ہے اور وہ اُن کو مختلف پیرائیوں میں ترغیب دیتا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ نیک

سلوک کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑیں۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جیسا قرآن شریف نے تمہاری حمایت کا بیڑا اٹھایا ہے ایسا اور کسی کتاب نے نہیں اٹھایا۔ پس آؤ تم بھی اُس کتاب سے محبت کرو جو تمہارے ساتھ محبت کرنے کا سبق انسان کو سکھلاتی ہے اور جس نے تمہاری حفاظت اور رعایت میں کمال کر دیا ہے ؛

ایک اور مقام پر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (نساء۔ ۱۹)

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی شرارت یا بے پروائی کا ڈر ہو تو میاں بی بی دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں صلاح کر کے صلح کریں اور صلح ہر حال میں بہتر ہے اور لالچ تو جان سے لگی ہوئی ہے اور اگر تم بھلائی کرو اور (بدسلوکی۔ حق تلفی۔ ظلم) سے بچے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے (اس لیئے وہ تمہیں اجر دیگا) ؛

اس آیۂ کریمہ میں مرد اور عورت دونوں کی قوت تحمل سے اپیل کی گئی ہے کہ اگر میاں بی بی کے درمیان کوئی ناچاقی پیدا ہو جاوے تو دونوں کو چاہیئے کہ باہم صلح کرلیں تا آئندہ وہ اتفاق اور یگانگت کے ساتھ زندگی بسر کریں ؛

الغرض مرد بیوی کے لیئے اور بیوی مرد کے لیئے راحت کا سرچشمہ خیر و خوبی کا ذریعہ اور سچا دوست ہے اور دونوں کو تاکید ہے کہ باہم پیار اور محبت سے برتاؤ کریں ؛

یسوع مسیح کا نمونہ

اگر ہم مسیحی مذہب کی طرف رجوع کریں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یسوع مسیح ....
.... کے نزدیک عورت کیا حیثیت رکھتی تھی۔ جو حالات یسوع مسیح کے مروّجہ اناجیل میں بیان کیئے گئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی اس لیئے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میاں بی بی کے تعلقات کے بارہ میں وہ اُنکے عملی نمونہ سے کچھ روشنی حاصل کرے تو وہ کچھ روشنی حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں گر اُن کی مجردانہ زندگی پر غور کیا

جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور انہوں نے
نکاح کے تعلق کی نسبت عورت سے الگ رہنے کو زیادہ پسند کیا اور آئندہ نسلوں کے
لیئے ایسا نمونہ پیش نہیں کیا جو قابل تقلید ہو۔ ممکن ہے کہ کوئی مسیحی یہ کہے کہ چونکہ وہ خدا
تھے اس لیئے انہوں نے شادی نہ کی کیونکہ شادی کرنا خدائے تعالیٰ کی شان کے لائق
نہیں ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عورت کے پیٹ میں رہنا اور اُس کا خون چوسنا۔
خدائی شان کے لائق ہے؟ کیا دوسرے بچوں کی طرح ماں کے پیٹ سے باہر آنا خدائی
شان کے لائق ہے؟ کیا کھانا کھانا۔ پانی پینا۔ بھوکا اور پیاسا رہنا۔ اور دوسری ضروریات
انسانی کا محتاج ہونا خدائی شان کے لائق ہے؟ سچ کہو کہ کیا ایسا انسان خدا کہلا سکتا
ہے؟ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح مریم کے بیٹے نعوذ باللہ خداوند خدا
تھے یا خدائے تعالیٰ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ انسانی فطرت کی احتیاجیں اور نقائص اور
خدائی کمال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اُنکی تعلیم سے جو انجیل میں منقول ہے صاف ظاہر
ہوتا ہے کہ اُنکے نزدیک مجردانہ زندگی اور عورت کی ذات سے دُور رہنا انسانی کمال میں شامل تھا
اور اُنکی رائے میں نکاح کی نسبت تجرد قابل ترجیح بلکہ آسمانی بادشاہت میں داخل ہونیکا
ایک نہایت ہی آسان ذریعہ تھا۔ متی کی انجیل میں لکھا ہے "اُس کے شاگردوں نے
اُسے کہا اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ ایسا ہے تو جورو کرنا اچھا نہیں۔ اُس نے اُن سے
کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کرتے ہیں مگر وے جنہیں دیا گیا کیونکہ بعضے خوجہ ہیں جو
ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعضے خوجہ ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا اور
بعضے خوجہ ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لیئے آپ کو خوجہ بنایا جو اُس کو قبول
کر سکتا ہے سو کرے" (متی باب ۱۹ ورس ۱۰-۱۲) یہاں حضرت یسوع مسیح انسان کا کمال
اس امر میں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے تئیں اپنے ہاتھ سے خوجہ بنا دے۔ مگر انکے نزدیک
یہ ایسی تعلیم ہے جس پر ہر ایک شخص عمل کرنے کے لیئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے وہ اپنے
پیرووں کے لیئے اس کو لازمی قرار نہیں دیتے۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ جو اسکو قبول کر سکتا ہے
سو کرے۔ ان الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ اُنکے نزدیک نکاح کرنے کی نسبت یہ بہتر ہے کہ

٭ اس عبارت کا مطلب صاف یہ ہے کہ جنکو خدائے تعالیٰ نے فہم دیا ہے وہ مجرد رہنے کی تعلیم کو قبول کریں۔ منہ

انسان اپنے تئیں اپنے ہاتھ سے خوجہ بنا دے۔ نکاح کو وہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے مگر چونکہ فطرتی طور پر یہ خواہش انسان میں رکھی گئی ہے اور اس سے انسان کو چارہ نہیں ہے اس لیے کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اور خود انہوں نے اُس راہ کو اختیار کیا جس کو وہ ترجیح دیتے تھے اور نکاح کے قابل نفرت طریق سے پرہیز کیا۔ اور یسوع مسیح کے پیروؤں میں ایسے شخص کثرت سے پیدا ہوئے جنہوں نے آپ کے نمونہ پر عمل کیا اور نکاح کو عمر بھر حقارت اور کراہت کی نظر سے دیکھتے رہے اور بعض ایسے بہادر بھی نکلے جنہوں نے اپنے تئیں خوجہ بنانے کی اعلیٰ تعلیم پر عمل کر کے دکھلا دیا اور حضرت یسوع مسیح کے اس قول پر کاربند ہوئے "اور بعضے خوجہ ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لیے آپ کو خوجہ بنایا جو اُس کو قبول کر سکتا ہے سو کرے"۔ چنانچہ کلیسیا کے مشہور و معروف بزرگ آرجن نے اس قابل نفرت کارروائی پر عمل کیا (دیکھو اینسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) یہ صاحب کلیسیا کے بزرگوں میں دوم درجہ پر شمار کیے جاتے ہیں اور آگسٹن سے انکا نمبر دوسرے درجہ پر ہے یسوع مسیح کی پیروی میں کلیسیا کے کئی بزرگوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شادی نہ کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ اس امر کا بڑا حامی سکندریہ کا مسیحی بزرگ کلیمنٹ تھا۔ اور وہ اپنے دعویٰ کی تائید میں نہ صرف مروجہ اناجیل کے اقوال کو پیش کرتا ہے بلکہ مسیحؑ کے اُن اقوال کو بھی پیش کرتا ہے جو ان چار اناجیل کے علاوہ دیگر اناجیل میں منقول ہیں۔ چنانچہ اُن اقوال میں سے بعض اقوال یہ ہیں۔ "مَیں عورت کے کاموں کو مٹانے کے لیے آیا ہوں" (منقول از انجیل مصری) "ہر ایک بُوٹی کھاؤ مگر وہ جو تلخی رکھتی ہے نہ کھاؤ"، "تلخ بُوٹی سے بقول کلیمنٹ وہ تعلق مراد ہے جس سے ایک عورت بچے کی ماں بنتی ہے۔" "وہ جو بیاہا ہوا ہے اپنی بیوی کو طلاق نہ دے۔ اور وہ جو بیاہا ہوا نہیں ہے اُسے چاہیئے کہ بیاہ نہ کرے۔ وہ جس نے معصوم رہنے کے ارادہ سے یہ ٹھان لیا ہے کہ مَیں بیاہ نہیں کروں گا اُسے چاہیئے کہ وہ کوارا ہی رہے"۔ یسوع مسیح کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک بیاہ کرنا انسان کی عصمت پر ایک داغ ہے۔

اور سچے معنوں میں وہی شخص معصوم ہے جو نکاح نہ کرے۔ یسوع کے ان اقوال کے لیئے دیکھو کلیمنٹ اسکندری کی کتاب سٹرومائی اس جز و ۳ فصل ۹ صفحہ ۶۳ اور فصل ۱۵ صفحہ ۹۷ مسلمانوں کے لیئے یہ بڑے فخر کا مقام ہے کہ اُنکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ایسے قابل شرم داغوں سے پاک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہیں تعلیم نہیں دی کہ لوگ شادی نہ کریں اور اپنے آپ کو خوجہ بنا دیں بلکہ آپنے ترغیب دی کہ لوگ نکاح کریں۔ اور جن کو نکاح میسّر نہ ہو انکو حکم دیا کہ روزے رکھا کریں مگر یہ نہیں فرمایا کہ اپنے تیئں خوجہ بنا دیں۔ چنانچہ جن غریب مسلمانوں کو نکاح میسّر نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے آپکی خدمت میں عرض کی کہ کیا ہم اپنے آپ کو خوجہ بنا دیں تو آپنے منع فرمایا اور کہا کہ نکاح کرو۔ اگر نکاح نہ ملے تو روزے رکھا کرو۔ صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۴۷ - ۱۴۸ پر عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کنا مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم شبابا لا نجد شیئا فقال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع الباءة فلیتزوّج فانه اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء یعنی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کئی نوجوان تھے اور ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی طاقت رکھتا ہے پس چاہیئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھ کے نیچے رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے اور جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا پس اُسپر لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کیونکہ اس سے شہوانی قوٰی دب جاتے ہیں۔

پھر اُسی کتاب کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ پر یہ حدیث لکھی ہے عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال کنا نغزو مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم لیس لنا نساء فقلنا یا رسول اللہ الا نستخصي فنهانا عن ذٰلك - ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے اور ہمارے پاس بی بیاں نہ تھیں۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ کیا ہم اپنے تیئں خوجہ نہ بنا دیں تو آپنے ہمیں اس سے روکا۔ پھر اُسی صفحہ پر سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا

قول لکھا ہے۔ ردّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن لہ لاختصینا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو راہبانہ زندگی سے روکا اور اگر آپ اُس کو اس کی اجازت دیدیتے تو ہم بھی اپنے تئیں خوجے بنا دیتے۔ آپ نے اپنے صحابہؓ کو افراط و تفریط سے روکا اور فرمایا کہ میرے نمونہ کی پیروی کرو۔ آپ نے ارشاد فرمایا: واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی (صحیح بخاری۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۴۷) یعنی خدائے تعالیٰ کی قسم۔ میں تم سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز (تہجد) بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو شخص میرے طریق کو چھوڑ کر اور راہ اختیار کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ آپ نے اپنا نمونہ پیش کیا کہ یہی نمونہ اعلیٰ تقوے کا نمونہ ہے۔ اس کے مقابل میں یسوع کی تعلیم اور عمل کو دیکھو وہ اپنے پیروؤں کو کہتا ہے کہ انسان کا کمال اس میں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے تئیں خوجہ بنا دے اس طرح وہ آسمانی بادشاہت میں داخل ہو جائیگا۔ اور اپنے پیروؤں کو ترغیب دی کہ اگر تم سے ہو سکے تو عورتوں سے بالکل اجتناب رکھو اور خود بھی مجرد رہ کر اپنے پیروؤں کو یہ عملی سبق دیا کہ مجردانہ زندگی سب سے بہتر زندگی ہے۔ چنانچہ انکی تعلیم اور نمونہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی مذہب میں لاکھوں لوگوں نے مجردانہ زندگی اختیار کی۔ اگر کُل دنیا اس اعلیٰ نمونہ پر چلنا اختیار کرے تو ایک ہی نسل میں دنیا کا خاتمہ ہو جاوے۔ یہ ہے اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ نمونہ جو ہم یسوع مسیح کی زندگی میں پاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اناجیل مروجہ میں جو سلوک ..... یسوع مسیح کا اپنی ماں حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ بھی ایسا نہیں کہ اس کو قابل تقلید کہا جا سکے۔ یوحنا لکھتا ہے "اور تیسرے دن قانائے جلیل میں کسی کا بیاہ ہوا اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اُس کے شاگردوں کی بھی اُس بیاہ میں دعوت تھی۔

اور جب مے گھٹ گئی تو یسوع کی ماں نے اُس سے کہا کہ اُن کے پاس مے نہ رہی یسوع نے اُس سے کہا کہ "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام"۔ میں مسیحی صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ماں سے نیک سلوک کرنے کا یہی اعلیٰ نمونہ ہے جو یسوع نے اس شادی کے موقعہ پر عام لوگوں کے مجمع میں دکھایا۔ اس کے مقابل میں دیکھو قرآن شریف والدین سے کس قسم کا سلوک کرنے کی تعلیم دیتا ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝ (بنی اسرائیل ۳) اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے اُن میں سے ایک (ماں یا باپ) یا دونوں بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو اُن سے ہُوں تک نہ کرنا اور نہ جھڑکنا اور نرمی سے اُن سے بات کرنا اور مہربانی سے اپنی عاجزی کا بازو اُنکے لیے جھکا دے اور دعا کر مالک میرے اُنپر رحم کر جیسے اُن دونوں نے مجھ پر رحم کر کے چھٹپنے میں مجھ کو پالا ؛

دیکھو یہ تعلیم یسوع کی کارروائی کے کیسے اُلٹ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام سے یہ بدسلوکی (حسب روایت اناجیل مروجہ) صرف ایک ہی دفعہ نہیں کی بلکہ دوسرے موقعوں پر بھی اُنکی والدہ کو اُن کی طرف سے اسی قسم کا رنجدہ سلوک دیکھنا پڑا مرقس کی انجیل باب ۳ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اُنکی والدہ ماجدہ اپنے دوسرے بیٹوں کو ہمراہ لیکر یسوع مسیح کی ملاقات کے لیے گئی۔ خدائے تعالیٰ نے والدہ میں ایک ایسی سچی محبت رکھی ہے کہ خواہ بیٹوں کی طرف سے کیسا ہی دل دکھانیوالا سلوک اُنکو دیکھنا پڑے پھر بھی وہ اپنے بیٹوں سے محبت ہی کرتی ہیں۔ اسی محبت کی وجہ سے یسوع مسیح کی والدہ اپنے بیٹے کی تلاش میں نکلی تا اُس کے مُنہ کو ایک نظر دیکھکر اپنے دل کو ٹھنڈا کرے۔ تلاش کرتے کرتے وہ ایک مکان کے دروازہ پر پہنچی جس میں یسوع مسیح بہت سے لوگوں کے ساتھ جن میں اُس کے ۱۲ شاگرد بھی تھے بیٹھا ہوا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ نے حیا کی وجہ سے عام مجمع میں جانا پسند نہ کیا۔ اندر اپنے بیٹے کو اطلاع بھیجی کہ میں تجھے دیکھنا چاہتی ہوں۔ مگر یسوع نے پسند نہ کیا کہ اپنی ماں کو ایک لمحہ کے لیئے اپنا چہرہ دکھا کر اُس کے دل کو ٹھنڈا کرے اور اُس سے محبت اور پیار سے پیش آکر اپنے شاگردوں اور دوسرے حاضرین کو اپنے عملی نمونہ سے دکھائے کہ ماں سے کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ بجائے اس کے کہ وہ ایک نیک بچے کی طرح باہر نکلکر اپنی ماں کے آگے اپنا سر جھکاتے تا اُن کی مہربان ماں اُنکے سر پر بوسہ دیتی اور پیار کرتی اُنھوں نے نہائت ہی دل کو صدمہ پہنچانے والا جواب دیا۔ انجیل نویس مذکور لکھتا ہے۔

"اُسوقت اُس کے بھائی اور اُس کی ماں آئی اور باہر کھڑے رہ کے اُسے بلوا بھیجا اور جماعت اُس کے آس پاس بیٹھی تھی اور اُنھوں نے اُس سے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر تجھے طلب کرتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کون ہے میری ماں یا میرے بھائی"

ناظرین۔ خیال فرماویں کہ یہ جواب سُنکر اُن کی والدہ کا دل کیسا دُکھی ہوا ہوگا۔ وہ جو اپنی مادرانہ محبت کے سبب اسقدر تکلیف اُٹھا کر اپنے بچّے کو ایک نظر دیکھکر اپنا دل ٹھنڈا کرنے کے لیئے آئی تھی اُس کو اُس کا بیٹا کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میری ماں کون ہے اور اُسکے سامنے آنے سے انکار کرتا ہے اُس نے ذرا بھی اپنی ماں کی محبت کا خیال نہ کیا۔ اور کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ میرا جواب سُنکر میری ماں کے دل پر کیا گذرے گا۔ پنجابی میں ایک مثل ہے "ماں وچھے آن وچھا جھاڑ آن" یعنی بچھڑے کی ماں محبت کی وجہ سے اپنے بچے کے پیچھے پیچھے جاتی ہے مگر اُسکے بچّے کو اپنی ماں کی ذرا بھی پرواہ نہیں وہ جنگل کی طرف مُنہ اُٹھائے چلا جاتا ہے۔

الغرض۔ یسوع مسیح کی والدہ ماجدہ مایوس ہوکر وہاں سے رخصت ہوئی۔ اُسوقت اُن کے دل کا کیا حال ہوا ہوگا اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس کو اس بات کا علم ہے کہ ایک ماں کو اپنے بچّے سے کیسی محبت ہوتی ہے۔ غرض جو نمونہ یسوع مسیح کا اناجیل مروّجہ میں بیان کیا گیا ہے وہ ایسا نہیں کہ لوگوں کے لیئے اُسوہ حسنہ ہو سکے۔ اس جگہ میں اتنا ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو قابل افسوس نمونہ اناجیل میں یسوع مسیح کا

پیش کیا گیا ہے قرآن شریف اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کو پاک ٹھہراتا ہے کیونکہ وہ آپ کے منہ میں یہ الفاظ ڈالتا ہے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھ کو کتاب دی اور مجھ کو پیغمبر بنایا اور میں جہاں رہوں اُس نے مجھے برکت والا بنایا اور جب تک میں زندہ ہوں اُس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اپنی ماں کا تابعدار (بنایا) اور اُس نے مجھ کو مگرانا لائق نہیں بنایا۔ قرآن شریف کے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپکی والدہ پر اور خود مسیحی قوم پر بڑے بڑے احسان ہیں جن کی میں اس جگہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح پر جو قرآن شریف کے احسانات ہیں اُن میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اناجیل مروّجہ کے لکھنے والوں نے اُن کو ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ وہ اپنی ماں سے سخت بدسلوکی سے پیش آتے تھے مگر قرآن شریف نے بَرًّا بِوَالِدَتِیْ کے الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کے منہ میں ڈالکر اُن کو اس داغ سے پاک کر دیا ہے مگر اس جگہ یہ سوال نہیں کہ قرآن شریف حضرت مسیح علیہ السلام کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ اناجیل مروجہ جو مسیحی مذہب کی کتب مقدسہ ہیں عورت سے کیسے سلوک کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔۔۔۔ مسیحی قوم اُس یسوع کی پیروی کرتی ہے جس کا نقشہ اناجیل مروّجہ میں کھینچا گیا ہے نہ کہ اُس مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کی جس کا فوٹو قرآن شریف اُتارتا ہے کیونکہ یہ اُنکے نزدیک معتبر نہیں۔ اور ہم دکھا چکے ہیں کہ جو نمونہ اناجیل مروجہ میں پیش کیا گیا ہے وہ اس قابل ہرگز نہیں کہ اُس کی پیروی کی جاوے ۔

صرف یہی نہیں کہ یسوع مسیح نے خود اپنی والدہ ماجدہ سے ایسا سلوک کیا جو مناسب نہیں تھا بلکہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی رنگ کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں "اگر کوئی میرے پاس آوے اور اپنے ماں باپ اور جورو۔ لڑکے اور بھائی بہن بلکہ اپنی جان کی دشمنی نہ کرے میرا شاگرد ہو نہیں سکتا"

دلوقا باب ۱۴ ورس ۲۶) اس کے مقابل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ میرا پیرو وہ شخص کہلا سکتا ہے جو اپنے والدین۔ اپنی جورو اور دیگر ذوی القربیٰ سے محبت کا تعلق بڑھائے اور ان سے نیک سلوک کرے۔

طلاق کے معاملہ میں بھی یسوع مسیح نے عورت کو بالکل بے دست و پا کر دیا ہے اور اس کی جائز آزادی کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اسلام میں اگر مرد عورت پر ظلم کرے اور صلح کی سب کوششیں بے سود ثابت ہوں تو عورت کا اختیار ہے کہ مرد سے جدائی حاصل کرلے۔ اس کا نام اسلامی اصطلاح میں خلع ہے مگر مسیحی مذہب میں کسی صورت میں عورت مرد سے اپنا دامن چھڑا نہیں سکتی خواہ اس کا خاوند کیسا ہی بدسلوکی کرنے والا ہو اور خواہ اس کے گھر میں رہنا اس کے لئے جہنم کے برابر ہو۔ ہاں ایک ہی راہ ہے جس کو اختیار کرنے سے وہ اپنے ظالم خاوند سے نجات حاصل کر سکتی ہے اور وہ بدکاری کا ارتکاب ہے۔ اس طرح یسوع مسیح کی تعلیم عورت کو اپنے ظالم خاوند سے اپنا دامن چھڑانے کی ساری راہیں بند کرکے اسکو بدکاری پر مجبور کرتی ہے۔ چنانچہ جب مسیحی دنیا نے اس تعلیم کے بدنتائج کا مشاہدہ کیا اور لوگوں پر ثابت ہو گیا کہ عورت کی جائز آزادی اس سے چھیننا سوسائٹی میں بدکاری کو پھیلاتا ہے تو انہوں نے مجبور ہو کر یسوع مسیح کے قانون کو اپنی پارلیمنٹوں میں منسوخ کر دیا اور عورت کے لئے خاص حالات میں خاوند سے مخلصی حاصل کرنے کے واسطے قانون تجویز کئے۔

اب میں ایک مشہور اور فاضل انگریز کی رائے اس بارہ میں یہاں نقل کرتا ہوں کہ مسیحی مذہب میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ جاہن سٹوارٹ مل انگلستان کا مشہور فلاسفر لکھتا ہے کہ "ہم اکثر سنتے ہیں کہ تہذیب اور مسیحیت نے عورت کو اس کے جائز حقوق واپس دیدیے ہیں۔ تاہم بیوی اپنے خاوند کے لئے صحیح معنوں میں ایک گولی کی طرح ہے۔ اور قانونی حقوق کے لحاظ سے بھی وہ اس گروہ پر جن کو عام طور لوگ غلام (بردہ) کہتے ہیں کچھ فوقیت نہیں رکھتی ...... وہ کوئی کام خواہ کسی

قسم کا ہو خاوند کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی۔ وہ کوئی مال حاصل نہیں کر سکتی مگر اپنے
خاوند کے لیئے۔ جونہی کوئی مال اُس کے ہاتھ میں آتا ہے خواہ وراثت کے ذریعہ سے ہی
کیوں نہ ہو اُسی وقت وہ مال اُس کے خاوند کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس
لحاظ سے عورت کی حیثیت انگلستان کے رُو سے بہت سے ممالک کے قانون کے
مطابق غلاموں کی حیثیت سے بھی بدتر ہے۔ مثلاً رومی قانون کے ماتحت ایک غلام (بردہ)
بھی کچھ مال جمع کر سکتا تھا جس کا وہ خود مالک ہوتا تھا اور اُس میں اُس کے آقا کا کچھ
دخل و تصرف نہ ہوتا تھا ایسے جمع کیئے ہوئے مال کا نام پے کیولیم peculium
ہوتا تھا۔ مگر انگلستان کے قانون کے ماتحت عورت کو اسقدر بھی حق حاصل نہیں
جتنا کہ رومی قانون کے ماتحت ایک غلام کو حاصل تھا"

عورتوں کے بارے میں یسوع مسیح کے نمونہ اور تعلیم کا جو اناجیل میں مذکور ہے
بیان کرنے کے بعد اب مَیں بتوفیق ایزدی دکھاتا ہوں کہ اس بارہ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کا عملدرآمد کیا ہے ؂

نمونہ کی ضرورت

کہتے ہیں عملی نمونہ پند و نصیحت سے کہیں بڑھکر ہے اس میں شک نہیں کہ
کیرکٹر (چال چلن) بنانے میں جو عملی نمونہ کام دیتا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔
فطرتاً انسان دوسرے کے نمونہ کی نقل اُتارتا ہے جو دیکھتا ہے وہی کرنے لگ جاتا
ہے۔ اس لیئے جیسی اس کی صحبت ہوگی ویسا ہی اس کا چال چلن ہوگا۔ پس نمونہ
ہی وہ سانچہ ہے جس میں انسانی کیرکٹر ڈھالا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت
حد تک انسان آزاد اور خود مختار ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بہت حد تک
اپنی مرضی کا مالک ہے۔ اور مجبور نہیں کہ کٹھ پتلی کی طرح جس طرح چاہا اُس سے کرالیا لیکن
یہ بھی صحیح امر ہے کہ وہ اپنے گرد و نواح اور آس پاس کے حالات کے سامنے ایک حد تک
بے بس بھی ہے۔ خواہ کیسا ہی ضدی اور اپنی ہٹ پر اَڑا رہنے والا کیوں نہ ہو آخر
جس صحبت میں رہتا ہے وہ اپنا اثر کیئے بغیر نہیں چھوڑتی اُس کو آخر سوسائٹی کے

پُر قوت اثرات کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ بچپن وہ زمانہ ہے جبکہ فطرت انسانی اپنی اصلی شکل میں نظر آتی ہے اور اس میں ذرا بھی تصنع کا رنگ و آمیزش نہیں ہوتی۔ اسلیئے جو شخص انسانی فطرت کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اس کے لیئے بچپن سے کوئی بہتر نمونہ نہیں مل سکتا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن اور لڑکپن ہی وہ زمانہ ہے جبکہ نقل اُتارنے کی عادت انسان میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے بچہ جو دیکھتا ہے وہی کرتا ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں بچہ ایک نقل مجسم ہوتا ہے۔ یہی بچہ آخر بڑا ہو کر انسان بنتا ہے گویا بچپن شباب کا باپ ہے۔ انسان جب بڑا ہوتا ہے تو انہیں بچے کے ہی عادات اور خصائل ایک حد تک توسیع یافتہ ہوتے ہیں مگر ہوتے وہی ہیں۔ تمام وہ باتیں جو بچے میں ایک نامکمل شکل میں موجود تھیں بڑے انسان میں حالت تکمیل میں دیکھی جاتی ہیں۔ اگر بچہ دوسروں کو دیکھ کر نقل اُتارتا ہے تو بڑا ہوا انسان بدرجہ اولیٰ ایسا کرتا ہے۔ اس لیئے عملی نمونہ کریکٹر بنانے میں ایک بے مثل ذریعہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صرف الفاظ میں عمل کے بغیر بھی ایک خوبی ہوتی ہے مگر جہاں بُرائی کی گردن توڑنے اور چال چلن کے درست کرنے میں عملی نمونہ کام میں آتا ہے وہاں محض الفاظ کیسے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں وہ کام نہیں دیتے۔ اسلیئے اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرو۔ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ قرآن شریف فرماتا ہے کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یہاں زن و مرد سب کو حکم ہے کہ صالحین کی صحبت اختیار کریں۔ اس لیئے صاف پتہ لگ گیا کہ عملی نمونہ کا ہونا تقاضائے فطرت انسانی میں داخل ہے اور اس تقاضائے فطرت کے پورا کرنے کیلیئے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ایسے بندے مبعوث کرتا رہتا ہے جو ہر بھولے بھٹکے کیلیئے اندھیری رات کا چراغ ہوتے ہیں اور بنی نوع انسان کے لیئے ایک کامل نمونہ بنتے ہیں۔ بہت سے انبیاء پیدا کرنے کے بعد آخر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور فطرت انسانی کے لیئے آنحضرت صلعم کو انسانیت کے کمال تک پہنچا کر لوگوں کے لیئے ایک اُسوہ حسنہ مقرر کیا۔ زندگی کی پرورش میں اور چال چلن

کے ہر پہلو میں آپ نے وہ وہ کمالات دکھائے۔ کہ بس آپ ہی دنیا کے لیے رہبر ٹھہرے اور جب تک دنیا قائم ہے آپ کا اسوہ حسنہ ہر اس شخص کے لیئے جو شاہراہ صدق پر قدم مارنا چاہتا ہے ایک بے نظیر نمونہ ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے عیسائی تعصب نے لاکھ لاکھ کوشش اور بہت سر مارا پر وہ آپ کی ذات ستودہ صفات میں ایک ذرا سا بھی نقص نہ دکھا سکے اور آپکی بے عیب اور بے لوث زندگی نے آخر آپکے کئی دشمنوں کے منہ سے بھی تعریفی کلمات ہی نکلوائے۔ آپکی پاک زندگی کی مثال ایسی واضح اور بدیہی ہے کہ جیسے اصول متعارفہ اور موضوعہ مسلم ہیں۔

عورتوں کے متعلق آپ کی تعلیم

یہاں تک پہنچ ثابت کیا ہے کہ کریکٹر بنانے کے لیئے علمی نمونہ کا ہونا کیسا ضروری اور لابدی امر ہے اور یہ بھی پہنچ بیان کیا ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور روحانیت کا عملی نمونہ سوائے ایک مقدس انسان کے اور کسی میں نہیں پایا جاتا اب مَیں چاہتا ہوں کہ پڑھنے والے کی توجہ اس بات کی طرف پھیروں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقربا خصوصاً عورتوں سے کیا سلوک تھا۔

جس طرح کہ قرآن شریف کے باقی احکام کے لیئے عملی نمونہ آپکی ذات بابرکات میں ملتا ہے ویسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک آپکی ازواج مطہرات سے قرآن شریف کے احکام متعلقہ ازواج کا ایک عملی نمونہ ہے۔ قرآن شریف کے رُو سے عورتوں کی حیثیت کیا ہے اسپر ہم بحث کر آئے ہیں اسوقت ہم نظر عمیق سے آپکے عملی نمونہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ آسانی کی خاطر مَیں اس مضمون کے دو حصے کرتا ہوں۔

اوّل۔ عورتوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کیا ہیں۔

دوم۔ ازواج مطہرات اور دیگر اقارب کے ساتھ آپ کا عملی سلوک کیا تھا۔

آپکے نصائح عورتوں کے متعلق اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے اس جگہ مَیں سرسری طور سے اس کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں اس لیئے بطور نمونہ چند اقوال پیش کرتا ہوں۔ بیہقی حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی

جب انسان بیاہ کرتا ہے تو وہ اپنا نصف دین پورا کر لیتا ہے۔ اس لیئے لازم ہے کہ خدا سے ڈر کر دوسرے حصہ کو بھی پورا کرے۔

سچ ہے کہ جورو کے بغیر انسان ایک ایسے چھکڑے کی طرح ہے جس کا صرف ایک ہی پہیہ ہو۔ حالت تجرد میں اس کا عملی نمونہ بالکل اندھیرے میں ہوتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بیاہ کے بعد انسان کے احساس اور طرز زندگی میں کیسی پاکیزگی کی روح چل اُٹھتی ہے۔ انسان فطرۃً مجلس پسند ہے۔ اکیلا رہنا اُسے ناگوار ہے۔ اس لیئے اس کی زوجہ جو اس کی ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوتی ہے اور جس کے ساتھ وہ محبت کے گہرے رشتوں سے مربوط ہوتا ہے۔ وہ اس کی اس فطرتی خواہش اور تقاضا کو پورا کرتی ہے۔ اگر بیاہ کا سلسلہ نہ ہوتا تو کم سے کم انسانی فطرت کا یہ پہلو ضرور نامکمل رہ جاتا۔ پھر میاں بی بی ہر دو ایک دوسرے کو گناہ سے بچانیکے لیئے ایک بڑا عمدہ ہتھیار ہیں۔ فطرۃً وہ ایک دوسرے کی صحبت کے خواہش مند ہیں اور اس سے حظ اُٹھاتے ہیں۔ یہ باہمی کشش بڑی بڑی بُرائیوں کا باعث ہو جاتی اگر خدائے علیم و حکیم کمال حکمت سے اس کے لیئے ایک جائز راہ نہ پیدا کر دیتا۔ اسطرح بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کس طرح دین کا منشاء بیاہ کے ذریعہ پورا ہو جاتا ہے۔ چال چلن کی پاکیزگی اور تزکیہ نفس کے لیئے بیاہ جس قدر مفید ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ انجام کار یہی نکاح آخر وصال خداوندی کا ذریعہ بن کر دین کی روح و رواں بن جاتا ہے۔ کیونکہ دین کا خلاصہ یا لب لباب سوائے اس کے نہیں کہ وصال خداوندی حاصل ہو۔ اسطرح جو شخص شادی کرتا ہے گویا وہ برائی کا ایک دروازہ ہمیشہ کے لیئے بند کر دیتا ہے اور نیکی کی راہ کھول لیتا ہے پس یہ سچ ہے کہ بیاہ نصف دین اور ایمان ہوتا ہے۔ جب آپ نے بیاہ کو اتنا ضروری اور عظیم الشان قرار دیا تو آپ نے پھر ایسے ایسے احکام بھی تعلیم فرمائے کہ جس سے ہر دو زن و شوہر احسن طور سے رہ سکیں اور ان کا جوڑا ایک دوسرے کے لیئے خوشی طمانیت سکینت اور راحت کا موجب ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی تم سے بہتر وہی ہے

جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہے اور میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ میرا سلوک اپنی بیویوں سے تم سب سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ) کس زور اور خوبی سے آپ نے زور دیا ہے کہ اس رشتہ بیاہ کو کیسا مضبوط بنانا چاہیئے اور بی بیوں سے نیک سلوک کرنے کی کیسی تاکید فرمائی ہے۔ بھلا اس سے زیادہ تاکید کیا ہو سکتی ہے کہ فرمایا کہ تم میں خدائے تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ نیک وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا ہے۔ کیا ایسی مبارک تعلیم عورتوں کے حق میں کسی اور کتاب میں پائی جاتی ہے؟ کیا کسی اور ہادی نے عورت کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بارہ میں ایسے زور سے تاکید کی ہے جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے۔ بیوی کے حقوق کے متعلق حکیم ابن معاویہ کے باپ نے آپ سے دریافت کیا آپ نے جواب دیا ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت - یعنی جو آپ کھاؤ سو اُسے کھلاؤ۔ جب تم نئے کپڑے پہنو تو اس کے لیئے بھی ویسے ہی بنواؤ۔ کبھی اُسے مُنہ پر نہ مارو اور اُسے کوئی بُرا کلمہ نہ کہو اور اس سے کبھی جُدا نہ ہو - ہاں گھر کے اندر۔ (ابن ماجہ) اس طرح زن و شوہر کو دنیاوی معاملات اور خانگی امور میں ایکدوسرے کا شریک ٹھہرا دیا۔ یہ نہیں کیا کہ عورت کو کہدیا کہ بس خاوند یا تمام خاندان کا بچا کھچا کھاؤ اور پہنو اور خاوند کی جوتی بن کر رہو۔ کھانے پینے اور گھر کے دیگر معاملات میں اُس کو مرد کے ساتھ مساوات دی گئی ہے۔ شوہر کا کوئی حق نہیں۔ کہ اس سے بُرا سلوک کرے یا اس سے تُرش روئی سے پیش آئے۔ برخلاف اس کے وہ حق کے طور پر خاوند کے کھانے اور پہننے میں حصہ لے سکتی ہے۔ شوہر کو حکم ہے کہ اپنی بیوی سے کبھی علیحدگی اختیار نہ کرے سوائے خاص حالتوں کے مگر وہاں بھی علیحدگی گھر کی چار دیواری کے اندر تک ہی محدود ہونی چاہیئے۔ کھانا ایک پہننا ایک۔ مرد کو تنبیہ کی گئی ہے کہ عورت کی جسمانی کمزوری اور ماتحت طرز زندگی سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے۔ بعض دفعہ رنجش کے دُور کرنے کے لیئے یا کسی نقص کے رفع کرنے کے لیئے علیحدگی ضروری سمجھی گئی ہے۔ اس لیئے اگر کبھی ضرورت پڑے

تو کچھ وقت کیلئے علیحدگی کی اجازت ہے بشرطیکہ علیحدگی گھر کی چار دیواری کے اندر محدود رہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ علیحدگی دشمنی کا موجب ہو جاوے۔ کیونکہ پاس رہ کر علیحدگی اختیار کرنیکے بعد بعض اوقات محبت کا رشتہ اور بھی مضبوط ہوتا ہے۔ شاعر بھی بعض اوقات انسانی فطرت کا صحیح خاکہ کھینچتے ہیں۔ ولایت کا ایک مشہور شاعر ٹے نی سن کہتا ہے "وہ بڑی ہی بابرکت ہے وہ جدائی جو رشتہ محبت کو پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیتی ہے جبکہ ہم اپنے جھگڑوں سے لڑکر پھر محبت بھرے آنسوؤں سے ایک دوسرے کے گلے لگتے ہیں" یہ بڑے ہی سچے الفاظ ہیں کیونکہ تھوڑے سے وقفہ کی روک ازدیاد محبت کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس پر زیادہ بحث کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اور کوئی دانا اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاہ کے انتہائی مراتب بیان کرنیکے بعد یہ نہیں کیا کہ اس کو یہیں چھوڑ دیا بلکہ آپنے وہ قوانین بھی بتلائے ہیں جن پر عملدرآمد کرنے سے زندگی خوشی کا موجب بن سکتی ہے۔ آپکی تعلیم کے مطابق صلح اور آشتی اور باہمی اُلفت اور محبت اس جوڑے کا رہنا ہونا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائھم

جتنا انسان اپنی بیوی پر شفقت اور خلق کا اظہار کرتا ہے اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوتا ہے (ترمذی) اس طرح ایمان کی تکمیل آپنے بیوی کے لیئے رحیم ہونے کے ساتھ مشروط کر دی۔ اس حدیث کی خوبی اور اس حکم کی پوری حقیقت سے صرف مسلمان ہی واقف ہو سکتا ہے۔ مسلمان مجسم دین ہے۔ ایمان اس کی غرض ہے تکمیل ایمان ہو جائے بس تکمیل اخلاق اور روح خود بخود ساتھ ہو گئی۔ ایمان اور عمل لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان گویا چشمہ ہے جس سے عمل صادر ہوتے ہیں یا پوچھو تو اعمال اصل میں ایمان کی ظاہری تصویر ہے۔ چونکہ ہر مسلمان کے اعمال خدائی احکام کے ماتحت ہوتے ہیں اس لیئے یہ قدرتی امر ہے کہ جس قسم کا اس شخص کا ایمان ہوگا اور جس قسم کی قوت

ایمان سے حاصل ہوگی اُسی قسم کے اعمال اس شخص سے صادر ہونگے۔ اسواسطے کسی شخص کے اعمال کا اندازہ لگانے کے لیئے پہلا ضروری امر یہ ہے کہ اس کے ایمان کا اندازہ لگایا جاوے۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ ایک مسلمان کی پہلی اور اصل غرض ایمان ہی ہے تو اُس میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص کی ایمانی حالت کا اندازہ کرنا ہو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کا اپنی زوجہ سے کیسا سلوک ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تکمیل ایمان کا نشان یہ ہے کہ انسان کا سلوک اس کی بیوی سے بدرجہ احسن ہو۔ پس تکمیل ایمان اور حسن سلوک کی ایک نسبت ٹھہر گئی ہے۔ ایمان کی زیادتی حسن سلوک کا موجب اور حسن سلوک ازدیاد ایمان کی علامت ٹھہری ؛

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ آپ کا آخری وعظ اسی مضمون پر مشتمل تھا۔ عرفات میں آپ نے کھڑے ہوکر تمام لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "اے لوگو سنو! مَیں نہیں جانتا کہ آیا دوسرے سال مَیں زندہ بھی ہونگا۔ آج کے دن سے اُس دن تک جب تم خدا کے حضور پیش ہوگے حرام ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو قتل کرے یا اس کا مال لیلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہیں اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔ لوگو! کچھ حقوق تمہارے عورتوں کے ذمے ہیں اور کچھ حقوق انکے تمہارے ذمے ہیں .... اپنی بیویوں سے رحم سے پیش آؤ۔ تم نے خدا کو حاضر ناظر جانکر ان سے شادی کی ہے اور خدائے تعالیٰ کے احکام کے بموجب وہ تم پر حلال کی گئی ہیں۔ پس تم نے ان کو خدائے تعالیٰ کی ذمہ واری پر اپنی حفاظت میں لیا ہے۔" ناظرین کے لیئے یہ غور کا مقام ہے۔ آپ اس آخری وصیت میں بھی عورتوں کے حقوق بیان کرنے سے نہیں چوکے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کو عورتوں کا کس قدر خیال تھا آپنے یاد دلایا کہ جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں ویسے ان کے حقوق تم پر بھی ہیں۔ پھر ایسی طرز سے جو صرف آپکے ساتھ مخصوص تھی آپنے ان لوگوں کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا۔

اور ان کو حکم دیا کہ عورتوں کے ساتھ رحم سے پیش آؤ۔ صرف تقوی اللہ کو مدّنظر رکھ کر اس سے آپ کا حکم اور بھی مستحکم اور واجب التعمیل ہوگیا۔ نبی کریم صلعم کو ہمیشہ عورت کی بہتری مدّنظر رہتی تھی۔ اور آخری وصیت میں بھی عورت کی بہتری کا خیال آپ سے جدا نہ رہ سکا۔ آپکے اصل مبارک الفاظ یہ تھے فا تقوا اللہ فی النساء فانکم اخذ تموھن بامان اللہ و استحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ۔ حضرت انس رض راوی ہیں۔ المرءۃ اذا صلت خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا واطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ شاءت جو عورت اپنی نمازوں کو قائم رکھتی ہے اور رمضان کے روزے رکھتی ہے۔ اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے وہ بہشت میں داخل ہوگی جس دروازے سے وہ چاہے" جنت صرف مردوں کے لئے وقف نہیں۔ عورت کا بھی پورا حصہ ہے اگر وہ ایماندار پاکدامن اور عفیف ہو تو جس دروازے سے چاہے وہ بہشت میں داخل ہو۔ یہاں تک میں نے جو بیان کیا ہے وہ عورت کے متعلق بحیثیت زوجہ ہونیکے ہے اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ عام طور سے عورت کی ذات کے متعلق اس محسن بنی نوع انسان نے کیا تعلیم دی ہے۔ اور اس کی کیا حیثیت رکھی ہے۔ سراقہ بن مالک راوی ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کیا میں تمھیں بتلاؤں کہ اس سے بہتر اور کوئی خیرات نہیں ہو سکتی کہ تو اپنی لڑکی کی مدد اور خبرگیری کرے جبکہ وہ تیرے پاس آئی ہو اور سوائے تیرے اس دنیا میں اس کا کوئی مددگار نہ ہو" (ابن ماجہ) کیا ہی عمدہ طور سے آپنے اس بات کی تشریح کی ہے کہ والدین کو اپنی لڑکی سے کس طرح محبت کرنی چاہیئے۔ سب سے عمدہ سخاوت اور نیکی کا سلوک وہ ہے جو اس بیٹی سے کیا جاوے جس کا خاوند مرگیا ہو یا وہ کسی اور صورت سے قابل امداد ہوگئی ہو۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف روپے سے مدد کی جاوے۔ یہ اسلام کا منشاء نہیں صدقہ اسلام میں ایک وسیع لفظ ہے۔ اس میں وہ تمام قسم کی

مدد اور محبت کا برتاؤ اور سب قسم کا نیکی کا سلوک شامل ہے۔ اس میں تمام شفقت کے
الفاظ۔ مہربانی کی گفتگو۔ پدرانہ سلوک اور اس قسم کی تمام باتیں شامل ہیں پس کسی قسم
کا سلوک باقی نہیں رہتا جو لڑکی سے نہ کیا جاوے ؛

ماں کے ساتھ سلوک کرنے کے بارے میں جو آپ کا حکم ہے وہ اس سے
کسی طرح کم نہیں۔ والدہ کے حقوق کو کس خوبی کے ساتھ آنحضرت صلعم نے ایک ہی
فقرے میں جمع کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ الجنۃ تحت اقدام امھاتکم۔
جنت تمھاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ کیا ہی نیکی سکھانے کی یہ کان ہے
کیسی عزت اور محبت بھرا ادب ان الفاظ میں بھرا ہوا ہے۔ جتنا کوئی زیادہ خدمتگذار
وفادار اور با ادب اپنی والدہ کے حق میں ہوگا اتنا ہی وہ جنت کے نزدیک ہوگا۔
اس لیئے ہمیں اپنی والداؤں سے بڑی ہی عزت اور کمال ادب سے اور بڑی گہری
محبت اور اعلیٰ درجہ کی مہر اور الفت سے پیش آنا چاہیئے۔ الجنہ تحت اقدام
امھاتکم۔ ایک تمثیل اور استعارہ ہے جو کوئی جنت میں داخل ہونا چاہتا ہو
چاہیئے کہ وہ اپنی والدہ کا احترام کرے یا برخلاف اس کے اگر کوئی شخص اپنی والدہ
کی طرف سے کسی قسم کی لاپروائی کرتا ہے تو خوف ہے کہ جنت کا دروازہ اس کے
برخلاف بند نہ کیا جاوے (رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا) اس سے کوئی
یہ نہ سمجھ لے کہ بس والدہ سے ہی محبت کرنا اور عمدہ سلوک کرنا کافی ہے کہ وہ سیدھا
جنت میں پہنچ جائیگا۔ اور کسی نیک عمل کی اُسے ضرورت نہیں۔ جو لوگ خدا سے ڈرتے
ہیں اور اپنے والدین کی خبر گیری صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم
ہے اور کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے نہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ہر طرح سے متقی کہلانے
کے مستحق ہیں اور وہی ہیں جو فائز اور بامراد ہو جائیں گے۔ جب ایک شخص محض
تقوی اللہ کی وجہ سے ماں کی عزت کرے گا تو وہ دوسری حالتوں میں کیونکر تقوی کو
چھوڑ سکتا ہے۔ پس جب تقوی اللہ انسان کے قویٰ پر اسقدر قابو پا جاتا ہے تو اسوقت
بدی کالعدم کی طرح ہو جاتی ہے اس لیئے صرف نیک لوگ ہی اپنے والدین کی خدمت

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے کرتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلعم کا عورتوں کے لیئے عام طور سے لوگوں کو نصیحت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو انکی کیسی ہمدردی مدِ نظر تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"عورت اور یتیم کے بارے میں خدائے تعالیٰ سے ڈرو"۔ آپ محض ہمارے جذبات کی طرف اپیل نہیں کرتے آپ ہماری قوتِ واہمہ یا محبت کی خواہش کو دنیاوی آدمی کی طرح ابھارنا نہیں چاہتے۔ یتیموں اور عورتوں کے بارے میں آپ اللہ تعالےٰ کی طرف ہماری توجہ کو لگاتے ہیں کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کمزور مخلوق کے ساتھ رحم سے پیش آو اور اُن کے حقوق تلف نہ کرو۔ کیونکہ خدا ان کا نگران حال ہے۔ انسان ضعیف ہے۔ بعض دفعہ وہ اپنے جذبات کی پیروی کرتا جو اس کو چاہ ضلالت میں گرا دیتے ہیں۔ خدا کا خوف نہ ہونیکی صورت میں وہ خود غرضی کا شکار ہو سکتا ہے اور اس صورت میں وہ ضمیر کی آواز اور ہمدردی کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت اور یتیم کے معاملہ میں آپ خدائے تعالیٰ کا خوف یاد دلاتے ہیں۔ تمام اخلاق کی جڑھ خوف خدا ہے۔ نیکی کو نیکی کی خاطر کرنا ایک محض موہوم امر ہے۔ جہاں خود غرضی کا دور دورہ ہو وہاں حسن اخلاق اور صلاحیت نفس کی کوئی امید نہیں۔ اور خود غرضی ایک چیز ہے جو انسان میں اکثر غالب رہتی ہے۔ اس خود غرضی کی اصلاح صرف خوفِ خدا سے اور کچھ نہیں۔ ورنہ اس مادی دنیا میں ہر چیز خود غرضی کے بڑھانے اور دوسروں کی پروا نہ کرنے میں ہی مدد دیتی ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک فصیح اللسان انسان کی طرح انسانی ہمدردی کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے تو آپکے الفاظ چنداں مؤثر نہ ہوتے۔ فصیح اللسان انسان بڑے زور شور سے عمدہ الفاظ میں ایک چیز کی خوبیوں کو بیان کرتا ہے۔ مگر اُس کی تقریر کا اثر صرف آنی ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی حکمت اور کامل دانائی عطا فرمائی تھی اس لیئے انسانی نبض کو آپ تاڑ گئے اور تشخیص مرض کے بعد آپنے وہ نسخہ تجویز فرمایا جو موزون اور مناسب تھا۔ اور

جس سے شفا کی اُمید ہو سکتی تھی۔ ہمارے احساس اور جذبات اگرچہ محرک تو ضرور ہیں اور وہ ہمیں کام کرنے کی کم و بیش تحریک بھی ضرور کر دیتے ہیں مگر ان کا اثر ایسا نہیں ہوتا کہ ہم مجبور ہو کر وہ کام ضرور کر ہی دیں۔ بعض دفعہ خود غرضی حائل ہو جاتی ہے اور تمام جذبات کو کافور کر دیتی ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے جذبات اور احساسوں کی پیروی کرتے ہیں کم ایسا واقع ہوتا ہے کہ وہ منزل مقصود کو پہنچ جاویں بلکہ وہ اکثر راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ ان کی خودی اور اس کے ساتھ خود غرضی جاتی رہتی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اپنی خواہشات کے تابع نہیں رہتے۔ وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس خدائے تعالیٰ کا حکم انکے لئے کافی ہے۔ وہی ان کا عملدرآمد ہے۔ خدا کی محبت اور خوف یہی دو چیزیں ان کے دل پر کامل استیلا پا جاتی ہیں۔ جب ایک دفعہ انسان کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ خدا ہے اور اس نے ایک کامل شریعت انسانوں کے عمل کے لئے نازل فرمائی ہے اس کے بعد اس سے گناہ سرزد ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس امر کی تاکید فرمائی کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے تو آپ نے خدا کی ذات کو درمیان میں ڈالا اور انسانی خواہش کا اس میں دخل نہ رکھا۔

تعدد ازدواج

یہاں تک تو مَیں نے آنحضرت صلعم کے اقوال کا ذکر کیا ہے اب مَیں آپ کے عملی نمونہ کو لیتا ہوں جو بطور اُسوہ حسنہ آپ ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ اس میں پہلی بات جو ہمیں نظر آتی ہے وہ تعدد ازدواج ہے۔ اسلام کے بڑے بڑے نکتہ چین تعدد ازدواج کے مسئلہ کو اسلام کی ایک بڑی کمزوری خیال کرتے ہیں۔ اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے اس کو ایک بڑا ہتھیار سمجھتے ہیں۔ ذاتی طور پر مَیں محض نکتہ چینی میں کوئی ہرج نہیں دیکھتا بشرطیکہ تلاش حق اور صدق دل سے ہو۔ لیکن آجکل کی نکتہ چینی میں جو سب سے بڑا عیب ہے

وہ یہ ہے کہ یہ اظہار حقیقت کے لیئے نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر غلط واقعات سے نتیجہ نکالنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ خصوصاً یورپ میں اس قسم کی فریب دہ نکتہ چینی انکشاف حق کے بہت برخلاف پڑی ہے۔ اسلام کی حقارت کے لیئے کھود کھود کر الفاظ نکالے گئے ہیں اور جان بوجھکر بے حرمتی اور ہتک آمیز الفاظ استعمال کیئے جاتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ اس خس و خاشاک کو منطق کا لباس اور فصاحت و بلاغت کا جامہ پہنایا جاتا اور دنیا کے سامنے اسلام کو ایک بڑی بھیانک شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس بگڑی ہوئی تصویر کے مصور یسوع مسیح کے پیرو پادری صاحبان ہیں۔ اسلام کا اصل چہرہ۔ اس کی سچی فلاسفی اور صحیح منطق آجتک یورپ کے سامنے پیش نہیں کی گئی۔ اب وقت ہے کہ مسیحی یورپ جو آجکل دنیا میں سب سے زیادہ تہذیب کا مدعی ہے وہ اپنی تمام قوتیں اس سچے مذہب کی تحقیقات میں صرف کرے جو آجتک پادریوں کی مہربانی سے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا ہے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ عیب چینی کی طرف بڑی توجہ لگائی جاتی ہے لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون سے اصول ہیں جن پر اسلام نے مسائل کی بنا رکھی ہے۔ مسیحی پادریوں کی دھوکہ دہی۔ اور ابلہ فریبی نے بہتوں کو راہ راست سے دور پھینکا ہوا ہے۔ انکا صرف اتنا کام ہے کہ وہ مقدس اسلام پر اعتراض پر اعتراض کرتے چلے جائیں لیکن جھوٹ اور سچ کی کوئی تمیز نہ ہو۔ اور سب سے زیادہ قابل رحم امر یہ ہے کہ مسیحی دنیا اپنی دنیاوی ترقی کے خیال میں اس قدر محو ہے کہ وہ اتنی فرصت بھی نہیں نکال سکتے کہ وہ پادریوں کی مدد کے بغیر بھی اپنے طور پر تحقیقات کرنے پر کمر باندھیں۔

اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بعض حالتوں میں نکاح ثانی کے بغیر چارہ نہیں۔ انسان میں قوائے شہوانی کا غیر معمولی طور پر زیادہ ہونا۔ بعض بیماریوں کی وجہ سے پہلی جورو کا بیکار ہو جانا۔ بچوں کا پیدا نہ ہونا غرض نکاح کے ... پورا کرنے کے قابل نہ رہنا۔ نرینہ اولاد کا نہ ہونا۔ بیکس بیواؤں کی ہمدردی اور یتیموں سے سلوک۔ اور اس طرح کی بہت سی ایسی حالتیں ہوتی ہیں جہاں لازماً

نکاح ثانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہی باتیں ہیں جو تعدد ازدواج کی ضرورت کی بڑی مضبوط دلیل ہیں۔ ایک چیز کا اچھا یا بُرا ہونا اُس کے نتیجہ سے ظاہر ہو جاتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شراب خواری۔ جوا۔ زنا اور دوسرے جتنے جرائم ہیں وہ بُرے ہیں کیونکہ ان سے بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں اور انسان کے امن میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ اگر اس رنگ سے تعدد ازدواج کو دیکھا جائے تو پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ بُرائی کا بالکل برعکس ہے یا بالفاظ دیگر یہ بُرائی کی جڑھ کاٹنے والا ہے۔ اوّل تو اس کی اجازت اس لیئے دی گئی ہے کہ اس سے زنا کی بدکاری رُک جائے۔ اگر یہ نہ کیا جاتا تو بدکاری کا چشمہ پھوٹ بہتا جس کا مشاہدہ خود یورپ کر رہا ہے۔ جس امر کی بنا ایسی پاکیزہ ہو اور جس کے لیئے یہ نیت ہو۔ تو وہ عین برکت اور رحمت ہے۔ عام طور سے اگر مسلمان ممالک کی طرف نگاہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج کی وجہ سے نسبتہً مسلمانوں کے اخلاق اطوار اور عادات کیسے پاک رہے ہیں اور مرد و عورت کے ناجائز تعلقات سے جو جرائم پیدا ہو سکتے ہیں انکی اس نے کیسی جڑھ کاٹی ہے۔ اسلامی ممالک کا یورپ سے اگر اس رنگ میں مقابلہ کیا جائے تو بیّن طور سے دیکھا جائیگا۔ کہ اس قسم کے جرائم کی کثرت کس جگہ ہے اور قلت کہاں ہے۔ اسلامی ممالک مسیحی ممالک کے مقابل میں اس قسم کے جرائم سے نسبتہً پاک ہیں جس چیز کی بنا ایسی عمدہ ہو اور جس کے نتائج ایسے پاکیزہ ہوں۔ وہ کیسی اعلیٰ اور ارفع اور پاکیزہ چیز ہونی چاہیئے۔ ہمیں نہیں سمجھ سکتے کہ مسیحی لوگ تعدد ازدواج کے اس قدر کیوں دشمن ہیں جبکہ اُن کے مسلّمہ انبیاء کا خود نمونہ موجود ہے۔ جب تعدد ازدواج پر عمل کرنے سے انکے تقدس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ آج فرق آ جائیگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے معترضین کا مقولہ ہے کہ پہلے عمدہ چیز کو گندہ مشہور کرو اور پھر اس کے برباد کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ جب وہ ایک دفعہ دنیا کو یہ کہدیں کہ فلاں چیز بُری ہے بس پھر کیا ہے۔ دھواں دھار تقریروں سے گالی گلوچ سے اور طعن و تشنیع

سے دنیا کو اس کے برخلاف اکساتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر اسلامی ممالک کے باشندے ان تعلیموں کے متعلق جو واقعی عمدہ اور قابل تعریف ہوتی ہیں عمدگی کا خیال بھی دل میں لانا گوارا نہیں کر سکتے۔ ضرورت کے وقت اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ مگر اس پر قیود اور شرائط لگا دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء۔۱) نکاح کرو اُن عورتوں سے جو تم کو بھلی لگیں۔ دو دو۔ تین تین۔ چار چار۔ لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک پر ہی اکتفا کرو۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ۔ اگر تم چاہو بھی تم اپنی بیویوں کے درمیان پورا عدل نہیں قائم رکھ سکو گے پس چاہیئے کہ بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری لٹکی ہوئی معلوم ہو۔ کیسی دانائی کے بھرے ہوئے الفاظ ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ہمارے دل کا تعلق سب کے ساتھ یکساں ہو۔ فطرۃً جو سب سے زیادہ خوبصورت یا اچھے اخلاق اور زیادہ خوبی والی ہو گی۔ انسان کا دل اسی کی طرف طبعاً مائل ہو گا۔ انسان کے اختیار میں نہیں کہ وہ طبعی خواہش کو دُور کر سکے۔ پس چاہیئے کہ ظاہری سلوک کرنے میں وہ کوئی تفریق اور تمیز نہ کرے اور اگر ایسا کر سکے تو پھر کوئی ڈر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل اور انصاف پر زیادہ زور دیا ہے یہ کہنا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے ایک بے ہودہ امر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اور نبیوں کے نمونے ہمارے سامنے ہیں۔ بانی اسلام صلعم نے اپنے بے نظیر نمونہ سے ثابت کر دیا ہے کہ عورتوں سے برابر کا سلوک کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہاں خوفِ خدا ضروری امر ہے۔ اگر تقویٰ اللہ مدّ نظر ہے تو کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے ✧ اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

اگر خوفِ خدا مدّ نظر ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ بتلاتا ہے۔ تو پھر معاشرت اور تعلقات زن و شوہری اور باہمی سلوک میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ ہاں انسان عیاش ہو تو پھر عیاشی کی جہاں اور بہت سی راہیں ہیں ایک یہ بھی ہے وہاں تو ایک بیوی کی بھی ضرورت

نہیں۔ قرآن شریف تو پہلی قسم کے لوگوں کے لیئے ہدایت پیش کرتا ہے جو خدا سے ڈرتے ہوں دوسری قسم کے لوگوں کو قرآن شریف سے کیا غرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ نے دکھا دیا ہے۔ کہ باوجود تعدد ازواج کے اگر انسان خوف خدا کو مدِ نظر رکھکر اپنی بیویوں سے بوجہ احسن پیش آئے تو انسان کی زندگی اُس سے زیادہ پاکیزہ اور باامن ہو سکتی ہے جیسی کسی ایک بیوی والے کی ہو سکتی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ان النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہٖ فیعدل یعنی نبی کریم صلعم باری باری اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور عدل کا برتاؤ کرتے تھے پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کانت عند الرجل امرءتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیٰمۃ و شقہ ساقط۔ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ انکے درمیان عدل نہ کرے۔ تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھے گا کہ اُس کا نصف بدن گرا ہوا یعنی مفلوج ہوگا۔" آپکا اپنا نمونہ اور عدل نہ کرنیوالے کے متعلق جو آپ کا انداز ہے وہ کافی گواہ ہیں۔ کہ آپ بیویوں میں عدل کرنا کیسا ضروری سمجھتے تھے۔ آپ اُن کو جنگوں میں بھی اپنے پاس سے علیحدہ نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کسی جنگ پر تشریف لے جاتے تو آپ بذریعہ قرعہ اندازی یہ فیصلہ کرتے کہ آپکے ساتھ اس دفعہ کونسی بیوی جائے گی۔ اس طرح آپنے ذرا سا موقع بھی نہ دیا کہ آپ پر کوئی یہ الزام لگا سکے کہ آپ نعوذ باللہ ایک کی دوسری سے بڑھکر رعایت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا۔ تو آپکے سیئے عائشہؓ کے گھر میں ٹھہرنا زیادہ آرام دہ ہو سکتا تھا مگر آپ اس کے گھر تشریف نہیں لے گئے۔ جبتک کہ آپکے آپکی دوسری ازواج نے اپنی پوری رضامندی اور خوشی سے اس امر کی اجازت نہ دیدی

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ریویو

سورہ فاتحہ کی تفسیر پنجابی نظم میں۔ مصنفہ مولوی محمد عبد اللہ صاحب کھرل۔ تفسیر شروع کرنیسے پہلے مصنف نے بہت سے اعتراضات کا پنجابی نظم میں جواب دیا ہے جو سلسلہ احمدیہ پر کیئے جاتے ہیں۔ اسکے بعد سورہ فاتحہ بمعہ ترجمہ لکھکر تفسیر نظم میں کی ہے۔ ۳۲ صفحے قیمت ۱ر سورۃ البقرہ کی تفسیر۔ اسمیں پہلے پارہ کی تفسیر

حضرت مریم صدیقہؑ کا دردِ زہ اور مسیحی مذہب کا بُطلان

حضرت مسیحؑ کی نسبت جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے فرزند تھے مسیحی صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا تھے اور ساتھ ہی خدا کے بیٹے بھی تھے اور اُنکے دنیا میں آنے کی غرض یہ تھی کہ وہ اس گناہ کی سزا سے انسانوں کو نجات دیں جو حوّا کی نافرمانی کی وجہ سے دنیا میں آیا۔ قرآن شریف نے مسیحی صاحبان کے اس باطل عقیدہ کو جس پر کُل مسیحی مذہب کی بنیاد ہے ایک ہی لفظ کے ساتھ جڑھ سے اُکھیڑ دیا ہے خدائے تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریمؑ کی پیدائش کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ‌ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا ۝ (مریم - ۲) پس حضرت مریمؑ حاملہ ہوگئی ساتھ اُسکے پس جا پڑی ساتھ اس کے مکان دور یعنی جنگل میں پس اُسکو دردِ زہ درخت خرما کے تنے کی طرف لے آیا اُس نے (شدت درد کی وجہ سے) کہا کاش کہ میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور ہوتی بھولی بھلائی۔

ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ حضرت مریمؑ کے دردِ زہ کی یہ کیفیت صرف بیان کی آرائش کے لیے ذکر کی گئی ہے اور اس سے بڑھکر اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ایسا نہیں۔ قرآن شریف کا کوئی لفظ بغیر حکمت کے بیان نہیں کیا گیا اس پاک کتاب میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں جو بلا ضرورت داخل کیا گیا ہو بلکہ اس کا لفظ لفظ اپنے اندر حکمت رکھتا اور فائدہ سے بھرا ہوا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ نے جو حضرت مریمؑ کے دردِ زہ کی شدت کا ذکر کیا ہے یہ بھی فضول طور پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس ذکر کے اندر ایک ایسا حربہ رکھا ہوا ہے جو مسیحی مذہب کے باطل عقیدہ کو پاش پاش کردیتا ہے۔ اِس امر کے واضح کرنیکے لیے کہ یہ آیت کریمہ مسیحی مذہب کی بیخکنی کے لیے کیسا زبردست ہتھیار ہے۔ میں ناظرین کی توجہ کتاب پیدائش باب ۳ کی طرف پھیرتا ہوں جہاں لکھا

ہے" اور عورت (حوّا) نے جوں دیکھا کہ وہ (ممنوع) درخت کھانے میں اچھا اور دیکھنے میں خوشنما اور عقل بخشنے میں خوب ہے اُس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے خصم کو بھی دیا اور اس نے کھایا..... تب خداوند خدا نے عورت سے کہا کہ تُو نے یہ کیا کیا۔ عورت بولی کہ سانپ نے مجھکو بہکایا تو مَیں نے کھایا۔.... اُس نے عورت سے کہا کہ مَیں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تو لڑکے جنے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا اور آدم سے کہا اسواسطے کہ تُو نے اپنی جورو کی بات سنی اور اُس درخت سے کھایا جس کی بابت مَیں نے تجھے حکم کیا کہ اس سے مت کھانا زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ تُو اپنی عمر بھر اُس سے کھائے گا اور وہ تیرے لیئے کانٹے اور اونٹکٹارے اُگاویگی اور تُو کھیت کی نبات کھائے گا۔ تُو اپنے مُنہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا۔"

ان درسوں میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حوّا کے گناہ کی وجہ سے دو قسم کی سزائیں حوّا اور آدم کو دی گئیں۔ عورت کے لیئے تو یہ سزا مقرر ہوئی کہ وہ دردِ زِہ سے بچے جنے گی اور مرد کے لیئے یہ سزا تجویز ہوئی کہ وہ مُنہ کے پسینے یعنی محنت کے ساتھ روٹی کمائیگا۔ اور یہ سزا صرف آدم اور حوّا تک ہی محدود نہ رہی بلکہ اُن کی اولاد بھی اُسی گناہ کی سزا میں شریک ہوگئی جو حوّا سے سرزد ہوا تھا۔ اس کی وجہ مسیحی صاحبان کے نزدیک یہ ہے کہ ہر ایک انسان جو اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ حوّا کا گناہ بطور ورثہ کے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مسیحیوں کی اصطلاح میں اس گناہ کا نام موروثی گناہ ہے جس سے کوئی انسان پاک نہیں۔ اسی واسطے اُن کا عقیدہ ہے کہ اگر ایک بچہ یسوع مسیح کا بپتسمہ لینے سے پہلے ہی وفات پا جائے تو وہ اس موروثی گناہ کی وجہ سے جہنم کی جلتی ہوئی آگ میں پھینکا جاویگا۔ ہاں اگر اُس کو موت سے پہلے بپتسمہ دیا جاوے تو وہ اس موروثی گناہ سے پاک ہو کر مریگا۔ اس لیئے وہ دوسرے بچوں کی طرح دوزخ کا نوالہ نہیں بنیگا بلکہ بہشت میں داخل ہوگا۔

مسیحیوں کے اعتقاد کے بموجب یسوع مسیح اس لیئے اس دنیا میں آیا کہ انسانوں کو

گناہ کی سزا سے بچائے۔ مگر اس کا یہ فضل صرف ایسے لوگوں کے لئے خاص ہے جو اس پر ایمان لاویں اور اس کو خدا کا بیٹا بلکہ خود خداوند خدا مان لیں۔ دوسرے لوگ اس فضل سے محروم کئے گئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا درحقیقت یسوع مسیح نے اپنے پیرووں کو گناہ کی سزا سے بچا لیا ہے۔ کیا مسیحی صاحبان اپنے اس دعوی کی تائید میں کوئی قطعی اور یقینی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ اگر کوئی مسیحی جو یسوع مسیح کو خداوند خدا کا بیٹا تسلیم کرتا ہے اتفاق سے چوری یا زنا کا ارتکاب کرے تو کیا وہ سزا سے بچ جائیگا۔ کیا مسیحی سلطنتیں ایسے لوگوں کو جیلخانوں میں بند کر کے سزا کا مزہ نہیں چکھاتیں؟ کیا خود کلیسیا کے افسر اپنے ایسے ماتحتوں کو جو یسوع مسیح کے خون پر ایمان لا کر کسی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں سزا نہیں دیتے؟ پھر صرف مسیحی حکام اور کلیسیا کے بزرگ ہی مسیحی قربانی پر ایمان لانیوالے مجرموں کو سزا سے مستثنیٰ نہیں کرتے؟ بلکہ خود نیچر بھی اپنے ایسے مجرموں کو جو مسیح کے پیرو ہوں اسی طرح سزا دیتی ہے جیسے کہ وہ دوسرے لوگوں کو سزا دیتی ہے۔ اگر ایک مسیحی زہر کا پیالہ پی جاوے اس کا ایمان مسیح کے کفارہ پر خواہ کیسا ہی مضبوط کیوں نہ ہو وہ زہر ضرور اس پر ایسا ہی اثر کریگی جیسا کہ کسی ہندو۔ یہودی یا مسلمان پر۔ غرض مسیحی کوئی ایسا امر پیش نہیں کر سکتے جس سے ظاہر ہو کہ اس دنیا میں وہ غیر قوموں کے مقابل پر گناہ کی سزا سے محفوظ رہتے ہیں؛

یہ امر کہ یسوع مسیح نے کسی متنفس کو گناہ کی سزا سے نجات نہیں دی ایک اور طریق سے بھی ظاہر ہے۔ اگر مسیح اپنے پیرووں کو گناہوں کی سزا سے نجات دینے کے لئے آیا ہوتا تو ضروری تھا کہ سب سے پہلے موروثی گناہ کی سزا سے اگر کل دنیا کو نہیں تو کم از کم اپنے پجاریوں کو ہی نجات دیتا۔ جیسا میں اوپر بیان کر چکا ہوں حوا کے گناہ کی وجہ سے اس کی اولاد پر یہ سزا وارد کی گئی ہے کہ عورت دردِ زہ کے ساتھ بچہ جنے گی اور مرد منہ کے پسینے کے ساتھ روزی کمائیگا یہ دو سزائیں ہیں جو دنیا اب تک بھگت رہی ہے اور یہ دونوں سزائیں موروثی گناہ کا نتیجہ بیان کیجاتی ہیں۔ مسیح کو دنیا میں آئے ۱۹۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے مگر اب تک دنیا اس سزا میں مبتلا ہے۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے دنیا کو گناہ کی سزا سے نہیں بچایا۔ اگر وہ گناہ کی سزا سے بچانے کے لئے دنیا میں آیا تھا تو کوئی

وجہ نہ تھی کہ وہ اِس موروثی گناہ کی سزا سے دنیا کو نہ بچاتا۔ جس میں خود مسیح کے سچے پیرو بھی اسی طرح گرفتار ہیں جس طرح کہ باقی دنیا کے لوگ۔ یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسیحی عورتوں کا ایمان مسیح کی قربانی پر مسیحی مردوں کی نسبت کئی درجے بڑھا ہوا ہے۔ اور جیسا جوش مسیحی عورتوں میں دیکھا جاتا ہے مردوں میں ایسا جوش نہیں پایا جاتا مگر باوجود اس کے کوئی لیڈی ایسی نہیں پاؤ گے جو یہ کہہ سکے کہ مسیح پر ایمان لانے نے مجھے اُس سزا سے بچا لیا ہے جو بائبل کے فتوے اور مسیحی اعتقاد کے بموجب موروثی گناہ کی وجہ سے عورتوں کو بھگتنی پڑتی ہے نہایت پارسا سے پارسا مسیحی لیڈی بھی اسی طرح دردِ زہ کے ساتھ بچہ جنتی ہے جیسے دنیا کی دوسری عورتیں۔ مسیح پر ایمان لانے نے درد کو دور کرنا تو کجا اُس میں کسی قسم کی تخفیف بھی پیدا نہیں کی۔ اور اس سزا کے بھگتنے میں مسیح کی قربانی نے کسی عورت کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچایا۔ جو سزا کا حکم ابتدا میں جاری کیا گیا تھا تمام مسیحی عورتیں اُسکو پوری سختی کے ساتھ بھگت رہی ہیں عام عورتوں کو تو بالائے طاق رکھ دو خود وہ بی بی جس کے پیٹ سے وہ دنیا کا نجات دہندہ پیدا ہوا نہایت تکلیف کیساتھ بچے جنا کرتی تھی بلکہ جس وقت اُس نے اُس بیٹے کو جنا جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کو گناہ کی سزا سے نجات دینے کیلیے آیا تھا اُسوقت بھی جننے کے درد نے اُس بی بی کو نہایت بے تاب کر دیا اور اُسوقت شدید درد نے ایسا لاچار کر دیا کہ وہ بے اختیار ہو کر چیخ اُٹھی یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔ ایسے شخص سے کیا اُمید ہو سکتی ہے کہ وہ دوسروں کو گناہوں کی سزا سے بچا لیگا جب وہ خود اپنی امّاں کو گناہ کی سزا سے عین اُسوقت جبکہ وہ یہ فضل لیکر دنیا میں قدم رکھنے والا تھا نہ بچا سکا کیا مسیحیوں کے عقیدہ کے بموجب جس درد کے ساتھ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام نے اپنے سب سے بڑے بیٹے یسوع مسیح کو جنا کیا وہ درد اُس کے موروثی گناہ کا نتیجہ نہ تھا۔ ہر ایک مسیحی یہی جواب دیگا کہ ہاں وہ موروثی گناہ کا ہی پھل تھا پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مسیح ہر ایک قسم کے گناہ کی سزا سے بچانے کیلیے آیا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ سب سے اوّل وہ بی بی جس نے ۹ ماہ اُسکو اپنے پیٹ میں رکھا تھا گناہ کی سزا سے کم از کم اُسوقت بچائی جاتی جب وہ گناہ کی سزا سے نجات دینے والے خداوند یا خداوند کے بیٹے کو جن رہی تھی۔ اگر اُسوقت وہ عورت دردِ زہ کی سزا سے بچائی جاتی تو یہ امر اس بات کا نشان ہوتا کہ دنیا میں ایک ایسا وجود ظاہر ہوا ہے جو دنیا کو ہر قسم کے گناہ کی سزا سے نجات دینے کیلیے آیا ہے مگر اُس نے ایسا نہ کیا۔ اب ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ کونسا حربہ ہے جو قرآن شریف کی آیۂ کریمہ فَاَجَاءَ......

هَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ میں رکھا ہوا ہے قرآن شریف نے یہ کہکر کہ حضرت مریم صدیقہؑ نے دردِ زہ کے دکھ سے بہت تکلیف اُٹھائی مسیحیوں کے اس عقیدہ کی بیخکنی کر دی ہے کہ یسوع مسیح دنیا میں لوگوں کو گناہ کی سزا سے نجات دینے کیلیے آیا۔ اگر مسیحیوں کا یہ عقیدہ درست ہوتا تو ضروری تھا کہ کم از کم مریم صدیقہؑ تو دردِ زہ سے محفوظ رہتی جو مسیحیوں کے اعتقاد کے بموجب گناہ کی سزا ہے۔ جب خود خداوند کی ماں اس سزا سے نہ بچ سکی تو اور کون بچ سکتا ہے۔ غرض جبکہ مسیح نے اس دنیا میں کسی قسم کے گناہ کی سزا سے اپنے پیروؤں کو بچانے کا نمونہ نہیں دکھایا تو یہ خیال کرنا بالکل دھوکہ ہے کہ وہ دوسرے عالم میں اپنے پیروؤں کو گناہوں کی سزا سے بچا لیگا۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۱۲ء

گو اس سے پہلے بھی صدر انجمن احمدیہ کے بعض صیغوں کے متعلق ضروری امور ماہوار رپورٹ کے رنگ میں درج رسالہ ہوتے رہے ہیں مگر آیندہ کے لیئے کوشش کیجاویگی کہ ماہوار رپورٹ کے نیچے کُل صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان کے متعلق ضروری حالات احباب کی اطلاع کے لیئے درج ہوتے رہیں تا انکو جنپر توجہ کرنے کی ضرورت ہو ہر ماہ میں توجہ کرنے کا موقع ملتا رہے۔ اس تجویز کے مطابق ذیل میں صیغہ وار رپورٹ درج کی جاتی ہے ؛

۱۔ صیغہ یتامےٰ

چونکہ یہ صیغہ احباب کی توجہ خاص چاہتا ہے اس لیئے اس کے حالات مالی سال کے شروع سے یعنی ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء لغایت فروری ۱۹۱۲ء پانچ ماہ کے درج کیئے جاتے ہیں تا احباب توجہ کرسکیں ؛

پانچ ماہ مذکورہ بالا میں آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہے۔ جو چار گنا سے بھی زیادہ ہے۔ گویا فروری کے اخیر پر یہ صیغہ [illegible] کا مقروض ہے۔ اور یہ قرضہ دن بدن بڑھ رہا ہے اور آمد کم ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ جنوری کے اخیر جو قرضہ [illegible] تھا۔ ایک ہی ماہ میں دوگنے کے قریب ہو جانے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آمد بہت تھوڑی یعنی صرف [illegible] فروری میں ہوئی ہے۔

ان پانچ ماہ میں بیس یتامیٰ کو مد یتامیٰ میں لیا گیا۔ جن میں سے دس یتامیٰ کے کُل اخراجات تعلیم اور اور باقی کو [illegible] ماہوار وظائف دینے انجمن نے اپنے ذمہ لیئے کُل اخراجات دینے کی صورت میں قریباً سات آٹھ روپے ماہوار کم از کم فی لڑکا خرچ ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض معزز احباب اپنی سفارش کے ساتھ یتامیٰ و مساکین کی درخواستیں بھجوا دیتے ہیں جن کے ردّ کرنیکو ہرگز دل نہیں چاہتا۔ مگر فنڈ کی اس نازک حالت کی وجہ سے ایسی کوئی درخواست منظور نہیں ہوسکتی ہاں گنجائش نکلنے پر غور ہوسکیگا۔ یہ مجبوری امر ہے۔ اس لیئے ایسے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ مہربانی فرماکر بجائے درخواستیں بھجوانیکے اس صیغہ کی آمد بڑھانے کی فکر کریں۔ اور جب تک یہ قرضہ اتر کر خرچ کے بالمقابل آمد کی

معقول رقم ماہوار پہنچنے کے کوئی صورت نظر نہ آئیگی کوئی درخواست منظور نہ کی جاویگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے اس فنڈ ضروری کی ایسی نازک حالت کو معلوم کر کے احباب کی خاص توجہ کیلئے اشتہار شائع فرمایا ہے۔ جو اس رسالہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

۲۔ زکوٰۃ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس صیغہ کے بھی پانچ ماہ گذشتہ کے حالات بتائے جاویں۔ چنانچہ آمد ۱۶۹۱ اور خرچ ہے یعنی پانچ ماہ میں آمد زیادہ ہوئی۔ ماہ فروری میں آمد صرف اور خرچ اسکے بالمقابل ہوا ہے۔ گو بالفعل آمد میں قدرے زیادتی ہے۔ لیکن اگر آمد کی یہی رفتار رہی تو ایک ماہ میں نہ صرف بقایا پورا ہو جاویگا۔ بلکہ یہ صیغہ بھی مقروض ہو جاویگا۔ کے وظائف ماہوار مساکین مہاجرین کو اور کے وظائف نو مسلموں کو دیئے جاتے ہیں ان وظائف کے علاوہ یکمشت امداد بھی کیجاتی ہے۔ اور غربا کو سفر خرچ دیا جاتا ہے جو حصول دینی تعلیم کے لئے یہاں آتے اور پھر واپس جاتے ہیں چنانچہ اسوقت بہت سے کابلی اپنے وطن کو واپس ہوئے اور انکو معقول رقم زادِ راہ کے لئے دی گئی۔

۳۔ مساکین

صیغہ مساکین میں بھی گنجائش مطلق نہیں بلکہ جس قدر وظائف دینے کی گنجائش تھی وہ سب کے سب دیئے جا چکے ہیں۔ اور اب گنجائش نکلنے تک کوئی درخواست نہ لیجاویگی۔ بعض معزز احباب کی سفارش سے درخواستیں آئی ہوئی ہیں جو گنجائش نہ ہونے کے باعث زیر غور ہیں۔ ماہ فروری میں اس صیغہ کی آمد اور خرچ کے قریب ہوا ہائی سکول میں ۲۰ مساکین کو ماہوار کے وظائف مدرسہ احمدیہ میں ۱۶ کو ماہوار کے شاخ صنعتی میں ۲ کو ماہوار کے اور بیرونی کالجوں میں چار کو ماہوار کے وظائف ملتے ہیں۔ ان وظائف کے علاوہ خرید کتب و فیس داخلہ امتحان کے لئے یکمشت مدد دی جاتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ چار پانچ ماہ میں کی یکمشت مدد کالجوں وغیرہ میں مساکین طلبار کو دی گئی ہے۔ اسوقت تین طالب علم اسلامیہ کالج لاہور میں یعنی ایک بی۔ اے میں اور دو ایف۔ اے میں ایک بی۔ اے کلاس علیگڈھ کالج میں تعلیم پاتا ہے۔

۴۔ اشاعت اسلام

اس صیغہ کی آمد بابت ماہ فروری [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا ہے۔ خریدار ریویو انگریزی ۴ کی زیادتی اور اردو ۲۰ کی کمی اور تفسیر میں ۲ کی کمی واقع ہوئی۔ کمی کی وجہ خریداروں کے نام وی پی کرنا ہے ایسے موقع پر عموماً خریدار کم ہوجایا کرتے ہیں بابو اختر علی صاحب کورٹ انسپکٹر ریویو گڑھ اور قاضی محمد یوسف صاحب ساکن پشاور نے ریویو کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا ہے۔ جزاہم اللہ خیراً۔ تمام احباب نے تاحال ریویو کی اشاعت کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ تمام احباب کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی تعمیل کے لیئے جان توڑ کر کوشش کریں کہ ریویو کا دس ہزار خریدار ہوجاوے۔ اور چار لاکھ سے زیادہ تعداد کی جماعت میں دس ہزار خریدار کا پیدا ہونا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ذیل میں حضرت کا وہ تاکیدی ارشاد اس جگہ نقل کیا جاوے۔

"اگر اس رسالہ کی اعانت کے لیئے اس جماعت میں دس ہزار اردو یا انگریزی کا خریدار پیدا ہوجائے تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے" توجہ دلانے کے لیئے ہمارے احباب نے اس طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اور رسالہ کی تعداد خریداری میں بجائے زیادتی ہونیکے الٹی کمی واقع ہوئی۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی جماعت کے مخلص احباب کو مفصلہ ذیل الفاظ میں مخاطب کرنا کہ "میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اسوقت توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہانتک اُنسے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلادیں۔ دنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے۔ اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجالانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو وہ گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آتا" اور پھر اتنک رسالہ کی خریداری کا دس ہزار کیا دو ہزار تک بھی نہ پہنچنا کیا سخت قابل افسوس نہیں ہے کیا جماعت کے مخلص جوانمردوں کے دل حضرت اقدسؑ کے اس ارشاد کو سنکر اور رسالہ کی خریداری کا یہ حال دیکھکر نہیں پگھلتے۔ کہ باوجود رسالہ کے جاری ہوئے دس سال گذر جانیکے

اب تک اُس کی خریداری کی تعداد دو ہزار تک بھی نہیں پہنچی۔ بلکہ جو تعداد حضرت اقدسؑ کی زندگی میں تھی۔ اُس میں بھی روز بروز تنزل آتا جاتا ہے۔ بعض احباب کثرت اخراجات یا عدم گنجایش کا عذر کرکے رسالہ بند کرا دیتے ہیں یا اس کو نہیں خریدتے۔ اے میرے دوستو! جو مال نیکی کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اُس سے کچھ کمی نہیں ہوتی بلکہ وہ مال بڑھ چڑھ کر واپس ملتا ہے۔ اسی اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اُس کی راہ میں مال خرچ کریگا میں یقین رکھتا ہوں کہ اُس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دیجاویگی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لیئے کچھ حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائیگا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے۔ تو وہ ضرور اُس مال کو کھوئیگا۔ یہ خیال مت کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔" ریویو کی اشاعت میں خصوصیت سے سکرٹری صاحبان انجمنہائے کو حصہ لینا چاہیئے۔ منشی محمد عبد اللہ خان صاحب گرداور قانونگو نے حلقہ مدکی ضلع لاہور نے حضرت مسیح موعودؑ کی تقسیم بنگال والی پیشگوئی کے پورا ہونے پر دو غریب طلبار کے نام ریویو اُردو جاری کرایا۔ جزاہم اللہ خیرا۔

۵۔ مدرسہ احمدیہ

اس صیغہ کا خرچ ماہ فروری میں ۱۱۱۸ ہوا اور آمد ۶۱۲ ہوئی۔ تعداد طلبار ۸۴ ہے جو گذشتہ ماہ کے برابر ہے۔ اس ماہ دفتر مدرسہ میں بوجہ زیادتی کام پورے وقت کا محرر رکھا گیا۔ یہ کام پہلے الاؤنس پر ہوتا تھا۔ آمد میں ۵۱ آمد بورڈنگ ہوس ہے جو بذریعہ فیس وغیرہ ہوئی۔ اور ۱۰ کی آمد بذریعہ چندہ ہوئی۔

۶۔ مقبرہ بہشتی

اس صیغہ کی آمد ۱۲۱ اور خرچ ۱۲ بابت ماہ فروری ہے۔ ماہ دسمبر میں حاجی عمر ڈار صاحب کشمیری نے دوسو روپیہ میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرتسر نے ایک سو الٰہی بخش صاحب ساکن زیرہ ضلع فیروزپور نے ایک سو شیخ رحیم بخش صاحب ساکن جموں نے

پچاس۔ اور مسماۃ حیات نور ساکن بھڈال ضلع سیالکوٹ نے [illegible] اور سید ناصر شاہ صاحب علاقہ جموں نے [illegible] بحساب وصیت ادا کیئے اور حکیم غلام محی الدین صاحب نے فروری میں [illegible] بھیجے ماہ جنوری و فروری میں ایک ایک عورت مقبرہ میں دفن ہوئی۔ جنہوں نے وصیت کی ہوئی تھی۔

۷۔ صیغہ جائداد

بورڈنگ کی عمارت کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اور عمارت ہائی سکول کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ گذشتہ نمبر میں احباب کو اس طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ اس عظیم الشان کام کے شروع کرنے اور پھر تکمیل کے لیئے روپے کی بہت ضرورت ہے اور فراخ حوصلگی سے روپیہ بھیجنے کی طرف احباب کو توجہ کرنی چاہیئے۔ اس صیغہ کی [illegible] آمد ہے۔ دس ہزار تو عطیہ گورنمنٹ ہے اور رقم چندہ از احباب صرف [illegible] ہے۔ مزید امداد عمارت بورڈنگ ہوس و عمارت ہائی سکول کیلیئے چھپن ہزار کی درخواست برائے امداد گئی ہوئی ہے۔ امید ہے کہ گورنمنٹ پہلے کی طرح جماعت احمدیہ کو کافی روپے کے عطیہ سے ممنون فرمائے گی۔

۸۔ دفتر محاسب

ماہ جنوری میں سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن نے [illegible] ضروریات انجمن کے لیئے [illegible] حضرت خلیفۃ المسیح اور [illegible] اہلبیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیئے بھیجا۔ منشی دلیداد صاحب مثلخواں بنگلہ کوٹ خدا یار خاں نے [illegible] اور منشی محمد عبد اللہ صاحب منشی ضلعدار نے [illegible] کی رقم جو انکو دربار دہلی کے موقع پر بطور انعام ملی تھی انجمن کو مرحمت فرمائی۔ محاسب صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ آمد سے خرچ ماہ بڑھ رہا ہے خصوصاً صیغہ یتامیٰ۔ جائداد اور مدرسہ احمدیہ دن بدن مقروض ہو رہے ہیں۔

علاوہ ان صیغوں کی رپورٹوں کے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انجمن احمدیہ پشاور نے نو ۹ کتابیں بزبان پشتو اور ایک بزبان فارسی چھاپ کر اس علاقہ سرحدی میں مفت شائع کی ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ تبلیغ کا یہ بھی بہت عمدہ ذریعہ ہے۔

اشتہار ضروری

مجھے اس بات کو معلوم کرکے بہت افسوس ہوا ہے کہ فنڈ یتامیٰ اس وقت پانچ چھ سو روپے کا مقروض ہے اور جہاں اس کے اخراجات دوسو روپے ماہوار کے قریب یا اس سے بھی بڑھے ہوئے ہیں آمدنی پچاس روپے ماہوار بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ اس لیے میں جماعت کے مخلصوں کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ مذہب اسلام کے دو ہی بڑے جزو ہیں ایک طاعت لامر اللہ اور دوسرے شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اس دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یتامیٰ کی خبرگیری کے لیے سخت تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں صدقات کا ذکر آیا ہے۔ وہاں یتامیٰ کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ پارہ دوم میں قرآن شریف میں فرمایا ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ۔ اس آیت میں حقیقی نیکی کو انہی دو حصوں پر منقسم فرمایا ہے جن میں سے پہلے حصہ میں ایمان اطاعت لامر اللہ کا ذکر ہے اور دوسرے میں مال کے خرچ کرنے یا شفقت علیٰ خلق اللہ کا حکم ہے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ میں ذوی القربیٰ کے بعد دوسرے درجہ پر مستحق امداد یتامیٰ کو قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کے متعلق جو تاکید فرمائی ہے اس سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی۔ یعنی مومن باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک جسم کے حکم میں ہیں اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو اسکی خاطر سارا جسم تکلیف اٹھاتا ہے۔ اور پھر خصوصیت سے ان بیکس بچوں کی

رحم کے لیئے جنہیں یتیم کہتے ہیں فرمایا - انا و کافل الیتیم لہ و لغیرہ فی الجنۃ ھٰکذا
یعنی میں اور وہ شخص جو یتیم کی خبر گیری کرتا ہے جنت میں اس طرح ملے ہوئے ہونگے جس طرح دو انگلیاں
باہم ملی ہوئی ہیں - ایک سچے مومن کی آرزو اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے کہ وہ نہ صرف جنت
میں ہو بلکہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو - اس کے لیئے فرمایا کہ جو یہ
چاہتا ہے وہ یتیم کا کفیل بن جاوے خواہ وہ یتیم کوئی اپنا رشتہ دار ہو یا کوئی اور ہو۔

میرے دوستو! تم میں سے کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ جنت میں ہو پس چونکہ تم علیحدہ علیحدہ تو یتیموں کے کفیل بن نہیں سکتے اگر تم
اس ثواب میں شریک ہونا چاہو تو یتیم فنڈ کے لیئے کچھ اپنے ذمہ لگا لو خواہ وہ تھوڑی
رقم ہی ہو - یہاں انجمن کی زیر نگرانی تمھاری قوم کے بہت سے یتیم بچے پرورش پا رہے ہیں اور
بہت سے ہیں جن کی درخواستیں آئی ہیں پس تم میں سے جو شخص انکی پرورش کیلیئے
چندہ دیتا ہے وہ یتیم کی کفالت کرتا ہے -

میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے مخلص جلد اس طرف توجہ کرکے یتیم فنڈ
کی موجودہ حالت کو ایسا بنانے کی کوشش کریں گے کہ اس کے لیئے دوبارہ مجھے
کہنے کی ضرورت نہ ہو - والسلام

نور الدین

مژدہ ہدیہ سپہری یعنی تفسیر مظہری مصنفہ حافظ قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی

یہ امر تو مسلم ہے کہ بہترین مفسر معانی اسرار قرآنی ہی صلعم ہیں جبکہ اس تفسیر میں ہر آیت کی تفسیر آیات و احادیث
و آثار سے ہی کیگئی ہے تو یہی تفسیر بہترین تفسیر ہے قاضی صاحب کو بوجہ انکے کمال تبحر کے انکے پیر صاحب علیہ الرحمۃ بلقب علم الہدیٰ اور
شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی بلقب بیہقی ثانی فرمایا کرتے تھے ۱۳۰۵ھ مولوی رکن الدین صاحب حصاری نے ابتدائی چار سورتیں
چھپوائیں اس لیئے اب پانچویں سورۃ مائدہ سے چھپوائی جا رہی ہے اور سورہ والناس تک مسلسل چھپوا کر انشاء اللہ ابتدائی
چار سورتیں بھی چھپوائی جاوینگی یہ تفسیر بے نظیر ابتک اس لیئے طبع نہ ہوئی کہ اسکے صرف پانچ ہی نسخہ جات قلمی ہند و بیرون ہند
میں ہیں مختصر مضامین یہ ہیں شان نزول آیات تفسیر ہر آیت باحادیث مع تنقید روات تطبیق آیات با آیات مذاہب قراء سبعہ
بیان مقطعات و محکمات بیان ناسخ و منسوخ متفقہ صحابہ کرام سرا پا دعوات قصص احسنہ نکات تصوف تردید مذاہب معتزلہ وغیرہ

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر میگزین قادیان سے مل سکتی ہیں۔ تمام خط و کتابت بنام منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور ہونی چاہیئے۔

الذکر ۲ر
الوصیت ار
اجرومیہ عربی ۰ر
اوامر نواہی عربی ۹ر
اظہار حق ۵ر
براہین احمدیہ مکمل چہار جلد عا
برکات الدعا ۲ر
پارہ اکمل ۲ وسیقول پارہ سوم ۲ر
چشمہ مسیحی ۳ر
رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۰۸ء ۳ر
سرمہ چشم آریہ اردو ۱۲ر
سلسلہ دینیہ اردو عربی شہ
ضرورت امام اردو ۱۰ر
قرآن شریف خوشخط صحیح بے جلد عہ
مبادی الصرف اردو انہ
ہدایات یسرنا القرآن اردو ۔ر
یسرنا القرآن عربی ۱۰ر
یسرنا القرآن اردو ار
نزول مسیح اردو ۴ر
الحق لدھیانہ اردو ۶ر

الحق دہلی اردو ۸ر
اعجاز احمدی عربی ۳ر
الہدیٰ عربی مترجم اردو ۶ر
ابطال الوہیت مسیح اردو ار
اسلامی اصول کی فلاسفی اردو ۴ر
تذکرۃ الشہادتین اردو ۵ر
تذکرۃ الشہادتین فارسی ۳ر
تقریروں کا مجموعہ اردو ۳ر
تقریریں اردو ۲ر
تحفہ قیصریہ اردو ۲ر
تحفہ ندوہ اردو ۰ر
جنگ مقدس اردو ۶ر
حمامۃ البشریٰ عربی مترجم اردو ۸ر
حجۃ الاسلام اردو ار
حضرت اقدس کا ریویو اردو ۰ر
خطبہ الہامیہ عربی مترجم اردو فارسی ۸ر
خزینۃ المعارف حصہ اول اردو ۴ر
خزینۃ المعارف حصہ دوم اردو ۸ر
خلافت راشدہ حصہ اول اردو ۸ر
خلافت راشدہ حصہ دوم اردو ۴ر

دینیات کا رسالہ اردو ار
دعوۃ دہلی اردو ۱۰ر
دعوۃ ندوہ اردو ۱۰ر
دعوۃ الحق اردو شر
دافع البلا اردو ار
راز حقیقت اردو ار
سیرۃ الابدال عربی ۱۰ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب اردو ۲ر
سناتن دھرم اردو ۰ر
ستارہ قیصرہ اردو ۰ر
شہادۃ القرآن اردو ۴ر
صیان القرآن اردو ۳ر
فصل حق اردو ار
کشف الغطاء اردو ۲ر
لغات القرآن حصہ اول اردو ۸ر
لغات القرآن حصہ دوم اردو عہ
لیکچر لاہور اردو ۱۰ر
لیکچر سیالکوٹ اردو ۱۰ر
مواہب الرحمٰن عربی مترجم ۴ر

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء | نمبر ۴

چندہ سالانہ — عوام سے ۲ طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

قصائدِ احمدیہ
منزل الامام
حجۃ الاسلام

حضرت اقدس کی اُردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو گئی ہیں مگر ابتک آپکے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیے گئے ہیں۔ یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں اور حمد الٰہی اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزائن اور حضرت اقدسؑ کے دلائل سے پُر ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ یہ کتاب ۵۸ صفحوں پر ختم ہوتی ہے قیمت صرف ۴؍ شائقین دفتر میگزین قادیان سے طلب کریں ؛

قاعدہ یسرنا القرآن

یعنی عربی کا قاعدہ جس کے پڑھنے سے ایک بچّہ چھ ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے۔ ایسا مفید ثابت ہوا ہے اور اسقدر اس کی مانگ بڑھ گئی ہے کہ اب اس کا چوتھا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے اور کچھ دنوں بعد احباب کو پانچویں ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا ؛

پارہ اوّل دوم۔ سوم

چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جنپر اعراب صحیح لکھے ہوں اور قاعدہ یسرنا القرآن ختم کر کے بچّے آسانی قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقّت محسوس کر کے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر پارہ اوّل دوم۔ سوم خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں۔ جو احباب اپنے بچّوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کرواتے ہیں۔ اُنہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے یہ پارے پڑھوائیں تا بچّہ کو قرآن شریف پڑھنے میں دقّت نہ ہو۔ یہ پارے اُن بچّوں کے لیئے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انپر اعراب بہت صحیح اور اپنے اپنے موقعہ پر دیئے ہیں ؛

نیز ہم نے ایسے قرآن شریف بھی منگوائے ہیں جو نسبتًا بہت صحیح ہیں اور اعراب اپنے اپنے موقعہ پر صحیح دیئے ہیں۔ ہماری رائے میں عام قرآن شریفوں کی نسبت انپر پڑھنے سے بچّوں کو بہت سہولت ہوگی۔ تینوں پارے ۱؍ فی پارہ کے حساب سے اور قرآن شریف بے جلد عہ؍ پر دفتر میگزین قادیان سے مل سکتے ہیں ؛

(مینیجر میگزین)

اطلاع:- خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں ؛ (منیجر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کیا احکام قرآنی دربارہ جہاد منسوخ شدہ ہیں؟

ہمارے مضامین دربارہ اشاعت اسلام پر جو اسی رسالہ کی جلد ۸ بابت ۱۹۰۹ء میں نکل چکے ہیں بعض معترضین کی طرف سے اعتراض اُٹھایا گیا ہے اور سورہ توبہ کی چند آیات کو پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان آیات کو جن میں بقول معترضین مخالفین اسلام کے ساتھ بلا دریغ اور بغیر کسی وجہ خاص کے مقاتلہ کا حکم ہے یا تو جان بوجھ کر پبلک سے چھپایا گیا ہے یا ایڈیٹر رسالہ ہذا ان سے ناواقف تھا اِن اعتراضات میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ ہمارے متذکرہ بالا مضامین "اشاعتِ اسلام" میں اکثر آیات ایسی درج کی گئی ہیں جو مندرجہ ذیل آیات کی رو سے منسوخ شدہ ہیں۔ اور وہ ناسخ آیات یہ ہیں :-

(۱) فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡہُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَیۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡہُمۡ وَخُذُوۡہُمۡ وَاحۡصُرُوۡہُمۡ وَاقۡعُدُوۡا لَہُمۡ کُلَّ مَرۡصَدٍ ۚ فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوۡا سَبِیۡلَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۵

(ترجمہ) اور جب حرمت کے مہینے گذر جاویں پس مشرکین سے لڑو جہاں تم انکو

پاؤ اُن کو پکڑو۔ اور اُن کے لیئے ہر ایک کمینگاہ میں بیٹھو۔ لیکن اگر وہ توبہ کریں اور نمازیں ادا کریں اور زکوٰۃ دیں پس اُن کا راستہ چھوڑ دو۔ تحقیق اللہ غفور رحیم ہے ؛

(۲) قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

(ترجمہ) لڑو اُن لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ حرام ٹھیراتے ہیں اُس چیز کو جسے اللہ نے حرام کیا اور اُس کے رسولؐ نے اور نہ دین حق پر چلتے ہیں اُن لوگوں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ محکوم ہو کر اور ذلیل ہو کر جزیہ دیں ؛

معترضین نے اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ جہاد کے تمام احکام منسوخ ہو چکے ہیں مندرجہ ذیل آیت پیش کی ہے :-

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(ترجمہ) جو آیت کہ ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں ہم اُس سے بہتر یا اُسی کی مانند اور لے آتے ہیں۔ جانے رہو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ؛

اعتراض کی اصل حقیقت ظاہر کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً مسئلہ نسخ کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے۔ اگرچہ یہ بحث مفصل طور پر اسی رسالہ کی جلد ۶ سنہ ۱۹۰۷ء میں بیان کی جا چکی ہے۔

سب سے زیادہ ضروری بات جسپر ہمیں غور کرنا ہے یہ ہے کہ آیا کسی آیت قرآنی کی تنسیخ قرآن شریف کے رُو سے جائز بھی ہے یا نہیں ؟ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اس لیئے اسکی منسوخی بھی اُسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ قرآن شریف اسی کا قانون ہے اور وہی اس میں کسی قسم کی تنسیخ کر سکتا ہے۔ لیکن کسی ایک جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ نہیں

فرمایا کہ ہم نے فلاں فلاں حکم دیا تھا جو کہ اب فلاں فلاں طریقہ سے ترمیم کیا جا رہا ہے خصوصاً کوئی ایسی آیت نہ پاؤ گے جس میں لکھا ہو کہ جہاد کے بارے میں جو احکام ہم دے چکے ہیں وہ اب تمام کے تمام منسوخ کیئے جاتے ہیں اور آئندہ تمہیں عام حکم دیا جاتا ہے کہ کافروں کو بلا وجہ بھی قتل کر دیا کرو۔

ایک اور بات بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا آپؐ کے صحابہؓ نے آپ کی زبان مبارک سے سُنا اور کاتبان وحی نے لکھ لیا۔ اس لیئے اُس کا (قرآن مجید کا) ایک لفظ بھی بغیر حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منسوخ شدہ قرار نہیں دیا جا سکتا تھا مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارہ میں کسی قسم کا کوئی حکم موجود نہیں اس لیئے نسخ کا خیال بالکل غلط ہے اور ہم اس بارہ میں بھی معترضین اسلام اور قائلین ناسخ منسوخ کو بڑے زور سے کہتے ہیں کہ اس دعوے کے مخالف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث یا روایت پیش کریں۔ ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کے مخالفین ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کر سکتے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آیت قرآنی کو منسوخ شدہ قرار دیا ہو مندرجہ بالا دعوؤں سے جو سراسر واقعات پر مبنی ہیں ایک طالب حق اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ بعض آیات قرآنی کے منسوخ ہونے کا دعویٰ ایک بے دلیل دعویٰ ہے۔

اب مَیں اُس آیہ کریمہ کی طرف رجوع کرتا ہوں جو نسخ کی تائید میں پیش کی جاتی ہے۔ ایک آیت کے صحیح معنے دریافت کرنے کے لیئے بعض اوقات یہ ضروری ہوتا ہے کہ اُس کا ماسبق اور مابعد دیکھا جائے کیونکہ کسی قرآنی آیت کو اپنے سیاق و سباق سے علیحدہ کرنے سے منشائے قرآنی کے بالکل فوت ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے جیسا کہ اگر کسی دوسری کتاب کے چند الفاظ اپنے سیاق و سباق سے علیحدہ کر دیئے جائیں تو ممکن ہے کہ الفاظ بالکل بے مطلب رہ جائیں بعینہٖ یہی حال آیات قرآنی کا ہے کہ جب تک آیات قرآنی کو اپنے سیاق و سباق کے ساتھ ملا کر نہ پڑھا جاوے اُن کے معانی کی اصل حقیقت کھلنی بعض اوقات دشوار ہو جاتی ہے ذیل میں ہم اسی آیت زیر بحث کو اپنے سیاق و سباق کے ساتھ ملا کر لکھتے ہیں تاکہ

ناظرین پر اس کی اصل حقیقت کھل جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(ترجمہ) وہ لوگ جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے اسلام کے منکر ہیں وہ نہیں چاہتے کہ تم کو کوئی بھلائی (وحی - الہام) اپنے پروردگار کی طرف سے پہنچے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے خاص فضل ورحمت کے لئے چن لیتا ہے کیونکہ وہ بڑا صاحب فضل ہے جب کوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اُس سے بہتر یا اس کے برابر اور لے آتے ہیں۔ تاکہ تُو جانے رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تُو جانے رہ کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لئے زمین وآسمان کی بادشاہی ہے اور تمہارا ولی اور مددگار سوائے خدا کے اور کوئی نہیں۔ کیا تم اپنے رسولؐ سے سوال کروگے جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰؑ سے سوال کیا گیا؟ لیکن جس نے ایمان کے بدلے کفر بدل لیا وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔ بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کہ تم کو ایمان کے بعد پھر کفر پر واپس لے آئیں محض حسد کی راہ سے بعد اس کے کہ اُن پر حق ظاہر ہوگیا۔ پس اُن کو معاف کردے اور اُنکو چھوڑ دے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کے ساتھ آئے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیات مندرجہ بالا میں یہود و نصاریٰ کو اُس آنیوالے خطرہ سے آگاہ کیا گیا ہے جو

بصورت انکار رسالت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم دقرآن انپر ظاہر ہونے والا تھا۔ انہوں نے خدائی الہام و وحی پر مُہر لگا دی تھی یہود کا قول تھا کہ وہ خدا کے مقرب ہیں۔ انہوں نے چند ایک پیغمبروں کو منتخب کر لیا تھا اور باقی دنیا کو گمراہ سمجھتے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ نے یسوع کو خدا ٹھیراکر اللہ تعالیٰ کی وحی پر مہر لگا دی تھی۔ کہ یسوع کا خون تمام دنیا کی گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ اور اب انکے خیال کے مطابق کسی وحی کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ تمام اِن لوگوں نے مع اپنے متعلقین مشرکین عرب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور اُسے بالکل ردّ کر دیا اس لیے اللہ تعالیٰ اُن کو انکی غلطی سے آگاہ کرتا ہے کہ اُس کا فضل لا انتہا ہے وہ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت نازل فرماتا ہے یہود و نصاریٰ نے نئی وحی کو بدیں وجہ ردّ کر دیا کہ وہ پرانے احکامات کو جو اُن کے پاس تھے منسوخ کرتی تھی۔ اور اُن کا ایسا کرنا محض دشمنی کی وجہ سے تھا لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو اطلاع دیتا ہے کہ اُس کی رحمت صرف ایک قوم تک محدود نہیں بلکہ وہ صاحب فضلِ عظیم ہے اور اگر اُسنے پرانا قانون جو اُن (اقوام) کے پاس ہے منسوخ کر دیا ہے اور اُس کی جگہ بہتر قانون قرآن مجید کی شکل میں نازل کیا ہے تو انہیں اسپر ناراضگی ظاہر نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ جو "آیت (نشان یا کلام الٰہی) ہم منسوخ کرتے یا بھلا دیتے ہیں ہم اُس سے بہتر یا اُس کی مانند اور لے آتے ہیں کیونکہ جان تو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے" اس آیت کا آخری ٹکڑا یعنی "جان تو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے" ہماری مندرجہ بالا تشریح کی تائید کرتا ہے کیونکہ اُسمیں اللہ تعالیٰ کے نئے قانون نازل فرمانے اور پُرانے قانون کو منسوخ کر دینے کی قدرت ظاہر کی گئی ہے وہی خدا جس نے حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل کی اس بات پر قادر تھا کہ وہ کسی دوسرے انسان پر اِس سے بہتر یا اُس جیسی کتاب نازل کرتا ؛

معترض نے نسخ آیاتِ قرآنی کی ثبوت میں جو آیت پیش کی ہے ہم نے اس کی کافی تشریح کر دی ہے اور اگر کوئی آدمی اس آیت پر سیاق و سباق کے ساتھ ملاکر غور کرے تو وہ فوراً اُسی نتیجہ پر پہنچ جائیگا جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور اگر بالفرض ہم

صحیح اور اصلی تشریح کو بالائے طاق رکھکر معترض کے قول کو صحیح تسلیم کرلیں تب بھی اُس کا یہ دعویٰ کہ آیات مابسق نے تمام دیگر احکامات دربارہ جہاد کو منسوخ کردیا ہے ثابت نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی آیات کے سمجھنے کے لیئے ہمارے لیئے خود ہی ایک معیار بیان فرمادیا ہے اور اگر معترض اُس پرکار بند ہوتا تو وہ ایسی غلطی میں پڑتا مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی غلطیوں سے بچنے اور فہم قرآن کے حاصل کرنیکے لیئے ایک قاعدہ مقرر کردیا ہے ۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران آیت ۶)

(ترجمہ) وہ جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس کی بعض آیات محکمات ہیں جو کہ اُمّ الکتاب ہیں اور بعض دوسری ہیں جو متشابہات ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ ڈھونڈنے کے لیئے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور اسکی تاویل ڈھونڈتے ہیں حالانکہ اس کی تاویل سوائے اللہ کے اور راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا وہ جو کہتے ہیں ہم سب پر ایمان لائے کیونکہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے مگر سوائے اولوا الالباب کے کوئی نہیں سمجھتا ؛

ان آیات میں جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل صاف ہے ہر آیت کے معنے ایسے کرنے چاہئیں جو باقی قرآن شریف کے مخالف نہ ہوں کیونکہ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا " تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے" یہ قاعدہ ہے جس کو ہمیں آیات قرآنی پر غور کرتے وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے قرآنی آیات کی تفسیر ایسے طریق سے کرنی چاہیئے کہ ایک آیت دوسری کے خلاف نہ ہو۔ اور اگر کسی آیت میں کسی قسم کا شبہ ہو۔ تو اس کے معانی و مطالب سمجھنے کے لیئے دیگر محکمات کیطرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ معانی جو دیگر آیات کے خلاف کیئے جاویں گے وہ مندرجہ بالا

بیان شدہ قاعدہ کے خلاف ہونے کے باعث قابل قبول نہیں ہو سکتے چونکہ "تمام اللہ تعالے کی طرف سے ہے" اس لیئے قرآن شریف کی کوئی آیت کسی دوسری آیت کے خلاف نہیں ہو سکتی اور اسی دلیل سے نسخ کا خیال باطل ہے۔ قرآن شریف کی تمام آیات ایک دوسرے کے ساتھ باہمی مطابقت رکھتی ہیں۔ آیات مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جو محکمات کو چھوڑ کر جن سے تمام قرآن شریف بھرا پڑا ہے خوا مخواہ اختلاف میں پڑتا ہے سخت ناپسند کرتا ہے کیونکہ ایسے اشخاص کی عادت میں داخل ہے کہ صریح اور صاف معانی کو جو دیگر آیات قرآنی سے ثابت ہوں چھوڑ کر متشابہات کے معانی اپنی خودرائی سے کرنے لگتے ہیں اور اس طرح قرآن شریف میں اختلافِ بیان خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انکا مقصد محض نکتہ چینی کرنا ہوتا ہے نہ کہ اصل حقیقت معلوم کرنا ؛

قرآن شریف کی ابتدائی مکی آیات سے لیکر انتہائی مدنی آیات کو بڑے غور و خوض سے چھان مارو تو صاف واضح ہو جائے گا کہ قرآن شریف نے ہر جگہ جنگوں کے بارے میں ایک ہی جیسا حکم دیا ہے ؛

(۱) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ٥ (پارہ دوم) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ؛

(۲) لَا يَنْهٰكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ٥
نہیں منع کرتا تم کو اللہ ان لوگوں سے کہ نہ لڑیں تم سے دین کے معاملہ میں اور نہیں نکالا اُنہوں نے تم کو تمھارے گھروں سے یہ کہ احسان کرو تم اُن سے اور انصاف کرو اُن سے تحقیق اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ؛

(۳) وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ
اور اُن سے لڑو یہانتک کہ زمین میں فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیئے ہو جاوے یعنی جو شخص جس دین کا تابع ہو وہ اللہ کی خاطر اس کا تابع ہو کسی کے جبر و اکراہ سے کسی دین کا تابع نہ ہو ؛

(۴) لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ـ

دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں کیونکہ حق و باطل کا فرق بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔

اِس قسم کی آیات بار بار قرآن شریف میں مختلف جگہ آئی ہیں اور یہ سخت ناانصافی کی بات ہے کہ معترض اِن سب آیات کو صرف دو آیات کی بنا پر جن سے اُس نے غلط استدلال کیا ہے منسوخ قرار دے۔

نکتہ چینوں کے لیئے جو ہر وقت قرآن شریف پر اعتراض کرنے کے عادی ہیں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ـ

"یعنی اگر یہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اسمیں بہت اختلاف ہوتا"۔ قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ جس کا بناوٹی کلام میں ہونا لازمی ہے کیونکہ بناوٹی بات کی ہمیشہ ہر ایک طریقہ سے پیش بندی کی جاتی ہے جو انسان ایک بناوٹی بات بیان کرتا ہے وہ کبھی اپنے اصول پر قائم نہیں رہتا بلکہ مختلف اور متضاد قسم کے جوڑ توڑوں میں لگا رہتا ہے لیکن الہامی کلام میں یہ بات ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اب اسی آیت پر غور کرنے سے معترضین کے خیالات دربارہ نسخ کی قلعی کُھل جاتی ہے کیونکہ اس آیت کے بموجب احکام قرآنی ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہو سکتے۔ اس میں ایک طرف اس قسم کے احکام نہیں ہو سکتے تھے جن میں لڑائی کرنے میں پیشدستی سے مناہی ہو اور جن کفار نے مسلمانوں سے لڑائی نہ کی ہو اُن سے لڑنے کی ممانعت ہو اور دشمنوں سے انصاف کا سلوک کرنے اور دین کے بارے میں کسی پر زیادتی نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور دوسری طرف تمام کفار کا بلادریغ اور بلاوجہ قتل عام جائز قرار دیا جاوے اور اُن کو زبردستی اسلام لانے پر مجبور کیا جاوے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو صاف الفاظ میں یہ کہے کہ اس کے احکام ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہو سکتے بلکہ اُن کا متضاد نہ ہونا اسکے کلام کی سچائی پر زبردست دلیل ٹھیرائی گئی ہو اس لیئے یہ ضروری بات ہے کہ کسی آیت کا ترجمہ یا تشریح کرتے وقت اس بات کو زیر نظر رکھا جائے۔ کہ اس کا ترجمہ یا تشریح قرآن مجید کی باقی آیات میں سے

کسی کے خلاف نہ ہو۔ جب قرآن شریف نے اس قسم کے ضوابط مقرر کر رکھے ہیں تا کہ اس کے معانی سمجھنے میں کسی کو ٹھوکر نہ لگے تو یہ سخت ناانصافی کی بات ہے کہ معترضین پھر بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی بعض آیات دوسری آیات کی ناسخ ہیں ؛

ایک زمانہ تھا کہ قرآن شریف پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اس میں اس قسم کی ظالمانہ تعلیم ہے کہ اگر مخالفین اسلام کو مذہب اسلام کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل ہو تو ان کو بے دریغ تہ تیغ کر دیا جاوے گو بعض لوگ ابھی تک جہالت کے باعث اپنے قدیم خیالات پر قائم ہیں تاہم اکثر لوگوں نے قرآن مجید کی اصلی تعلیم کو بخوبی سمجھ لیا ہے کہ وہ سراسر امن۔ راستی اور انصاف پر مبنی ہے اس لئے مخالفین اسلام کو جب اس پہلو میں کامیابی کی امید نہیں رہی تو وہ اِن امن اور انصاف پھیلانے والے احکامات میں اپنی کج فہمی کے باعث بعض دوسری آیات کے من گھڑت معنے کر کے نسخ کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں۔ معترضین اسلام کے خیالات میں اس قسم کی تبدیلی ہمارے لیئے خوشی کا باعث ہے کیونکہ وہ اپنے اعتراض میں یہ امر تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن شریف نے اکثر مقامات میں محض اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے جو لڑائی میں پیشدستی کریں اور جب وہ صلح پر راضی ہوں تو فوراً صلح کر لی جاوے اور جو لوگ مسلمانوں سے ڈنگہ فساد نہ کریں اُنکے ساتھ امن و صلاحیت سے گذارہ کیا جاوے اور دین کے معاملہ میں ہرگز کسی قسم کی زبردستی نہ کیجاوے .... مگر اُن کا خیال ہے کہ جن آیات میں بے تعصبی، امن اور انصاف کی تعلیم دی گئی ہے وہ اُن دو آیات کے رُو سے جو اس مضمون کے شروع میں درج کی گئی ہیں منسوخ شدہ ہیں گویا دوسرے معنوں میں موجودہ قرآن شریف کا اکثر حصہ منسوخ شدہ ہے اگر میں اُن تمام آیات کو اسجگہ درج کر دوں جو بقول معترض منسوخ شدہ ہیں تو یہ ایک لمبی چوڑی فہرست بنجاویگی تاہم ناظرین کی خاطر میں چند آیات ذیل میں درج کرتا ہوں جو بقول یسوعی معترضین منسوخ شدہ ہیں ؛ احکام قرآنی دربارہ جنگ حسب ذیل ہیں۔

(۱) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ

لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۶) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

(۲) فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۰)

اور جو تم پر زیادتی کرے تم اسپر اسی کی مانند زیادتی کرو اور اللہ سے ڈرو اور جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

(۳) فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا (سورہ نساء آیت ۹۲) اگر تم سے کنارہ کریں پھر نہ لڑیں اور تمھارے پاس صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے اُنپر تم کو لڑنیکا اختیار نہیں دیا۔

(۴) قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (انفال آیت ۳۹) کہ اُن کفار کو کہ اگر وہ باز رہیں (مسلمانوں کے ساتھ لڑنے سے) تو اُن کے گذشتہ جُرم معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۵) وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (انفال آیت ۶۹) اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کے لیے جھک جا اور اللہ پر توکل کر۔

(۶) وَاِنْ نَّکَثُوْا اَیْمَانَھُمْ مِّنْ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَا اَیْمَانَ لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ۔ (توبہ)

اور اگر وہ عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعن کریں پس کفر کے سرداروں سے لڑو کیونکہ یہ لوگ بدعہد ہیں تاکہ وہ باز رہیں۔ (آیت کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بدعہدوں سے لڑنا محض اُن کو شرارت سے آیندہ باز رکھنے کے لیے ہے)

جنگ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ کلام نازل کیا:۔

(۷) اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَھُوْا فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّلَوْ کَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰہَ

مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (انفال آیت ۱۹) (اے مکہ والو) اگر تم فتح چاہتے ہو پس فتح تمھارے پاس آگئی ہے۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہوگا کہ تم لڑائی سے باز رہو لیکن اگر تم نے پھر لڑائی کی پس ہم بھی کرینگے اور تمھارے لشکر کی کثرت تمھارے کسی کام نہ آئے گی کیونکہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ؛

(۸) وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ (توبہ آیت ۶)

اگر مشرکین میں سے کوئی تیری پناہ مانگے تُو اسکو پناہ دے تاکہ وہ خدا کا کلام سن لے تب اسے امن کی جگہ پہنچادے یہ اس لئے کہ وہ لوگ جانتے نہیں ؛

(۹) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا۔ (مائدہ۔ آیت ۲) خبردار اُن لوگوں کی مخالفت جنھوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا ہے تمھیں زیادتی کرنے پر آمادہ کر کے مجرم نہ بنا دے ؛

(۱۰) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ (نحل آیت ۱۲۶) اور اگر اُن کو سزا دو تو اتنی دو جتنی تم کو تکلیف دی گئی تھی ؛

(۱۱) لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنہ آیت ۸) اللہ تعالیٰ تمھیں ان لوگوں سے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ تم کو گھروں سے نکالا نیک سلوک کرنے اور انکے ساتھ انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ منصفوں کو پسند کرتا ہے ؛

(۱۲) مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (المائدہ۔ آیت ۳۲) جس نے ایک جان کو بغیر جان کے (یعنی بغیر قصاص کے) یا زمین میں فساد کرنے کے قتل کیا تو گویا کہ اُس نے تمام لوگوں کو قتل کیا ؛

(۱۳) فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (التوبہ آیت ۷) جبتک وہ تمھارے ساتھ (عہد پر) قائم ہیں تم انکے ساتھ عہد پر قائم رہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ متقیوں کو پسند کرتا ہے ؛

قرآن مجید نے بہت واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ اسلام کا قبول کرنا لوگوں کی مرضی پر موقوف ہے کیونکہ زبردستی کسی شخص کو حقانیت پر نہیں چلایا جا سکتا۔ یہی ہمارے رسول کریم صلعم کا اسوہ حسنہ تھا کہ حضورؐ نے دین کے بارے میں کسی جگہ بھی سختی کو استعمال نہیں کیا مندرجہ ذیل آیات قرآنی اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالتی ہیں ؛

(۱۴) وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف آیت ۲۹)
اور کہہ یہ اللہ کی طرف سے حق ہے پس جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے ؛

(۱۵) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (یونس آیت ۱۰۸) کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا پس جو کوئی ہدایت پاوے وہ اپنے نفس کے لیے پاتا ہے اور جو گمراہ ہو پس اس کا وبال اسی پر ہے اور میں تم پر وکیل نہیں ؛

(۱۶) نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (سورہ ق آیت ۴۵)
ہم خوب جانتے ہیں جو وہ تیری نسبت کہتے ہیں اور تو انپر زبردستی کرنے والا نہیں ؛

(۱۷) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (الشوریٰ آیت ۴۸)
پس اگر وہ تجھ سے منہ پھیر لیں۔ پس ہم نے تجھ کو انپر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ؛

(۱۸) وَ مَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ۔
(انعام آیت ۱۰۸) اور ہم نے تجھ کو انپر نگہبان نہیں بنایا اور نہ تو انپر وکیل ہے ؛

(۱۹) فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ آیت ۲۱-۲۲)
پس یاد کرا کیونکہ تو صرف یاد کرانے والا ہے تو انپر داروغہ نہیں ہے ؛

(۲۰) اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ (فاطر آیت ۲۲-۲۳) تحقیق اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو انکو

نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں تو تو ایک نذیر ہے اور بس ؛

(۲۱) اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ (یونس آیت ۴۴)

کیا تو اندھوں کو ہدایت دے سکتا ہے خواہ وہ بصیرت نہ رکھتے ہوں ؛

(۲۲) فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

(الانعام آیت ۱۲۶) پس جسکے لیئے اللہ ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیئے کھولدیتا ہے ؛

(۲۳) لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

(البقرہ آیت ۲۷۲) تجھ پر کسی کا ہدایت دینا نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ؛

(۲۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (المائدہ آیت ۱۰۵) اے مومنو اپنے نفسوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ؛

(۲۵) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس آیت ۹۹) اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگ جو زمین پر ہیں ایمان لے آتے کیا تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ ایمان لے آویں ؟

قرآن شریف میں نہیں اس بات کا پتہ تک نہیں ملتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے رسول مقبولؐ کو تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلانے کا حکم دیا ہو۔ برخلاف اس کے اشاعت اسلام کا جو طریقہ رسول مقبولؐ نے سکھلایا وہ دو الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے یعنی

"با امن تعلیم"

قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات ہمارے اس دعوے کی شاہد ہیں ۔

(۲۶) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (النحل آیت ۱۲۵) اپنے رب کے رستے کی طرف حکمت اور نیک

نصیحت کے ذریعہ بلا اور اُن سے بہتر طریق پر مجادلہ کر۔

(۲۷) وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (العنکبوت آیت ۴۶)

اور اہل کتاب سے نہایت احسن طریق پر مجادلہ کرو۔

(۲۸) قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف ۱۰۸) کہ یہ میرا راستہ ہے میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے تابعدار۔

(۲۹) وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (بنی اسرائیل آیت ۵۳)

اور میرے بندوں سے کہہ کہ وہ بات کہا کریں جو سب سے اچھی ہو۔

(۳۰) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الانعام آیت ۱۰۹)

اور نہ گالی دو اُن کو جو خدا کے سوائے پکارتے ہیں۔

(۳۱) لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورہ البقرہ آیت ۲۵۶)

دین میں زبردستی نہیں حق باطل سے جدا ہو گیا ہوا ہے۔

قرآن شریف نفاق یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام پر سچا ایمان نہ ہونے کو بہت بُرا جانتا ہے اور اس لیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کے زبردستی پھیلانے کا حکم نہیں دیا جا سکتا تھا کیونکہ جو لوگ زبردستی دین میں داخل کیئے جاویں وہ بجائے مخلص ہونے کے منافق ہوا کرتے ہیں جن کے بارے میں مندرجہ ذیل احکام قرآنی ہیں:-

(۳۲) اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (النساء آیت ۱۴۰)

تحقیق اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

(۳۳) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (النساء آیت ۱۴۵) اور منافقین دوزخ کے نچلے درجے میں ہونگے اور تو انکے لیئے کوئی مددگار نہ پائیگا۔

کیا ان آیات کی موجودگی میں یہ قابل افسوس بات نہیں ہے کہ معترض یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین اسلام کو منافق بنا دینے کے لیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

تلوار چلانے کا حکم دیا ہو جو کفار سے بھی بہت بُرے خیال کیئے گئے ہیں؟"

آیات مندرجہ بالا پر سرسری نظر کرنے سے ہی ناظرین اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اگر ہم اُن ہر دو آیات کو جو اس مضمون کے شروع میں دی گئی ہیں آخری حکم تصور کریں۔ جسکے رُو سے قرآن کی تمام منصفانہ اور باامن تعلیم جو اُن سے پہلے نازل ہو چکی تھی منسوخ کی گئی تھی تو دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہوگا کہ گویا سارا نہ سہی تاہم قرآن مجید کا اکثر حصہ منسوخ شدہ قرار دیا جاوے گویا ان دو آیات نے وہ تمام احکامات منسوخ کر دیئے ہیں (۱) جنہیں صرف اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جو مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اُٹھائیں۔ (۲) اور جن میں اُن کفار کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ باامن رہیں نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۳) اور جن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف سچّا دلی ایمان قابل قبول مانا گیا ہے اور نفاق کو کفر سے بھی بڑھکر بُرا سمجھا گیا ہے (۴) اور جن میں یہ صریحاً حکم دیا گیا ہے کہ کسی انسان کو زبردستی کے ساتھ سچائی پر نہیں چلایا جا سکتا (۵) اور کہ جن میں کہا گیا ہے کہ یہ پیغمبر جبر کے ساتھ لوگوں سے اسلام منوانے کے لیئے نہیں بھیجا گیا۔ مختصراً یہ کہ معترض کے اس دعوے کے رُو سے کہ اِن ہر دو آیات مذکورہ بالا نے تمام غیر مسلموں کو بلا دریغ تہ تیغ کر دینے کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کو ہر ایک کافر سے لڑنے کا حکم دیا ہے یہ نتیجہ نکلا کہ قرآن شریف کے وہ احکامات (جن سے قرآن شریف کا اکثر حصہ بھرا پڑا ہے) جن میں انصاف اور امن کی تعلیم دیگئی ہے فضول اور ناکارہ قرار دیئے گئے ہیں اور مسلمانوں کے لیئے صرف دو آیات متذکرہ بالا ہی قابل عمل قرار دیگئی ہیں جن کا ذکر اس مضمون کے شروع میں کیا جا چکا ہے اور جن میں کہ بقول معترض مسلمانوں کو ہر ایک کافر کے مار ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے جسپر کہ وہ قابو پا سکیں۔ یہ سخت ناانصافی ہے کہ تمام قرآن شریف کو چھوڑ کر صرف دو آیات کے معنی اپنے مطلب کے موافق کر کے کوئی معترض اس قسم کا دعویٰ کرے جس کے رُو سے قریباً سارے کا سارا ہی قرآن شریف منسوخ شدہ قرار دیا جاوے حالانکہ قرآن شریف کا صاف حکم ہے کہ اس کے تمام کے تمام احکامات کو مانا جاوے اور جو لوگ بعض احکامات کو مانتے اور بعض کو متروک سمجھتے ہیں اُن کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا

كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ - الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ - فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ - عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ -

"جیسا اُتارا ہم نے اوپر تقسیم کرنے والوں کے جو قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں پس بخدا ہم اُن تمام سے پوچھیں گے اُن باتوں کی بابت جو انہوں نے کیں"

پھر فرمایا:-

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

"کیا تم کتاب کے بعض (احکامات) پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ پس اُس شخص کی کیا جزا ہو گی جو تم میں سے ایسا کرتا ہے سوائے دنیا کی رسوائی کے؟ اور آخرت کے دن اُن پر سخت عذاب کیا جائیگا۔ ہم اُس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو"

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو قرآنی احکامات کے ٹکڑے کرنے سے منع کیا گیا ہے اور تمام قرآن شریف پر جس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اِن احکامات کی موجودگی میں ایسا خیال کرنا کیسا بیہودہ پن ہے کہ ایک طرف تو قرآن شریف مسلمانوں کو صریحاً دین میں زبردستی کرنے سے منع کرے اور پھر ساتھ ہی اسکے کفار کو جبراً مسلمان بنانے کا حکم دے۔

یسوعی معترضین بار بار اس آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا - کو پیش کر کے بیہودہ دعوے کرتے ہیں کہ اِس آیت کے رو سے تمام وہ آیات جن میں مخالفین اسلام سے انصاف اور نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے منسوخ شدہ ہیں حالانکہ ہم نے یہ واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ اس آیت کے رو سے جو نسخ ثابت ہوتا ہے وہ پہلی الہامی کتب کا ہے نہ کہ خود قرآن شریف کی دیگر آیات کا۔ اگر بالفرض ہم معترض کی پاس خاطر سے یہ مان بھی لیں کہ یہ نسخ قرآنی آیات کا ہی ہے تاہم موجودہ حالات میں معترض کو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس آیت کے رو سے ناسخ

آیات بہرحال یا تو منسوخ آیات جیسی ہونی چاہئیں یا اُن سے بہتر مگر اُن سے بدتر کسی صورت میں نہ ہونی چاہئیں۔ اگر ایک حکم دوسرے حکم سے بہتر ہے یا دو احکام ایک جیسے ہی ہیں تو وہ ایک دوسرے کے خلاف نہیں کہے جا سکتے۔ میں نے قرآن شریف کے رُو سے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اس میں متضاد احکامات ہرگز نہیں ہیں پس اس آیت کے ــــــــ جس کو عیسائی مصنفین اور معترضین نے بار بار بطور سند کے پیش کر کے قرآن شریف میں نسخ ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کی ہے تاہم اس سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ قرآن مجید میں متضاد احکامات موجود ہیں۔ لیکن یسوعی معترضین کا قول ہے کہ قرآن مجید کے تمام وہ احکامات جن میں مخالفین اسلام کے ساتھ با انصاف اور با امن اور نیک طریقہ پر معاملات کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اِن دو آیات مذکورہ بالا کے رُو سے جو میں نے شروع مضمون میں درج کر دی ہیں منسوخ ہو گئے ہیں جن میں (بقول معترضین) مخالفین اسلام کو مار ڈالنے اور اُن کو زبردستی مسلمان بنانے کے احکام دیئے گئے ہیں اب اس بات کا انصاف ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ کیا یہ ہر دو احکامات ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہیں ؟

قرآن شریف کا حکم ہے کہ :-

(۱) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ٥ (بقرہ - ۲۴)

اور لڑو خدا کی راہ میں اُن سے جو تم سے لڑیں اور ہرگز زیادتی مت کرو کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(۲) فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ٥ (بقرہ - ۲۴)

اور جو تم پر زیادتی کرے تو تم اُس پر اُسی کی مانند زیادتی کرو اور اللہ سے ڈرو اور جانے رہو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

(۳) فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ

فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا۔
اگر وہ تم سے کنارہ کریں پھر نہ لڑیں اور تمہارے پاس صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے اُنپر تم کو لڑنے کا کوئی اختیار نہیں دیا۔

(۴) لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:۔

اوّل۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کفار پر پہلے حملہ کرکے زیادتی کے مجرم نہ نبیں۔

دوم۔ اگر مخالفین اسلام حملہ میں پیشدستی کریں تو مسلمان اُسی کی مانند جواب دیں۔ کیونکہ دفاعی جنگ میں بھی مسلمانوں کو زیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ یعنی "ڈرو اللہ سے" ایک بہت سخت حکم ہے اور مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے کہ اگر دفاعی جنگ میں بھی وہ زیادتی کے مرتکب ہونگے تو اللہ تعالیٰ اُن کو سزا دیگا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ "اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے"۔ یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو نہیں توڑینگے اور کفار کے ساتھ دفاعی جنگ کرنے میں زیادتی کے مرتکب نہ ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ اُنکی مدد کریگا ورنہ نہیں۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی رحیمانہ حکم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے دفاعی جنگ کے موقعہ پر اپنا خوف دلاکر زیادتی کرنے سے مسلمانوں کو منع فرمادیا ہے؟ اس بارہ میں صرف یہی ایک حکم نہیں ہے بلکہ مدنی صورتوں میں اس قسم کے احکامات بکثرت موجود ہیں جیسا کہ فرمایا:۔

(۱) وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ...... وَاتَّقُوا اللّٰہَ (المائدہ آیت ۲) جن لوگوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا ہے اُنکی مخالفت کے باعث تم اُنپر زیادتی نہ کرو..... اور ڈرو اللہ سے۔

(۲) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۵ (المائدہ آیت ۸) اے مومنو! .....کسی قوم کی مخالفت تم کو انصاف سے نہ روکے عدل کرو یہ تقویٰ سے نزدیک ہے اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

متذکرہ بالا چند آیات سے کیسا صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت سخت دشمنوں سے بھی مساوات کے برتاؤ کا حکم دیا ہے ؛

سوم - اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ صلح کرنے پر رضامند ہوں اُن سے جنگ نہ کرنے کے بارہ میں تاکیدی حکم ہے - فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا - "یعنی تمھیں اُن سے لڑنے کی بالکل اجازت نہیں ہے" یہی نہیں بلکہ مخالفین کو اپنی مخالفانہ روش چھوڑ دینے کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور اُن کو کہا گیا ہے کہ اگر وہ مخالفت کو چھوڑ دیں گے تو اُن کے گذشتہ قصور معاف کر دیئے جاویں گے - جیسا کہ فرمایا قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (انفال آیت ۳۹) "یعنی کفار کو کہدے کہ اگر وہ لڑائی سے باز رہیں تو اُن کے گذشتہ قصور معاف کر دیئے جاوینگے"

چہارم - مسلمانوں کو صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ دین کے بارے میں کسی پر زبردستی کرنی جائز نہیں لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قرآن پاک کا صاف اور صریح حکم ہے ؛

یسوعی معترضین بیان کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا آیات مع دیگر اسی قسم کی آیات کے اِن دو آیتوں کے رو سے جو کہ اس مضمون کے شروع میں درج کی گئی ہیں منسوخ شدہ ہیں گویا مطلب یہ ہوا کہ پہلے پہل اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنے مخالفین پر زیادتی کے مرتکب نہ ہوں اور اُنپر پہلے حملہ نہ کریں مگر بعد ازاں اُس نے اس حکم کے بدلے یہ نیا حکم جاری کیا کہ وہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو کفار و مخالفین پر ہر قسم کی زبردستی کریں اور حملہ میں پیشدستی کریں کیا ایسا خیال کرنا سخت بے انصافی اور بہتان نہیں ہے ؟ سخت افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کے متضاد احکامات اُس کتاب کی طرف منسوب کیئے جاویں جو کہ اپنے الہامی ہونے کے ثبوت میں عدم اختلاف کو بطور دلیل پیش کرے - مندرجہ بالا دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ یسوعی معترضین کا ایسا خیال کرنا سخت بیہودہ پن ہے کہ قرآن شریف کی ہر دو آیات زیر بحث نے باقی احکامات کو منسوخ کر دیا ہے - اگر ان کے خیال کے مطابق ہم نسخ آیات قرآنی جائز بھی سمجھ لیں تو بھی ناسخ احکامات یا تو منسوخ احکامات کی مانند ہونے چاہیئے تھے یا اُن سے بہتر - مگر یسوعی صاحبان

جن دو آیات کو ناسخ خیال کرتے ہیں وہ ایک سرسری نگاہ سے دیکھنے والے کے نزدیک بھی اُس مطلب کے لحاظ سے جو معترض اُن کا بیان کرتے ہیں منسوخ شدہ آیات سے بہتر تو کجا اُس کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں خلاف ازیں حسب قول معترضین ناسخ احکامات قرآن شریف کی صریح تعلیم امن کے خلاف پڑے ہوئے نظر آتے ہیں جو کہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا؛ (باقی دارد)

پارسی مذہب

پارسی لوگ زرتشت کے معتقد ہیں اور ان کی متبرک اور مقدس کتاب کو اویستا کہتے ہیں جب مسلمانوں نے ایران فتح کیا تو اس وقت ایران کا راج دھرم یہی مذہب تھا۔ لیکن اسلام کے عروج کے سامنے یہ ٹھیر نہ سکا۔ باوجودیکہ مسلمانوں نے پوری پوری مذہبی آزادی پارسیوں اور دوسرے مذاہب والوں کو عطا کی لیکن دین اسلام کو لوگوں نے ایسے شوق سے قبول کرنا شروع کیا۔ کہ دیکھکر تعجب آتا ہے۔ کتاب پریچنگ آف اسلام کا مسیحی مصنف اس مذہبی آزادی کے متعلق لکھتا ہے۔ "کہ پارسی مذہب کے علماء کو ریاست میں بڑا دخل تھا۔ اور اس دخل سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر انہوں نے دوسرے مذاہب والوں پر ظلم کرنا اور دق کرنا شروع کردیا غیر مذاہب بھی کثرت سے موجود تھے۔ زردشتی مذہب کے مختلف فرقوں کے علاوہ ایران میں عیسائی۔ یہودی۔ صابی۔ اور دوسری قسم کے لوگ بھی موجود تھے جن میں ناسٹک۔ مینی کین اور بُدھ مذہب والوں کے خیالات پائے جاتے تھے۔ پھر جب اسلام کا زمانہ آیا اور پوری مذہبی آزادی ملی۔ تو وہ لوگ جو پارسیوں کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے تھے اب وہ .... پھر پوری آزادی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ صرف ایک ہلکا سا ٹیکس دینا پڑا مگر ساتھ ہی وہ فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیئے گئے"۔ وہی مصنف اسلام کے حیرت انگیز عروج اور ترقی کے متعلق لکھتا ہوا کہتا ہے "یہ امر کہ ایسی حیرت انگیز ترقی اسلام کو بوجہ جبر کے

ہوئی غلط ہے اس وجہ سے کہ ایسے لوگ بھی موجود تھے کہ اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے اور ان کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائگی میں پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ آج تک بھی آتش پرستوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ فارس کے بعض علاقہ جات میں پائے جاتے ہیں اور اگرچہ موجودہ زمانہ کے آتش پرستوں کو تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی چند صدیوں تک ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ ان کے مندروں کو بڑی تحریم سے دیکھا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ المعتصم باللہ کے زمانے میں جس نے ۸۳۳ء سے ۸۴۲ء تک خلافت کی۔ ایک مسلمان سپہ سالار نے بدیں وجہ ایک امام مسجد اور ایک موذن کو پٹوایا کہ انہوں نے مقام صغد میں ایک آتش پرستوں کا مندر گروا دیا تھا اور اس کی جگہ ایک مسجد بنوائی تھی۔ جب مسلمانوں نے ایران فتح کیا تو اس سے تین سو سال یعنی دسویں صدی تک آتش پرستوں کے مندر عراق۔ فارس۔ کرمان سجستان خراسان۔ جبال۔ آذربائجان اور اران یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ایران کے تمام حصص میں پائے جاتے تھے۔ فارس میں تو کوئی ایسا شہر ہوگا جہاں کہ ایسے مندر نہ پائے جاتے تھے۔ شہرستانی بارھویں صدی کا مورخ لکھتا ہے کہ خود بغداد کے قریب اسفینیا میں گبروں کا ایک مندر موجود تھا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے۔ یہ کہنا کہ زردشتی مذہب کو زوال اسوجہ سے آیا کہ مسلمانوں نے پکڑ پکڑ کر لوگوں کو اپنے دین میں داخل کرنا شروع کیا بالکل بے بنیاد . . . ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے اسلام کے اوائل ایام میں بہت سے ایرانیوں کا دین اسلام قبول کرلینا کوئی بعید از قیاس امر نہیں۔ لیکن پارسی مذہب کے پیروؤں کا بہت زمانے تک ایران میں موجود رہنا اور رہے گا ہے گا ہے انکا اپنے آبائی مذہب کو ترک کرکے اسلام میں داخل ہوتے رہنا بتلاتا ہے کہ لوگوں نے اسلام برضا و رغبت خود قبول کیا۔ اور نیز اس معاملے میں کسی قسم کا تشدد روا نہ رکھا گیا۔ اگر مابعد زمانے کی قبول اسلام کی مثالیں نسبتاً کم تھیں تاہم ان واقعات کے سلسلہ کا ساڑھے تین صدیوں تک جاری رہنا صاف طور سے شہادت دے رہا ہے کہ مجوس کو مسلمانوں کے عہد میں پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ اور لوگوں نے جبر اور اکراہ سے نہیں بلکہ اپنی رضا اور رغبت سے اسلام قبول کیا۔"

موجودہ زمانے میں زرتشت کے پیرووٗں کی تعداد بیاسی ہزار سے زیادہ نہیں۔ ایران میں وہ کرمان۔ یزد اور طہران میں پائے جاتے ہیں لیکن ان کی بڑی تعداد بمبئی میں اور گجرات کے بعض شہروں میں پائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے پارسی ان پارسیوں کی اولاد سے ہیں جو نہوند کی شکست کے بعد ۶۴۱ء میں ہندوستان میں چلے آئے اور بڑودہ کے ہندو راجہ نے انہیں اپنے ہاں جگہ دی۔ وہ ایک عجیب قسم کی ٹوپی پہنتے ہیں جو شکل میں گھوڑے کے سُم سے بہت مشابہ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے اختیار کی گئی تھی کہ جس ملک میں وہ آکر آباد ہوئے ۔ وہاں کے راجہ کی ماتحتی کا نشان ہے۔ نیند سے بیدار ہو کر پہلا کام جو دیندار پارسی کرتا ہے وہ صبح کی نماز کا ادا کرنا ہے۔ پھر اسکے بعد وہ اپنے مُنہ اور جسم کے دوسرے اعضاء پر نرنگ یعنی گوبر ملتا ہے تاکہ جن بھوت کا اسپر کوئی اثر نہ ہوسکے۔ وہ دو خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہرمزد (یزدان) یعنی خالق خیر۔ اور دیو (اہرمن) یا خالق شر۔ ان کا خیال ہے کہ ان دو کی آپس میں ہمیشہ کشمکش لگی رہتی ہے لیکن ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ زرتشت سے تین ہزار سال بعد اسی کی نسل سے ایک نبی پیدا ہوگا جو خالق شر (شیطان) کو تباہ کردیگا۔ اور دنیا کو ہر ایک قسم کی برائی سے پاک کردیگا اور یزدان کے مذہب کو از سرِ نو ترقی دیگا۔ تعجب تو یہ ہے کہ تمام بڑے بڑے انبیاءؑ نے اپنے اپنے طور پر بلا واسطہ ایک ایسے نبی کی آمد کی پیشگوئی کی ہے کہ جو آخری دنوں میں آئیگا اور بدی کو جڑھ سے کاٹ دیگا۔ دنیا میں امن کا شاہزادہ ہوگا راستی اور صلحکاری کو پھیلائیگا اور دینِ حق کو تمام ادیان باطلہ پر حجت نیرہ سے غلبہ دلائیگا۔ علاوہ ازیں تمام مذاہب والے یہی کہتے ہیں کہ یہی دنیا کے آخری ایام میں آئیگا۔ کیا مسلمان کیا ہنود کیا عیسائی کیا یہودی۔ کیا بدھ مت والے کیا مجوس سب اسی کی انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بزرگ نبی مشرق میں ظاہر ہوگا۔ حضرت یسعیا علیہ السلام فرماتے ہیں "کس نے اس راست باز کو پورب کی طرف سے برپا کیا؟" یسعیا باب ۴۰ ورس ۲۔ حضرت مسیح بھی اپنے عجیب طرزِ کلام میں مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہیں (متی باب ۲۴۔ ۲۷و۲۸) ہندوؤں کے نزدیک بھی اس اوتار کے آنیکی جگہ ہندوستان ہے جو کہ کلجگ یا بُرے زمانے کے آخر میں ہونیوالا

ہے۔ ان تمام پیشین گوئیوں کو اگر غور سے دیکھا جاوے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ
تمام ایک ہی موعود کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ وہ آنے والا آگیا۔ اور وہ حضرت احمد قادیانی
ہیں۔ اور بس۔ ایک اور تعجب انگیز امر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ فارسی النسل ہوگا
ہوگا۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کے وجود باجود میں یہ تمام پیشگویاں پوری ہوتی
ہیں فارسی النسل ہی تھے۔ آپ اپنے تمام نشانات کے ساتھ آئے۔ اور اپنے دعوے کو
آپ نے بڑی بڑی عظیم الشان پیشگوئیوں سے ثابت کیا۔ آپنے جو تخم ریزی کی وہ آپ کی
زندگی میں ہی بشکل ایک نازک پودے کے نمودار ہوگئی۔ اور وہ پودا دن بدن ترقی پر
ہے۔ اور وقت پر وہ تمام دنیا میں پھیل جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپنے جو سلسلہ جاری
کیا ہے اب وہ بظاہر بشکل ہلال نمودار ہے مگر اپنے وقت پر وہ بدر منیر ہونے والا ہے۔
اسوقت برائی کو زوال ہوگا۔ اور دنیا میں پاکیزگی اور تقدس کا بول بالا ہوگا۔

اور حضرت زرتشت فرماتے ہیں کہ وہ میری ہی اولاد میں سے ہوگا یا میرا روحانی بیٹا ہوگا

اب میں پارسی مذہب کی طرف پھر رجوع کرتا ہوں۔ پارسی مذہب کے رو سے انسان
کی زندگی دو حصوں میں منقسم ہے ایک وہ زندگی جو وہ اس زمین پر گذارتا ہے دوسری زندگی
جو بعد الموت شروع ہوتی ہے۔ حیات بعد الموت زمینی زندگی کے اعمال کا نتیجہ ہے۔
انسان کے تمام خیالات۔ کلمات اور افعال ایک کتاب میں لکھے جاتے ہیں۔ نیک الگ اور
برے الگ۔ نیک کاموں کے سبب برے کام زائل ہو جاتے ہیں۔۔۔ کوئی شخص بہشت
میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ایک پل پر سے نہ گذرے جو بہشت کے راستہ میں
واقع ہے اگر انسان کے نیک کاموں کی میزان اس کے برے کاموں کی میزان سے
زیادہ ہو تو وہ سیدھا بہشت میں چلا جاتا ہے اور اگر برے کاموں کا پلڑا بھاری نکلے تو
وہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہتا ہے اگر نیک و بد افعال وزن میں یکساں نکلیں تو وہ
ایک درمیانی حالت میں رہتا ہے اور اس کی قسمت کا فیصلہ قیامت کے روز تک ملتوی رہتا
ہے۔ زرتشت کی یہ تعلیم اسلام کی تعلیم سے بہت ملتی جلتی ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے
وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۝ وَاِنْ
كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ ۝ (انبیاء ۴)

اور قیامت کے دن ہم ٹھیک ترازوئیں رکھیں گے پھر کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور جو رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اُس کو بھی (تولنے کیلئے) حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں ؛

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَاُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ٥ (اعراف - ۱)

اور اُس دن ٹھیک تول ہوگی پھر جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی لوگ مراد پانے والے ہیں اور جن کی تولیں ہلکی ہونگی انہوں نے اپنے تئیں تباہ کیا یہ بدلہ ہے ہماری آیتیں جھٹلانے کا ؛

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ٥ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ٥ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ٥ (القارعہ)

پھر جس کی تولیں (نیک اعمال کی) بھاری نکلیں گی تو وہ چین سے گذران کرے گا اور جس کے (نیک اعمال کی) تولیں ہلکی نکلیں گی اُس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا ؛

نیک کاموں کے سبب بُرے کاموں کے مٹ جانے کے بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ٥ اور دن کے دونوں سروں (کناروں) پر نماز کو درستی سے ادا کر اور رات کے ٹکڑوں میں کیونکہ نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت مانتے ہیں (ہود - ۱۰) قرآن شریف نے صرف یہی نہیں کہا جیسا کہ زرتشت نے کہا ہے کہ نیکیوں سے بدیاں مٹ جاتی ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہا کہ بعض نیکیوں کے سبب پہلی بدیوں کی جگہ بھی نیکیاں ہی لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ٥ (فرقان - ٦)

یعنی جو سچی توجہ کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

حضرت زرتشت علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں صرف انہی امور میں مشابہت نہیں ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان کے علاوہ بھی ایسی باتیں ہیں جنکی تعلیم حضرت زرتشت علیہ السلام نے دی اور انہی باتوں کی تعلیم اُس سے بہتر اور زیادہ خوبصورت اور زیادہ کامل پیرایہ میں اسلام میں دی گئی۔ مگر اس جگہ گنجایش نہیں کہ ان سب امور کا بیان کیا جاوے۔ ان دو نبیوں کی تعلیم کی مشابہت قرآن شریف کی اُن آیات کریمہ کی تصدیق کرتی ہے جن میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی ایسی قوم نہیں جن میں کوئی نذیر نہ بھیجا گیا ہو اور یہ کہ کل نبی فداہ اُمی وابی کوئی انوکھا رسول نہیں ہے ہاں خاتم النبیین ضرور ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ (فاطر۔۳) یعنی کوئی ایسی اُمت نہیں جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ پھر فرمایا وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (یونس۔۵) پھر فرمایا اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (رعد۔۱) پھر فرمایا قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (احقاف۔۱) یعنی کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مَیں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ ایسا ہی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (نساء۔۲۳) اور بھیجے ہم نے رسول جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے تجھ پر پہلے کر دیا ہے اور بعض کا ذکر تجھ پر نہیں کیا۔ یہ مشابہت اور مماثلت اس بات کا ایک یقینی ثبوت ہے کہ ہر دو نبیوں کی تعلیم ایک ہی سرچشمہ سے نکلی ہے اور وہ سرچشمہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ یہ مماثلت صرف حضرت زرتشتؑ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تعلیموں تک محدود نہیں بلکہ یہ دنیا کے تمام انبیاءؑ کی تعلیم میں پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زرتشتؑ کی تعلیم میں جو مشابہت پائی جاتی ہے وہ صرف عام اصولوں تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ چھوٹی چھوٹی فروعات اور تشریحات میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت زرتشتؑ نے نہ صرف یہ تعلیم دی کہ مرنے کے بعد جنّت اور دوزخ ہر دو ہونگے بلکہ ان دونوں کے متعلق جو تشریح کی ہے کہ کس کس قسم کے آرام اور نعمار ملیں گے یا کس کس قسم کی تکلیفیں اور عذاب سہنے پڑیں گے ان میں بھی بڑی مشابہت پائی جاتی ہے جزوی تفصیلوں میں پلصراط کا وجود اور اُس کا بیان اسلامی تعلیم میں اس پل کے ذکر سے بہت ملتا ہے جو پارسیوں کے عقیدہ کے بموجب جنّت میں داخل ہونے کے لیئے عبور کرنا پڑیگا۔ اس طرح کی گہری مماثلت کا ہونا ہمارے دل میں حضرت زرتشتؑ کے لیئے اعلیٰ درجہ کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ یقیناً آپ خدائے تعالیٰ کے سچّے فرستادہ ہیں۔ کیونکہ بہت ہی تھوڑے ایسے نبی ہیں جن کی تعلیم میں حضرت نبی کریم صلعم کی تعلیم سے اس درجہ کی مماثلت پائی جاتی ہے جیسے کہ حضرت زرتشتؑ کی تعلیم میں پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (جیسا کہ مَیں کتاب ینابیع الاسلام پر ریویو کرتے ہوئے دکھا چکا ہوں) کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا کہ آپ زرتشتی مذہب کی تعلیم کے دقیق در دقیق بیانات کو اخذ کر لیتے بلکہ اس مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ ان ہر دو نبیوں کا معلم ایک ہی تھا یعنی اللہ تعالیٰ (ملاحظہ ہو کتاب ینابیع الاسلام پر ریویو)۔

صحابہ کرامؓ نے بھی حضرت زرتشت کی وہی عزّت کی جو آپ کی شان کے مناسب حال تھی یعنی انہوں نے مجوس کو وہی رتبہ دیا جو نصاریٰ اور یہود کو دیا۔ اور ان سے ویسا ہی سلوک کیا جیسے کہ اور انبیاءؑ کے اتباع سے جائز رکھا۔

پارسیوں میں جو جاہل لوگ ہیں وہ آگ پانی مٹی اور اجرام فلکی مثلاً سورج چاند اور دیگر ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن ان میں جو سمجھدار لوگ ہیں وہ ان چیزوں کی اس لیئے عزت کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خدائے تعالیٰ کے عطیات میں سے ہیں۔ وہ بڑے شدومد سے اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ وہ آتش پرست ہیں۔ پارسیوں کے وہ بزرگ جو ایران سے ہندوستان آئے اپنے ساتھ وہ اس متبرک آگ سے جو ایران کے آتشکدہ میں ہمیشہ سے جلتی آئی تھی چند انگارے اپنے ساتھ ہندوستان

میں لے آئے اور وہ آگ آجتک بمبئی میں پارسیوں کے آتشکدہ میں جلتی ہے۔ اور ان کا خیال ہے کہ اس آگ کو جلتے ہوئے قریباً تین ہزار سال کے قریب عرصہ گذرتا ہے ٭

پارسیوں میں رسم ہے کہ جب کوئی ان میں سے مرجاتا ہے تو اس کی لاش کو ایک خاص جگہ میں کھلا چھوڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے جسم کو کُتّے اور گدھ اور دوسرے مردار خوار جانور کھا جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کی ابتدا وہ عزت ہے جو وہ عناصر کو دیتے ہیں۔ ان کے عقیدہ کے بموجب جس جسم سے روح نکل جائے وہ پلید اور نجس ہوتا ہے۔ اس لیئے وہ کبھی گوارا نہیں کرسکتے کہ آگ مٹی اور پانی جو اُن کے نزدیک نہائت مقدس عنصر ہیں اس پلید جسم کے ساتھ چھونے سے ناپاک ہوجائیں پس نہ تو وہ اُسے آگ سے جلائیں گے کیونکہ آگ اسطرح پلید ہوجائے گی۔ نہ اُس کو دفن کرینگے تا زمین ناپاک ہوجاوے اور نہ اُسے دریا میں بہا دینگے کیونکہ ایسا کرنے سے پانی نجس ہوجاوے گا۔ اس لیئے انہوں نے یہ تجویز کی کہ اس پلید چیز کو یا تو ہوا کے پرندیا بازاروں کے کُتّے کھا جائیں۔ یہ رسم گھناؤنی اور مکروہ تو ضرور ہے لیکن اس کے گھناؤناپن اور کراہت کو ان لوگوں نے خاص قسم کے بُرج بنانے سے کچھ کم کردیا ہے ان برجوں کا نام ٹھوارس آف سائیلنس یعنی مینار خاموشاں ہے۔ مینار خاموشاں وہ جگہ ہوتی ہے جہاں کہ پارسی لوگ اپنے مردہ کو چھوڑ آتے ہیں بمبئی کے مینار خاموشاں اس دلکش شہر میں قابل دید عمارات میں سے ہیں۔ یہ مینار مالابار پہاڑی پر واقع ہیں جو جزیرہ بمبئی میں سب سے اونچی جگہ ہے پانچ گول مینار ہیں جن کا محیط قریباً دو سو فٹ سے لیکر تین سو فٹ تک ہے۔ اور اونچائی ۳۰ فٹ۔ مینار کا احاطہ دیکھنے کے لیئے اجازت بڑی آسانی سے مل جاتی ہے لیکن کسی شخص کو اجازت نہیں کہ وہ پھلواڑی کے آگے جائے۔ جو کہ دروازہ کے پاس جنازہ پڑھنے کے مقام کے نزدیک ہی ہے۔ یہاں تک کہ مذہبی رشتہ دار حق نہیں رکھتے کہ اس سے آگے جائیں۔ اس پھلواڑی سے جنازہ کو آگے پہنچانے کے لیئے چند آدمی مقرر

ہیں جن کا کام ہی یہی ہے۔ اور ان کے ہم مذہب لوگ ان کو نجس سمجھتے ہیں ان سے
چھونا ناپاکی خیال کرتے ہیں۔ پس وہ لاش کو اٹھا کر آگے لے جاتے ہیں اور میت کے
رشتہ دار وہیں اس باغ کے نزدیک آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کپڑے ٹانک کر
کھڑے ہوجاتے ہیں یہ اس امر کا نشان ہے کہ اس غم میں وہ سب برابر یکساں شامل
ہیں۔ میت کے اٹھانے والے اُسے ایک تختہ پر ڈالکر ایک ڈھلوان راستہ سے
ایک لوہے کے دروازہ کی طرف لیجاتے ہیں جو کہ مینار کی دیوار کے وسط میں ہوتا ہے
یعنی مینار اُس دروازہ سے اتنا ہی اوپر ہوتا ہے جتنا کہ نیچے۔ میت اٹھانیوالوں
کے سوا اور کسی کو مینار کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ پارسیوں کا عقیدہ
ہے کہ اگر ان شخصوں کے علاوہ کوئی اور آدمی مُردوں یا اُن کی ہڈیوں کو دیکھ پاوے تو
وہ ابدی لعنت کے نیچے آجاتا ہے اور دائمی عذاب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ جو نہ صرف
اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے بلکہ اس کی اولاد بھی اس میں شامل ہوتی ہے۔
مینار کے اندر کی طرف ایک بڑا گول لوہے کا جنگلا لگا ہوا ہوتا ہے جو ایک کوئیں کی طرف
ڈھلوان ہوتا ہے جو کہ مینار کی تہ میں ہوتا ہے اور اس جنگلہ میں لاشوں کے رکھنے کے
لیئے طاقچوں کی تین قطاریں ہوتی ہیں سب سے اندر کی قطار بچوں کے لیئے درمیانی عورتوں
کے لیئے اور بیرونی مَردوں کے لیئے ہے۔ میت اٹھانے والے میت کو ان طاقچوں میں
سے ایک میں رکھ دیتے ہیں اور کفن اُتار لیتے ہیں اور جسم کو بالکل ننگا اور برہنہ حالت
میں چھوڑ دیتے ہیں۔ جب وہ ہٹ جاتے ہیں تو گدھ اور دوسرے مردار خوار جانور جو
پہلے سے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جھپٹے مار کر مینار پر سے اور اردگرد کے
درختوں پر سے اُڑ اُڑ کر آتے ہیں۔ ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں بس جسم ایک
مشت استخوان رہ جاتا ہے جس پر سے تمام گوشت نوچکر کھا جاتے ہیں۔ وہ ڈھیر کئی
دن وہیں پڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد میت اُٹھانے والے پھر آتے ہیں اور ہڈیوں
کو اُٹھا کر درمیانی کوئیں میں پھینک دیتے ہیں چنانچہ آہستہ آہستہ وہ استخوان بوسیدہ
ہو کر مٹی ہوجاتی ہیں۔ اس مینار کی چھت نہیں یعنی اوپر سے بالکل کُھلا ہوتا ہے۔ اور

اس لیئے جب بارش ہوتی ہے تو اس مینار کے اندر بھی پانی برستا ہے۔ بارش کا پاک و مطہر پانی لاشوں اور ہڈیوں سے ملکر پھر گندہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ پانی بھی ایک مقدس عنصر ہے اس لیئے اس کا پاک کرنا ضروری ہوتا ہے اس لیئے ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ مینار کا تمام پانی بہکر مرکزی کوئیں میں آجاتا ہے اور اس مرکزی مقام سے پھر چاروں طرف نالیاں نکلتی ہیں۔ مینار کی دیواروں کے نیچے ہوکر یہ پانی کئی فٹ گہرے پسے ہوئے کوئلے میں آملتا ہے اور جو غلاظت ہوتی ہے وہ کوئلے کے اندر رہ جاتی ہے اور پانی پاک ہوکر نکل جاتا ہے اس سے آگے جاکر ریت اور کنکر کٹے ہوئے پڑے ہوتے ہیں ان میں باقی کی رہی سہی غلاظت چھوڑکر پانی پھر مصفّا کا مصفّا ہوکر بہ نکلتا ہے۔ اس طرح پانی صاف اور پاکیزہ بنکر یا تو سمندر میں بہ کر چلا جاتا ہے یا اردگرد کی زمین کو سیراب کرتا ہے۔ بمبئی کے پانچ میناروں میں سے ایک جی جی بھائی خاندان کے لیئے مخصوص ہے جنہوں نے اُسے بنوایا تھا اور ایک دوسرا مینار ایسے شخصوں کی لاشوں کے لیئے ہے جو خودکشی یا کسی دوسری قسم کی حرام موت سے مریں۔ بعض لوگ تو ان میناروں کو اسلیئے پسند کرتے ہیں کہ ان میں صحت کے امور کے متعلق کافی احتیاط سے کام لیا گیا ہے لیکن اکثر لوگ جنہوں نے بچشم خود ان حالات کو دیکھا ہے وہ بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے مقابلے میں ہندوؤں کا اپنے مردوں کو چتا پر جلا دینا اتنا بڑا نفرت انگیز معلوم نہیں ہوتا۔ بیرونی طرف سے یہ سفید مینار بہت گھناؤنے معلوم نہیں ہوتے۔ جنازہ پڑھنے کا مقام ایک سیدھا سادہ چبوترہ ہوتا ہے جو چاروں طرف سے کھلا ہوتا ہے اور صرف اوپر چھت پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ پاس ہی ایک خوبصورت باغ ہوتا ہے جہاں کہ ہر ایک طرح کے پھول اُگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بظاہر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُن میناروں کے اندر وحشت خیز نظارے واقع ہوتے ہیں۔ لیکن سروں پر مردار خوار پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ ہر وقت اس ہوش ربا سانحہ کی یاد کو تازہ رکھتی ہے۔ مینار کے کناروں پر ہزاروں جانور بیٹھے ہوئے منتظر ہوتے ہیں کہ کب کسی نازپروردہ انسان کی لاش آئے اور کب وہ اسے اپنے پنجوں اور چونچوں سے چیر پھاڑ کر کھا جاویں۔ انکی نگت

کی سیاہی مینار کی سفیدی پر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ سفید دیوار پر ایک سیاہ حاشیہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ ان جسیم بدصورت پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ درختوں پر بیٹھے ہوئے ان میناروں کو ایک آبادبستی کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور جہاں تک نظر کام کرتی ہے وہ چکر لگاتے اور ادھر اُدھر منڈلاتے دکھائی دیتے ہیں۔ جب یہ پرند میت والوں کی قطار کو سڑک پر آہستہ آہستہ چڑھتے دیکھتے ہیں تو پھر وہ نزدیک نزدیک چکر لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب وہ قطار مینار کے احاطہ کے اندر آ جاتی ہے تو یہ حریص قوم سب جمع ہو جاتی ہے۔ جونہی میت اُٹھانے والوں نے لاش کو رکھا اور کفن کو ہٹایا بس زور سے آپڑتے ہیں اور بہت جلد چیرنے پھاڑنے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ صریحًا یہ نظارہ بڑا ہی نفرت انگیز اور مکروہ ہے مگر یہ نفرت اور کراہت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ ہم شہر میں سے گذرتے ہیں اور جگہ بجگہ کسی مشہور پارسی کا سنگ مرمر کا مجسمہ دیکھتے ہیں جس کے جسم کو یہی گدھ کھا چکے ہوتے ہیں۔ اور پھر جبکہ ہم کسی بڑے امیر اور تعلیمیافتہ پارسی کو جو سرکاری خطاب بھی اپنے نام کے ساتھ رکھتا ہے کسی بنک گھر کے مالک اور تجارت کے آقا ہونے کی حیثیت میں دیکھتے ہیں اور پھر خیال کرتے ہیں کہ آخر اس کے جسم کو بھی یہ پرند کھا جائیں گے تو اس وقت کی نفرت جو انسان کے دل میں پیدا ہوتی اندازہ سے باہر ہے ۔

قبر کے اندر جو حالت لاش کی ہوتی ہے اور جو جو نقصان کیڑا لاش کو پہنچاتا ہے اسکو شعراء نے بڑے غم اور اندوہ کے لہجوں میں بیان کیا ہے۔ لیکن زمانہ اور رسم نے ان خوفناک تصویروں کا ڈراونا پن دور کر دیا ہے۔ ہم کیڑے کو کم سے کم اپنی نظروں کے سامنے لاش کھاتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ لیکن یہاں تو گدھ دن دہاڑے اپنے شکار پر جھپٹے مار کر گرتے ہیں اور ہر روز یہ نظارہ تازہ بتازہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے خیر کسی کی رائے ان میناروں کے متعلق اور جو کچھ ان کے اندر ہوتا ہے کچھ ہی نہ ہو۔ اور ان کالے پروں والے تیز چونچوں والے دربانوں اور میناروں کے ہمسایوں اور آباد کرنے والوں کے متعلق اسکے کیسے ہی برے خیالات کیوں نہ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ

یہ جگہیں ایسی ہیں کہ اگر ایک دفعہ انسان انکو دیکھ لے تو پھر ان کی یاد کبھی فراموش نہیں ہو سکتی *

نوٹ اور رائیں

مسیحی واعظ انجیل پر عمل کرنے سے عاجز ہیں

ساری دنیا جانتی ہے کہ یسوع مسیح کی تعلیم بہت حد تک عمل کی حد سے باہر ہے یا یوں کہو کہ بالکل عمل کے قابل نہیں۔ ان کی بہت سی باتیں جو موجودہ اناجیل میں درج ہیں ایسی ہیں کہ انپر کبھی عملدرآمد نہیں ہوا اور نہ آیندہ ہوگا۔ کیونکہ اگر انپر عمل کیا جائے تو اس سے انتظام دنیا درہم برہم ہوتا ہے۔ اس قسم کی تعلیم کی مشہور مثال آپکا یہ قول ہے۔ "پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے" (متی ۵-۳۹:۶) کیا دنیا ایک لحظہ کے لیئے بھی امن میں رہ سکتی ہے اگر وہ اس تعلیم پر عمل کرے۔ مسیحی واعظ بھی اس نقص کو سمجھتے ہیں اسلیئے اس کو چھپانے کے لیئے وہ نہایت رکیک تاویلات سے کام لینا چاہتے ہیں اور ان الفاظ کے وہ معنے کرنا چاہتے ہیں جن کے یہ الفاظ متحمل نہیں اس لیئے ان کی کوششیں محض بے سود ثابت ہوئی ہیں۔ انجیل کا ایک مفسر لکھتا ہے "کہ خداوند (یعنی یسوع) کا مدعا یہ ہے کہ مسیحی کو چاہیئے کہ ذاتی طور پر بدلہ نہ لے بلکہ اس کو حوالہ بخدا کرے وہ خود بدلہ لیگا یا حاکم وقت پر چھوڑ دے کیونکہ وہ بھی خدا کا نائب ہوتا ہے۔ اس لیئے عدالت میں چارہ جوئی کرکے دادخواہی کرنی چاہیئے"* اگر اس امر کو تسلیم بھی کرلیا جاوے تو ماننا پڑے گا کہ یسوع مسیح نے (نعوذ باللہ) دھوکا دہی اور بے رحمی کی تعلیم دی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو۔ اور ایسا ہی اگر تمھارا کوئی کرتا لے تو چغہ بھی

* دیکھو تفسیر بائبل مصنفہ تھیوپول۔ جلد ۳ صفحہ ۲۵۔

اُتار دو۔ اب اگر مسیحیوں کی تحویل درست ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ یسوع مسیح چاہتے ہیں کہ مجرموں کو اوّل اقدام وارتکاب جرائم میں ترغیب دینی چاہیئے پھر ان کے برخلاف عدالت میں نالش کرکے انکو سخت سزا دلوانی چاہیئے۔ خود ہی اغوا کریں اور پھر خود ہی چارہ جوئی کریں کیا انصاف ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دوسری گال کا پھیرنا کوئی نیک نیتی سے نہیں بلکہ ایک طرح کا دھوکا ہے کہ کسی طرح مجرم کو پہلے کی نسبت سنگین سزا ملے۔ یہ رحم کے بالکل خلاف ہے بلکہ سخت بے رحمی اور ظلم ہے اور انجیل مروّجہ نے معلوم ہوتا ہے کہ نرمی اور حلم کی تعلیم نہیں دی بلکہ برخلاف اس کے ایک بڑی کمینہ حرکت کی تعلیم دی ہے تاکہ کسی طرح دشمن اپنے جرم کے ارتکاب میں آگے آگے قدم بڑھاتا چلا جائے اور آخر نہایت سخت سزا کا مستوجب ہو اگر اس تعلیم کا مقابلہ قرآنی تعلیم سے کیا جاوے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ قرآن شریف فرماتا ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی بدی کی سزا اُس بدی کے مناسب حال ہے لیکن اگر کوئی معاف کردے بشرطیکہ اس معاف کرنے سے اس بدی کرنے والے کی اصلاح ہو جائے تو ایسے شخص کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

یسوع مسیح کی تعلیم ایسی ناقص ثابت ہوئی ہے کہ خود پادری صاحبان بھی اسپر عمل کرنے سے عاجز ہیں۔ یسوع مسیح مشنریوں کو چند ہدایات دیتا ہے مگر مشنریوں کا انپر عملدرآمد کرنے سے عاجز رہنا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ وہ ناقابل عمل ہیں۔ جب یسوع مسیح نے اپنے بارہ شاگردوں کو بنی اسرائیل کے قبائل میں وعظ کرنے کے لیئے بھیجا تو انہوں نے ان کو حکم دیا "نہ سونا نہ روپا نہ تانبا اپنی کمر بند میں رکھو۔ راستہ کے لیئے نہ جھولی نہ دو کُرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو" (متی ۱۰ ورس ۹ و ۱۰) اور جگہ یسوع مسیح کہتے ہیں "اپنی زندگی کے لیئے فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پہنیں گے۔ نہ اپنے بدن کے لیئے کہ کیا پہنیں گے" (متی باب ۶ ورس ۲۵) پھر وہ کہتے ہیں "کل کی فکر مت کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کرے گا" (متی باب ۶ ورس ۳۴)

کیا کوئی پادری یہ کہہ سکتا ہے کہ آجکل ان احکام پر عمل ہو سکتا ہے یا کبھی ان پر عملدرآمد ہوا ہے؟ کیا وہ خود ان احکام پر عمل کر رہے ہیں؟ کیا وہ یسوع مسیح کے اس قول پر عمل کرتے ہیں کہ "نہ روپا نہ تانبا اپنی کمر میں رکھو اور راستہ کے لیئے نہ جھولی نہ دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو۔"

ایک صاحب مسٹر ہیری نام جنہوں نے چار سال چین اور جاپان اور جنوبی امریکہ میں سفر کیا ہے ایک امریکہ کے اخبار میں بیان کرتے ہیں۔ "آجکل کے اکثر پادری بالکل مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ مَیں شنید سے نہیں کہتا۔ بلکہ چشم دید بیان کرتا ہوں۔ مَینے بہت سے ایسے ممالک دیکھے ہیں جہاں کا مذہب مسیحیت نہیں۔ مہینوں پادریوں کو وعظ کرتے دیکھا ہے۔ مَینے انکو ادھر اُدھر آتے جاتے خوب غور سے دیکھا ہے۔ مَیں کئی ایک مسیحی جلسوں میں شریک ہوا ہوں۔ ان جلسوں میں اندر اور باہر ان مشنریوں کو اسی دُھن میں مشغول دیکھا ہے کہ کسی طرح انکی تنخواہوں میں ترقی ہو۔"

تعجب ہے کہ یہ لوگ دکھاوے کے لیئے تو یسوع مسیح کی انجیل کا وعظ کرتے ہیں۔ لیکن خود اسکی تعلیم کے خلاف کرتے ہیں۔ اس کی اور کوئی وجہ بظاہر نظر نہیں آتی کہ یسوع مسیح کی تعلیم ہی ناقص اور ناقابل عمل ہے۔

رپورٹ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۲ء

۱۔ صیغہ یتامےٰ

گذشتہ ماہ کی رپورٹ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے یتامیٰ کے لیئے روپیہ بھیجنے کے واسطے اشتہار شایع ہوا تھا۔ جسکی وجہ سے اس ماہ میں [illegible] آمد بمقابلہ [illegible] آمد ماہ گذشتہ ہوئی۔ یعنی تین سو روپے سے زائد آمد بہ نسبت ماہ گذشتہ ہوئی۔ اور خرچ ماہ مارچ [illegible] اور ماہ فروری [illegible] ہوا۔ یکم اپریل کو اس صیغہ کے ذمہ قریباً سوا پانچ سو روپیہ

قرضہ رہ گیا ہے۔ آمد کی اگر یہی رفتار رہی جیسے کہ اس ماہ رہی ہے تو عنقریب انشاء اللہ قرضہ اتر کر اس فنڈ میں روپیہ ہو جاوے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس ماہ ایک سو آٹھ روپیہ خاص اپنی جیب سے مدیتامیٰ میں مرحمت فرمایا۔ اور آپکے ارشاد کی تعمیل میں جماعت پشاور نے ... جماعت وزیرآباد نے ... میاں زین الدین صاحب انجینیر بمبئی نے اپنے بیٹے کی شادی کی تقریب پر مبلغ یکصد روپیہ اس مد میں چودھری عبداللہ خاں صاحب ساکن بھلول پور نے چھ روپے۔ سید ناصر شاہ صاحب نے ... مولوی عمرالدین صاحب مدرس ساکن صریح ضلع جالندھر نے پانچ روپے۔ جماعت غوث گڑھ نے دس روپے عطا فرمائے۔ دیگر متفرق طور پر تھوڑی تھوڑی رقم آئیں۔ ایک لڑکا یتامیٰ سے خارج ہوا کئی ایک درخواستیں یتامیٰ کی گنجائش ہونے تک رکی پڑی ہیں ؛

۲۔ صیغہ زکوٰۃ

اس ماہ میں آمد صرف پانچ روپے اور خرچ ماہ ۱۹۱ روپے یعنی خرچ آمد سے ... زائد ہوا ہے۔ اور آمد ماہ فروری ... اور خرچ ... تھا۔ مجھے افسوس سے یہ لکھنا پڑا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر جہاں احباب نے مدیتامیٰ میں روپیہ بھیجا وہاں دوسری طرف اس مد میں بالکل نہیں بھیجا۔ اور یہ پانچ روپے کی رقم بھی صرف جماعت بمبئی نے ہی بھیجی ہے اور کسی صاحب نے اس ماہ زکوٰۃ کا پیسہ تک نہیں بھیجا۔ خاص تحریکوں کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیئے کہ ایک طرف سے توجہ ہٹا کر دوسری طرف کر لی جاوے بلکہ صرف اسی صورت میں فائدہ پہنچتا ہے کہ معمولی چندوں کے علاوہ خاص تحریک کے ماتحت یکمشت یا ماہواری رقوم خاص طور پر ہی آویں۔ ورنہ اس صورت میں کہ ایک سے بند کر کے دوسری مد میں رقم بھیجدی چنداں مفید نہیں ہوتا۔ اس ماہ چار روپے ماہوار کے وظائف کی ایزادی ہوئی اور ترانوے روپے کابلیوں وغیرہ کے سفر خرچ اور مساکین کی امداد پر خرچ ہوئے۔

۳۔ صیغہ مساکین

ماہ حال میں اس مد کی آمد ۶-۱۰-۱۷۵ اور خرچ ۹-۱۱-۱۴۶ بمقابلہ آمد ... اور خرچ ... گذشتہ ماہ ہوا۔ ماہواری وظائف میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ صرف

اتنا لکھنا ضروری ہے کہ اس صیغہ کے اخراجات آمد سے زیادہ ہیں اور احباب کی توجہ کا محتاج ہے :-

۴- صیغہ اشاعت اسلام

اس صیغہ کی آمد ۶ - ۵ - ۱۳۴۵ اور خرچ ۶ - ۸ - ۸۱۵ بمقابلہ آمد ۳-۱۰-۲۵۰۷ اور خرچ ۰ - ۱۲ - ۳ - ۹۴۳ ماہ گذشتہ ہوا - ۳۱ - مارچ سنہ ۱۹۱۲ء کو خریداران رسالہ کی تعداد حسب ذیل تھی - ریویو انگریزی ۳۲۳ - اُردو ۱۰۲۹ تفسیر القرآن ۳۱۳ - یعنی گذشتہ ماہ سے ریویو انگریزی کے خریدار ۷ اُردو کے ۱۴ زیادہ ہوئے اور تفسیر کے ۱۷ کم ہوئے - قیمت پیشگی وصول کرنے والی تجویز پر عملدرآمد کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے نام پیشگی قیمت ادا نہ کرنے کی وجہ سے رسالہ بند ہوا -

مندرجہ ذیل جماعتوں نے حسب ذیل تعداد میں جدید خریدار پیدا کیئے - جماعت لاہور ۲۵ - فیروز پور ۴ - کنجاہ ۳ - سرگودہ ۸ - رنمل ضلع گجرات ۱۱ - بابو اختر علی صاحب ۴ - دہلی ۳ - الہ آباد ۳ - لالہ موسیٰ ۲ - مالاکنڈ ۲ - سامانہ ۲ - تلونڈی جھنگلاں ۲ -
بابو اختر علی صاحب و حکیم محمد حسین صاحب قریشی ساکن لاہور کو دینی کاموں میں حصہ لینے کا خاص جوش ہے - جزاہم اللہ احسن الجزاء علی الخصوص قریشی صاحب اشاعت کے کام میں بڑی معرفت

کتاب اصول اسلام یعنی ایڈیٹر ریویو کا وہ لیکچر جو جلسہ مذاہب الہ آباد پر پڑھا گیا تھا - اس کے فرانسیسی اور جاپانی زبان میں چھپوانے کے لیئے ہمارے ایک معزز دوست جو سلسلہ اشاعت میں ہمیشہ خاص دلچسپی لیتے اور اس کے لیئے بڑی بڑی رقوم عطا فرماتے رہتے ہیں - اور جنہوں نے ایک ہزار روپیہ کتاب "ٹیچنگز آف اسلام" کے لیئے بھی دیا تھا - دیر سے تحریک کر رہے ہیں - جاپانی میں ترجمہ وغیرہ کے اخراجات کو غالباً وہ خود ہی دینگے - مگر فرانسیسی میں جس کا تخمینہ خرچ ۳۱۵ روپے ہے - وہ ایک سو روپے کی مدد دینے کو تیار ہیں - اگر ہمارے احباب میں سے دو چار صاحب ہمت اور وسعت والے بقیہ رقم کو پورا کر دیں - تو اس کا انتظام کر دیا جاوے - جس قبولیت کی نگاہ سے یہ چھوٹا سا رسالہ دیکھا گیا ہے - اس سے امید پڑتی ہے - کہ فرانسیسی اور

جاپانی زبانوں میں ترجمہ بہت مفید ثابت ہوگا ؛

۵۔ صیغہ مدرسہ احمدیہ

آمد مدرسہ احمدیہ ماہ مارچ ۰-۱۴-۳۱۵ اور خرچ ۹-۰-۲۷۰ ہوا۔ بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کی آمد ۹-۱۵-۲۹۲ اور خرچ ۹-۷-۲۹۳ ہوا۔ اس مدرسہ کے سالانہ امتحان ۳۱۔ مارچ ۱۹۱۲ء کو ختم ہوئے اور ۱۷۔ اپریل تک مدرسہ بند ہے۔ اس کے بعد پڑھائی شروع ہونے والی ہے۔ احباب کو شروع سال میں لڑکے بھیجنے کی طرف توجہ ہونی چاہیئے ورنہ سال کے درمیان آنے سے طلباء کی تعلیم میں ہرج واقع ہوتا ہے۔ مدرسہ احمدیہ میں اول اور دوم رہنے والے طلباء کو وظائف ملا کرتے تھے جو وظائف مقابلہ کہلاتے تھے مگر چونکہ یہ مفید ثابت نہ ہوئے اس لیئے آئندہ کے لیئے اس مد کو بند کر کے اس کی بجائے انعامات رکھے گئے ہیں۔ اور اس کے مطابق اس سال سالانہ امتحان میں اول و دوم اور قرآن مجید و حدیث میں اول رہنے والے طلباء کو انعام ملا ہے۔ بہت سی کتب شیخ یعقوب علی صاحب نے اور کچھ شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے طلباء کو انعام میں دیں میرزا محمود احمد صاحب افسر مدرسہ احمدیہ نے تقسیم انعامات سے پہلے لطیف تقریر فرمائی جو کسی اخبار میں غالباً درج ہو گی ؛

۶۔ صیغہ تعلیم

ہائی سکول سے رپورٹ نہ آنے کی وجہ سے گذشتہ ماہ کی رپورٹ درج رسالہ نہ ہو سکی تھی اب اس ماہ کی درج کی جاتی ہے۔

صیغہ تعلیم کی کل آمد بابت ماہ رواں ۹-۴-۸۶۱ اور خرچ ۳-۲-۱۰۵۵ یعنی خرچ آمد سے دو سو روپیہ کے قریب زیادہ ہے۔ اس میں صرف پونے چار سو کے قریب بذریعہ چندہ آمد ہوئی باقی فیسوں کا روپیہ ہے۔ اسوقت سات طلباء کو سرکاری وظیفہ ملتا ہے۔ تعداد طلباء ہائی سکول سوا تین سو ہے۔ اور بورڈران ایک سو اکاون ہے۔ ایک گرلز سکول اور دو باہر دیہات میں شاخیں ہیں جہاں اپر پرائمری تک تعلیم دی جاتی ہے۔ سالانہ امتحان مارچ میں ختم ہو کر ۱۵۔ اپریل تک سکول بند ہے۔ ۱۶۔ کو کھلیگا۔ جو احباب اپنے بچے بھیجنے چاہیں

وہ شروع سال میں بھیجدیں۔ کیونکہ اس سے تعلیمی حرج نہیں ہوتا ؛

۷۔ صیغہ مقبرہ بہشتی

اس صیغہ کی کُل آمد ما عیب اور خرچ دو سو آٹھ روپیہ بمقابلہ ۳-۱۲-۲۸۴ آمد اور ۰-۱۲-۲۱۷ خرچ ماہ گذشتہ ہوا۔ آمد میں لعہ شیخ عطاء اللہ صاحب ریلوے گارڈ ہالکوال سے جنہوں نے وصیت کی ہے۔ اپنی نعش یہاں لانے کا خرچ اپنی زندگی میں داخل خزانہ کرایا ہے۔ اس ماہ صرف نو وصایا آئی ہیں۔ اسکے متعلق احباب اگر اپنی اپنی جگہ کوشش کریں تو اس کام میں ترقی ہو سکتی ہے۔ خصوصاً مجمعوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا اشتہار پڑھ کر سنانا چاہیئے۔ اور متمول احباب وصیت کر کے دوسروں کے لیئے نمونہ بنیں ؛

۸۔ صیغہ جائداد

تکمیل عمارت بورڈنگ ہوس کا کام جاری ہے۔ عمارت ہائی سکول کے لیئے بحاضری احباب ذیل حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے مشورہ و ارشاد کے مطابق جبکہ آپ موقع پر تشریف لے گئے تھے قرار پایا کہ نواب صاحب کی کوٹھی کے سامنے مسجد نور کے متصل عمارت مدرسہ کھڑی کی جاوے۔ اور عنقریب بنیادیں رکھی جاویں گی۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔ خانصاحب محمد علی خانصاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی صدر الدین صاحب و راقم۔ اس عمارت کے لیئے ایک لاکھ روپے کا تخمینہ خرچ منظور ہوا ہے۔ اس میں سے پچاس ہزار کے لئے گورنمنٹ سے امداد کی درخواست کی گئی تھی۔ جس میں سے خدا کا شکر ہے کہ بالفعل تیس ہزار گورنمنٹ نے منظور کر لیا ہے اور امید ہے کہ بقیہ رقم بھی منظور ہو جاویگی۔ اسکے لیئے میں گورنمنٹ کا اور ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم کا تمام احمدی جماعت کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو ہمیشہ احمدی قوم کو شکرگذاری کا موقع دیتے رہتے ہیں۔ قریباً چھ ہزار کی رقم اور عمارت بورڈنگ ہوس کی تکمیل کے لیئے منظور کی ہے۔ ان اخراجات کثیر کو پورا کرنے کے لیئے احمدی قوم کو بھی دل کھول کر روپیہ بھیجنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس کے لیئے عنقریب

دفعہ باہر نکلنے والا ہے۔ کیونکہ یہ تیس ہزار بموجب قاعدہ مل نہیں سکتا جب تک ساٹھ ہزار روپے کا خرچ عمارت مدرسہ پر نہ دکھایا جاوے سو اول یہ ضروری ہے کہ چندوں کے ذریعہ روپیہ وصول کرکے بہت جلد عمارت پر خرچ کیا جاوے۔

۹۔ صیغہ بیت المال

گذشتہ ماہ سے آمدورفت مہمانان زیادہ رہی۔ کچھ کابلی اپنے وطن کو واپس ہوئے اور ڈاکٹر ہیرا مل صاحب ولایت سے اور ایک ارمنی صاحب بغداد سے یہاں آئے۔ آمد اس صیغہ کی ۹-۲-۱۱۰۶ اور خرچ ۱۱-۱۱-۲۸۳۷ ہوا جو اڑھائی گنا سے بھی زیادہ ہے۔

۱۰۔ صیغہ متفرقات

شفاخانہ۔ آمد شفاخانہ ۰-۱۵-۴۰ اور خرچ ۳-۱۲-۹۶ ہوا ہے۔ اس ماہ میں ۱۱۹۰ مریض علاج کے لیئے آئے۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن جو دو ماہ کی رخصت پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے محض ہمدردی سے ان ایام میں مندرجہ ذیل اپریشن کیئے۔ جزاہم اللہ خیرا۔ بہت لوگوں کو انسے فائدہ پہنچا اور وہ ڈاکٹر صاحب کے مشکور ہیں۔ اللہ نے انکو مخلوقات سے ہمدردی و شفقت کرنے کے لیئے خاص دل عطا فرمایا ہے اور بڑی شوق سے اپریشن کرتے ہیں۔

کیٹرکٹ کیس یعنی موتیا بند ۳۰۔ ناخونہ ۸۔ پڑبال ۱۰۔ خنازیر یک مختلف امراض چشم ۴۴ اپریشن کیئے۔

دفتر سکرٹری۔ مبلغ پندرہ سو پچپن روپیہ پونے تیرہ آنہ چندہ مسلم یونیورسٹی ارسال کیا گیا یعنی ایک ہزار روپیہ حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ نے اور پانسو روپیہ شیخ محمد حسین صاحب سب جج میرٹھ کا ارسال کردہ بھیجا گیا۔ میاں محمد حسن کو ضلع گورداسپور میں فراہمی غلہ و چندہ وغیرہ کے لیئے مقرر کیا گیا ہے۔ ضلع گورداسپور میں جہاں وہ جاویں احمدی احباب کو انکی اس کام میں ہر طرح سے مدد کرنی چاہیئے۔

دفتر محاسب۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سب صیغوں کی کل آمد ۹-۷-۵۵۰۰ اور خرچ ۸-۵-۸۵۹۶ ہوا۔ جناب حافظ نور احمد صاحب ساکن اکوتہ ملک برار نے مبلغ پچاس روپے یکمشت مدد بھیجی۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

نوٹس

"چونکہ بعض احباب، اپنے بچوں کا خرچ یا مدات صدر انجمن احمدیہ قادیان کا روپیہ بھی کبھی میرے نام کبھی ہیڈ ماسٹر مدرسہ یا سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس کے نام بھیجدیتے ہیں جس میں سوائے کام بڑھنے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیئے التماس ہے۔ کہ اپنے اپنے گاؤں یا انجمن کے تمام احمدی احباب کو جمع کرکے تاکید کردیں۔ کہ ہر قسم کا روپیہ بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان آنا چاہیئے اور اگر کسی قسم کی اطلاع دفتر سکرٹری میں کرنی ضروری ہو تو بذریعہ کارڈ کردیجاوے"۔

اعلان "گذشتہ سال کی طرح صدر انجمن احمدیہ قادیان نے میاں محمد حسن صاحب کو ضلع گورداسپور میں فراہمی غلہ چندہ اور بھوسہ کے لیئے مقرر کیا ہے۔ جو اس کام کو سرانجام دینے کے لیئے مختلف مقامات پر جاویں گے۔ اس لیئے جہاں وہ جاویں وہاں کے احمدی احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ ہر طرح سے انکے کام میں مدد دیکر ثواب حاصل کریں۔ اور ممنون فرماویں"۔

(محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان)

ریویو

نعم التعویذ العالی۔ یہ رسالہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نصیحۃ التلمیذ کا اردو ترجمہ ہے جو جناب مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے چیف جج عدالت عالیہ ریاست بہاولپور نے تیار کرکے شائع کیا ہے۔ مضمون کی خوبی کے لیئے امام علیہ الرحمۃ کا نام ہی کافی سند ہے۔ کتاب نصیحۃ التلمیذ جس کا یہ ترجمہ ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ نے ایک نافع التحصیل شاگرد کے چند سوالات کے جواب میں لکھی ہے۔ اسمیں بہت سے مفید روحانی مضامین پر مختصراً بحث کی گئی ہے۔ مثلاً علم و عمل۔ عبادت۔ کیفیات قلب۔ توبہ۔ متابعت شریعت۔ توکل۔ اخلاص وغیرہ کی حقیقت۔ الغرض روحانیت پر ایک لطیف مضمون ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا مادی ترقی کی طرف جھکی ہوئی ہے اس رسالہ کا پڑھنا بہت مفید ہے۔ ترجمہ نہایت قابلیت کے ساتھ عام لوگوں کے فائدہ کیلیئے سلیس اردو میں کیا گیا ہے خدائے تعالیٰ مترجم کو جزائے خیر دے آمین۔

فتوح الرحمٰن یہ رسالہ پانچ مختلف قصائد عربی کا مجموعہ ہے جو مولوی احمد ابن علی ملاباری کی ......

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں چار پانچ ہزار کے مجمع میں پڑھا گیا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سُنا۔ اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن کریم سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے انکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جن سے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب کبھی پیش نہیں کر سکے گا۔ اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالفِ اسلام کو سوائے سرِ تسلیم خم کرنیکے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے۔ یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو الہامی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذہب کے تذکرہ کرنیکے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً رد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت آں حضرت صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی عمر بھر کی تصنیفات اور تالیفات کا خلاصہ یہی ایک مضمون تھا جس میں مکمل طور پر اسلام کی صداقت بیان کی گئی ہے اس لئے پبلک کی عام قبولیت اور پسندیدگی دیکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اسکی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں یہاں بھی فروخت کے لئے منگوائی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کی غرض سے کاپیں خرید کر مفت تقسیم کر کے اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔ جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحے اور عمدہ ولایتی جلد کے بہت ہی تھوڑی

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۲ عیسوی | نمبر ۵

چندہ سالانہ

ذی وامرا سے

طلباء سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - مئی سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شایع ہوا۔

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ لیکچر مہوتسو

وہ لیکچر جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے لاہور کے عظیم الشان جلسۂ مذاہب میں ۱۸۹۶ء میں پڑھا گیا تھا اس کا انگریزی ترجمہ ولایت سے چھپکر آ گیا ہے۔ دو سو صفحہ کی کتاب ہے۔ مجلد کی قیمت ۱۲؍ اور بے جلد کی ۱۰؍ ہے چونکہ ولایت میں اسکی مفت اشاعت ہوگی اس لیئے احباب اپنے لیئے بھی خریدیں اور اس جگہ یا ولایت میں مفت تقسیم کرا کر بھی ثواب لیں ؛

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

قاعدہ یسرنا القرآن :

- یعنی عربی کا قاعدہ جسکے پڑھنے سے ایک بچہ چند ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے۔ ایسا مفید ثابت ہوا ہے اور اسقدر اسکی مانگ بڑھ گئی ہے کہ اب اُس کا چوتھا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے اور کچھ دنوں بعد احباب کو پانچویں ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا

پارہ اول۔ دوم۔ سوم :

- چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جن پر اعراب صحیح لکھے ہوں اور یہ قاعدہ ختم کرکے بچے بآسانی قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقت محسوس کرکے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر پارہ اوّل دوم سوم خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں۔ جو احباب اپنے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کراتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے یہ پارے پڑھوائیں تا بچہ کو قرآن شریف پڑھنے میں دقت نہ ہو۔ یہ پارے اُن بچوں کے لیئے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انپر اعراب بہت صحیح اور اپنے اپنے موقعہ پر دیئے ہیں ؛ نیز ہم نے ایسے قرآن شریف بھی منگوائے ہیں جو نسبتاً بہت صحیح ہیں اور اعراب اپنے اپنے موقعہ پر صحیح دیئے ہیں۔ ہماری رائے میں عام قرآن شریفوں کی نسبت انپر پڑھنے سے بچوں کو بہت سہولت ہوگی۔ تینوں پارے [illegible] پارہ کے حساب سے اور قرآن شریف بے جلد ۱۲؍ دفتر میگزین قادیان سے مل سکتے ہیں ؛

(مینجر میگزین)

تفسیر القرآن کے خریداروں کو اطلاع

اس دفعہ چونکہ اب تک تفسیر القرآن کے پہلے نمبر کا پورا مضمون نہیں مل سکا اسلیئے جون کے آخر تک مشکل ایک نمبر نکل سکے گا۔ اس صورت میں۔ اس سال صرف تین نمبر ہی نکلیں گے۔ اور اس لیئے خریداروں سے اس سال عوض ۱۲؍ ہی لیئے جائیں گے ؛

(مینجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا احکام قرآنی دربارہ جہاد منسوخ شدہ ہیں؟

نمبر ۲

گذشتہ مضمون میں مَیں یہ دکھا چکا ہوں کہ آئہ کریمہ (۱) مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ الخ (سورہ بقرہ) سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن شریف کی بعض آیات نے بعض دوسری آیات کو منسوخ کر دیا ہے بلکہ سیاق سباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں خدائے تعالیٰ اہل کتاب کو سناتا ہے کہ قرآن شریف کے آنے سے موسوی شریعت منسوخ کی گئی ہے اور یہ کہ قرآن شریف کے بعض احکام توریت کے مثل ہیں اور بعض اُن سے بہتر۔

(۲) قرآن شریف کی بعض آیات کے منسوخ ہونے کا خیال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول پر مبنی نہیں ہے۔

(۳) خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ فلاں احکام جہاد جو فلاں فلاں آیت میں قبل ازیں نازل کیے گئے ہیں وہ فلاں آیت کے رو سے منسوخ شدہ سمجھے جاویں۔

(۴) قرآن شریف نہایت زور کی تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس میں کسی قسم کا ذرا بھر بھی اختلاف نہیں اور اس امر کو وہ اپنے الہامی اور سچا ہونے کی دلیل گردانتا ہے۔

(۵) اس نے ہمارے لیے آیات کے صحیح مطالب معلوم کرنے کے لیے ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ یعنی تمام قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس لیے کسی آیت کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں قرآن شریف

کی کسی دوسری آیت کا خلاف نہ ہو۔ متشابہات کا مطلب دریافت کرنے کے لیئے محکمات کے تابع رہنا ضروری امر ہے۔

(۶) اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لیئے یہ مان بھی لیا جاوے کہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ الخ شریعت موسوی کے نسخ کے متعلق نہیں بلکہ بعض آیات قرآنی کے متعلق ہے تو بھی اس سے اس اعتراض کو کچھ مدد نہیں مل سکتی کہ وہ آیات جن میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی اور اُن سے منصفانہ برتاؤ کے احکام صادر کیئے گئے ہیں وہ سورہ توبہ کی اُن دو آیات کے مطابق منسوخ شدہ ہیں جن میں خیال کیا گیا ہے کہ تمام کفار کو بیدریغ قتل کرنے کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ بموجب آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ناسخ آیت یا تو منسوخ شدہ آیت سے بہتر ہونی چاہیئے۔ یا کم از کم اس کے برابر ہی ہونی چاہیئے نہ یہ کہ آیت ناسخ۔ آیت منسوخ کے بالکل ہی برعکس اور اُس سے کم درجہ پر ہو جو کہ اس آیہ کے منشا کے بالکل برخلاف ہے کیونکہ اس میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا یہ نہیں فرمایا کہ ناسخ آیت منسوخ سے بدتر ہوگی۔

(۷) اگر سورہ توبہ کی آیات ۵ اور ۲۹ کی وہی تعبیر کی جاوے جو کہ عیسائی صاحبان کرتے ہیں تو اس صورت میں تو قرآن شریف کا ایک بہت بڑا حصہ فضول اور غیر ضروری تسلیم کرنا پڑے گا جو کہ سخت بیہودہ بات ہے اور ناقابل تسلیم ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور وجہ سے بھی یہ خیال قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کہ سورہ توبہ کی آیات ۵ و ۲۹ نے تمام اُن احکام کو جو مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے باہمی برتاؤ اور سلوک اور جنگ و جدل کے بارہ میں ان آیات کے نزول سے قبل نازل ہو چکے تھے منسوخ کر دیئے ہیں۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کو دوست و دشمن سب تسلیم کرتے ہیں کہ ہجرت کے نویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور اُنکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور اُنکو حکم دیا کہ سورۃ توبہ کا پہلا حصہ تمام مشرکین عرب کو سنا دو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپکے اس ارشاد کی تعمیل میں سورۃ توبہ کا ابتدائی حصہ مقام منیٰ میں سب حج کرنے والوں کو بلند آواز سے سنا دیا اس حصہ میں سورۃ براءۃ

کی پہلی ۳۳ آیات شامل تھیں اور آخری الفاظ یہ تھے ولو کرہ المشرکون (ملاحظہ ہو
مواہب زرقانی جلد ۳ صفحہ ۱۰۷- تفسیر فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۹۹ اور بیضاوی صفحہ ۳۲۶)
اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہر دو آیات نمبر ۵ و ۲۹ اس حصہ میں جو باواز بلند مکہ معظمہ میں پڑھا گیا
تھا شامل تھیں - اب اگر ہم اس بات کو فرض بھی کرلیں کہ ان آیات نے تمام سابقہ احکام کو
منسوخ کردیا ہے جو قرآن شریف کے دیگر مقامات میں پائے جاتے ہیں تاہم ہمارے معترض کو
کم از کم یہ ماننا لازمی ہوگا کہ خاص یہ حصہ تو تمام قسم کے متضاد احکامات سے بری ہونا چاہیئے -

اور اس حصہ میں کوئی ایسی آیتیں نہیں ہونی چاہئیں جو ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہوں م

اس حصہ کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کو ان تمام مشرکوں کے
سامنے بلند آواز سے پڑھا جاوے جو کہ مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر جمع تھے تاکہ وہ ان
تمام امور سے جو اس میں بیان کیئے گئے ہیں آگاہ ہوجاویں یہ مشرکین کے لیئے نہایت ضروری
احکام تھے اور اس لیئے ان میں باہمی مطابقت ہونی لازمی بات تھی - یہ ایک نہایت بیہودہ
اور بے دلیل بات ہے کہ ہم یہ خیال کریں کہ ایک ہی بیان میں جو کہ ایک ہی موقعہ پر ایک ہی
مجمع میں ایک ہی وقت اس لیئے پڑھا گیا کہ لوگ اس کے مطالب سے آگاہ ہوجاویں -
باہمی متضاد باتیں ہوں اور اس کی آیات ایکدوسرے کی ناسخ ہوں - اور یہ بات غالباً کسی
معترض کے نزدیک بھی قابل تسلیم نہیں ہوسکتی گو وہ کتنا ہی قرآن مجید میں نسخ کا قائل ہو
کیونکہ کوئی عقلمند انسان اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا کہ ایک ہی بیان متضاد باتوں کا
مجموعہ ہو - اگر معترض ان ہر دو آیات متذکرہ بالا کو قرآن مجید کے تمام باقی حصہ سے الگ کرنا
چاہتا ہے تاہم اسے یہ حق حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ ان آیات کو اس خاص حصہ قرآن سے
علیحدہ کردے جو کہ ۳۳ آیات کا ایک مجموعہ ہے اور جو کہ سارے کا سارا ایک ہی وقت
لوگوں کی آگاہی کے لیئے پڑھا گیا - اس لیئے ان ہر دو آیات کی تشریح کے لیئے ہمیں
اسی رکوع کی باقی آیات کو زیر نظر رکھنا لازمی ہے اب میں ناظرین کی تسلی کے لیئے
اس رکوع کی تمام آیات کو نمبروار نیچے درج کرتا ہوں تاکہ وہ معلوم کرسکیں کہ ان آیات کا اصل
مطلب کیا ہے اور معترض کیا سمجھتا ہے ؎

(۱) بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ جن مشرکوں سے تم نے (اے مسلمانو!) عہد کیا تھا انکے بارے میں اب اللہ اور رسول کی طرف سے بیزاری ہے ؛

(۲) فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ اے مشرکو! چار مہینے اور ملک میں چل پھر لو اور یہ جانے رہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے ؛

(۳) وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اشتہار ہے مشرکین سے بیزار ہے۔ پس اگر تم توبہ کرو تو یہ تمہارے لیئے بہتر ہوگا اور اگر تم نہ مانو پس جانے رہو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے ؛

اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول حج اکبر کے دن لوگوں کی طرف

(۴) اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّــوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ مگر یہ اعلان اُن مشرکین سے تعلق نہیں رکھتا جن کے ساتھ تمہارا عہد بندھا ہوا ہے اور جنہوں نے کہ اس کی کچھ بھی خلاف ورزی نہیں کی۔ اور نہ تمہارے خلاف کسی کو مدد دی ہے پس اُنکے عہد کو عہدنامہ کی میعاد تک پورا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے ؛

(۵) فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَــلُّوْا سَـبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور جب وہ حرمت کے

مہینے ختم ہو جاویں (جو آیہ نمبر ۲ میں بیان کیئے گئے ہیں) پس مشرکین کے ساتھ لڑو جہاں تم اُن کو پاؤ اور اُن کو گرفتار کرو اور اُن کا محاصرہ کرو اور ان کے لیئے گھات میں بیٹھو پس اگر وہ توبہ کریں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُنکا راستہ چھوڑ دو کیونکہ خدا غفور رحیم ہے ؎

(۶) وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور اگر مشرکین میں سے کوئی تیری پناہ پکڑے تو اسے پناہ دے کہ وہ خدا کا کلام سن سکے تب اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچاوے یہ اس لیئے کہ یہ قوم علم سے بے بہرہ ہے ؎

(۷) كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ کیسے ہو واسطے مشرکین کے عہد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک سوائے اُن کے جن کے ساتھ تم نے مسجد حرام میں عہد باندھا پس جبتک وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تم بھی قائم رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے ؎

(۸) كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ وہ کیسے (تمھارے ساتھ عہد پر قائم رہ سکتے ہیں) حالانکہ اگر وہ غالب آویں تو نہ عزیز داری کا لحاظ رکھیں نہ عہد کا اپنے مُنہ کی باتوں سے تمھیں راضی کرتے ہیں لیکن انکے دل اسکے خلاف ہیں اور ان میں سے اکثر بدعہد ہیں ؎

(۹) اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ

سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وہ آیات اللہ کو تھوڑی مول میں بیچتے ہیں اور دوسروں کو اسکے راستے سے روکتے ہیں بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں ؛

(۱۰) لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ وہ کسی مومن کے باب میں نہ عزیزداری کا لحاظ رکھتے ہیں نہ اپنے عہد کا .... اور وہی حد سے بڑھ جانیوالے ہیں ؛

(۱۱) فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں پس وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم سمجھدار لوگوں کے لئے اپنی آیات کھولکر بیان کردیتے ہیں ؛

(۱۲) وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اور اگر عہد باندھنے کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن ماریں پس کفر کے سرداروں سے لڑو کیونکہ وہ بدعہد ہیں تاکہ وہ باز آجائیں ؛

(۱۳) اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ کیا تم اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کو نکالنے کا قصد کیا اور پیشقدمی کرکے تم پر حملہ کیا کیا تم ان سے ڈرو گے؟ پس اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرا جاوے اگر تم مومن ہو ؛

(۱۴) قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَ

يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اُنسے لڑو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے اُن کو عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا۔ اور تم کو انپر فتح دے گا اور مومن قوم کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا۔

(۱۵) وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اور اُن کے دلوں کے غصے کو دُور کر دیگا اور اللہ تعالیٰ رجوع کریگا جس کی طرف چاہیگا اور اللہ علیم حکیم ہے۔

(۱۶) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو چھوڑ دے گا بغیر یہ جاننے کے کہ کونسا تم میں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے اور خدا کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں پکڑتا اور نہ اسکے رسول کے سوا۔ اور نہ مومنین کے سوا۔ اور خدا جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

(۱۷) مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ یہ مشرکین کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں بحالیکہ وہ اپنے کفر پر خود گواہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت چلے گئے ہیں۔ اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

(۱۸) اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لاتے اور نمازیں قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے ایسے لوگوں کو راہ پانے کی امید ہوسکتی ہے۔

(۱۹) اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں سعی کرنے کی طرح کر دیا۔ خدا کے نزدیک یہ برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا؛

(۲۰) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جانوں سے سعی کی خدا کے نزدیک اُنکا درجہ بڑا ہے اور وہی لوگ کامیاب ہوں گے؛

(۲۱) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ اُن کا مالک اُنکو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ہمیشہ کا آرام ہے؛

(۲۲) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

ہمیشہ ہمیشہ اُن باغوں میں رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا ثواب ہے؛

(۲۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اے مومنو! اپنے باپ دادوں اور بھائیوں کو دل پر تسلط رکھنے والے دوست مت بناؤ اگر وہ ایمان کو چھوڑ کر کفر سے محبت کریں اور جو اُن کو ایسا دوست بنائے گا وہ ظالموں میں سے ہوگا؛

(۲۴) قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ کہ۔ اگر تمھارے باپ دادا تمھارے بیٹے تمھارے بھائی تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھارا مال جو تم حاصل کرتے ہو اور تجارت جس کے خراب ہوجانے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو خدا اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ عزیز ہیں تب انتظار کرد یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ بدعہد قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا ؎

(۲۵) لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ تو بہت معرکوں میں تمھاری مدد کرچکا ہے اور حنین کے دن بھی جب تمھیں اپنی کثرت پر گھمنڈ ہوگیا الخ

(۲۶) ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ تب خدا نے رسول اور مومنوں پر سکینت نازل کی اور ایسے لشکر نازل کیا جنھیں تم دیکھ نہ سکتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے ؎

(۲۷) ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ پھر اس کے بعد جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ؎

(۲۸) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ

خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ اے مومنو! مشرکین نجس ہیں پس اس سال کے بعد اُن کو مسجد حرام کے نزدیک نہ آنے دو اور اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو اگر اللہ تعالےٰ چاہے تم کو اپنے فضل سے دولتمند کریگا تحقیق اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے۔

(۲۹) قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ اہل کتاب جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ پچھلے دن پر اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے حرام کیا اُسکو حرام جانتے ہیں اور سچے دین کو نہیں مانتے اُن سے لڑو یہاں تک کہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

(۳۰) وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ یہود کہتے ہیں عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ انکے مُنہ کی باتیں ہیں یہ پہلے کفار کے اقوال کے مشابہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انپر لعنت بھیجتا ہے وہ کہاں بہکے جاتے ہیں۔

(۳۱) اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ اپنے عالموں اور درویشوں کو اور مسیح ابن مریم کو خدا کے سوا اپنا رب بنا لیا اگرچہ انکو ایک خدا کی پرستش کا حکم دیا گیا تھا۔ جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اسکے ساتھ کوئی شریک ٹھہرایا جاوے۔

(۳۲) يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ

اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وہ خدا کے نور کو اپنے موہنوں سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنا چاہتا ہے اگرچہ کفار کو ناخوش گوار گذرے ؂

(۳۳) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام دیگر ادیان پر غالب کردے خواہ مشرکین اسے ناپسند ہی کریں ؂

مندرجہ بالا آیات حضرت علیؓ نے حج الاکبر کے دن مکّہ معظّمہ میں تمام لوگوں کے درمیان پڑھی تھیں ان میں سے وہ دو آیات جن کے رُو سے مسیحی معترضین تمام اس سے پہلے نازل شدہ احکام کو منسوخ شدہ قرار دیتے ہیں آیۃ نمبر ۵ اور آیۃ نمبر ۲۹ ہیں۔ جن میں سے اول الذکر تو مشرکین کے بارہ میں ہے اور مؤخر الذکر اہل کتاب کے بارہ میں۔ سب سے پہلے ہم آیت نمبر ۵ کو لیتے ہیں جس کے رُو سے مسیحی معترضین خیال کرتے ہیں کہ ہر ایک مشرک کو قتل کرنے کا حکم ہے اور جس کے رو سے تمام وہ احکام جن میں دشمنوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے اور زیادتی سے اجتناب کرنے اور مذہبی آزادی قائم رکھنے کا حکم دیا گیا تھا منسوخ شدہ قرار دیئے گئے ہیں سخت افسوس ہے کہ ایسے معترضین اسلام کے ساتھ کیسی بے انصافی کرتے ہیں۔ گو یہ الفاظ کہ جب حرمت کے مہینے گذر جاویں جہاں تم مشرکین کو پاؤ اُن کو مارو اور انہیں قید کرو اور انکا محاصرہ کرو اور ان کے لیئے گھات میں بیٹھو" اگر تمام آیات سے علیحدہ کیئے جاویں تو ایک ظاہر بین آنکھ کو خطرناک معلوم ہوتے ہیں لیکن جو شخص انصاف سے تمام سیاق و سباق کو زیر نظر رکھے گا وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جائیگا۔ کہ یہ آیت بلا تخصیص ہر ایک مشرک کے لیئے نہیں بلکہ عرب کے صرف بعض خاص قبائل کے بارے میں ہے جو کہ ظلم اور زیادتی اور عہد شکنی میں حد سے نکل گئے تھے ؂

جب تمام جسم میں سے ایک عضو کاٹ ڈالا جاوے تو انسان کو سخت

تکلیف پہنچتی ہے لیکن میں معزز ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے مسیحی معترضین ایک سچے مسلمان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچاتے ہیں جبکہ وہ ایک آیت کو اُس کے ماسبق اور مابعد سے الگ کرکے یہ بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اسلام ایک سخت متعصب مذہب ہے جو بلا تخصیص ہر ایک کافر کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیتا ہے اور اس طرح سے دنیا کو اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ آیات جن میں صرف اُن منکروں کے ساتھ لڑائی وغیرہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو مسلمانوں پر سخت بے رحمانہ ظلم اور زیادتی اور قتل و خونریزی کے مرتکب ثابت ہو چکے تھے اُنکو مسیحی معترضین تمام ممالک اور ہر ایک زمانہ کے مشرکین پر چسپاں کرکے اسلام کو ملزم بنانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے قرآن مجید کی بعض آیات چُن رکھی ہیں جن کو وہ وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے اور دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ مسیحی مشنریوں کی کوئی کتاب کوئی رسالہ کوئی اخبار دیکھو بار بار انہیں چند آیات کا اعادہ کرکے اسلام کی نسبت بدظنی پیدا کرنے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں کیجاتی۔ وہ ہمیشہ یہی بیان کرینگے کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ "کفار کو مارو اُنکو پکڑو اور اُن کے لیئے ہر ایک گھات میں لگے رہو" مگر ان میں اتنی دیانتداری اور جراٗت نہیں کہ وہ اس سے اگلی ہی آیت کو پڑھکر یہ بیان کرسکیں کہ یہ حکم عرب کے بعض قبائل کے متعلق تھا جو مختلف قسم کے جرموں کے مرتکب ہو چکے تھے۔ جس کے باعث ایسا حکم نازل کیا گیا۔ مگر مسیحی معترضین کا تعصب یہانتک بڑھا ہوا ہے کہ وہ قرآن شریف کے اُن احکام سے بالکل آنکھیں بند کرلیتے ہیں گویا کہ وہ قرآن شریف میں ہیں ہی نہیں جن سے کہ تمام قرآن شریف بھرا پڑا ہے اور جن میں کہ مسلمانوں کو غیر مذاہب کے پیرووں سے انصاف اور نیک سلوک کرنے کا حکم ہے اور اُن مخالفین کے ساتھ جو ظلم اور زیادتی کے مرتکب نہ ہوں لڑائی کرنے سے ممانعت ہے اور جن میں کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی دین میں کوئی جبر نہیں کا صریح حکم ہے اور جن میں کہ اپنے عہدوں اور اقراروں پر قائم رہنے کا حکم ہے اور عہد شکنی کے لیئے دنیوی اور اُخروی سزا سے ڈرایا گیا ہے اور بے گناہ

مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے مار ڈالنے سے سخت ممانعت کی گئی ہے جس کی سزا دوزخ ہوگی۔ اور جن میں لڑائی میں پہل کرنے کی نہی ہے اور مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ رحم اور مہربانی اور نیک سلوک کرنے میں مذہب یا قومیت کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے۔

اسی طرح سے ایک مسیحی معترض اُن آیات کا بھی مطلق ذکر نہ کرے گا جن میں کہ اُن جنگوں کے وجوہات بیان کیئے گئے ہیں جو مسلمانوں کو مجبوراً اختیار کرنے پڑے اور نہ وہ اُن آیات کا ذکر کریگا جن سے کہ اُن ظلموں اور زیادتیوں کا پتہ لگے جو کفار نے مسلمانوں پر کیں۔ اُس نے صرف اتنا ہی فرض سمجھ چھوڑا ہے کہ بغیر سیاق و سباق بتانے کے ایک دو آیات پیش کرکے دنیا کو دھوکا دینا شروع کردیا کہ اسلام تمام کفار کے قتل کر دینے کا حکم دیتا ہے خواہ وہ کسی زمانہ میں ہوں اور کہیں ہوں۔ اور اسطرح وہ ایک باغیرت مسلمان کو اس سے زیادہ تکلیف و دُکھ پہنچاتا ہے جتنی کہ پہلے مسیحیوں نے بنی نوع انسان کو تلوار۔ آگ اور ظالمانہ طریقوں سے محض اختلاف خیالات کی بنا پر پہنچائی تھی۔ وہ (مسیحی معترض) بعض موجودہ عیسائی حکومتوں کی بے تعصبی کی نظیر پیش کرتا ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتا کہ یہ سبق اِن حکومتوں کو گذشتہ مسیحی نسلوں کی ظالمانہ کارروائیوں سے حاصل ہوا ہے۔ بے تعصبی کی وہ لہر جو کہ اب مغربی ممالک کے حاکموں اور وزراء سے ظاہر ہو رہی ہے یہ صرف گذشتہ متعصب مسیحیوں کے تعصب کا نتیجہ ہے اور اس لیئے موجودہ مشنریوں کو بجائے فخر کرنے کے شرمندہ ہونا چاہیئے کیونکہ دنیا کے لیئے یہ ایک پختہ دلیل اس بات کی ہے کہ گذشتہ مسیحی نسلوں نے بنی نوع انسان پر کس کس قسم کے جور و جفا محض اختلاف خیالات کی بنا پر روا رکھے بعض مغربی سلطنتوں کی بے تعصبی اُس زمین کا پھل ہے جو کروڑوں بے گناہ انسانوں عورتوں بچوں وغیرہ کے خون سے سینچی گئی ہوئی ہے جو کہ گذشتہ نسلوں کے خونی مسیحیوں کے ظالمانہ تعصب کا شکار ہو چکے ہیں تعصب کی وہ روح ابھی تک یورپ اور امریکہ سے ناپید نہیں ہوگئی بلکہ یہ حکومت کا زبردست ہاتھ ہے جس نے

اُسے قابو کیا ہوا ہے اس بات کا ثبوت کہ مسیحی پادریوں اور مشنریوں میں ابھی تک وہی تعصب ہے جو انکے بزرگوں میں تھا اِس بات سے مل سکتا ہے کہ وہ کس طرح غلط اور قابل شرم طریق سے اسلام کے ساتھ سلوک کرتے ہیں وہ قرآن شریف کی بے شمار آیات کو جن میں بے تعصبی اور مذہبی آزادی کی تعلیم دی گئی ہے جان بوجھکر چھوڑ دیتے ہیں اور اِدھر اُدھر سے چند آیات کے ٹکڑے لیکر دنیا کو اسلام اور بانی اسلام کی نسبت بدگمان کرتے پھرتے ہیں جو کہ انکی گذشتہ خونریزیوں کی دردناک کارروائیوں سے بھی زیادہ قابل نفرت ہے ۔

زیر بحث آیت پر غور کرنیسے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ہر ایک کافر کے متعلق نہیں ہے کیونکہ جن آیات میں وہ شامل ہے اُن میں ہر ایک کافر کی طرف خطاب نہ تھا یہی نہیں بلکہ ملک عرب کے تمام کفار کی طرف بھی نہ تھا بلکہ صرف خاص قبایل اس کے مخاطب تھے یہ امر اِس سورہ کی سب سے پہلی آیت سے ہی معلوم ہو سکتا ہے جو کہ حسب ذیل ہے ۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان مشرکین کی طرف اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے جن کے ساتھ تم نے عہدنامہ کیا تھا ۔

اس آیت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مخاطب صرف وہی مشرکین عرب تھے جن کے ساتھ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہدنامہ کیا تھا ۔ اور اس اعلان کی رو سے وہ عہدنامہ فسخ کیا گیا اب ایک مسیحی معترض اس جگہ یہ سوال کر سکتا ہے کہ کن وجوہات کی بنا پر یہ عہدنامہ قابل فسخ قرار پایا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو اُن کفار سے بری الذمہ قرار دے لیا ۔ اس سوال کا جواب خود ان آیات میں موجود ہے کیونکہ اسی اعلان کی چوتھی آیت میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

یعنی اس اعلان سے وہ مشرکین مستثنٰے ہیں جن کے ساتھ تمھارا عہد بندھا ہوا ہے اور جنہوں نے

کہ اس کی کچھ خلاف ورزی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کو مدد دی ہے پس اُن کے عہد کو عہدنامہ کی میعاد تک پورا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ بیزاری کا اعلان صرف اُن لوگوں کی نسبت تھا جنھوں نے عہدوں اور قسموں کو توڑ دیا تھا اور مسلمانوں کے برخلاف لوگوں کو مدد دی تھی۔ پھر انہیں آیات میں سے ساتویں آیت میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِیْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ ترجمہ اوپر گذر چکا ہے،

ناظرین اس بات کو خصوصیت سے نوٹ کریں کہ ہردو آیات مندرجہ بالا الفاظ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ پر ختم ہوتی ہیں اِن الفاظ سے صاف طور پر دو نتیجے پیدا ہوتے نظر آتے ہیں اوّل یہ کہ مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ اگر تم مشرکین کے ساتھ اپنے عہدناموں پر قائم رہوگے تو اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا۔ دوئم یہ کہ عہدناموں کو توڑ دینا خواہ وہ مشرکین کے ساتھ ہی کیئے گئے ہوں اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہے اور اس لیئے مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ سے ڈریں۔ گویا کہ عہدناموں کی کی پابندی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہے اور اُن کا نقض اللہ تعالیٰ کی نارضامندی اور غضب کا موجب ہے۔ یسوعی معترض یہ معلوم کرکے حیرت زدہ رہ جائے گا کہ اُنہی آیات میں جن سے وہ قرآنی تعلیم کا تعصب سے پُر ہونا بیان کرتا ہے اس قسم کی اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے یسوعی معترض دعویٰ کرتا ہے کہ قرآن شریف تمام کفار کو بیدریغ قتل کردینے کا حکم دیتا ہے اور اپنے اس بیہودہ دعوے کے ثبوت میں سورہ توبہ کی ابتدائی آیات کو بطور دلیل کے پیش کرتا ہے لیکن ان آیات میں ایسی پاک تعلیم دی گئی ہے جس سے کوئی دانا آدمی ذرا بھر اختلاف نہیں کرسکتا مخالفین کی طرف سے اکثر دفعہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سورہ توبہ کی پہلی آیات نے جن میں بقول معترضین مخالفین اسلام کو بیدریغ تہ تیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہے قرآن شریف کی باقی آیات کو جن میں مسلمانوں کو باامن رہنے کی

تاکید کی گئی ہے منسوخ کردیا ہے لیکن ایک سرسری نگاہ سے بھی ان آیات کو دیکھنے سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ یہ آیات قرآن شریف کی اُن دیگر آیات کے ذرہ بھر بھی خلاف نہیں جن میں امن اور اصلاح کی تعلیم دی گئی ہے اور مسلمانوں کو ہر قسم کی بدعہدی اور نقض امن سے منع کیا گیا ہے۔ نہ معلوم یسوعی معترض آیت فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ کے کیا معنے کریگا؟ کیا اِس آیت کا صاف طور پر یہ مطلب نہیں کہ خدائے تعالیٰ اُن مومنوں سے محبت کرتا ہے جو کفار کے ساتھ اپنے عہدناموں پر قائم رہتے ہیں اور اُن کو سخت سزا دے گا جو نقضِ عہد کرینگے؟ کیا یہ سچّی تعلیم نہیں اور قرآن شریف کی باقی تعلیم کے مطابق نہیں؟ جب یہ تعلیم انہیں آیات میں پائی جاتی ہے جو کہ یسوعی معترض اپنے اس بیہودہ دعوے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے تو کیا معترض کا ایسا خیال واقعات پر مبنی کہا جا سکتا ہے؟

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۔ اِن آیات میں دو دفعہ آیا ہے اور انمیں غیرمسلموں کے ساتھ نہ صرف بے انصافانہ سلوک سے منع کیا گیا ہے بلکہ اُن کو وعدہ دیا گیا ہے کہ اگر وہ مخالفین اسلام کے ساتھ اپنے عہدناموں پر قایم رہیں گے تو وہ خدائے تعالیٰ کے پیارے ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ اس نیک کام کے بدلے ان سے محبت کریگا۔ اِن الفاظ کا دو دفعہ بطور تاکید کے بیان کرنا اسبات کی دلیل ہے کہ اسلام نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ دنیا میں امن و امان قایم رہے اور اسکے تابعدار اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اپنے مخالفین سے بُرا برتاؤ کرنے سے بچے رہیں اور یہ الفاظ ان آیات کے ساتھ ہی شامل ہیں جن میں عرب کے بعض خاص قبائل کے ساتھ اُن وجوہات کی بنا پر جو آیات سے ثابت ہوتی ہیں (یعنی نقضِ عہد وغیرہ) لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جن کو معترض سیاق و سباق سے علیحدہ کرکے دنیا کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے اور اسلامی تعلیم کی نسبت غلط فہمی پھیلاتا ہے۔

مندرجہ بالا ہر دو آیات سے ثابت ہو گیا کہ اعلان بیزاری تمام اُن کفار سے تعلق نہیں

رکھتا جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ عہد نامے کیئے اور اسپر قائم رہے۔ اور جنکے ساتھ عہد نباہنے کی مسلمانوں کو سخت تاکید کی گئی تھی۔ بلکہ اس کا تعلق صرف اُن خاص کفار عرب کے ساتھ ہے جنھوں نے عہد ناموں کو توڑ ڈالا اور مسلمانوں پر سخت زیادتی کے مرتکب ہوئے۔ گویا کہ لڑائی کا حکم عام کفار کے مقابلہ پر نہ تھا بلکہ عرب کے بعض خاص قبائل کے مقابلہ پر تھا جو نقض عہد کے مرتکب ہوئے تھے انہیں آیات نے لڑائی کرنیکی وجہ خود ہی بتا دی ہے اگر ناظرین مندرجہ ذیل آیات پر غور و خوض کریں تو انکو اس بات کے ماننے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا کہ لڑائی کرنے کا حکم انصاف پر مبنی تھا جو کہ سخت ضرورت کے موقعہ پر دیا گیا تھا۔ لڑائی کرنے کی وجوہات آیات ذیل سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

(۸) كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ۝ کسطرح (اُن کا عہد مسلمانوں کے ساتھ درست ہوسکتا ہے) اگر وہ (اے مسلمانو!) تم پر غالب آجائیں تو نہ عزیز داری کا لحاظ رکھیں نہ عہد کا۔ اپنے مُنہ سے تم کو خوش کرتے ہیں اور دلوں میں اُنکے انکار ہے اور اُن میں اکثر بدعہد ہیں ؛

(۹) اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا پھر اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنے لگے بے شک یہ لوگ بُرے کام کر رہے ہیں ؛

(۱۰) لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۝ کسی مومن کے بارہ میں نہ وہ عزیز داری کا خیال رکھتے ہیں اور نہ اپنے عہد کا اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں ؛

(۱۱) وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ۝ اور اگر عہد کر کے یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین پر طعنہ

ماریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو تا وہ باز آ جائیں۔ انکی قسمیں کوئی چیز نہیں ۔

(۱۲) اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ تم کیوں اُن لوگوں سے نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کو نکال دینا چاہا اور انہوں نے ہی پہلے تم سے ابتدا کی ۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کو بعض خاص قبائل عرب کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کا حکم دیا گیا تھا ۔

(۱) جن کفار کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا تھا انہوں نے مسلمانوں پر پہلے حملہ کیا (وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ)

(۲) انہوں نے نقضِ عہد کیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منافقانہ طور پر عہدنامہ کیا اسپر کاربند ہونے کے لیئے نہیں بلکہ اس لیئے کہ مسلمانوں پر حملہ کرنیکے لیئے مناسب موقعہ کے منتظر رہیں۔ اور اسطرح وہ اسلام کے کھلم کھلا دشمنوں کی نسبت زیادہ خطرناک تھے انہوں نے زبانی تو مسلمانوں کو خوش کر دیا مگر دلوں میں سخت بغض رکھا ۔

(۳) انکی دشمنی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ انہوں نے رشتہ کی فطرتی محبت اور تعلقات کو بھی بالائے طاق رکھدیا۔ گو ظاہراً وہ مسلمانوں سے باامن رہنے کا وعدہ کرتے تھے مگر جہاں اُن کو موقعہ لگتا وہ اپنے مسلمان رشتہ داروں کے مار ڈالنے میں بھی تامل نہ کرتے تھے گویا نہ رشتہ کے تعلقات اُن کو مسلمانوں کے قتل کرنے سے روک سکتے تھے اور نہ عہد کا لحاظ کیا اس سے بھی بڑھکر کوئی ظلم اور زیادتی ہو سکتی ہے؟ اِن آیات میں دوبار اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ رشتہ داری اور اپنے عہدناموں کا بھی لحاظ نہیں رکھتے ۔

(۴) وہ زیادتی کے مرتکب ثابت ہو چکے تھے (واولٓئك هُم المعتدون)

(۵) وہ لوگوں کو ہدایت سے روکتے تھے یعنی نومسلموں پر سختی اور قتل روا رکھکر لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے تھے۔ (فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ)

یہ لوگ تھے جن کے خلاف مسلمانوں کو لڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔ مجھے ان آیات میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو کہ قرآن شریف کی دوسری آیات کے خلاف ہو جنکی یہ ناسخ خیال کی جاتی ہیں ان آیات میں جو سورہ توبہ کے شروع میں ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئی تھیں مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر مخالفین اسلام سے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور ان سے یہ ہرگز نہیں پایا جاتا کہ جو کفار ان زیادتیوں کے مرتکب نہیں ہوئے تھے انپر بھی تلوار اُٹھانے کا حکم دیا گیا ہو۔ بلکہ انہی آیات میں عام مخالفین اسلام کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے اور معاہدہ کی پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب قرار دیا گیا ہے اور بصورت زیادتی اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرایا گیا ہے اور یہی تعلیم قرآن شریف میں سب جگہ پائی جاتی ہے ان آیات کی تعلیم کا قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات سے جو دوسری سورتوں میں پائی جاتی ہیں بالکل تطابق ہے:-

(۱) وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۹۰) تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی مت کرو اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں سے پیار نہیں کرتا:

(۲) لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنۃ آیت ۸) جو لوگ (کافروں میں سے) دین پر تم سے نہیں لڑے اور نہ تم کو تمھارے گھروں سے انہوں نے نکالا اُن سے بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے:

(۳) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ اور جن لوگوں نے تم کو مسجد حرام میں آنے سے روکا اُن کی دشمنی

تم سے زیادتی نہ کرائے (المائدہ رکوع ۱)

(۴) فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا (النساء آیت ۹۰) اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی کریں اور تم سے لڑیں نہیں اور تم سے صلح رکھیں تو ایسے لوگوں کے برخلاف لڑائی کرنے کی اللہ تعالیٰ تم کو اجازت نہیں دیتا۔

(۵) مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ۔ آیت ۳۲) جو شخص کسی انسان کو بغیر اسکے کہ وہ کسی دوسرے انسان کے قتل یا زمین میں فساد کرنے کا مرتکب ہوا ہو قتل کرے گا تو گویا اُس نے سب انسانوں کو قتل کیا (اسمیں مسلمان یا غیر مسلمان کی تمیز نہیں)

کیسے سخت افسوس کی بات ہے کہ وہ کتاب پاک جو ایسی اعلیٰ درجہ کی منصفانہ اور نیکی سے بھری ہوئی تعلیم پیش کرے اُسے یسوع مسیح کے پجاری ایسے رنگ میں پیش کریں کہ وہ لوگوں پر ظلم کرنے اور جبر سے مسلمان بنانے کی تعلیم دیتی ہے۔ اس سے زیادہ ظلم اور زیادتی کی بات اور کونسی ہو سکتی ہے۔ وہ کب تک ہماری کتاب پاک کی نسبت غلط فہمی پھیلاتے رہیں گے؟ کیا یسوعی دنیا میں کوئی ایسا منصف مزاج شخص نہیں ہے جو پادری صاحبان کی اس بیجا ظلم سے بھری ہوئی کارروائی کے خلاف آواز اُٹھائے؟ کیا یہ بے انصافی اور بے رحمی نہیں کہ قرآن شریف کی صاف صاف رحیمانہ اور با امن تعلیم سے آنکھیں بند کر کے بعض آیات کے اپنے مدعا کے مطابق غلط معنے کر کے اسلام کو ظلم اور زیادتی کا مترادف قرار دیا جاوے اور اس طرح ایک دنیا کو اسلام سے نفرت دلائی جاوے۔ ہر ایک یسوعی پادری آیات قرآن کے اُن ٹکڑوں کو تو غلط فہمی پھیلانے کے لیئے از بریاد رکھتا ہے جن میں تلوار اُٹھانے کی ترغیب دی گئی ہے مگر وہ حصے عمداً چھپاتا ہے جن میں تلوار اُٹھانے کے اسباب بیان کیئے گئے ہیں۔ آجتک کسی الہامی یا غیر الہامی کتاب کے ساتھ ایسا بے رحمانہ سلوک نہیں کیا گیا جیسا کہ یسوعی صاحبان قرآن شریف کے ساتھ کر رہے ہیں۔

عرب کے معاندین نے جن کے برخلاف سورہ توبہ کی ابتدائی آیات میں جنگ کرنے کا حکم دیا گیا نومسلموں پر کس کس قسم کے ظلم توڑے تھے یہ امر مندرجہ ذیل آیات سے بھی واضح ہو سکتا ہے جو اسی ابتدائی حصہ میں شامل ہیں:-

(۱) قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورہ توبہ آیت ۱۴)

اُن سے لڑو اللہ تعالیٰ تمھارے ہاتھوں سے اُن کو سزا دے گا اور اُن کو ذلیل کرے گا اور تم کو اُنپر فتح دے گا اور مومنوں کے (زخمی) سینوں کو شفا دے گا۔

(۲) وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ (توبہ آیت ۱۵) اور اُن کے دلوں کا غصہ دُور کرے گا۔

ان الفاظ سے جنپر خط کھینچا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان مشرکین نے مسلمانوں پر ایسے ایسے ظلم کیئے تھے کہ مسلمانوں کے سینے سخت زخمی ہو گئے تھے اور اُن کے دلوں میں بڑا دُکھ تھا۔ اگر ایسے ظالموں کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے لڑائی کرنے کا حکم دیا تو کیا یہ حکم ناجائز تھا یا بالکل انصاف پر مبنی تھا؟ جو مذہب ایسے خون خوار لوگوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا وہ مذہب نوع انسان کے لیئے مفید نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا مذہب ایک خطرناک مذہب ہے جس کا نتیجہ سوا تباہی کے اور کچھ نہیں۔

نیز آیات زیر بحث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس لیئے ایسے معاندین کے خلاف تلوار اُٹھانے کی اجازت دیگئی تھی تاکہ وہ آیندہ ایسی حرکات کرنے کی جرأت نہ کر سکیں آیت نمبر ۱۲ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:- "اگر وہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں بعد عہد کرنے کے اور تمھارے دین میں طعن کریں۔ تو کفر کے سرگروہوں سے لڑو (کیونکہ اُنپر کوئی اعتبار نہیں) تاکہ وہ اپنی زیادتیوں سے باز آجائیں" اصل آیت حسب ذیل ہے:-

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ (التوبہ آیت ۱۲)

اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں اوّل یہ کہ مقاتلہ کا حکم انصاف پر مبنی اور انصاف کو ہی مدنظر رکھکر دیا گیا تھا۔ اور اس لیئے دیا گیا تھا کہ معاندین اسلام کو جنہوں نے اپنی قسموں کو بالائے طاق رکھکر ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی ظلم اور زیادتی سے باز رکھا جاوے۔ دوم یہ کہ بموجب حکم قرآنی مسلمانوں کو صرف اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (کفار کے سرگروہوں) سے ہی مقاتلہ کا حکم ملا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑائی کا مدعا محض دشمنان اسلام کو ظلم اور زیادتی سے باز رکھنا تھا جو کہ صرف سرگروہوں کو سزا دینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جبر سے کسی کو مسلمان بنانا غرض نہ تھا اور مخالفین کے سرگروہوں کو سزا دینا اسلیئے بھی ضروری ہو گیا تھا کیونکہ انہوں نے نہ صرف عہدناموں کی خلاف ورزی کی بلکہ اپنے نومسلم رشتہ داروں کی قرابت کا لحاظ بھی بالائے طاق رکھکر انپر ہر ایک ظلم اور زیادتی روا رکھی۔ ایسے حالات کی ماتحتی میں سزا دہی کی صورت کے سوائے اور کوئی بہتر علاج نہ تھا۔ انکے ساتھ معاہدوں کی تجدید اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اُن کے نزدیک عہدناموں کی پرواہ پرِکاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔

لیکن سب سے اعلیٰ بات جو ہمیں احکام قرآنی مندرجہ سورہ توبہ میں دربارہ جنگ ملتی ہے وہ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے ساتھ نہایت نرم اور متحملانہ سلوک ہے چونکہ مخالفین اسلام نقضِ عہد کے مرتکب ثابت ہو چکے تھے اس لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنپر ایسی حالت میں بغیر نوٹس دینے کے بھی حملہ کرنے کے مستحق تھے۔ لیکن قرآن مجید کی پُرامن اور نرم تعلیم نے جو معاہدہ کی پابندی کا سخت خیال رکھنے کا حکم دیتی ہے مخالفین اسلام کو پورے چار ماہ مقابلہ کرنے کی تیاری کے لیئے یا اپنی حفاظت کا کوئی دوسرا پہلو سوچنے کے لیئے مہلت دیدی۔ کیا ایسے کٹر دشمن کسی قسم کے رحم کے مستحق ہو سکتے تھے؟ لیکن گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بباعث ان کے نقضِ عہد اور ظلم کے مرتکب ہونے کے ہر طرح اُنپر یکدفعہ حملہ کرنے کے پورے پورے مستحق تھے مگر آپ نے نہ صرف ایک عام اعلان کے ذریعہ عہد شکن دشمن کو متنبہ کر دیا بلکہ آپ نے اُنکو ملک میں تاریخ اعلان سے لیکر چار ماہ کامل تک اِدھر اُدھر نقل و حرکت کرنے کی اجازت دی یہ

اعلان قرآن شریف کے اُس حکم کے مطابق تھا جو اس سے قبل سورہ انفال میں نازل ہو چکا تھا اور وہ حکم یہ ہے وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ (الانفال - آیت ۵۸) ترجمہ - اور اگر کسی قوم سے تجھے بدعہدی کا خوف ہو تو ان کا عہد انکو مساوات واپس کردو (تاکہ انکو بھی تیاری کرنیکا پورا موقعہ ملجائے) ۔ اس آیت کے رو سے اگر مسلمانوں کو کسی مخالف قوم سے صرف بدعہدی کا خوف ہی ہو تو بھی اُن کو اختیار ہے کہ عہد کو منسوخ کر دیں۔ مگر معاملہ زیر بحث میں بدعہدی کا خوف تو کجا مخالفین اسلام فی الواقعہ عہد شکنی کر چکے تھے اور مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کے مرتکب ثابت ہو چکے تھے اس لیئے ایسے ظالم بدعہد لوگوں کو کسی قسم کی مہلت دینی مُسلمانوں پر لازم نہ تھی تاہم قرآن شریف وسیع اخلاق اور سچی انسانی ہمدردی کو مدنظر رکھ کر ایسے عہد شکن ظالم لوگوں کو بھی اپنا بچاؤ کرنے کے لئے چار ماہ کی لمبی مہلت دیتا ہے اور یہ حکم عین رحم پر مبنی ہے کہاں ہیں وہ معترض جو قرآن شریف پر بہتان باندھنے سے باز نہیں آتے اور محض مخالفت اسلام کی وجہ سے کہتے پھرتے ہیں کہ سورہ التوبہ کی پہلی آیات کے رو سے قرآن شریف کے سابقہ احکام منسوخ ہو چکے ہیں حالانکہ اصلیّت یہ ہے کہ جیسا سابقہ احکام رحم اور انصاف پر مبنی ہیں بعینہٖ ایسا ہی سورہ توبہ کے احکام بھی رحم اور انصاف پر مبنی ہیں ایسے حالات کی موجودگی میں کہ معاندین اسلام عہد شکنی اور ظلم کے مرتکب ثابت ہو چکے تھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ ضروری نہ تھا کہ ان کو قبل از وقت تنسیخ عہد کی اطلاع بذریعہ پبلک اشتہار دیتے جو آپکے ایک عزیز اور قریبی رشتہ دار کے ذریعہ ایک بڑے بھاری مجمع میں علی الاعلام سنایا گیا تھا - جس کے ذریعہ نہ صرف تنسیخ عہد کی انکو اطلاع دیگئی بلکہ مخالفین کو اپنی حفاظت کا مناسب انتظام کرنے کے لیئے ایک کافی لمبی مہلت بھی دیدی گئی ۔

اسی پر بس نہیں بلکہ معاندین اسلام اپنی کرتوتوں کے بدلے قتل کے مستحق ثابت ہو چکے تھے اور دنیا کا کوئی قانون بھی انکو اس سزا سے بری نہیں رکھ سکتا تھا - تاہم

اللہ تعالیٰ نے اُنپر آسانی رکھدی کہ اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو جاوے اور فرائض اسلام بجالاوے تو اسے معاف کر دیا جاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ یعنی یہ معافی اور نرمی اللہ تعالیٰ کا اُنپر رحم ہے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لیئے رحم تھا کہ وہ اپنی بدکرداریوں اور مسلمانوں کے قتل کی پاداش میں سخت سے سخت سزا کے لائق تھے مگر چونکہ انکا اسلام میں داخل ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ انہوں نے گذشتہ قصوروں سے توبہ کرلی ہے اس لیئے اللہ تعالیٰ نے انکے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے اور انہیں سزا سے بری کر دیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دنوں میں اسلام قبول کرنا بھی ایک رنگ میں موت کا سامنا ہی تھا کیونکہ مشرکین اسلام کے ایسے سخت معاند تھے کہ اُن دنوں مسلمان ہونا اپنی زندگی کو ہلاکت میں ڈالنا ہوتا تھا۔ چنانچہ انہیں آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مشرکین مسلمانوں کی بیخکنی کرنے میں نہ تو عہدناموں کی پروا کرتے تھے اور نہ قربت رشتہ کا لحاظ رکھتے تھے۔ اس لیئے اسلام قبول کرنا بھی قتل کے فتوے کے قریب ہی تھا ؛

لیکن ایسا خیال کرنا سخت غلطی ہے کہ جنگ محض مشرکین کو مسلمان کرنے کیلیئے اختیار کیا گیا تھا۔ کیونکہ آیات زیر بحث پر سرسری نگاہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کو محض اس بنا پر کہ مشرکین کو زبردستی مسلمان بنایا جاوے جنگ کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ مندرجہ ذیل وجوہ قابل غور ہیں ؛

اوّل۔ ان آیات کے رو سے مسلمانوں کو صرف ایسے مشرکین سے لڑائی کرنے کا حکم دیا گیا تھا جو نقضِ عہد کرکے اور قرابتِ رشتہ کے لحاظ کو ترک کرکے مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کرنے اور انکو قتل کرنے کے مجرم ثابت ہو چکے تھے ؛

دوم۔ ان آیات کے رو سے مسلمانوں کو ایسے مشرکین سے لڑنے کی سخت ممانعت تھی جنہوں نے انکے خلاف ہتھیار نہ اُٹھائے تھے اور نیز جنہوں نے نقضِ عہد نہ کیا تھا۔ جیساکہ آیات ماسبق سے ظاہر ہے ؛

سوم۔ اُن کو صرف اَئمۃ الکفر (سرغنوں) سے جو ظلم کے بانی تھے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا ؛

چہارم - لڑائی کا حکم محض بدعہد دشمن کو بدعہدی سے باز رکھنے کے لئے دیا گیا تھا جیسا کہ فرمایا - فَقَاتِلُوٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝
ترجمہ - پس کفر کے سرغنوں سے لڑو کیونکہ انکی قسمیں کچھ چیز نہیں تاکہ وہ بدعہدی سے باز رہیں ؏
پنجم - عورتیں - بچے - بڈھے وغیرہ جو ہتھیار نہیں لگا سکتے تھے انکے خلاف ہتھیار اٹھانا سخت منع تھا ؏

مندرجہ بالا دلائل سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لڑائی کا حکم محض دفاعی اور امن قائم کرنے کے لئے تھا نہ کہ لوگوں کو زبردستی سے مسلمان بنانے کے لئے - اور وہ بھی صرف چند اُن قبائل کے خلاف دیا گیا تھا جو عہدشکنی اور ظلم اور زیادتی کے مرتکب ثابت ہو چکے تھے تاکہ وہ بدعہدی سے باز رہ سکیں - مسلمان ہو جانے کی وجہ سے قابل عفو سمجھنے کا حکم دینا ہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ ضرور کسی ایسے قصور کے مرتکب ہو چکے تھے جس کی سزا سوائے موت کے اور کوئی نہ ہو سکتی تھی اور جسے مسلمان بجائے خود خواہ وہ لوگ مسلمان ہی کیوں نہ ہو جاتے معاف نہ کر سکتے تھے آیت کریمہ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے خاص حکم کے مسلمان اُن معاندین کو اسلام لے آنے کے بعد بھی معاف نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اُن کے قصور ناقابل عفو تھے - اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ سے بھی وہی معلوم ہوتا ہے اور مسلمانوں کو تاکیداً حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایسے سخت قصور معاف کر دیتا ہے تو اُن کو بھی اب اِن لوگوں سے درگذر ہی کرنا چاہیئے اور اُن کو اپنا بھائی سمجھنا چاہیئے ؏

میرے خیال میں مندرجہ ذیل احادیث مذکورہ بالا آیت کے مطلب کو واضح کرنے کے لئے بہت مدد دینگی - صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۷ - ۳۸ پر لکھا ہے کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحرقة فصبحنا القوم فهزمناهم ولحقت انا ورجل من الانصار رجلا منهم فلما غشيناه قال لا اله الا الله فكف

الانصاری فطعنته برمحي حتى قتلته فلما قدمنا بلغ النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا اسامة اقتلته بعد ما قال لا اله الا الله قلت كان متعوذا فما زال يكررها حتى تمنيت انى لم اكن اسلمت قبل ذلك اليوم۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو دشمن کی طرف روانہ فرمایا۔ اُس جماعت میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ مسلمانوں نے دشمنوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور انصاری نے دشمنوں میں سے ایک شخص کا تعاقب کر کے اُس کو پکڑ لیا اُس وقت اُس نے کہا لا اله الا الله۔ انصاری تو اُس کو مارنے سے رُک گیا مگر حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے اُس کو برچھے سے قتل کر دیا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اے اُسامہ کیا تُو نے اُس کو لا اله الا الله کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اُس نے تو صرف اپنی جان بچانے کے لئے ایسا کہا۔ مگر آپ یہی کلمات دُہراتے رہے یہاں تک کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ تمنا ہوئی کہ وہ اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوئے ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فهلا شققت عن قلبه کیا تُو نے اُس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ سچے دل سے لا اله الا الله کہتا ہے یا خوف سے۔

پھر ایک اور حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مَیں کفار میں سے ایک شخص کو ملا وہ مجھ سے لڑنے لگا اور اُس نے میرا ایک بازو کاٹ دیا اور ایک درخت کے پیچھے پناہ گزین ہوا اور کہا اسلمت لله یعنی مَیں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوا یا مسلمان ہوا۔ اے رسول خدا کیا مَیں اُس کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا لا تقتله۔ اُسے قتل مت کرو۔ اُس نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ اُس نے میرا ہاتھ پہلے کاٹا اُس کے بعد اسلمت کہا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا لا تقتله۔ اُسے قتل مت کرو اور نیز فرمایا ان قتلته فانه بمنزلتك

قبل ان تقتله وانك بمنزلته قبل ان يقول كلمته التى قال یعنی اگر تو اُس کو قتل کر دے گا تو قتل کرنے سے پہلے جو تیرا مقام ہوگا وہ مقام اُسے دیا جائیگا اور اسلمت کہنے سے پہلے جو حالت اُس کی تھی وہ تیری حالت ہو جائے گی یعنی خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں اُس کو مومن کا درجہ دیا جائیگا اور تو کافر گردانا جائے گا۔ (صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۹)

ایسا ہی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک جنگ میں ایک کافر نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا پھر وہ ایک مسلمان کی زد میں آیا۔ اور مسلمان نے اُس کے قتل کرنیکے لیئے تلوار اُٹھائی۔ جب اُس نے اپنے سر پر تلوار کو دیکھا تو بول اُٹھا لا اله الا الله۔ مگر مسلمان نے اپنا ہاتھ نہ روکا اور اُس کو قتل کر دیا۔ پھر اُس مسلمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا پھر کیا تُو نے اُس کو قتل کر دیا اُس نے جواب میں بہت سے صحابیوں کے نام لیئے کہ اُس نے فلاں کو مارا تھا فلاں کو مارا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حساب کے دن تم لا اله الا الله کے ساتھ کیا کرو گے۔ حساب کے دن تم لا اله الا الله کے ساتھ کیا کرو گے۔ اور آپ اسی بات کو دُہراتے رہے ؞

آیت نمبر ۵ کا بھی بعینہٖ یہی منشا رہے جو ان احادیث کا منشا ہے یعنی یہ کہ اگرچہ یہ مشرکین سخت سے سخت مظالم کے مرتکب ہو چکے ہیں مگر پھر بھی اگر ان میں سے کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اُسکے گذشتہ ظلموں اور خونریزیوں کے عوض میں اُسے قتل مت کرو۔ بلکہ اُس کو معاف کردو اور خدائے تعالیٰ بھی اگر چاہے گا تو اُس کے قصور معاف کر دے گا۔ کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ ایسے حکم کی ضرورت اس لیئے پیش آئی کہ وہ نہایت ہی خطرناک عہد شکنیوں اور خونریزیوں کے مرتکب ہو چکے تھے اور اگر مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ یہ حکم نہ دیا جاتا کہ اسلام قبول کرنے والوں سے درگذر کرو تو ممکن تھا کہ جیسے مندرجہ بالا مثالوں میں بعض مسلمانوں نے اپنے خونی دشمنوں کو باوجود اُنکے لا اله الا الله کہنے کے قتل کر دیا ایسا ہی اب بھی ان دغاباز لوگوں کو باوجود اُن کے

لا الٰہ الا اللہ کہنے اور اسلام قبول کرنے کے اُن کو قتل ہی کر ڈالتے ؟

یہ امر کہ کوئی شخص دل سے مسلمان ہوا ہے یا صرف جان بچانے کے لئے اس کا فیصلہ کرنا مسلمانوں کا کام نہ تھا بلکہ یہ خدائے تعالیٰ کا کام تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کسی کا دل چیر کر یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ اُس کے دل میں ایمان ہے یا نہیں اُن کا کام صرف ظاہر کو دیکھنا تھا۔ اگر ایک شخص ظاہر میں اسلام لاتا اور اسلامی شعار کی پابندی اختیار کرتا تو اُن کو حکم تھا کہ وہ اُس کو اُس کے حال پر چھوڑ دیں۔ باقی اُنکا حسیب خدائے تعالیٰ تھا ؛

(باقی آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ)

اسلام میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے

نمبر ۳

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازدواجی پر نظر کرنے سے پہلے یہ غور کرنا لازمی ہے کہ وہ کونسے واقعات اور مجبوریاں تھیں جن کے ماتحت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی شادیاں کیں۔ آپ نے ۲۵ سال کی عین نوجوانی کی عمر میں ایک چہل سالہ بیوہ عورت سے شادی کی اور ۲۵ سال کی عمر تک جبتک کہ وہ زندہ رہی آپ نے کسی دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا پہلی بیوی کی دفات کے بعد جب ۵۰ سال کی عمر میں آپ نے دوسری عورت سے شادی کی، تو وہ عورت بھی پہلی بیوی کی طرح عمر رسیدہ اور بیوہ تھی۔ آپ نے اپنی عمر کے ۵۵ سال کے بعد زیادہ بیویاں کیں۔ گویا کہ آپ نے اپنا عالمِ شباب جو امنگوں کی عمر ہوتی ہے ایک بڑھیا بیوہ کے ساتھ بسر کیا اور پھر بعد ازاں بھی ایک ایسی بڑھیا سے شادی کی جو پہلی بی بی کی طرح عمر رسیدہ تھی یعنی جوانی کا سارا زمانہ ۵۵ سال کی عمر تک آپ نے صرف ایک عورت کے ساتھ بسر کیا۔ اور آپ کی عمر کا آخری زمانہ جو پولیٹیکل اور سوشل باتوں سے بھرا ہوا تھا آپ کی کثرت ازدواجی کا زمانہ تھا۔ اور آپ کی تمام ازواج مطہرات سوائے حضرت عائشہ رضہ کے سب یا تو بیوہ تھیں یا مطلقہ تھیں اسکے ساتھ ہی اسپر غور کیا جاوے کہ آپ نے اپنی جوانی کی عمر صرف ایک بڑھیا بیوہ کے ساتھ گذاری اور اسکے بعد بھی سوائے حضرت عائشہ کے جو وہ بھی بوقت نکاح

خوردسال تھیں باقی سب کی سب ازواج مطہرات بیوہ یا مطلقہ تھیں تو اس میں ذرا بھی شک نہیں رہتا کہ آپ نے کسی نفسانی غرض کو مدّ نظر رکھکر یہ نکاح نہیں کیے تھے۔ آپ کی کثرت ازدواج نے مسلمانوں کو عظیم الشان فوائد پہنچائے۔ آپ کی کئی شادیوں سے پشت ہا پشت کی دشمنیاں اور خونخوار جنگیں مبدل بامن ہوگئیں اور بعض شادیاں ہزارہا لوگوں کو غلامی کے پھندے سے بچانے کا موجب ہوئیں۔ جو کہ کسی دوسری وجہ سے ممکن نہ تھا۔ کئی شادیاں محض بیکس عورتوں کی دستگیری کی وجہ سے کی گئیں یا مختلف قبائل میں باہمی محبت و مودّت پیدا کرنے کیلئے کی گئیں اور بعض سے غلامی سے رہائی دینے کے لیے نکاح کیا۔ مختصر یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ سلم کی کثرت ازدواجی میں از روئے تواریخ بھی کوئی ذراسی نفسانی غرض ثابت نہیں کی جاسکتی۔ جگہ کی کمی کے باعث مجھے افسوس ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی ہر ایک شادی پر فرداً فرداً مفصل طور پر نہیں لکھ سکتا ورنہ جہانتک ہم اس معاملہ میں زیادہ غور و خوض کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہمارا ایمان آنجناب پاک صلعم کی مطہر اور بے عیب زندگی پر بڑھتا ہے پس تمام غیر مسلموں اور ناظرین سے انصاف کا واسطہ دیکر اپیل کرتا ہوں کہ وہ نہایت غور و خوض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کریں۔ آپ کی کثرت ازدواجی عین منشائے ایزدی کے مطابق تھی اور اس منشائے ربانی کے پورا کرنے میں آپ نے ایسی پاکیزگی کا بیج بویا جو تمام دنیا کے لیے قابل عمل ہے۔ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی ہمشیرہ اسماء آپ کے سامنے ایک باریک کپڑا اوڑھے آئی تو حضور نے اُس کی طرف سے اپنا مُنہ پھیر لیا اور فرمایا کہ جوان عورت کو ایسا باریک لباس نہیں پہننا چاہیئے۔ آپ نے ایک عورت کی طرف ایسی حالت میں جبکہ وہ باریک کپڑا پہنے ہوئے تھی دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ آپ معاملات میں ایسے دیانتدار تھے کہ آپکی امانت و دیانت ایک ضرب المثل ہوگئی تھی اور آپ کے زمانہ کے لوگ آپ کو امین کے معزز خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ آپ خشیتہ اللہ میں یہانتک بڑھے ہوئے تھے کہ آپ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارا کرتے تھے اور اس کثرت سے متواتر روزے رکھا کرتے تھے کہ بعض اوقات گمان ہوتا تھا کہ آپ کبھی افطار ہی نہیں کرتے آپ کا چال چلن ایسا پاک تھا کہ یسوعی مشنری ۱۳ صدیوں کی متواتر کوششوں کے باوجود ایک بھی دھبہ آپکی پاکدامنی پر نہیں لگا سکے۔ آپ نے سلسلہ حقہ اسلام کی اشاعت میں کسی زبردست سے زبردست مخالفت کی کبھی ذرا بھر بھی پروا نہیں کی۔ اور کوئی موقعہ اور دقیقہ اپنے پاک مشن کی اشاعت کا باقی نہ چھوڑا۔ وہ انسان جو اپنے خالق کے منشا کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے ہر وقت ہمہ تن مصروف رہتا ہو۔ اور جس کی تمام

جوانی کی عمر نہایت باعصمت گذری ہو۔ جس کے کلمات سچ اور جس کا قانون مدلل ہو۔ اور جس کا زرین اصول بنی نوع انسان کی ہمدردی اور اخوت میں ترقی دینا ہو اور جس کا رہنما اور سہارا محض رب العالمین ہی ہو۔ اور جو کہ تواریخی زمانہ کا ایک ہی فرد کامل ہو جس کا ہر ایک فعل اندرونی اور بیرونی تعلقات کا ذرا بھر بھی پوشیدہ نہ ہو اور جو آیات ذیل کا پورا پورا مصداق ہو۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (ترجمہ۔ کہہ۔ تحقیق میری نماز اور میری عبادتیں اور میرا مرنا اور میرا جینا محض اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے جو رب العالمین ہے) اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی (وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا) اور سب سے بڑھکر یہ کہ جس کے اقوال و افعال ایک عرصہ دراز تک ہر ایک عیب گیر اور نکتہ چین نگاہ کے زیر امتحان رہ کر سچے ثابت ہو چکے ہوں ایسا شخص اسبات کا ہر طرح سے مستحق ہے کہ اُسے سچا اور منجانب اللہ یقین کیا جاوے۔ غار حرا آپ کی اُس سچی اور مخلص محبت کی یادگار موجود ہے جو کہ آپ کو بنی نوع انسان سے تھی جبکہ آپ نے اپنی عزیز عمر کا ایک معتدبہ حصہ اس میں بنی نوع انسان کی بہبودی کے لیئے دردِ دل سے دعائیں کرنے میں گذارا۔ شرارت اور بدی کا صفحہ دنیا سے قلع قمع کرنے میں آپ نے اپنے آپ کو بھلا دیا۔ اور سب سے زیادہ آپ کو شرک اور بے رحمی کی رسومات نے دُکھ پہنچایا جن سے دنیا پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ آپ نے دعاؤں پر دعائیں مانگیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سوز و گداز سے بھری ہوئی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشا اور آپ کو دنیا کی اصلاح کے لیئے مامور کیا۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دوبارہ قائم کرنے کی غرض پر مامور ہو کر رسول کریم صلعم نے جو کامیابی اس معاملہ میں حاصل کی وہ حیرت انگیز تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی پاکیزہ اور قابل تقلید زندگی کے ہر ایک پہلو پر نظر کرنے کے بعد کیا کوئی شخص اس بات کو تھوڑی دیر کے لیئے بھی ماننے پر طیار ہو گا کہ آپ نے کثرت ازدواجی محض کسی نفسانی غرض کو مدِنظر رکھ کر روا رکھی۔ ہم یہاں رسول کریمؐ کے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ سلوک کا کچھ مختصر سا حال بیان کرکے ناظرین پر اس امر کا فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ آپ کی معاشرت اپنی بی بیوں کے ساتھ کیسی پاکیزہ تھی۔ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ خدا کی قسم کھا کر بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ میرے دروازہ پر کپڑے کا پردہ کرکے کھڑے رہے تاکہ میں حبشیوں کی تلوار کے کرتب دیکھ سکوں جو میرے مکان کے مقابل مسجد میں کر رہے تھے اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسی حالت میں کھڑے رہے جبتک کہ میں یہ تماشہ دیکھتی رہی۔ اسوقت کا اندازہ لگانا دشوار ہے جبتک کہ رسول کریمؐ ایسی حالت میں کھڑے رہے اور چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اُن دنوں چھوٹی عمر کی تھیں اس لیئے فطرتی تقاضا کے مطابق کھیل دیکھنے کی شوقین تھیں۔ اس معاملہ میں حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے پیرؤوں کے لیئے ایک قابل تقلید مثال قائم کی۔ آنحضرتؐ کا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایسا سلوک اُس حقیقی ہمدردی اور محبت کا ثبوت دیتا ہے جو آپؐ کو اس کمزور فرقہ نسواں سے تھی۔ آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دروازے پر کپڑا پھیلائے کھڑے رہے تا کہ آپؐ کی زوجہ مطہرہ حبشیوں کا تماشہ دیکھ سکیں اور اُس کی خاطر وہاں سے ہلنے تک کا نام نہ لیا جبتک کہ حضرت عائشہؓ اپنی مرضی سے وہاں سے نہ ہٹیں۔ مغربی تہذیب باوجود عورتوں کی آزادی کی اتنی چیخ پکار کے انکی نسبت اتنی عزت نہیں رکھتی جسقدر کہ اسلام نے سکھلائی۔ اسلام نے جیسا کہ بانی اسلام کے فعل سے ظاہر ہے عورتوں کی جائز آزادی میں کوئی روک پیدا نہیں کی ہاں صرف مردوں کے ساتھ عام طور پر عورتوں کے خلا ملا کو جو کئی برائیوں کی جڑ ہے روک دینا چاہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ عوام الناس کے سامنے باہر نہیں نکلیں لیکن پردہ میں اُس تمام تماشہ کو دیکھتی رہیں۔ اگر مرد ایسے تماشوں کو بغیر اخلاقی اور روحانی نقصان برداشت کرنیکے دیکھ سکتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں عورتوں کو ہی اس سے منع کیا جاوے۔ اور یہی وجہ تھی کہ نبی کریمؐ نے اپنی زوجہ مطہرہؓ کو اس کھیل کے دیکھنے میں مددی گو آپ تکان کے باعث بیٹھ سکتے تھے مگر آپؐ نے اپنی بیوی کی خاطر داری کو اپنے آرام پر ہر قسم کی ترجیح دی۔

یہاں اس بات کا واضح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کے واقعات زندگی میں عورتوں کے ناچ وغیرہ میں شمولیت مثل بال وغیرہ یا اس قسم کی دیگر اخلاق کو تباہ کر دینے والی مجالس میں شریک ہونے کا ذرہ بھر بھی خیال نہیں پایا جاتا۔ آپؐ نے حبشیوں کا تلواروں کا تماشہ اپنی زوجہ مطہرہؓ کو ایک پردہ کے پیچھے سے دکھایا۔ جو کہ مسجد میں کیا گیا تھا اور اس لیئے اس میں بد اخلاقی کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔ صرف اس ایک واقعہ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ عورتوں کو ہر ایک قسم کی بد اخلاقی کے نظارے بھی دیکھنے کی اجازت ہے رائی کا پہاڑ بنانا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ ایکدفعہ آپؓ اور آنحضرت صلعم نے ایک دوسرے کے ساتھ سواری کے دوڑانے میں مقابلہ کیا اور پہلی مرتبہ حضرت عائشہؓ آگے بڑھ گئیں (معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے عمداً حضرت عائشہؓ کو بڑھ جانے کا موقعہ دیا) مگر دوسری بار آنحضرت صلعم حضرت عائشہؓ سے آگے بڑھ گئے

جیسا آپ نے فرمایا تلك بتلك عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ یہ پہلی بار جیتنے کا بدلہ ہے۔ ایک مسلمان کو رسول کریم صلعم کے واقعات زندگی میں ایسے حالات پڑھکر جن سے آپ کی عورتوں کے بارے میں کمال مہربانی اور رحیمانہ سلوک کا پتہ لگتا ہے ازحد خوشی حاصل ہوتی ہے مغربی تہذیب باوجود اتنے ادعائے آزادی نسوان کے ابھی تک اُس جائز اور بے ضرر آزادی کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکی جو کہ بانی اسلام نے اپنے اُسوۂ حسنہ سے جائز قرار دی ہے اور نہ ہی اس قسم کے واقعات کا یسوعی صاحبان کے خداوند یسوع کی زندگی میں پتہ ملتا ہے ایسے حالات کی موجودگی میں یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں اگر یورپین عورتیں اپنے حقوق کے طلب کرنے میں اخلاق اور قانون کو بالائے طاق رکھدیں۔ چونکہ یسوع خود مجرد تھا اس لیئے اسکی زندگی میں ایک سچے یسوعی خاوند کی مثال تلاش کرنا محض لاحاصل ہے ایک یسوعی کے لیئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اِن معاملات میں اپنی کوتاہ بین عقل پر سارا دار و مدار رکھے جو کہ زمانہ کے نشیب و فراز کے ساتھ اِدھر اُدھر بھٹکتی رہتی ہے۔ چونکہ عیسائی دُنیا کا سارا دار و مدار محض عقلی ڈھکوسلوں پر ہے اسلیئے انہیں اصلاح نسواں کے بارہ میں کبھی ایک امر پر بھی اتفاق رائے نہیں اور اسلیئے انکے خیالات ہمیشہ پلٹا کھاتے رہتے اور مصلحان یورپ ہر وقت اسی اُدھیڑ بُن میں رکھتے ہیں اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ عیسائی دُنیا کے پاس نہ تو اپنے بانی مذہب کا کوئی اُسوہ ہے اور نہ ہی انکی الہامی کتاب کا اس بارہ میں کوئی فیصلہ موجود ہے الہامی سرچشمہ کی غیر موجودگی میں ایسے معاملات پر اتفاق ہونا ایک محال امر ہے۔ ایسی حالات کی موجودگی میں مسیحیوں پر لازم تھا کہ وہ بجائے اپنی انسانی عقلوں پر جو ہر لحظہ غلطی کرتی رہتی ہیں بھروسہ کرنیکے کسی دوسرے ملہم ربانی کے اسوہ کی طرف توجہ دیکر اس کی باتوں پر عمل کرکے ایک بچاؤ کی راہ ڈھونڈتے انہوں نے ایک ناقص نمونہ (یسوع) پر ہی سارا سہارا رکھا اور اسی لیئے گمراہی کے ایک اتھاہ گڑھے میں جاپڑے اور بجائے اصلاح کے بڑی بڑی اخلاقی بُرائیوں کے مرتکب ہوئے۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ جب ایک مذہب خیالاتِ مختلفہ کا مجموعہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت کے تقاضے سے ایک نیا نمونہ دُنیا کے سامنے بھیجدیتا ہے جو کہ اپنے اُسوۂ حسنہ سے لوگوں کو سلامتی کی سیدھی راہ دکھادیتا ہے مگر افسوس کہ مسیحی صاحبان نے اس اُسوہ سے ابتک فائدہ حاصل نہیں کیا اور یسوع کی ناکمل اور ادھوری تعلیم کی اندھی تقلید میں بانی اسلام کے اسوۂ حسنہ سے محروم رہ گئے۔ آپ نے اپنی بیویوں کے ساتھ نیک معاشرت اور حسن سلوک کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم کرکے دنیا کو جتادیا کہ بیویوں سے حسن معاشرت کس چیز کا نام ہے آنحضرتؐ نے بطور ایک محبت کرنیوالے خاوند کے اپنی اعلیٰ معاشرت کا ثبوت دیا اور آپ کی ازواج مطہراتؓ نے بطور ایک حقیقی مونس و

غمخوار ہونے کے بڑے حسن سلوک کا اظہار کیا مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں جس برتن میں پانی پیتی تھی وہی برتن آنحضرتؐ کو دیدیا کرتی تھی تو آپ اسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیا کرتے تھے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا اور میں ایک گوشت کی بوٹی لیکر رسول کریمؐ کو دیا کرتی تھی اور آپ اُسی جگہ سے کھاتے تھے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا خواہ میں حیض کی حالت میں کیوں نہ ہوتی" اِن واقعات سے پتہ لگ سکتا ہے کہ رسول کریمؐ کے اخلاق کیسے اعلیٰ تھے اور آپ کس قدر اپنی بیویوں کی دلجوئی کو مدِّ نظر رکھا کرتے تھے۔ آپؐ نے سفر و حضر میں بیویوں کو اپنے پاس رکھا اُن کے ساتھ مل کر ایک جگہ ایک ہی برتن میں کھایا پیا۔ اس قسم کے میاں بیوی کے تعلقات کا صفحہ ہستی پر بہت ہی کم نشان پایا جاتا ہے بخاری اور مسلم میں ایک اور حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم اپنا سر مبارک میری گود میں رکھکر قرآن شریف پڑھا کرتے تھے پس رسول مقبولؐ کی ہر ایک حرکت و سکون میں اللہ تعالیٰ کا نشان نظر آتا ہے اور آپ کا اپنی ازواج مطہرات سے حسن سلوک بھی محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیئے تھا۔ ازواج مطہرات کے ساتھ ہر ایک تعلق میں آپؐ نے خدا کو یاد رکھا۔ حالانکہ انسان ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کا خیال بھی بہت کم رکھتا ہے آپؐ سے کئی اس قسم کی دعائیں منقول ہیں جو آپ نے بوقت مباشرت پڑھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے ہر ایک انسانی جذبہ کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھا اور ایام کیلئے بھی خدا کو نہیں بھلایا:

اسی طرح حضرت میمونہؓ آپؐ کی زوجہ مطہرہ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے ایسی حالت میں نماز پڑھی جبکہ آپؐ اور آپکی زوجہ مطہرہؓ ایک ہی کپڑے میں تھے آپؐ نہ صرف اپنی ازواج مطہراتؓ سے محبت ہی کرتے تھے بلکہ انکی بہت عزت فرمایا کرتے تھے ایک موقعہ پر آپؐ نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ کو اپنے گھٹنے کے سہارے اونٹ پر سوار کیا۔ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ رسول کریم صلعم کی زندگی میں ایسے واقعات کے موجود ہوتے ہوئے اسلام پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اُسنے عورتوں کی حالت کو ذلیل کر دیا ہے حالانکہ اگر ایک مسلمان اپنے پیغمبرؐ کی طرز عمل اور احکام قرآنی کی خلاف ورزی کر کے اپنی زوجہ سے بدسلوکی کرتا ہے تو اس سے اسلام یا تعلیم قرآنی پر کسی قسم کا الزام قائم نہیں ہو سکتا۔ چونکہ آنحضرتؐ کی تمام ازواج مطہرات کو آپکی عادات و اخلاق کا پورا پورا علم تھا اس لیئے وہ سب کی سب دل و جان سے آپکے پاک مقاصد کی حامی تھیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک روایت ہے کہ آپؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرتؐ کی کسی

زوجہ مطہرہ پر سوائے حضرت خدیجہؓ کے جو وفات پا چکی تھیں رشک نہیں کیا۔ کیونکہ رسول کریمؐ اکثر دفعہ انکا ذکر فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی بکری ذبح فرماتے اور گوشت کے ٹکڑے کرتے تو حضرت خدیجہؓ کی تمام سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اس لیئے بعض وقت میں رسول کریمؐ سے دریافت کیا کرتی تھی کیا خدیجہ دنیا میں ایک لاثانی عورت تھی تو آپ فرمایا کرتے کہ فی الحقیقت وہ ایسی ہی تھی۔ اور نیز فرماتے تھے کہ اس سے مجھے خدائے تعالیٰ نے اولاد بھی دی نہ صرف زندگی میں بلکہ اپنی زوجہ مطہرہ کی وفات کے بعد بھی رسول کریمؐ اس سچی محبت کا اظہار فرماتے رہے جو آپ کو ان سے تھی اور انکی یادگار کو انکی سہیلیوں میں تحائف تقسیم کرتے رہنے سے قائم رکھا۔ اس سے زیادہ محبت کا اظہار ناممکن ہے اور اس بات کا ثبوت کہ یہ محبت محض للہ تھی یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال کی تھی جو بڑھاپے کا زمانہ ہے جبکہ رسول کریمؐ نے آپؓ سے شادی کی لیکن رسول کریمؐ نے اپنا زمانہ شباب اسکے ساتھ بسر کیا اور کبھی دوسری بیوی کرنے کا خیال تک نہ کیا۔ آنحضرتؐ کی محبت اپنی عمر رسیدہ بیوی سے اس قدر تھی کہ آپ نے اسے مرنے کے بعد بھی فراموش نہ کیا۔ وہ محبت جو نفسانی جذبہ پر منحصر ہوتی ہے وہ بیوی کے مرنیکے بعد ہی فوراً فراموش ہو جاتی ہے لیکن چونکہ آنحضرتؐ کی محبت محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلیئے تھی اس لیئے آپ نے اسے کبھی فراموش نہ کیا۔

آپؐ نے اپنی ازواج مطہراتؓ سے اعلیٰ درجہ کا شریفانہ سلوک رکھا۔ احمد۔ ابو داؤد۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک روایت ہے جو اس امر پر واضح روشنی ڈالتی ہے آپؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب رسول کریمؐ دروازہ بند کر کے نوافل کی نماز پڑھا کرتے تھے تو میں دروازہ کھولنے کے لیئے دستک دیتی تھی آپ تھوڑی دیر کے لیئے نماز چھوڑ کر دروازہ کھول دیا کرتے تھے اور پھر نماز میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ اور دروازہ کا منہ قبلہ رو تھا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو عورتوں کا کتنا اکرام مدنظر تھا۔ آپ اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ نماز کے ختم ہونے تک دروازہ کھلنے کی انتظار میں کھڑی رہیں بلکہ نماز میں ہی دروازہ کھول دیا کرتے تھے حضرت عائشہؓ اس بات سے لاعلم تھیں کہ آیا آنحضرتؐ نماز میں مشغول ہیں اور دروازہ کھولنے میں ذرا دیری ہو جانیکی وجہ سے ممکن تھا کہ انکو کسی قسم کا اضطراب ہوتا مگر رسول کریمؐ کی شفقت اور بندہ پروری اس قسم کی تھی کہ آپ نے اپنے کسی فعل سے کسی کو اضطراب ...... میں پڑنے کا حتی الوسع موقعہ ہی نہیں دیا۔ اور نماز کو تھوڑی دیر کے لیئے چھوڑ کر بھی دروازہ کھولدیا۔

آنحضرتؐ اپنی فرصت کا وقت اپنی ازواج مطہرات کیخدمت کرنے میں صرف فرمایا کرتے تھے اور انکو گھر کے کام کاج میں مدد دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک صحابیؓ کے سوال کے جواب میں فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرتؐ اپنی

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں مصروف رہتے تھے (یعنی دودھ دوہنے یا پارچات کی مرمت وغیرہ میں) اور جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ باہر تشریف لیجایا کرتے تھے۔ کیا اس سے زیادہ کوئی شریفانہ مثال مل سکتی ہے وہ شخص جو افضل الرسل ہے اور جو ایک طاقتور قوم کا مسلم لیڈر ہے اور جس نے کروڑہا بندگان خدا کے دل مسخر کیے ہوئے ہیں اور جس کی غلامی کو دنیا کے شہنشاہ اپنی عزت کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور اس کے حکم کی فرمانبرداری میں اپنی سلطنت سے دست بردار ہونے کو تیار ہیں۔ ایسا عظیم الشان شخص اپنی بیویوں کو خانگی امورات میں اپنے ہاتھ سے مدد دیتا ہے پھر کیوں دنیا کی روحانی بادشاہت کا اُسے شہنشاہ کہا جاوے۔ باوجود اتنے دینی و دنیاوی اقتدار کے آپ نے اپنی زندگی عام لوگوں کی طرح نہایت سادگی سے بسر کی۔ آپ کی صحبت کا وہ اثر آپ کی ازواج مطہرات پر ہوا۔ کہ وہ ہر قسم کے زیور علم سے مزین ہو گئیں اور آنحضرت کے صحابہ نے اُن سے آنحضرت کے اقوال و افعال کا سبق سیکھا ترمذی میں ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تمام صحابہ کو کسی قسم کی کوئی مشکلات در پیش نہ تھیں۔ کیونکہ ہم ہر ایک مشکل امر حضرت عائشہ سے عرض کر دیتے تھے جو کہ ہر ایک امر کی واقف کار تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کی تمام ازواج مطہرات علوم دینیہ سے پوری پوری واقف تھیں ؛

جبکہ ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا اس قسم کا سلوک تھا تو اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ آپ کا کیا سلوک ہوتا اسکا اندازہ آپکے اس سلوک سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ اپنی دائی سے فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بچپن میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ لیکن جو سلوک آپنے اپنی دائی سے کیا وہ کوئی کم درجہ کا نہیں۔ ابو داؤد میں ابو الطفیل فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم کی صحبت مبارک میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک عورت آئی۔ تو آنحضرت نے اپنی چادر بچھائی اور وہ بیٹھ گئی۔ جب وہ واپس چلی گئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے رسول کریم کو دودھ پلایا تھا۔ جب رضاعی والدہ کی عزت آپکے دل میں اس قدر تھی تو حقیقی والدہ کا جو احترام آپکے دل میں ہوگا اس کا تو اندازہ لگانا ہی دشوار ہے۔ ذیل کی مثال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس حقیقی محبت کا پتہ دیتی ہے جو آپ کو اپنی والدہ کے رشتہ داروں سے تھی۔ آپنے اپنے صحابہ کو تاکید کر دی تھی کہ جب وہ ملک مصر کو فتح کریں تو وہاں کے باشندوں سے نیک سلوک کریں کیونکہ آپکے جد حضرت اسمعیل کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ وہاں کی رہنے والی تھیں کیا کسی انسان کو اتنی دور کے رشتہ کے ساتھ اس قسم کے تعلقات کا خیال بھی ہو سکتا ہے مگر نہیں وہ رسول اُمی جو فرماتا ہے کہ جنت تمہاری ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے اپنے پیرووں کو بذور تاکید کرتا ہے کہ مادری رشتہ کا جہاں تک اسکا پتہ چلے بہت احترام واکرام کیا جاوے ؛

آپؐ کے اُس سلوک کا جو آپ اپنی بیٹیوں کے ساتھ فرمایا کرتے تھے حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے پتہ ملتا ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ بیٹی عطا فرما دے اور وہ اُسے زندہ در گور نہ کرے اسکی بے عزتی نہ کرے اور لڑکوں کو اُسپر ترجیح نہ دے وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لڑکیوں کا احترام آپ کو کسقدر مدِ نظر تھا۔ اس سے اول تو اس بد رسم کا قلع قمع کرنا مدِ نظر تھا جو ان دنوں عرب کی اعلیٰ سوسائٹی میں رائج تھی کہ لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا جاتا تھا۔ اور دوسرا یہ کہ لڑکی کا پیدا ہونا ایک ذلت کا موجب سمجھا جاتا تھا۔ ایسی ظالمانہ رسومات کے چھوڑانے میں آپ نے بڑی بڑی دعائیں کیں اور آخر کار انکو بیخ و بُن سے اکھاڑ دینے میں پورے پورے کامیاب ہو گئے اور آپ نے لڑکے اور لڑکی کے اختلاف کو جہانتک کہ والدین کی تعلیم و تربیت اور محبت سے تعلق رکھتا تھا بالکل اڑا دیا اور لڑکیوں کی وہ اعلیٰ عزت والدین کے دلوں میں گاڑ دی جو کہ قبل ازیں وہ لڑکوں کی بھی نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ اپنی بیٹی کا گفتگو۔ نشست و برخاست غرض ہر ایک پہلو میں بڑا ادب اور لحاظ ملحوظ فرمایا کرتے تھے۔ یہانتک کہ جب حضرت فاطمہؓ رسول کریمؐ کی خدمت مبارک میں جایا کرتیں تو رسول کریمؐ کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور انکی طرف متوجہ ہو کر انکا ہاتھ پکڑ لیا کرتے اور بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھایا کرتے تھے۔ اور جب رسول کریمؐ کبھی حضرت فاطمہؓ کے مکان پر جایا کرتے تو وہ بھی رسول کریمؐ کے لیئے کھڑی ہو جاتیں اور آپکا ہاتھ پکڑکر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتی تھیں اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ رسول کریمؐ کے دل میں لڑکیوں کے لیئے کتنی عزت۔ محبت اور ادب تھا اور اسی طرح آپ کی لڑکیوں کے دلوں میں آپ کے لیئے کتنا احترام تھا۔ اللّٰھم صل علٰے محمد و علیٰ اٰلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریتہ و خلفائہ و بارک وسلم انک حمید مجید

مینے اس مضمون میں ناظرین کے سامنے تاریخی شہادتوں کے رو سے وہ سچے سچے واقعات و معاملات پیش کر دیئے ہیں۔ جو بانیٔ اسلام نے اپنی زندگی میں کر کے دکھا دیئے تاکہ آپ کے پیرو آپ کے نقش قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر سکیں اور دنیا میں امن پھیلانیوالے ہوں اُمید ہے کہ ناظرین اس مضمون سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرینگے۔ اور بندہ کے لیئے دعا فرماوینگے۔ والسلام

قاضی عبد الحق۔ قادیان

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۲ء

۱۔ صیغہ یتامیٰ:۔ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی طرف سے یتامیٰ کے لیئے چندہ کی خاص تحریک کی وجہ سے اس ماہ میں بھی اسا [illegible] کی رقم وصول ہوئی اور خرچ ما [illegible] ہوا۔ ماہ مارچ میں آمد سا [illegible] اور خرچ ما [illegible] ہو۔ اسوقت اس صیغہ کے ذمہ [illegible] قرضہ رہ گیا ہے جو امید ہے انشاء اللہ جلد اتر جاویگا مگر آئندہ یہ نقص تب ہی رفع ہو سکتا ہے کہ مستقل طور پر اسکے چندے میں کچھ اضافہ ہو یعنی جو احباب مقدرت رکھتے ہیں وہ کوئی ماہوار چندہ اپنے اوپر مقرر کرلیں اور بڑی بڑی انجمنیں اسکے لیئے خاص طور پر انتظام کریں۔ ورنہ یہ وقتی امداد صرف اسیقدر فائدہ دے گی کہ سر دست اس مد کا قرضہ اتر جائے۔ اس مد کا مستقل خرچ قریباً دو سو روپے ماہوار تک پہنچا ہوا ہے۔ اس ماہ میں مندرجہ ذیل احباب یا جماعتوں نے خاصی رقوم مرحمت فرمائیں۔ (جزاہم اللہ خیراً) جماعت قادیان [illegible] میاں نظام الدین صاحب انسپکٹر پولیس میانوالی [illegible]۔ میاں محمد اسمٰعیل ولد حاجی امیر الدین صاحب [illegible]۔ جماعت بنگہ ضلع جالندھر [illegible]۔ جماعت شملہ [illegible]۔ جماعت لاہور [illegible]۔ بابو اعجاز حسین صاحب سب اوورسیر ڈیرہ اسمٰعیل خاں [illegible]۔ ہمشیرہ مولوی عبد السلام صاحب کاٹھ گڑھ [illegible]۔ جماعت وزیر آباد [illegible]۔ حضرت خلیفۃ المسیح [illegible]۔ جماعت گوجرانوالہ [illegible]۔ سید دلاور شاہ صاحب لاہور [illegible]۔ سید رکن الدین صاحب مقام کرا ضلع الہ آباد [illegible]۔ مستری کریم بخش صاحب بھیرہ [illegible]۔ بذریعہ میاں محمد حسن محصل ضلع گورداسپور [illegible]۔ جماعت حصار [illegible]۔ شیخ فقیر علی صاحب غیر احمدی ساکن سوجانپور ضلع گورداسپور نے اپنے لڑکے کی شادی کی تقریب پر جو ڈاکٹر فیض قادر ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ ساکن فیض اللہ چک کے ہاں بیاہنے آئے تھے مبلغ [illegible] اس مد میں مرحمت فرمائے۔ اور دس روپے طلباء مدرسہ تعلیم الاسلام و مدرسہ احمدیہ وغیرہ کی شیرینی کے لیئے اور پانچ روپے طلباء شاخ فیض اللہ چک کی شیرینی کے لیئے دیئے۔ اور وہاں کی ہر دو مسجدوں میں دریوں کا فرش کرایا۔ جزاہ اللہ خیراً۔ قادیان میں جناب خلیفہ رشید الدین صاحب کی اہلیہ خورد نے [illegible] مستورات سے جمع کر کے داخل کرائے۔ انہوں نے اس سے پہلے بھی جلسہ سالانہ کے لیئے مستورات سے چندہ جمع کیا تھا۔ دو یتامیٰ جنہیں اصل اخراجات ملتے تھے امتحان انٹرنس دیکر چلے گئے۔

۲۔ زکوٰۃ:۔ آمد [illegible] بمقابلہ آمد ماہ گذشتہ جو [illegible] تھی اور خرچ ما [illegible] بمقابلہ خرچ ماہ گذشتہ

جو ماللعہ تھا ہوا۔ گو گذشتہ ماہ سے آمد زیادہ ہوئی مگر اس صیغہ کا خرچ آمد سے ہر ماہ بڑھتا جاتا ہے۔ ان احباب کی توجہ اس طرف بکار ہے جنہیں خدا نے زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل بنایا ہے۔ آئندہ اس صیغہ کے اخراجات میں امید ہے کسیقدر کمی ہو جاوے گی کیونکہ کئی وظائف جو مدرسہ احمدیہ کے طلباء کو اس مد سے دیئے جاتے تھے اب مدرسہ احمدیہ میں وظائف کی رقم کو بڑھا کر وہاں ڈالے گئے ہیں۔ قریباً لعہ کی رقم اس ماہ مساکین مدرسہ احمدیہ کو لباس وغیرہ کے لیئے دی گئی۔ احباب اگر مستعمل پا نئے پارچات مساکین کے لیئے بھیجا کریں تو کام آسکتے ہیں:

۳۔ مساکین:

آمد ماللعہ اور خرچ ماللعہ بمقابلہ آمد ماللعہ اور خرچ ماللعہ ماہ گذشتہ ہوا۔ جو طلباء بیرونی کالجوں میں وظائف لیتے تھے انہیں سے ایک کا امتحان بی۔ اے دینے کی وجہ سے للعہ ماہوار۔ اور ایک کا امتحان ایف۔ اے دینے کے باعث پانچ روپے ماہوار کا وظیفہ بند ہوا اور ایک طالب علم کے لیئے للعہ ماہوار کا وظیفہ زراعتی کالج لائل پور میں منظور ہوا۔ مساکین مدرسہ احمدیہ اور مساکین شاخ صنعتی کا حال بدستور ہے۔ ان مدات میں کسی قسم کی گنجایش آیندہ درخواستیں لینے کے لیئے نہیں ہے۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ انجمن کی مجبوریوں کو اپنی طرح ہی قیاس فرمایا کریں اور گنجایش نہ ہوتے ہوئے درخواستوں کا چلے آنا یا بعض درخواست کنندگان کا یہاں آموجود ہونا انپر یا انجمن پر بے فائدہ بوجھ بن جاتا ہے۔ انجمن کو امداد کی درخواستوں کے ساتھ پوری ہمدردی ہے مگر گنجایش نہ ہونے کی حالت میں اسی طرح مجبور ہے جس طرح کوئی فرد اپنے گھر میں گنجایش نہ ہونے کی وجہ سے مجبور ہو سکتا ہے:

۴۔ صیغہ اشاعت اسلام:

آمد ۶-۸-۱۲۷۴ اور خرچ ۹-۷-۱۳۲۷ بمقابلہ آمد ۶-۵-۱۳۴۵ اور خرچ ۶-۸-۸۱۵ ماہ گذشتہ ہوا۔ ایک ہزار کتاب ٹیچنگز آف اسلام کی اجرت جلدبندی ادا کرنے کی وجہ سے اس ماہ قریباً پانچسو روپیہ گذشتہ ماہ سے زائد خرچ ہوا۔ خریداران ریویو انگریزی میں ۷ کی بیشی اور اردو میں ۶۹ کی بیشی اور تفسیر میں ۱۲ کی کمی واقع ہوئی۔ خریداران تفسیر میں کمی کی وجہ اسکے وقت پر شائع ہونے کے لیئے مضمون کا نہ ملنا ہے۔ ذیل کی انجمنوں نے نئے خریدار دیئے جماعت لاہور ۲۵ جماعت پشاور مردان ۹ جماعت قادیان معرفت دفتر سکرٹری۔ جماعت بمبئی ۲ جماعت نوگھر ۔ فیروز پور۔ اٹاوہ اور پٹیالہ دو دو۔ اور جماعت ڈیرہ غازیخاں ایک حافظ ابو البرکات صاحب نے تین نئے خریدار دیئے:

سکرٹری جماعت لاہور نے گذشتہ ماہ بھی ۲۹ خریدار دیئے تھے۔ جزاہم اللہ خیراً۔ جماعت سیالکوٹ
کے سکرٹری صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں کے تمام ممبروں کو خریداری ریویو میں شامل کرنے کا ہمارا ارادہ ہے
چنانچہ عنقریب فہرست بھیجنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔ ایسا ہی حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور سے
اطلاع دیتے ہیں۔ حکیم صاحب کو ریویو کی اشاعت کے لیئے خاص جوش و اخلاص ہے۔ اگر دیگر
احباب بھی ایسے ہی ہمت کریں تو بہت جلد ریویو کی اشاعت ... حضرت مسیح موعودؑ کے منشا کے مطابق
دس ہزار ہو سکتی ہے۔ اس ماہ ملک غلام محمد صاحب ساکن لاہور نے ۹؎ کی رقم مد اعانت ریویو میں
مرحمت فرمائی جزاہ اللہ خیراً۔

۵۔ صیغہ مدرسہ احمدیہ:۔ آمد ۹-۱۱-۲۴۸ اور خرچ ۰-۱۴-۲۷ بمقابلہ آمد ۰-۱۴-۳۱۵ اور
خرچ ۹-۰-۲۷۰ ماہ گذشتہ ہوا۔ اس ماہ کی آمد کے علاوہ دو ہزار روپیہ ایسا ہے جو صیغہ مقبرہ بہشتی سے
اس وجہ سے کہ یہ صیغہ مقروض ہوتا جاتا تھا بطور امداد مدرسہ احمدیہ میں منتقل کیا گیا ہے اصل آمد میں
۰-۶-۵۷ فیس بورڈنگ ہوس کا اور ۹-۵-۱۹۱ چندہ کا شامل ہے خرچ میں ۰-۱۲-۲۱۷ عملہ و متفرق
اخراجات مدرسہ احمدیہ اور ۰-۲-۵۷ عملہ بورڈنگ و متفرق اخراجات بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کا ہے۔
۳۰ اپریل کو تعداد طلباء مدرسہ ۸۶ ...... پڑھائی باقاعدہ شروع ہو گئی ہے۔ صاحبزادہ
مرزا محمود احمد صاحب بمعیت چند علماء مختلف مدارس عربی ہندوستان کو دیکھنے کے لیئے ابتدائے
اپریل تشریف لے گئے تھے۔ اخیر اپریل میں واپس ہوئے۔

۶۔ صیغہ تعلیم:۔ آمد حسب تفصیل ذیل ۳-۵-۱۲۴۹ ہوئی چندہ ۶-۸-۴۷۰ سرکاری امداد
۶-۶-۲۰۸ فیس مدرسہ ۰-۲-۴۰۸ فیس بورڈنگ ۰-۴-۱۶۲ اور خرچ ۳-۵-۸۵۳ حسب
تفصیل ذیل ہوا۔ ہائی سکول [illegible] بورڈنگ ہائی سکول ۹-۴-۱۷۰ گرلز سکول [illegible]
شاخ فیض اللہ چک [illegible] شاخ تلونڈی [illegible] وظائف ۰-۷-۱۰۔ قاضی عبداللہ صاحب
جو دو سال کی رخصت حاصل کر کے علیگڈھ گئے تھے۔ امتحان بی۔ اے سے فارغ ہو کر واپس آکر
سکول میں حاضر ہو گئے ہیں۔ انیس طلباء اس ماہ امتحان انٹرنس دے کر چلے گئے ہیں۔ ......
...... تعداد طلباء حسب ذیل ہے۔ شاخہائے۔ گرلز سکول۔ ہائی سکول
انہیں سے ۱۵۹ بورڈر ہیں۔ سال رواں کے لیئے دو سو چھتیس روپے ماہوار کی امداد تعلیم الاسلام

اور اس کی شاخوں کے لئے گورنمنٹ نے منظور فرمائی ہے۔ جس کے لئے ہم سلسلہ احمدیہ کی طرف سے گورنمنٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں امداد کی رقم کی تعیین دو امور کی بنا پر کیجاتی ہے۔ اول تعداد طلباء پر دوم تعلیمی حالات پر اس سال تعلیمی حالت بہت عمدہ تھی۔ لیکن تعداد طلباء کی کمی کی وجہ سے جو امداد تعلیمی حالت کے اچھا ہونے کی وجہ سے شمار میں آئی اس میں سے تین سو روپیہ کچھ زائد کی رقم صرف اس لئے کاٹ دی گئی۔ کہ تعداد طلباء کم ہے۔ تعداد طلباء میں ترقی احباب کی کوشش پر منحصر ہے اگر جس طرح سال گذشتہ میں توجہ کی گئی تھی اس سال بھی احباب اپنے بچوں کو یہاں بھیجنے کی کوشش کرتے تو غالباً آئندہ سال یہ کمی وقوع میں نہ آتی مگر ابھی تک سالانہ امتحان کے بعد تعداد میں جو کمی ہونی لازمی تھی وہ بھی پوری نہیں ہوئی۔ پڑھائی باقاعدہ شروع ہو گئی ہے جن احباب نے اپنے بچے بھیجنے ہوں وہ جلد بھیجدیں۔ کیونکہ دیر سے آنے پر انکی تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔

۷۔ **صیغہ مقبرہ بہشتی** :- آمد ۰-۳-۴۳ ۱۵ حسب ذیل ہوئی ماہوار آمد کا حصہ منجانب موصیان ۶-۱۵-۱۹۲- آمد وصایا ۴-۵-۱۳۰- متفرق ۱-۱۵-۴۴ اور خرچ ۷-۶-۹-۱۷ حسب ذیل ہوا مبلغین ۰-۴-۹۵ الاؤنس ہبہ کنندگان ۰-۰-۴۵ متفرق عملہ سائر خرچ وغیرہ ۶-۲-۳۹

اس ماہ میں حکیم غلام محی الدین صاحب ساکن روتی علاقہ ریاست بہاولپور نے دو سو ایک روپیہ منشی نور محمد صاحب نے گلگت سے ایک سو روپیہ حکیم فضل الٰہی صاحب مرحوم لاہوری کی جائداد متروکہ سے ۰-۶-۱۲۱۸ حصہ وصیت میں وصول ہوئے یعنی ایک ہزار قیمت حصہ مکان اور ۰-۶-۲۱۸ خرچہ مقدمہ جسکے ذریعہ سے بسبب انکار ورثاء کی ڈگری لینی پڑی۔ چار کس مقبرہ میں دفن ہوئے انمیں سے تین دو سال ہوئے دوسری جگہ امانتاً دفن تھے اور اب یہاں لائے گئے ؛

۸۔ **صیغہ جائداد** :- آمد ۶-۹-۲۰۲ اور خرچ بمقابلہ ماہ اور خرچ ماہ گذشتہ ہوا۔ بورڈنگ ہوس کی بالائی منزل کا کام بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے امید ہے مئی کے آخر تک پورا ہو جاوے گا عمارت مدرسہ کا کام شروع ہو گیا ہے۔ بنیادیں کھود دی گئی ہیں دیگر مصالح وغیرہ جمع ہو رہا ہے اور بھٹہ میں اینٹ کا کام شروع کرا دیا گیا ہے اب صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ احباب فراخ حوصلگی سے اس عمارت کی تکمیل اور گورنمنٹ سے منظور شدہ تیس ہزار روپیہ وصول کرنے کے لئے یکمشت یا باقساط روپیہ دیں۔ اس کے متعلق مفصل تحریک کی گئی ہے۔ جو

جا بجا احباب کی خدمت میں بھیجی گئی ہے۔ احباب خود پڑھکر اور دوسروں میں اس کی اشاعت کر کے اُس کے اخیر جو نقشہ ہے اس نمونہ کے مطابق نقشہ میں احباب سے وعدہ لے کر جلد مطلع فرماویں۔ اور وعدے لینے کے ساتھ ہی وصولی اقساط کا کام شروع کر دیں سردست جن احباب کی طرف سے اس اشتہار کے جواب میں اطلاع آئی ہے انکے نام مع رقم ذیل میں درج کیے جاتے ہیں اور آیندہ انشاء اللہ درج ہوتے رہیں گے :- جماعت لاہور آٹھ ہزار روپیہ۔ ڈاکٹر محمد شریف صاحب اسسٹنٹ سرجن شاہپور۔ پانچ سو روپیہ۔ بابو احمد دین صاحب سٹیشن ماسٹر پکھووال ضلع شاہپور چالیس روپے۔ جماعت راولپنڈی آٹھ سو روپیہ۔ یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ لاہور کے مخلص احباب نے جس طرح فراخدلی سے وعدے کیے تھے اسی طرح مستعدی سے اُنکا ایفاء بھی کر رہے ہیں چنانچہ پہلی قسط جو یکم مئی کو وصول ہونی چاہیئے تھی اس میں قریباً پندرہ سو روپیہ وصول ہو گیا ہے۔ یعنی جس حساب سے اقساط کی درخواست تھی اس سے بھی زیادہ روپیہ ہمارے احباب نے دیا ہے علاوہ اُن چار ایک ایک ہزار کی رقوم کے جو ہمارے چار معزز احباب یعنی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو مجلس معتمدین کے ممبر ہیں عطا فرمائی ہیں سات سو روپیہ ملک غلام محمد صاحب نے اور تین سو روپیہ میاں چراغ الدین صاحب۔ میاں محمد امین صاحب دو سو روپیہ۔ بابو عبد الحمید صاحب ایکسو تیس۔ بابو محمد منظور الٰہی صاحب یکصد۔ خواجہ شمس الدین صاحب یکصد۔ میاں نبی بخش صاحب یکصد میاں معراج الدین صاحب عمر نے یکصد روپیہ مرحمت فرمایا۔ امید ہے ہر جگہ احباب اور انجمنیں اس فراخ حوصلگی سے جس سے ہمارے لاہور کے مخلص احباب نے کام لیا ہے ایک ایک ماہ کی پوری آمد یا حسب توفیق اس سے بھی زیادہ رقوم دیکر اس دینی خدمت کی ادائگی میں پورا جوش دکھلادیں گے۔

۹۔ صیغہ بیت المال :- آمد [illegible] اور خرچ [illegible] بمقابلہ آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ماہ گذشتہ ہوا۔ لنگر میں علاوہ آنیوالے مہمانوں کے مندرجہ ذیل لوگ کھانا کھاتے ہیں۔ مساکین مہاجرین ۳۸۔ نومسلم ۱۷۔ مستقل مہمان ۴۲ جو مدت سے بغرض حصول تعلیم مقیم ہیں۔ اور دیر تک رہنے کا ارادہ ہے۔ مساکین ۴۱۔ ملازمین لنگر ۱۲

خشک رسد لینے والے ۴ ؛ میر محمد سعید صاحب مدرس حیدرآباد دکن نے مبلغ یکصد روپے کی رقم لنگر میں عطا فرمائی ؛

۱۰-صیغہ متفرقات - شفاخانہ - آمد شفاخانہ لہ لعہ اور خرچ لعہ بمقابلہ آمد ۴۰-۱۵-
اور خرچ ۳-۱۲-۹۶ ماہ گذشتہ ہو- افسر شفاخانہ خلیفہ رشید الدین صاحب ہیں جو اخلاص و بڑی دلچسپی سے کام کرتے ہیں - ۹۶۳ مریض اس ماہ علاج کے لیئے آئے - مائنیر اپریشن ۷ ہوئے - آجکل صدر انجمن کے ماتحت دو جگہ شفاخانہ میں کام ہو رہا ہے ایک بورڈنگ ہائی سکول دار العلوم میں دوسرا اندرون قصبہ ؛

دفتر محاسب - صدر انجمن احمدیہ قادیان کے کل صیغہ جات کی آمد ماہ اپریل ۳-۶-۴۰۳ ۷ اور کل خرچ ۶-۰-۷۶۹۹ ہوا - اور ۳۰ - اپریل کو خزانہ میں ۷-۹-۹۰۶ ۷ نقد موجود تھا ؛

دفتر سکرٹری - اس تحریک پر کہ زمیندار احباب بجائے نقد چندہ کے ہر فصل کے موقع پر گذشتہ سال خاصی رقوم بعض علاقوں سے پہنچ گئی تھیں اس سلسلہ میں خصوصاً چودھری حاکم علی صاحب شکریہ کے قابل ہیں - جن کی سعی سے گذشتہ سال بہت بڑی رقم علاقہ شاہ پور سے پہنچی تھی اس سال بھی امید ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ کوشش کر کے مشکور فرمادیں گے* اب فصل ربیع کا موقع ہے جبکہ تھوڑی سی ہمت کرنے پر بڑا ثواب مل سکتا ہے اور بڑی بڑی رقوم زمیندار احباب سے مل سکتی ہیں کیونکہ یہ دو پیسے فی روپیہ والی تجویز سے کم مفید تجویز نہ ہوگی - اور قطرہ قطرہ بہم شود دریا کا مصداق ہو کر دکھادیگی - غلہ نکلنے کے وقت یا پیداوار گھر میں آتے وقت اس میں سے صرف چالیسواں حصہ نکالدینا کچھ مشکل امر نہیں - چالیس سیر میں سے ایک سیر یا چالیس من میں سے ایک من خدا کی راہ میں دینا انکے دین و دنیا کے لیئے برکات کا موجب ہوگا اور وہ یاد رکھیں کہ اس سے انکے مالوں میں کمی نہیں ہوگی بلکہ اگر وہ خالصاً لوجہ اللہ اس حصہ کو اپنے اوپر فرض کرلیں تو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ انکی پیداوار بہت بڑھادے اللہ چاہے تو اس چالیسویں حصہ کی بجائے انہیں دگنا بلکہ دس گنا دیدے - انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنٰت ویجعل لکم انھارا - زمیندار کی آمد محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہی ہے پس اسکی راہ میں دیکر اسکے فضل کو پوری طاقت سے کھینچو زمیندار تو اپنا دانہ زمین میں گلنے کے لیئے پھینک آتا ہی پھر خدا کا فضل ہی جو اُسے اُگاتا ہی بڑھاتا ہے - اس میں پھل لگاتا ہے اور پھر اسکو آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے - اللہ تعالےٰ

* مبلغ ما/۱۳۵ روپیہ اس سلسلہ میں چودھری صاحب داخل کرچکے ہیں - منہ

فرماتا ہے۔ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰہُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَکَّہُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝

یعنی کیا جو کچھ تم بوتے ہو اسے دیکھتے ہو کیا تم اُسے اُگاتے ہو اور کھیتی بناتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں۔ ہاں ہم چاہیں تو اسکو ریزہ ریزہ کر دیں پھر تم اسوقت کیا کر سکتے ہو سوائے اس کے کہ کہدو کہ ہائے ہم پر تو یونہی چٹی پڑی بلکہ ہم محروم رہ گئے" اسی لیئے زمیندار کی معیشت متوکلانہ ہوتی ہے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ ہمارے زمیندار احباب اس تجویز کو عمل میں لاکر دنیا کی دوسری قوموں کو ایک نمونہ دکھائیں گے کہ انکا پاک مرشد مسیح آخر زمان انمیں دین کی خدمت اور اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کی کیسی روح پھونک گیا ہے۔ ہاں سب طاقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہے کہ وہ ہمارے احباب کو اپنے فضل سے ہی یہ توفیق بھی دے۔ آمین۔ اسکے متعلق احباب کی خدمت میں علیحدہ چٹھیاں بھی بھیجی گئی ہیں۔ امید ہے کہ پوری توجہ کی جاویگی ٭ انجمنوں کا حساب پڑتال کرنا ضروری ہے چونکہ ہر جگہ جاکر پڑتال کرنے کے لیئے ایک تو وقت بھی نہیں ملتا دوم خرچ کا بوجھ ہوگا۔ اس لیئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ رجسٹر یہاں منگا کر دیکھے جاویں۔ جو سات یوم سے زائد نہ رکھے جاوینگے لہٰذا جس انجمن سے کتب حساب منگائی جاویں وہ اس غرض کے لیئے جلد بھیجکر مشکور فرمایا کریں۔ سالانہ رپورٹ سہولت سے تیار کرنیکے لیئے یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ ہر ششماہی پر انجمنوں و دفتر محاسب کا حساب ملالیا جایا کرے اس غرض کے لیئے جن انجمنوں سے ۶ ماہ گذشتہ کا حساب طلب کیا گیا ہے۔ وہ جلد رپورٹ تیار کرکے بھیجدیں ٭ یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ مستقل چندہ ماہوارکی میزان کسقدر ہے جو بموجب ارشاد حضرت اقدس مرحوم مغفور مسیح موعود و حضرت خلیفۃ المسیح علیہما السلام ہر احمدی کو لازمی طور پر باقاعدہ ادا کرنا چاہیئے اور جو لنگر خانہ۔ مدرسہ احمدیہ۔ ہائی سکول اور اشاعت اسلام کے لیئے ہوتا ہے۔ اور اس غرض کے لیئے بھی تا وصولی کا کوئی باقاعدہ انتظام ہو سکے رسید کی مطبوعہ فارم عام طور پر شائع کی گئی ہے۔ اسجگہ پھر تاکیداً لکھا جاتا ہے کہ جن کے پاس یہ فارم پہنچی ہو وہ بھی جن کے پاس نہ پہنچی ہو وہ بھی اس نقشہ پر اپنا اور اپنے شہر کے تمام احمدی احباب کا چندہ جو وہ بخوشی ماہوار باقاعدہ دینا چاہیں قلمبند کرکے بھیجدیں۔ اور اسکی نقل پاس رکھکر باقاعدہ انسے وصول کرکے بھجواتے

رہیں۔ نمونہ نقشہ حسب ذیل ہے؛

فہرست چندہ ماہوار منجانب ممبران انجمن احمدیہ ضلع

نمبر شمار	نام مع پورا پتہ	تنخواہ یا آمد ماہوار	[illegible]	[illegible]	کیفیت ؀ یہ چندہ ۶ پائی فی روپیہ کے حساب سے لکھا جاوے
					اور اس میں کوئی غیر مستقل چندہ جیسے یتامیٰ۔ زکوٰۃ۔ عید فنڈ مستقل فنڈ۔ جلسہ سالانہ چندہ تعمیر وغیرہ شامل نہیں ہے۔ زمینداروں سے جو نقد چندہ نہ دے سکتے ہوں غلہ کا اقرار لیا جاوے ؛

جن انجمنوں نے گذشتہ سال ایک پیسہ تک چندہ نہیں بھیجا۔ یا تعداد ممبران کے لحاظ سے کم بھیجا ہے انکے نام چٹھیاں لکھی گئی ہیں وہ مہربانی فرماکر توجہ کرکے اس نقص کو رفع کریں۔ انجمن احمدیہ پشاور نے ایک اور کتاب البشریٰ نام جسے منشی نذر علی صاحب نے تصنیف کیا ہے۔ شائع کی ہے؛

۱۱۔ صیغہ مستقل فنڈ:۔ اس صیغہ میں اسوقت تک [illegible] جمع ہوچکا ہے جن دوستوں نے مستقل فنڈ میں وعدے کیئے تھے اور وہ باقی ہیں مہربانی فرماکر ادا کرکے مشکور فرماویں؛

۱۲۔ صیغہ بورڈران:۔ آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہے۔ اس صیغہ کے آمد و خرچ سے صدر انجمن کی آمد و خرچ کو دراصل کوئی تعلق نہیں کیونکہ بورڈروں کے لیئے انکے سرپرستوں کی طرف سے روپیہ آتا ہے۔ جو خزانہ میں امانتاً جمع رہتا ہے۔ اور باقاعدہ خرچ ہوتا رہتا ہے۔ جن احباب کے بچے یہاں تعلیم پاتے ہیں انکی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ان کا خرچ بورڈنگ کے مطالبہ پر بہت جلد بھیجدیا کریں۔ تا انجمن پر بوجھ نہ پڑے؛

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

بقایا صیغہ جات بابت ۳۰ اپریل سنہ ۱۲ء

تفصیل واصل

تفصیل پیشگی

ناظر

محاسب

مشتہر میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ صاحب اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے   لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۲ء رجب المقدس سنہ ۱۳۳۰ ہجری | نمبر ۶

چندہ سالانہ | عوام سے عللہ — طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰-جون سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الکتاب

نوٹ :- اس مختصر مضمون کے لکھا جانے کے اصل محرک مولنا ابوالکلام آزاد ہیں

• قریباً نصف مارچ میں مولنا موصوف کا ایک گرامی نامہ خاکسار کے نام آیا تھا جسمیں آپ نے مجھے دو مضمون سالانہ جلسہٗ ندوۃ العلماء میں سنانے کے لیئے تحریک فرمائی تھی۔ آپکے گرامی نامہ کے بعض حصہ کا اندراج میں اس وقت ضروری سمجھتا ہوں ندوۃ العلماء کے مفید بنانے کی تجاویز میں آپنے یہ لکھا۔ کہ ”منجملہ دیگر تدابیر کے ایک تجویز یہ ہے کہ اس سال کے اجلاس سالانہ کو جہانتک ممکن ہو تمام مختلف جماعت ہائے اسلامیہ کا متحد اور مشترک مجمع بنایا جائے۔ اور ہر طبقہ کے لوگ مدعو کیئے جائیں نیز چند سیکشن مختلف اہم مقاصد پر علیحدہ اور مستقل قائم کیئے جائیں جو خدمت دینی نیز خدمت علم کا ذریعہ ثابت ہوں وہ سیکشن حسب ذیل ہیں۔ اشاعت اسلام۔ علم کلام جدید۔ خدمت قرآن کریم۔ خطبات علمیہ........ مجلس کلام جدید کا مقصد یہ ہے کہ علمائے قدیم و جدید کی ایک مشترک مجلس ہو جو سب سے پہلے اس کی تحقیق کرے کہ جدید فلسفہ و علوم کے کون کون سے مسائل اسلام کے مخالف ہیں یا سرے سے مخالفت ہی نہیں ہے اور دونوں کے حدود الگ الگ ہیں (جیساکہ فی الحقیقت ہے) کسی نئے علم کلام کی ضرورت ہے یا نہیں...... اس مجلس کے جو ممبر منتخب ہوئے ہیں اس میں مولوی

عبدالقادر بی۔ اے جو مولوی عبدالماجد بھاگلپوری کے فرزند اور آجکل ایم۔ اے کلاس علیگڈھ میں پڑھتے ہیں کا نام بھی مَیں نے درج کرالیا ہے۔ کہ ان میں جدید فلسفہ کا شوق و دلچسپی و نیز واقفیت ہے اور چاہتا ہوں کہ علمائے قدیم میں جناب مولٰنا حکیم نورالدین صاحب قبلہ اور علمائے علوم جدیدہ میں جناب کا اسم سامی بھی درج کیا جاوے...

....

آخری سیکشن خطبات علمیہ ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ ہر سال ندوہ کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ارباب علم و ذوق جمع ہوں اور ملک کے چیدہ ارباب قلم و تصنیف و تالیف مختلف علمی و مذہبی عنوانوں پر بلند پایہ اور محققانہ تحریرات پیش کریں.....

.... جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو بھی خط لکھا گیا ہے اور جناب سے التماس ہے کہ

(۱) آئندہ اجلاس سالانہ ندوہ میں جو ۵ سے ۷۔ اپریل تک لکھنؤ میں منعقد ہوگا شریک ہوں۔

(۲) خدمت قرآن کریم اور خطبات علمیہ کے شعبوں کے لیئے دو تحریریں مرتب فرمائیں جو ان میں پیش ہوں اور اس سال سے بنیاد پڑ جائے۔"

اس کے جواب میں مَیں نے مولٰنا ابو الکلام کی خدمت میں یہ لکھا کہ جہاں تک جلسہ سالانہ میں شریک ہونیکا سوال ہے مَیں خوشی سے شامل ہونگا اور مضمون کے لیئے بھی گو وقت تنگ ہے مگر مَیں کوشش کرونگا۔ باقی رہا کسی مفید تحریک کو کامیاب بنانے کا سوال۔ سو اس کی یہ طرز نہیں کہ کوئی کام کرنے کے لیئے پہلے ہر ایک کی شرکت کی کوشش کی جاوے اور جبتک سب لوگ شامل نہ ہولیں اسوقت تک قدم نہ اٹھایا جاوے بلکہ کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ پورے جوش اور اخلاص سے کسی کی بھی مخالفت کی پرواہ کیئے بغیر کام کرتے چلے جاویں۔ ہمارا سلسلہ جہاں تک ممکن ہے خدمت قرآن کے کام کو پہلے ہی ہاتھ میں لیئے ہوئے ہے اور ہم اپنی رنگ میں پوری کوشش اور سرگرمی سے اس کام میں مصروف ہیں؛

غرضکہ اس دعوت کی بناء پر مَیں اور میرے مکرم دوست جناب خواجہ کمال الدین صاحب

۶ - اپریل کو جلسۂ ندوہ میں شمولیت کے لئے لکھنؤ پہنچے۔ سٹیشن پر پہنچتے ہی پروگرام کو دیکھکر معلوم ہوا کہ گو ہم دونوں نے اپنے آنے کی علیحدہ علیحدہ اطلاع مولٰنا شبلی صاحب کو دیدی تھی مگر اس دن کے پروگرام میں ہم دونوں میں سے کسی کا نام نہ تھا۔ اور اس لئے پہلا کام ہمنے یہ کیا کہ قاضی محمد اکرم صاحب٭ کے مکان پر اسباب رکھتے ہوئے جلسۂ ندوہ میں پہنچے۔ جہاں اس وقت جناب مولوی شبلی صاحب کی تقریر ہو رہی تھی۔ اس تقریر کے بعد اور اس دن کے پہلے اجلاس کے خاتمہ پر جناب خواجہ صاحب کے مولٰنا ابوالکلام سے اپنے لیکچر کے وقت کے متعلق دریافت کرنے پر مولٰنا موصوف نے جن کا وقت اسی دن رات کو اپنی لیکچر کا پروگرام میں درج تھا۔ یا اعلان فرمایا کہ رات کو اُسوقت خواجہ صاحب کا لیکچر ہوگا۔ اس کے بعد ہم مکان پر واپس آئے وہاں آکر ندوہ کے ایک رکن رکین کی زبانی معلوم ہوا کہ اس اُمر کی کہ جلسۂ ندوہ میں کسی احمدی کا کوئی لیکچر ہو اراکین ندوہ میں مخالفت ہے۔ حتٰی کہ پہلے دن کے اجلاس میں جب نماز جمعہ کی تعطیل کے میموریل کی تائید میں تقریریں ہو رہی تھیں تو گو مولٰنا شبلی صاحب نے شیخ یعقوب علی صاحب کی تحریک پر اس بات کو پسند فرمایا تھا کہ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب جو شامل جلسۂ ندوہ تھے۔ بھی اسکی تائید میں تقریر کریں مگر پنجاب کے کسی مشہور مولوی صاحب نے اس بات کی مخالفت کی اور انکی مخالفت کا اثر غالب رہا۔ اس واقعہ کو سُن کر ہمیں اس قدر حیرت ہوئی کہ وہ امر جس کو پہلے پہل احمدی جماعت کے امامؑ نے ہی گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا اور جس کا تعلق سب مسلمانوں سے یکساں ہے۔ اس کی تائید میں ندوۃ العلماء کے پلیٹ فارم پر ایک احمدی کو کھڑا ہو کر تقریر کرنے سے روکا جاتا ہے۔ حالانکہ مولٰنا ابوالکلام کے

٭ بحکم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ میں قاضی محمد اکرم صاحب کا شکریہ ادا کرنے کو ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے بالخصوص ہمارے ایام اقامت لکھنؤ میں اسلامی حق مہمان نوازی ادا کیا۔ جزاہ اللہ خیراً

خطوط سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اجلاس سالانہ کو تمام جماعت ہائے
اسلامیہ کا متحد اور مشترک مجمع بنایا جاوے اور ہر طبقہ کے لوگ مدعو کئے جاویں مگر
دوسری طرف یہ کوشش ہو رہی ہے کہ ندوہ کے ایک رزولیوشن کی تائید کرنیکے
لیئے ایک شخص کو اس لیئے پسند نہیں کیا جاتا کہ وہ احمدی جماعت کا ممبر ہے۔ مولنا
ابو الکلام سے جب مینے اپنے پرچے کے پڑھا جانے کے متعلق دریافت کیا تو معلوم
ہوا کہ اگلے دن کے پروگرام میں جو ابھی تک شائع نہ ہوا تھا کوئی وقت رکھا جاویگا۔
مگر یہ بات بھی غلط نکلی اور اسکا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے کہ وہ کونسے موانع تھے جن کے
باعث خود ہی مدعو کرکے پھر اس مضمون کو سننا گوارا نہ کیا گیا۔ مگر اس میں کوئی شک
نہیں کہ اس مضمون کے پڑھا جانے کے لیئے وقت کا نہ دیا جانا اسی وجہ سے تھا
کہ میں احمدی تھا۔ اور محض اس وجہ سے ندوۃ العلماء نے جو خادم قرآن ہونے کا
دعویٰ کرتا ہے قرآن کریم کی فضیلت پر مضمون سُننے سے انکار کیا۔ یہ ہے ان
لوگوں کی حالت جو علمائے اسلام کہلاتے ہیں۔ جس قوم کے علماء کی یہ حالت
ہو اس کی بہتری کی امید کیا ہو سکتی ہے اس مضمون کو پڑھکر اسلامی پبلک انداذہ
بھی لگا سکتی ہے کہ احمدی لیکچراروں کے مضمون میں کونسی زہر ہوتی ہے جسکی
وجہ سے یہ جاہلانہ تعصب دکھایا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جناب خواجہ
کمال الدین صاحب کا لیکچر اسی اجلاس ندوۃ العلماء میں ہوا مگر اس میں جو رکاوٹ کی
کوششیں بعض اراکین ندوہ کی طرف سے ہوئیں وہ بہت ہی قابل افسوس ہیں۔
اور یہ تو یقینی بات ہے کہ اگر حاضرین جلسہ ان اراکین ندوہ کو مجبور نہ کرتے تو اس لیکچر
کو بھی درمیان میں بند کرنے کی کوشش کامیاب ہوگئی ہوتی۔ مگر فاضل لیکچرار کی سحر بیانی
کا اسوقت ایسا اثر تھا کہ سامعین نے بالاتفاق پکار کر کہدیا کہ اگر ساری رات بھی یہ لیکچر
ہوتا رہے تو ہم سنتے جاویں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی طبائع بھی ہوتی ہیں
جنپر یہ شعر صادق آتا ہے۔ ندارد بصد نکتۂ نغز گوش ؛ چو زحفے ببیند برارد خروش
یعنی سینکڑوں عجیب نکات تو انکے کان کے پردے سے ٹکر کھا کر واپس ہو جاتے

ہیں لیکن جہاں کوئی ادنیٰ سی کمزوری دیکھی یا اپنے خیال میں کسی مفید بات کو ہی کمزوری سمجھ لیا - تو بس پھر کیا وہی اس سارے مضمون کا خلاصہ بنجاتی ہے - لیکن جس کمال حسن بیان سے جناب خواجہ صاحب نے ان معارف کو بیان فرمایا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح کی صحبت بابرکت کا نتیجہ ہیں اس نے واقعی کل کے کل حاضرین کو محو حیرت کر دیا - اسی لیئے جب ایک دفعہ مولٰنا ابوالکلام کی زبانی سے خواجہ صاحب کا لیکچر شروع ہو گیا تو پھر جو کوشش درمیان میں اسکو روکنے کی کی گئی وہ کامیاب نہ ہوئی اور سامعین نے اس کے مکمل کیا جانے پر اصرار کیا جناب خواجہ صاحب کے لیکچر کا موضوع یہ تھا کہ اصل تہذیب انسانی اسلام ہی ہے - اور ناظمان کی خواہش کے مطابق بالخصوص انکے مخاطب انگریزی خوان مسلمان تھے - اور سامعین کا اکثر حصہ بھی وہی تھے - اسی لیئے جو پیرایہ خواجہ صاحب نے اختیار کیا وہ بھی زیادہ تر انہی کے موزون حال تھا - اور جو طریق کلام انکے دلوں پر اثر کر سکتا تھا اسی طریق کو خدمت قرآن اور اشاعت اسلام کی طرف انہیں توجہ دلانے کے لیئے وہ کام میں لائے - مگر باایں انگریزی خوان اور غیر انگریزی خوان سامعین پر انکی تقریر کا یکساں اثر تھا - چنانچہ اگلے دن جب خواجہ صاحب کی خدمت میں اشاعت اسلام کے ایک رزولیوشن کی تائید میں تقریر کرنے کے لیئے پھر تحریک کی گئی تو انکی پر جوش تقریر کے اثناء میں ایک معزز غیر احمدی کے منہ سے یہ الفاظ مینے سنے کہ بیشک اس ایمان سے یورپ اور امریکہ کے مادی خیالات پر اسلام کی پاک تعلیم کامیاب ہو سکتی ہے -

اب میں اصل مضمون کو جو ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ کے لیئے لکھا گیا تھا ذیل میں درج کرتا ہوں ؛

محمد علی

اس زمانہ میں جو کہ کثرت اشاعت کتب سے قرآنی پیشگوئی اذا الصحف نشرت کا کھلا کھلا مصداق ہو رہا ہے یہ سوال ہر ایک طبیعت میں پیدا ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان انبار کتب میں سے جو اگر سب ایک جگہ جمع کی جاویں تو کوہ ہمالہ کے بالمقابل ایک دوسرا

ہمالہ کھڑا ہو جاوے کونسی کتاب ایسی ہے جو اپنی تمام ہمجنسوں میں ایک خاص امتیاز رکھنے کی وجہ سے دنیا کی سب سے بڑی کتاب کہلا سکتی ہے۔ اس سوال کو سنتے ہی بہت سی طبائع گھبرا اٹھیں گی کہ کس شخص کی یہ طاقت ہے کہ کتابوں کے اس بے پایان ذخیرہ میں سے جس کی فہرست بنانے کو بھی ایک انسان کی زندگی کافی نہیں۔ اور جن کو پڑھنا یا انکے مضامین پر احاطہ کرنا تو درکنار انکے نام پڑھنے کے لیئے بھی ایک عمر چاہیئے۔ ایک ایسی کتاب کو باہر نکالنے کی کوشش کرے جو سب میں ممتاز ہو۔ جس کے متعلق یہ ثابت ہو سکے کہ اس کے اثر کا مقابلہ اس لاانتہا فوج کا کوئی اور سپاہی نہیں کر سکتا۔ مگر درحقیقت اس سوال کا حل کرنا ایسا مشکل نہیں جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ سب سے پہلا امر جو اس سوال کا جواب دیتے وقت ہمیں ملحوظ رکھنا ہوگا یہ ہے کہ اگر اس مقابلہ کے لیئے کتابوں کو بلایا جاوے تو کون کونسی وہ کتابیں ہیں جو میدان مقابلہ میں نکل سکتی ہیں ایک سرسری نظر سے اس امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اولاً اس میدان کے مرد صرف وہی کتابیں ہو سکتی ہیں جو کسی خاص فن۔ خاص حرفہ۔ خاص پیشہ سے تعلق نہیں رکھتیں۔ یا جن کا دائرہ اثر کسی خاص فرقہ یا خاص قوم یا خاص افراد تک محدود نہیں۔ پس پہلے ہی انتخاب میں اس لاتعداد فوج کا وہ حصہ جس کا شمار انسانی حیطۂ قدرت سے باہر نظر آتا ہے چپکے سے الگ ہو کر میدان مقابلہ کو نسبتاً ایک تھوڑی سی تعداد کے لیئے خالی چھوڑ دیتا ہے اور یوں مشکلات کا سب سے بڑا پہاڑ پہلے ہی نفخ میں اڑ جاتا ہے۔

اس تھوڑی تعداد میں جو باقی رہ جاتی ہے اگر پھر ایک غور کی نظر کی جاوے تو معلوم ہوگا کہ اس مقابلہ میں صرف وہی کتابیں رہ سکتی ہیں جو ہر انسان کی زندگی میں سچے رہنما کا کام دے سکتی ہوں اور جن کے اصول و ہدایات کی پیروی کی ضرورت کم و بیش ہر انسان کو اپنی زندگی میں ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے۔ یوں تو ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ایک اعلیٰ درجہ کی ادب کی کتاب یا اعلیٰ درجہ کی لغت کی کتاب یا اعلیٰ درجہ کی جدید تحقیق یا سائینس کی کتاب یا فلسفہ کی کتاب بڑی مفید کتاب ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کے فائدہ کا اثر کس حد تک ہے۔ خیالات انسانی میں کس حد تک اس نے تغیر پیدا کیا اور آیا وہ تغیر نسل انسانی

کی بہتری کے لیئے تھا یا نقصان کے لئے اور آیا وہ انسان کے لیئے اُسکی زندگی میں رہنما کا کام دیسکتی ہے یا راہِ راست سے دُور پھینکتی ہے مگر اس معیار پر اس مقابلہ میں ہم پرکھ سکتے ہیں کہ دنیا کی سب سے بڑی کتاب کونسی ہے شیکسپیر کی کتابوں نے انگلستان میں۔ کالیداس کی کتابوں نے ہندوستان میں۔ ڈینٹی کی کتابوں سے اٹلی میں گیٹی کی کتابوں نے جرمنی میں ہومر کی کتابنے یونان میں یا فردوسی کے شاہنامہ نے ایران میں بیشک ایک اعلیٰ درجہ کا لٹریچر پیدا کیا۔ اور فطرت انسانی کے خیالات کو عمدہ سے عمدہ پیرایوں میں ادا کیا۔ مگر کیا یہ کتابیں دنیا کی ہدایت اور رہنمائی میں وہ درجہ رکھتی ہیں جو دنیا کی مسلم مذہبی کتابیں رکھتی ہیں کیا شیکسپیر یا ڈینٹی یا کالیداس کے خیالات نے دنیا میں ایسی کوئی عظیم الشان تبدیلی پیدا کر کے دکھائی جیسی کہ مثلاً بائبل یا ویدنے ۔ پس اس مقابلہ میں صرف وہی کتابیں آسکتی ہیں جو دنیا کی ہدایت کا باعث ہوئی ہیں یا جنہوں نے دنیا کی ہدایت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ صفت صرف دنیا کی مذہبی کتب یا کتب مقدسہ کے اندر پائی جاتی ہے جنکے ہم پایہ نہ کسی قوم کی کوئی اخلاقی ۔ نہ فلسفہ کی نہ ادب کی کتاب ہے اور اس طرح پر یہ مقابلہ صرف دنیا کی کتب مقدسہ میں باقی رہ جاتا ہے ۔ اب اس مقابلہ میں اگر ذرا اور نظر غور سے کام لیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اس میدان کا وہ بہادر سپاہی جو ھل من مبارز کی ندا شب و روز بلند کر رہا ہے اور جس کے مقابلہ میں اس میدان میں آجتک ایک حریف کو بھی قدم رکھنے کی جرأت نہیں ہوئی ۔ وہ وہی الکتاب ہے جس کا نام قرآن ہے علم کلام کا وہ نیا اصول جس کو ہاتھ میں لیکر ایک تدبر سے کام لینے والا مسلمان دنیا کے سب مذاہب پر غالب آسکتا ہے۔ اور جسے سب سے پہلے اس مقابلہ مذاہب کے زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جنہیں مَیں آخری زمانہ کا مسیح موعودؑ اور مہدی یقین کرتا ہوں ایک عظیم الشان مناظرہ میں جو ۱۸۹۳ء میں عیسائیوں کے ساتھ بمقام امرتسر ہوا اور پھر جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ۱۸۹۶ء میں پیش کیا اس راہ کو کہ دنیا کی اکیلی بے نظیر کتاب کونسی ہے ہمارے لئے بالکل صاف کر دیتا ہے۔

مختصر الفاظ میں یہ اصول یوں ہے۔ کہ جو شخص کسی کتاب مقدس پر ایمان لاتا اور اسکے کامل اور بے نظیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا فرض ہے کہ جو دعویٰ وہ اس کتاب کے متعلق اپنے مذہب کی تائید میں پیش کرے یا جو دلائل ایسے دعوے کی صداقت کے دینا چاہے۔ وہ اسی کتاب مقدس میں سے ہوں یا اور بھی مختصر کرکے یوں کہو کہ ہر ایک کتاب کا جس کامل آسمانی کتاب یا خدا کا کلام ہونے کا دعویٰ ہے یہ فرض ہے کہ دعویٰ بھی خود پیش کرے اور دلائل بھی خود دے۔ چونکہ اس عظیم الشان اور فیصلہ کن معیار پر سوائے قرآن کریم کے دنیا کی کوئی کتاب مقدس ہو یا غیر مقدس پوری نہیں اُترتی اس لیئے اس میدان کے حریفوں نے بجائے اپنے عجز کو تسلیم کرنے کے قرآن کریم کے اس معیار پر پورا اترنے کو یوں بگاڑا ہے کہ حامیان قرآن صرف اسی بات کو دلیل قرار دیتے ہیں جو قرآن میں لکھی ہے۔ اور اس طرح پر اس بلند پایہ اور قطعی معیار کو ہنسی میں اڑانا چاہا ہے۔ حالانکہ پیش کرنے والے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جو کچھ رطب و یابس کسی کتاب میں لکھا ہو اسے لازماً دلیل سمجھ لیا جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو کتاب کامل ہونیکا دعویٰ کرتی ہے اسے اصول حقہ کی تائید اور باطل اصول کی تردید میں دعاوی اور دلائل پیش کرنے چاہئیں۔ یعنی جو دعویٰ وہ کرتی ہے حتّٰی کہ اس کا یہ دعویٰ بھی کہ مَیں خدا کا کلام ہوں خود اس کتاب میں دکھانا چاہیئے نہ یہ کہ اس کی طرف سے آج کوئی شخص کھڑا ہو کر ایک نیا دعویٰ جو اس کتاب نے خود کبھی بھی نہیں کیا دنیا میں پیش کرے اور پھر جو کوئی بھی دعویٰ کوئی کتاب کرے اسکے لیئے دلائل بھی خود دے۔ نہ یہ کہ دعویٰ تو کتاب کرے اور اس کے دلائل آج ایک شخص کچھ اور کل دوسرا شخص کچھ پیش کرتا ہے۔ دلیل تو وہی ہو گی جسے عقلمند انسان دلیل کہے لیکن اس دلیل کا وجود کتاب میں دکھانا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ جو کچھ اس کتاب میں ہو خواہ عقل اس کو دھکے دے رہی ہو خواہ مخواہ خوش اعتقادی سے اسے دلیل سمجھ لیا جاوے اس وضاحت کے بعد اس معیار کے سامنے دنیا کی سب کتابوں کو

پیش کرو تو معلوم ہو جاوے گا کہ سوائے قرآن کریم کے دنیا کی کوئی کتاب الہامی ہو یا غیر الہامی۔ اس معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ صرف ایک ہی کتاب کل دنیا میں ہے جس نے یہ ندا بلند کی اور بار بار اُسے دُہرایا کہ مَیں بے نظیر ہوں میری مثل لانے پر کوئی قادر نہیں خواہ تمام دنیا کے لوگ بھی اکٹھے ہو جاویں قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ بلکہ اور بھی تنزل کر کے فرمایا قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یعنی سارا قرآن نہیں تو کوئی دس ہی سورتیں بنا دے۔ اور اس سے بھی اُتر کر فرمایا۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ ایک ہی سورۃ اس کی نظیر بنا دو۔

اس تحدی کے بارے میں جو کچھ مخالفین نے کہا ہے اور اس امر کے متعلق کہ قرآن کریم کی بے نظیری کن صفات میں ہے۔ بیان کرنے سے پہلے میں ایک اور ضروری امر کی طرف توجہ دلانی ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا الکتاب ہونیکا دعویٰ بھی خود اسی پاک کتاب میں موجود ہے چنانچہ قرآن شریف کی سب سے پہلی آیت یہی ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ جس میں قرآن کریم کو عظیم الشان "الکتاب" کہا گیا ہے۔

مَیں افسوس کرتا ہوں کہ مخالفین اسلام نے تو ناسمجھی سے یا ہٹ دھرمی سے قرآن کے متعلق جو کہنا تھا کہا تھا۔ مگر مسلمانوں میں بھی ایسے خیالات پیدا ہو گئے کہ قرآن ایک کتاب کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

میں نہیں تھا - حالانکہ قرآن کریم نے اپنی نسبت خود بار بار لفظ کتاب استعمال فرمایا ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جیسے جیسے قرآن شریف اُترتا تھا ویسے ویسے ایک خاص ترتیب اختیار کرتا جاتا تھا اور کتاب کی صورت میں بنتا جاتا تھا یوروپین مصنفوں نے اس وجہ سے کہ وہ ان خیالات سے ناآشنا تھے جو قرآن کریم میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔ اور اس زبان سے انکو بہت بُعد واقع ہوا تھا جس میں یہ پاک کلام اُترا۔ قرآن کریم کی عبارت کو پڑھ کر یہ کہدیا کہ قرآن شریف کی عبارت بے ربط ہے - یا یہ کہ ایک مضمون کو بیان کرتے کرتے قرآن شریف اُسے وہیں چھوڑ کر یکایک ایک اور بالکل بے تعلق مضمون کو شروع کر دیتا ہے اس کا صحیح جواب تو یہ تھا کہ اس بُعد اور بے تعلقی کی وجہ سے جو ان لوگوں کو قرآن کریم کے مضامین کے ساتھ ہے وہ ربط کو سمجھ نہیں سکے لیکن یہ جواب دینے کی بجائے اور جہاں اعتراض کیئے گئے تھے ربط دکھلانے کی بجائے بعض مصنفین اسلام نے اس اعتراض کو ایک رنگ میں قبول کر کے یوں کہدیا کہ یہ ترتیب خود بخود بعد میں صحابہ رضؓ نے بنالی اور اصل ترتیب ترتیب نزولی تھی - گویا یہ تسلیم کر لیا کہ قرآن شریف سورتوں یا آیتوں کا ایک مجموعہ ہے کتاب نہیں ہے - کیونکہ یہ ایک ظاہر امر ہے کہ بلا ترتیب دینے کے کوئی مجموعہ تحریرات کا کتاب نہیں کہلا سکتا حالانکہ اس خیال کو قرآن شریف کی سب سے پہلی آیت ہی رد کرتی ہے جہاں فرمایا کہ یہ کتاب ایک ہدایت نامہ ہے - یوں نہ کہا کہ یہ سورتیں یا یہ آیتیں یا یہ وحی ایک ہدایت نامہ ہے - آخر لفظ کتاب کو اپنے لیئے اختیار کرنے میں کوئی غرض تو قرآن شریف نے اپنے سامنے رکھی ہے - وہ غرض یہی ہے کہ تا معلوم ہو جائے کہ قرآن کا دعویٰ ایک مکمل اور مرتب کتاب ہونے کا ہے - وحی الٰہی کے منتشر اجزا یا چند سورتوں یا آیتوں کا مجموعہ ہونے کا دعویٰ نہیں ہے پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جس اعتراض کی وجہ سے سورتوں کی بے ترتیبی کو مان کر نئی ترتیب کا٭ ایک قرآن شریف بھی شائع کر دیا گیا ہے اس کا تعلق تو سورتوں کی بے ترتیبی سے کوئی نہیں - اعتراض تو ہر ایک سورۃ میں آیات کی بے ترتیبی پر تھا - پس یوں چاہیئے تھا کہ آیات کی ترتیب بھی بدل کر ایک فرضی ترتیب نزولی دے دی جاتی -

٭ ایک انگریزی کا ترجمہ قرآن شریف جس میں اصل کلام پاک بھی متن میں موجود ہے اور بغیر ترجمہ ہے - حال میں الہ آباد سے شائع ہوا ہے جس میں راڈول اور دوسرے انگریزی مصنفین کا تتبع کر کے پھر سے ترتیب کلام الہیٰ کو بدل دیا ہے - یہ بہت ہی قابل افسوس امر ہے

حالانکہ امر واقعہ وہی ہے جس کا پتہ حدیث سے صاف چلتا ہے کہ جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود کاتب کو ہدایت فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ رکھو۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں میں آیات کی ترتیب دینے والے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔⁂ اور بغیر ایسی ترتیب کے چھوٹی سی چھوٹی سورۃ بھی نہ کوئی حفظ کر سکتا تھا نہ لکھ سکتا تھا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکمل سورتیں بہت سے صحابہؓ نے حفظ کی ہوئی تھیں اور بہتوں کے پاس لکھی ہوئی مکمل سورتیں موجود تھیں۔ اگر یہی بات ہوتی کہ ترتیب آیات ہی کوئی نہ تھی اور ہر شخص کا اختیار تھا کہ جس طرح چاہتا خود ہی ایک ترتیب آیات کو دے لیتا تو کس طرح سورتیں مکمل سورتیں کہلا سکتی تھیں جن کو ایک دوسرے سے یاد کرتے تھے اور اگر ایک شخص پڑھتے ہوئے ایک آیت چھوڑ دیتا یا ایک آیت کا لفظ بدل کر دوسری آیت میں پڑھ دیتا تو اسکی تصیح کر دیتے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر یہ سورتیں کم از کم چھ مرتبہ ہر چوبیس گھنٹے میں بلند آواز سے دوسروں کو سنائی جاتی تھیں۔ دوسری طرف یہ بھی ظاہر امر ہے کہ ایک وقت میں دو دو تین تین سورتوں کی آیات نازل ہوتی تھیں جس کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتانے کی ضرورت پیش آتی تھی کہ فلاں آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ رکھو۔ پس سورتوں کی ترتیب نزولی کیا قرار دی جاسکتی ہے وہ تو اس صورت میں رکھی جاسکتی تھی کہ ایک سورۃ مکمل طور پر نازل ہو لے تو پھر دوسری نازل ہو۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ سورتوں کے اندر آیات کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کام تھا۔ تو کیا خود یہی امر سورتوں کی موجودہ ترتیب کے آنحضرت کیطرف سے ہونے کی کافی دلیل نہیں ہے؟ کیا جب قرآن کریم کی ہزارہا آیتوں کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بتا سکتے تھے تو ایک سو سورۃ کی ترتیب نہ بتا سکتے تھے؟ بلکہ وہی دقت (گو چھوٹے پیمانے پر) سارے قرآن کریم کے حفظ کرنے میں سورتوں کی بے ترتیبی کیوقت پیدا ہوتی ہے جو آیات کی بے ترتیبی کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔

⁂ آپ کا ہر ایک آیت کو ایک خاص محل پر رکھنا ظاہر کرتا ہے کہ ہر ایک آیت کا مابعد اور ماقبل سے ایک تعلق ہے یعنی ان آیات میں باہمی ایک ربط ہے ورنہ خاص مقام تجویز کرنے کے کیا معنے؟

جب ہم اندرونی شہادت کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ امر کہ قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ہے اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ بے ترتیبی کے قائلوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب یوں ہونی چاہیئے تھی کہ پہلے ایک سورۃ ہوتی اس میں صرف توحید الٰہی کا ذکر ہوتا پھر ایک سورۃ میں صرف وحی اور نبوت کا ذکر ہوتا پھر کسی میں نماز کا ذکر ہوتا کہیں روزے کا ہوتا کسی میں اصول معاشرت سب اکٹھے کر دیئے جاتے کوئی صرف اصول تمدن پر مشتمل ہوتی وغیرہ۔ غالباً اسی خیال نے اس حد تک مسلمانوں کے خیالات کو بھی پہنچا دیا ہے کہ وہ قرآن شریف میں بے ترتیبی کو ماننے لگ گئے۔ مگر یوں نہیں قرآن کریم کو جو فوقیتیں دنیا کی سب کتابوں پر حاصل ہیں منجملہ انکے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ہر معاملہ میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف اسکی عظمت و اقتدار۔ اس کے علم۔ اسکے رحم۔ اس کے غفران کی طرف۔ اس کے خالق اسکے مالک ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اس لیئے اس میں کوئی ایسی تبویب نہیں پائی جاویگی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تو نکال کر ایک طرف رکھدے اور پھر باقی معاملات میں دنیا کے مقننوں کی طرح چند ہدایات دیدے اسی خوبی کو نئے انسکلوپیڈیا برٹینکا میں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر چوٹی کا اعتراض قرار دیا گیا ہے کہ مضمون تو ہوتے ہیں دنیوی رنگ کے مثلاً طلاق کا قانون بیان کیا یا وراثت کا اور ساتھ اسکی بالکل غیر موزون فقرے صرف آیتوں کے اواخر کو موزون کرنے کے لیئے لگا دیئے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت بلاغت بالکل تکلف سے پاک ہے۔ اسی لیئے قرآن شریف کی ترتیب ایسی تبویب کی بنا پر نہیں کیونکہ اسکا منشا اگر کسی قانون کا بیان کرنا ہے تو پھر وہیں اللہ تعالیٰ کا کامل علم و قدرت اور اسکی عظمت اس کی مالکیت کی طرف توجہ دلانا بھی ہے کیونکہ صرف قانون بتانے سے تو خالی اس قانون کے علم دینے کا فائدہ ہو سکتا تھا مگر قرآن کریم کی اصل غرض تھی اس قانون پر چلانا اس کے لیئے ان امور کو ساتھ ساتھ ہر جگہ بیان کرتا گیا ہے جن کو پیش نظر رکھکر انسان راستی کے قوانین پر چل سکتا ہے۔ اس مختصر پرچہ میں کسی قسم کی وضاحت کی گنجائش نہیں لیکن

ترتیب کی اندرونی شہادت کو میں ایک مثال کے ساتھ واضح کیئے بغیر آگے نہیں چل سکتا۔
یہ مثال میں قرآن کریم کی ابتدائی آیات سے ہی لیتا ہوں۔ سورہ بقرہ کے متعلق یہ تو اتفاق
ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس لیئے نزولی ترتیب کے لحاظ سے سب سے اول یہ نہ رکھی جا سکتی
تھی۔ پھر آخر اسے کیوں پہلی سورۃ قرار دیا گیا (یاد رہے کہ سورہ فاتحہ قرآن کریم کے مضامین
کا خلاصہ یا نچوڑ ہونے کی وجہ سے سورہ بقرہ سے بھی پہلے رکھی گئی ہے) اندرونی شہادت
کی طرف غور کریں تو یہ سورۃ یوں شروع ہوتی ہے۔ ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ
ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلٰوۃ و
مما رزقنٰھم ینفقون ۰ و الذین یؤمنون بما انزل الیک و ما
انزل من قبلک و بالاٰخرۃ ھم یوقنون ۰ یہ دو آیتیں بعینہٖ اسی طرح تمہید کا
رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں جیسے ایک مقنن قانون بناتے وقت تمہید میں یہ بیان کرتا ہے
کہ یہ قانون ہم نے کس غرض کے لیئے بنایا سو یہاں پہلے کتاب کے متعلق چند دعاوی کو
بیان فرما کر کہ یہ کتاب ایک عظیم الشان کتاب ہے۔ اور پھر شک اور ریب سے خالی ہے
اور پھر ہدایت نامہ ہے۔ ایک مسلمان کے اصولی اعتقادات و اعمال کو اکٹھا کر دیا ہے۔
چنانچہ اعتقاد کے رنگ میں اصول یہ بیان فرمائے کہ ایمان بالغیب ہو یعنی اللہ اور
ملائکہ پر ایمان ہو۔ اور ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی پر اور کل انبیاء علیہم السلام
کی وحی پر ہو۔ اور بالآخر ایمان آخرت پر ہو۔ یعنی اعمال کی جزا و سزا پر ہو۔ اور اعمال
کے متعلق دو حصے بیان کیئے ایک نماز کا قائم رکھنا جو حقوق اللہ کی ادائگی کا جزو اعظم
ہے اور ایک خرچ کرنا دوسروں کے فائدے کے لیئے اس مال اور ان قویٰ کا جو اللہ نے
دیئے ہیں جو حقوق عباد کا جزو اعظم ہے۔ الٰہی کتابیں دنیا میں بہت سی کہلاتی ہیں اب
مقابلہ کر کے دیکھو کہ کیا کسی کتاب نے ایسی صفائی سے اپنے دعوے کو بیان کیا ہے۔
جیسا کہ قرآن کریم نے عین ابتدا میں بتا دیا کہ میں کس لیئے آیا ہوں اور میرا کام دنیا میں
کیا ہوگا۔ اسجگہ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعد میں قرآن شریف کئی جگہ مومنوں
کی صفت میں صرف ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کے درمیان میں لکھا ہے وہ

ہی بیان فرماتا ہے کیونکہ ابتدا میں جو کچھ

ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر

گویا سب کا سب ایمان باللہ و بالیوم الآخر کے جملے میں آجاتا ہے۔ اسی بات سے بہت لوگوں نے یہ ٹھوکر کھائی ہے کہ قرآن شریف ایک طرف تو ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ کہتا ہے۔ اور دوسری طرف کہتا ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ سو اصل میں اٰمن باللہ والیوم الآخر میں باقی وہ اصل بھی آجاتے ہیں جو الذین یؤمنون بالغیب سے لیکر وبالآخرۃ ھم یوقنون تک وارد ہیں کیونکہ یہ اصولی امور ہیں۔

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف آتا ہوں نہ صرف ایسی صفائی سے اصولی اعتقادات و اعمال کو بیان کرنے سے تمام کتب مقدسہ کو قاصر پاؤ گے بلکہ جس جامعیت سے یہاں قرآن شریف نے ان اصول کو بیان کر دیا ہے۔ اور تمام سورتوں کو دیکھ لو کسی کے ابتدا میں اس جامعیت سے اصول بیان نہیں فرمائے ہیں۔ کہ ایمان اور اعمال دونوں کے اصل الاصول کو اس طرح پر ایک جگہ کر کے بیان فرمایا ہو پس اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ ترتیب سور قرآن کریم کی منجانب اللہ نہیں تو اس سورت کو ہٹا کر کسی اور سورۃ سے قرآن شریف کو شروع کر دو وہ غرض جو ایک قانون کی تمہیدی عبارت سے پوری ہوتی ہے ہرگز پوری نہیں ہوگی۔ پھر ایمان اور اعمال کے ضروری اصول کو بیان کر کے اور انپر ایمان لانے والوں کا ذکر فرما کر ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو قرآن شریف کے انذار اور عدم انذار کو برابر سمجھتے ہیں یعنی اپنے خیالات سے ہٹنا ہی نہیں چاہتے۔ یہ کافروں کا گروہ ہے۔ پھر اس کے بعد منافقوں کا ذکر فرمایا۔ اور تیسرے رکوع میں وہ سب سے پہلا امر یا حکم بیان فرمایا جو ہر مذہب کی جان ہے جس کا دعویٰ تو ہر مذہب کرتا ہے کہ میرا پہلا حکم یہی ہے مگر اپنی کتاب میں دکھا کوئی نہیں سکتا کہ واقعی اس کا پہلا حکم یہی ہے مگر قرآن کریم میں اس امر سے پہلے کہ یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم اور کوئی امر نہیں پاؤ گے بلکہ سب سے پہلے اپنی غرض اور علت غائی کو بیان فرما کر پھر مومن۔ کافر۔ منافق تین گروہوں کا ذکر کر کے

دوسرے رکوع کے آخر پر دو نہایت اعلیٰ درجہ کی تمثیلوں میں کفار اور منافقین کی مثال دی۔ اور پھر تمام لوگوں کو یہ سب سے پہلا حکم دیا کہ اپنے رب کی عبادت کرو۔ کیا اس سے بہتر ترتیب کسی شخص کے قیاس میں آسکتی ہے؟

پس یہ وہ **الکتاب** ہے جو اولاً اپنی ترتیب کے لحاظ سے ہی جہاں سب سے زیادہ لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے **الکتاب** کہلانے کی مستحق ہے۔ اس کتاب کا سب سے پہلا دعویٰ یہ ہے کہ مَیں **ھدی** یعنی انسانوں کے لیئے سچی رہنما ہوں پس جب وہ یہ تحدی کرتی ہے کہ میری مثل بنا کر دکھاؤ تو صاف ظاہر ہے کہ اس تحدی میں اولاً اس کے ہدایت ہونے کا پہلو ہی لیا جاوے گا۔ بعض لوگوں نے قرآن کریم کی اس تحدی کو صرف فصاحت و بلاغت لفظی تک ہی محدود سمجھا ہے اور پھر خود ہی اسے اس حد تک محدود کر کے خود ہی اعتراض کیئے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ صرف بلاغت میں میری مثل بنا دکھاؤ یا فلاں بات میں میری مثل بنا دکھاؤ۔ پس جبکہ قرآن کریم نے اپنی تحدی کو کسی خاص پہلو میں محدود نہیں کیا تو اور کسی کو کس طرح ایسی حد بندی کا حق پہنچتا ہے۔ مثلاً یہی ایک پہلو لے لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا نام قران رکھا ہے۔ یہ نام بائبل اور پرانا اور نیا عہدنامہ یا ژند یا وید کی طرح کتاب کے پیروؤں کا تجویز کردہ نہیں بلکہ جس طرح اس مذہب کا نام خود اللہ تعالیٰ نے اسلام یا صلح اور سلامتی کا مذہب رکھا کیونکہ اس کے پاک اصول ہر رنگ میں صلح اور سلامتی پر مبنی ہیں۔ اسی طرح اس پاک کتاب کا نام اس نے خود ہی قرآن یا پڑھنے کی چیز رکھا۔ سب سے پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرأ باسم ربک کی ہوئی اسی کی مؤید ہے یہ پڑھنے کا حکم اور پھر قرآن نام رکھا جانا اپنے اندر ایک عظیم الشان پیشگوئی کو لیئے ہوئے تھے۔ جس کا ظہور اس طرح پر ہوا کہ **قرآن** وہ کتاب ہے جو تمام دنیا کی کُل کتابوں سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ یہی حکمت تھی کہ اس کا نام قرآن رکھا گیا اور یہی حکمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اقرأ کا حکم دیا گیا۔ تاکہ قرآن کو دنیا کی سب کتابوں پر یہ فوقیت حاصل ہو کہ وہ دنیا کی سب کتابوں میں

سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ کیا اس کی نظیر کوئی شخص لا سکتا ہے۔ فرض کرو کہ کوئی شخص اسوقت ایک یا دو سورتیں قرآن کے مقابلہ میں بنا کر پیش کر دیتا مگر عرب باوجودیکہ وہ مخالفت میں حد سے گذرے ہوئے تھے۔ ظاہر طور پر بھی ایسا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے لیکن کیا یہ بھی کسی انسان کی طاقت میں تھا کہ وہ قرآن کے نام کے اندر جو پیشگوئی مخفی تھی اسے بھی اپنی بنائی ہوئی کتاب پر صادق کر دکھاتا۔ کیا ایک انسان کی یہ طاقت تھی؟ یہ جو میں نے کہا ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جو دنیا کی تمام کتابوں سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ بلا دلیل دعویٰ ہے۔ ایسا نہیں۔ بائبل کی اشاعت بیشک بہت کثرت سے ہوتی ہے شیکسپیر بے شک بہت پڑھا جاتا ہے۔ مگر قرآن کے برابر دنیا میں کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی۔ اس کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ ہر مسلمان دن میں کم از کم بتیس دفعہ قرآن شریف کے کسی نہ کسی حصہ کو ضرور پڑھتا ہے یہ پڑھنا تو صرف نماز کی رکعتوں میں ہوا اس سے علاوہ بھی قرآن اور کتابوں کی نسبت زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ مان لو کہ اس زمانہ میں بے نماز بہت ہیں۔ پھر بھی جس کتاب کا دن میں کئی مرتبہ پڑھنا ہر مسلمان کا پہلا فرض قرار دیا گیا ہو اسکی برابری دوسری کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ پھر رمضان کے مہینہ میں کل قرآن کی "تلاوت دنیا کی ہر مسجد میں ہوتی ہے۔ کیا اسکی نظیر کسی اور کتاب میں بائبل ہو یا زند یا وید پائی جاتی ہے۔ بلکہ ساری بائبل کو میں نہیں سمجھتا کہ ہزار عیسائی میں سے ایک بھی ساری عمر میں ایک دفعہ پڑھتا یا سنتا ہو۔ حالانکہ مسلمان سارے نہیں تو پچاس فیصدی اور علی سبیل التنزل دس فیصدی تو ضرور سارے قرآن کو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیتے ہیں علاوہ اس کے کہ نمازوں میں یہ پڑھا جاوے یہ ایک ایسا امر ہے کہ غیر مسلموں نے بھی اسے تسلیم کیا ہے چنانچہ نئے انسکلوپیڈیا برٹینیکا میں "قرآن" کے عنوان پر مضمون لکھنے والے نے یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن (Most Widely read Book in existence.) ہے۔

یعنی سب سے زیادہ پڑھی جانیوالی کتاب جو دنیا میں موجود ہے۔ ساتھ ہی اس جگہ میں اس امر

کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس طرح قرآن کے لفظ میں اور اقرأ کے حکم میں قرآن کریم کے دنیا میں بے نظیر طور پر پڑھے جانے کی پیشگوئی مذکور تھی اسی طرح الکتاب کے لفظ میں اور پھر فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة بایدی سفرة کرام بررة میں اس کے بے نظیر طور پر لکھا جانے کی پیشگوئی بھی تھی چنانچہ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ کو دیکھ لو کوئی کتاب اسقدر کثرت سے بار بار لکھی نہیں گئی جیسے کہ قرآن شریف پھر اسکے لکھنے والے واقعی وہ کرام بررة دنیا کے معززین ابرار تھے جن میں عظیم الشان سلطنتوں کے بادشاہوں تک کے نام ہیں کسی کتاب کے ایسے معزز ہاتھوں سے لکھا جانے کی شہادت تاریخ ہرگز نہیں دے سکتی جیسے معزز ہاتھ قرآن کریم کو ہر زمانہ میں لکھتے رہے ہیں اور نہ ہی کوئی کتاب دنیا کی اس کثرت سے لکھی گئی ہے جیسے کہ قرآن شریف پس جس طرح قرآن کریم کو دنیا کی کل کتب پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ اس کے برابر دنیا کی کوئی کتاب پڑھی نہیں جاتی یہ بھی اسے فوقیت حاصل ہے کہ اس کثرت سے اور ایسے معزز ہاتھوں سے دنیا کی اور کوئی کتاب لکھی نہیں گئی؛

ایسا ہی قرآن کریم کا ایک اور ظاہری اثر ہے جس کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ اور جس کے مقابل میں کوئی دوسری کتاب ایسا اثر پیدا کرنے والی پیش نہیں کی جا سکتی - یہ اثر قرآن کا زبان پر ہے۔ عربی زبان کی جو کچھ حکومت دنیا کے مختلف حصوں پر ہے عرب سے باہر[ص] جسقدر دوسری زبانوں میں اس کے الفاظ ہیں وہ سب قرآن کی بدولت ہی ہے۔ ویدوں کی سنسکرت۔ زردشت اور کانفیوشس کی زبانیں۔ گوتم بدھ کی زبان۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ اور دیگر انبیائے بنی اسرائیلؑ کے صحیفوں کی زبان۔ اور بالآخر حضرت مسیحؑ اور آپ کے حواریوں کی زبان جس میں الہامی نوشتے لکھے گئے قرآن کریم کی لسان عربی مبین کا مقابلہ تو ایک طرف رہا اس قسم کا کوئی اثر بھی نہیں دکھا سکتیں۔ بلکہ آج ان اصل زبانوں کا وجود بھی دنیا سے ایسا مفقود ہوا ہے کہ وہ کسی قوم یا ملک کی زندہ زبانیں نہیں رہیں۔ مگر برخلاف اسکے قرآن شریف کی عربی مبین کے اثر کو دیکھو۔ نہ صرف اسکی پاک زبان عربی علم ادب کی جان اور اس کی پاکیزگی کا معیار ٹھہری بلکہ اس نے اس لسان عربی کو ہمیشہ کے لیئے زندہ زبان بنا دیا اور پھر اس سے بھی بڑھکر اس پاک زبان کو نہ صرف علمی زبان ہی رہنے دیا بلکہ عظیم الشان ممالک کی اصلی اور عوام الناس

[ص] جسقدر ملکوں کی یہ مسلم زبان ہو گئی ہے اور

تک کی زبان بنا دیا۔ اور بہت سی زبانوں پر عربی زبان کو ایسا مسلط کر دیا کہ انکی طرز۔ ڈھنگ۔ الفاظ سب کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا جس میں عربیت کا عنصر غالب رہا۔ اور یوں قرآن کا اثر وسیع سے وسیع دائروں کی زبانوں پر ایسا اعجازی ہوا اور ہے کہ دوسری کسی کتاب کا ایسا اثر نظر نہیں آتا۔

ایسا ہی ظاہری فوقیتوں میں سے جو قرآن کریم کو حاصل ہیں تیرہ سو سال کے اندر اس کی اعجازی حفاظت ہے۔ گو اس امر کے متعلق مخالفین اسلام نے بہت کچھ ہرزہ درائی بھی کی ہے لیکن آخر اس امر کے تسلیم کرنے سے انہیں چارہ نہیں ہوا اور سخت سے سخت مخالف کو یہ شہادت دینی پڑی ہے۔ کہ دنیا کی کوئی کتاب تیرہ سو سال تک ایسی محفوظ نہیں رہی جیسی کہ قرآن شریف۔ پس بہر حال دنیا کی دیگر کتب پر یہ فوقیت تو اسے حاصل ہے کہ محفوظ ہونے میں کوئی دوسری کتاب اسکی ہمسری کا دعوٰی نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم کی حفاظت کے سامانوں میں ایک ظاہری سامان قرآن کریم کے حافظوں کا وجود تھا ادھر قرآن شریف کا نزول شروع ہوتا ہے ادھر ساتھ ہی اس کلام پاک کو دل میں محفوظ رکھنے والی ایک قوم پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ نہیں کہ کسی نے کوئی ٹکڑا محفوظ کر لیا ہو کسی نے کوئی بلکہ شروع سے لیکر اخیر تک کُل قرآن شریف کو حفظ کرنے والوں کا وجود اسی ابتدائی زمانہ سے نظر آتا ہے۔ اور یہ تعداد حافظوں کی ایسی ترقی کرتی چلی جاتی ہے کہ وہ دائرہ دن بدن ہر ملک اور ہر قوم میں وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا اس کی کوئی نظیر دنیا کی کسی اور کتاب میں پائی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی کتاب کے حفظ کرنے والوں کی تعداد بھی قرآن شریف کے حفاظ کی تعداد کا مقابلہ نہیں کر سکتی ؛

یہ چند امور جن کا ذکر میں نے اس جگہ کیا ہے صرف ایک مثال کے رنگ میں بیان کیے گئے ہیں ورنہ وہ صدہا مختلف پہلو جن میں قرآن کریم کی دنیا کی کل کتابوں پر فضیلت اور اس کی بے نظیری ثابت ہوتی ہے ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی اس مختصر مضمون میں گنجایش نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو انکو قرآن کریم کے ترجمہ کے دیباچہ میں بیان کرونگا۔ لیکن اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں ایک امر کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں میں نے

ابھی ذکر کیا ہے کہ قرآن شریف نے شروع ہی میں اس مقصد کو بیان فرمایا ہے جس کے لیئے وہ دنیا میں آیا تھا۔ یعنی یہ کہ یہ کتاب ایک لاریب اور مکمل ہدایت نامہ ہے۔ اور یہی اصل کام ایک آسمانی کتاب کا ہے کہ وہ دنیا کے لیئے ہدایت ہو۔ جس طرح پر قرآن کریم کے اس دعوے کی نظیر کہ میں ایک مکمل اور لاریب ہدایت نامہ ہوں کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔ اسی طرح پر اگر دعویٰ کو چھوڑ کر ہم واقعات کی طرف آویں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں دو ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو دنیا کی اور کسی کتاب میں نہیں پائی جاتیں یعنی اول یہ کہ یہ ایک کامل ہدایت نامہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اس کی توحید۔ اسکے ملائکہ۔ اس کی وحی۔ اس کی عبادت کے متعلق۔ جیسی کامل رہنمائی ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔ الٰہی علم و قدرت۔ الٰہی عظمت و جبروت کا جو اثر قرآن کریم کو پڑھکر دل پر ہوتا ہے اور کسی کتاب سے ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ بہت سی مذہبی کتب تو اخلاقی قوانین کا مجموعہ ہونے سے زیادہ نظر ہی نہیں آتیں۔ اور وہ بھی ناقص مجموعہ۔ اور خدائے تعالیٰ کی عظمت و جبروت اس کی قدرت و طاقت اسکی علم و حکمت کا بیان تو ایک طرف رہا۔ اللہ تعالیٰ کا نام بھی کم آتا ہے برخلاف اس کے قرآن شریف کو دیکھو تو قریباً کوئی سطر خالی نہیں جاوے گی جس میں اللہ تعالیٰ کے نام یا صفات یا افعال کی طرف اشارہ نہ ہو۔ اس کتاب پاک کو اُٹھا کر کہیں سے پڑھنا شروع کر دو۔ کوئی سی سورۃ ہاں چھوٹی سے چھوٹی سورۃ اس کی لے لو۔ مگر وہی توحید و عظمت قدرت الٰہی کا نظارہ دیکھو گے پھر قرآن کریم میں ہر قسم کے اصول۔ معاشرت کے اصول تمدن کے اصول سیاست کے اصول جنگ کے اصول صلح کے اصول ایسے بیان فرمائے گئے ہیں جو اصل اخلاق انسانی کی جڑھ ہیں۔ اور اخلاق کی تعلیم کو اس طرح سے مکمل کر کے پیش کیا گیا ہے اس کے باریک سے باریک شعبوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان راہوں کو کھولکر بیان کیا ہے جن سے اخلاق فاضلہ سیکھے جاسکتے ہیں یا اخلاق رذیلہ سے انسان بچ سکتا ہے۔ جو کچھ کسی اور کتاب میں اخلاق کی تعلیم موجود ہے وہ قرآن میں بھی پائی جاتی ہے اور علاوہ بریں قرآن کریم میں اور بہت سی باتیں ہیں جن کے بتانے سے دوسری کتب قاصر ہیں۔ گویا دنیا کی اخلاقی

تعلیم کا نچوڑ اور اس کی تکمیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ مگر اس سے بھی بڑھکر یہ امر ہے
اور یہ قرآن شریف کی دوسری خصوصیت ہے کہ جس طرح پر قرآن کریم نے اپنی تعلیم کا عامل
اپنے پیروؤں کو بنایا اس کی نظیر کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔ اولاً اور بالذات تو وہ نبی ہی
اس تعلیم کا مخاطب اور کامل نمونہ ہوتا ہے جو اس کی کتاب میں پائی جاوے اگر اس تعلیم
نے اس نبی کو کچھ بنا کر نہیں دکھایا تو اوروں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ سو دیکھو کہ خلقہ القرآن
نے جو ایک گہرے واقف کی شہادت آنحضرت کے متعلق۔ ہے قرآن کریم کو وہ رتبہ دیا ہے
جو دنیا کی اور کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ اور آپ کی زندگی میں جو کامل نمونہ پایا جاتا ہے اسکی
شہادت خود لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سے ملتی ہے اور
واقعات اس کی پر زور تائید کرتے ہیں جن کی تفصیل کی افسوس ہے کہ اس مختصر مضمون میں
گنجائش نہیں۔ پھر نبی کے ان پیروؤں کو لو جنپر نبی کے بعد قرآن کریم کا پہلا نزول ہوا کیا
انکی نظیر کسی اور نبی کے پیروؤں میں ملتی ہے؟ حضرت موسیٰ عیسیٰ بدھ کرشن رامچندر کانفیوشس
زردشت کسی کے پیرو اس مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور یہ ایک کھلی بات ہے کہ
مخالفین نے بھی اُسے تسلیم کیا ہے اور اب اگر صدیوں بعد بھی دیکھا جاوے تو جس قدر
مسلمان قرآن کے عامل نظر آویں گے اور کوئی قوم اپنی کتاب کی عامل نظر نہیں آتی نہ صرف
خالص مذہبی تعلیم میں بلکہ اخلاق میں بھی۔ گو مسلمانوں کو یوروپین مصنفوں نے بہت بدنام
کرنے کی کوشش کی ہے مگر حق یہی ہے کہ افراد کا مقابلہ تو ایک بہت مشکل امر ہے اقوام کے
مقابلہ میں جب ہم دیکھتے ہیں تو یوروپین قومیں بہت سی ایسی پائی جاویں گی جو نہ صرف
انجیل کی تعلیم ایک طمانچہ کھاکر دوسری گال پھیر دینے اور جو ایک کوس لے جائے
اس کے ساتھ دو کوس جانے پر ہی عمل کرنے کو تیار نہیں بلکہ معمولی اخلاقی تعلیم مثلاً
عہد کی پابندی میں سخت کمزور ثابت ہوئے ہیں مسلمان قوموں نے بہت سے ملکی
نقصان اُٹھائے مگر عہد کی پابندی کے اصول کو ترک نہیں کیا۔ برخلاف اسکے کتنی یوروپین
قوموں نے اس زمانہ میں مضبوط عہدوں کو پسِ پشت ڈالدیا محض اس لیئے کہ کسی ملک
کی حکومت کا کوئی ٹکڑا انہیں مل جائے۔ اور گالوں پر طمانچے کھانا تو ایک طرف رہا طمانچے

مارنے پر بھی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہزارہا بندگان خدا کے ناحق خون بہائے۔

مَیں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کسی عیسائی یا دیگر مخالف کے خیالات کے حوالوں کا محتاج نہیں مگر اس خیال سے کہ بہت لمبے دلائل کی بجائے ایک مخالف کی شہادت بھی کافی ہے۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ میں اس مضمون کو اس شہادت پر مختصر کرتا ہوں جو نئے انسکلو پیڈیا برٹانیکا کے سخت معاندانہ مضمون سے ملتی ہے جسمیں مضمون نویس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
Most Successful of all prophets and religious personalities. ※

تسلیم کرتا ہے۔ اگر جیسا کہ اس حوالہ سے ظاہر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام نبیوں اور مذہبی اشخاص میں سب سے بڑا کامیاب انسان نظر آتا ہے تو یقیناً وہ ہدایت نامہ قرآن جس پر کامل طور پر چلکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فضیلت بانیان مذاہب اور انبیاء علیہم السلام پر حاصل کی کامل ہدایت نامہ ہونے میں دنیا کی سب سے بڑھکر کامیاب کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔

ڈوئی کے شہر صیہون کی موجودہ حالت

ناظرین ڈوئی کی ہلاکت کے نشان سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اُس کا وجود کئی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا نشان ہے۔ یہ سنت اللہ ہے کہ صادقوں کے زمانہ میں خدائے تعالیٰ کاذبوں کو بھی کھڑا کر دیتا ہے۔ پھر صادقوں کی مدد فرماتا ہے اور اُن کی مرادوں کو پورا کرتا اور اُن کی زندگی میں اُن کو کامیابی کا خوشنما چہرہ دکھاتا ہے اور جو اُن کی ہلاکت اور اہانت کے درپے ہوتے ہیں اُن کو ہلاک اور ذلیل کرکے اپنے پیاروں کے حق میں اپنی گواہی دیتا ہے مگر جو جھوٹے مدعی اُس کے زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں اُنپر اپنا غضب نازل کرتا ہے۔ اُس کے عذاب کی آگ اُنپر اُترتی اور

※ تمام نبیوں اور مذہبی لیڈروں میں سب سے بڑا کامیاب انسان۔ منہ

انکو بھسم کر دیتی ہے۔ اس طرح حق کی جستجو کرنیوالوں کو صادق اور کاذب میں تمیز کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے اور وہ اُس قہر کو دیکھکر جو کاذبوں پر نازل ہوتا ہے اور اُس ناکامی اور حسرت کی موت کا مشاہدہ کرکے جو جھوٹے مدعیوں کو پیش آتی ہے صادق کو پہچان سکتے ہیں۔ پس ایسے کاذبوں کا پیدا ہونا اور پھر اُن کا عبرت انگیز طور پر غضب الٰہی کا مورد ہونا صادق کی صداقت کا ایک نشان ہوتا ہے۔ ایسے کاذب حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ میں بھی پیدا ہوئے اور پھر ایسے کاذب آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے عہد مبارک میں بھی ظاہر ہوئے اور اسی سُنت کے مطابق خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی بہت سے کاذب کھڑے کیئے اور اُنکو عبرت انگیز غضب الٰہی کا مورد کرکے حضرت مسیح موعودؑ کے لیئے ایک نشان قائم کیا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ میں جو جھوٹے مدعی پیدا ہوئے اُن کا حال کتاب اعمال باب ۵ میں ملاحظہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے دو مشہور کاذب مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی ہیں جن میں سے اول الذکر آپ کی وفات کے بعد ہلاک ہوا اور دوسرا آپکی وفات کے ایام میں۔ اس زمانہ میں بہت سے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل میں کھڑے ہوکر ہلاکت کا نشانہ ہوئے اور بعض ایسے بھی ہیں جو آئندہ اپنے وجود سے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر انشاء اللہ تعالیٰ مُہر لگائینگے جو کاذب آپکی زندگی میں ہلاک ہوئے اور جنہوں نے اپنی ہلاکت سے حضرت مسیح موعودؑ کے صدقِ دعویٰ پر شہادت دی اُنہیں سے ایک جموں کا رہنے والا چراغدین تھا۔ اُس نے حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل میں مخالفت کا جھنڈا کھڑا کیا اور آپکا نام نعوذ باللہ دجال رکھا اور اپنی نسبت یہ دعویٰ کیا کہ مَیں خدا کی طرف سے اسلیئے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ مسیحیوں اور مسلمانوں کو ایک مذہب پر جمع کردوں اور اُس نے ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام اُس نے منارۃ المسیح رکھا اور ایک دعا لکھی جسمیں سے چند الفاظ بطور نمونہ مَیں یہاں درج کرتا ہوں "اب اے میرے خدا ... تو جانتا ہے کہ مَیں وہی شخص ہوں جس کو تُو نے ...... اپنی مشیئت اور ارادہ کے مطابق جو ازل ہی سے مقرر کیا گیا تھا ... اسلام کی خدمت اور نصرت کے لیئے اہل دنیا میں سے چن لیا .... اے میرے خدا تُو خود جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ دنیا میں ایک شخص

نبوت اور رسالت کا مدعی اور مسیحیت کا دعویدار موجود ہے جو کہتا ہے کہ.... طاعون اور زلزلہ
بھی میری ہی تائید میں ظاہر ہو رہے ہیں تاکہ میرے مخالفوں کو ہلاک اور تباہ کر دیں.... اسلیئے اے
میرے خدا دنیا کے دل تذبذب میں ہیں اور حق ظاہر نہیں ہو سکتا.... پس اے میرے خدا اب
تُو.... اہل دنیا کو تمام ارضی وسماوی آفات یعنی طاعون و زلزلہ وغیرہ سے محفوظ رکھ.... تو اس
سلسلہ کی صداقت کو جو تیرے ہی حکم اور منشاء کے مطابق.... جاری کیا گیا ہے اہل دنیا پر ظاہر
کر دے.... اگر تیری امداد میرے شامل حال ہو گی تو میں ناکام رہ جاؤنگا جیسا کہ جھوٹے
رہ جاتے ہیں.... تُو ہی حق و باطل میں فیصلہ کرسکتا ہے"

جموں کا مدعی اس دعا کے لکھنے کے چند دن بعد ہی مع اپنے عیال کے طاعون کا شکار ہو گیا
اور خدائے تعالیٰ نے اُسکی اپنی ذات اور اُس کی اولاد میں ہی اُسکو دکھا دیا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ "طاعون اور زلزلہ میری ہی تائید میں ظاہر ہوئے ہیں تاکہ میرے
مخالفوں کو ہلاک اور تباہ کر دیں" اُس نے دعا کی تھی کہ چونکہ مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے دعوے کی وجہ سے دنیا کے لوگ تذبذب میں ہیں اسلیئے اہل دنیا کو طاعون اور زلزلہ وغیرہ سے محفوظ
رکھ۔ اس دعا کا جواب خدائے تعالیٰ نے یہ دیا کہ پہلے اُسکے عزیزوں کو اُسکی آنکھوں کے سامنے طاعون سے
ہلاک کیا اور پھر اُسکو طاعون کا مزہ چکھایا تا اُسکی دعا کے مطابق حق اور باطل میں فیصلہ ہو جاوے
اُس نے اس دعا میں لکھا تھا کہ اگر تیری امداد میرے شامل حال ہو گی تو میں ناکامیاب رہ جاؤنگا جیسا کہ
جھوٹے رہ جاتے ہیں۔ اسلیئے خدائے تعالیٰ نے اُسکو ناکامی اور حسرت کی موت دیکر نہ صرف اُسپر بلکہ کل دنیا
پر ظاہر کر دیا کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور جس کے مقابل پر وہ کھڑا ہوا ہے وہ صادق اور منجانب اللہ ہے۔

ایک اور مدعی لاہور میں پیدا ہوا اُسنے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل میں اپنے الہامات کا مجموعہ شائع
کیا جس کا نام اُس نے عصائے موسیٰ رکھا وہ بھی بحسرت کے ساتھ طاعون کا لقمہ ہوا۔ اسکا نام الٰہی بخش تھا

تیسرا مدعی امریکہ کی سرزمین میں پیدا ہوا اور جیسا جموں کے مدعی نے ایک کتاب لکھکر اُس کا نام
منارۃ المسیح رکھا تھا اُس نے ایک شہر آباد کر کے اُس کا نام صیہون رکھا۔ اور اُسنے گھمنڈ میں
آکر بڑے بڑے دعوے کیئے مگر خدائے تعالیٰ کے غضب نے اُسکو بھی بہت جلد پکڑ لیا۔ اوّل اُسکا
ولدالحرام ہونا ثابت ہوا جو اُسکے لیئے پہلی ذلت تھی پھر صیہون کی بستی میں اُسکی بدکاری کی

کارروائیاں ثابت ہوئیں یہانتک کہ اُس کی اپنی بیوی اور بیٹا بھی اُس کے مخالف ہوگئے پھر عذاب الٰہی خطرناک فالج کی صورت میں اُسپر نازل ہوا۔ پھر اُسکے اپنے مریدوں نے اُسکو اُسکے شہر سے دھکے دیکر نکالدیا۔ پھر ان سب سے بڑھکر اُسپر یہ مصیبت پڑی کہ وہ ان صدمات کی وجہ سے پاگل ہوگیا۔ اسی حالت میں وہ کتوں کی طرح ذلیل ہوکر ہلاک ہوگیا اور اسپر خدائے تعالیٰ نے اپنا غضب نازل فرماکر یہ ظاہر کردیا کہ جھوٹے مدعیوں پر میرے غضب کی آگ اسطرح بھڑکا کرتی ہے اور اسطرح انکا ہملاکر خاک سیاہ کردیتی ہے۔ اس کے مقابل پر خدائے تعالیٰ نے اپنے سچے موعودؑ کی تائید اور نصرت فرماکر لوگوں کو موقعہ دیا کہ وہ سچے اور جھوٹے میں تمیز کرسکیں۔ ڈوئی کی ہلاکت بذات خود ایک نشان تھا کیونکہ اس سے سچے اور جھوٹے میں امتیاز قائم ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ثابت ہوئی مگر اسکی ہلاکت ایک اور طرح سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا نشان ٹھہری کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں اس کے ہلاک اور تباہ ہوجانے اور اُس کے صیہون پر آفت نازل ہونیکی پیشگوئی فرمائی تھی چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہوا اور صیہون جسپر اُسکو بڑا ناز تھا اُس سے چھین لیا گیا۔ اس صیہون کی موجودہ حالت کا معلوم کرنا بھی ناظرین کے لیئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اسلیئے امریکہ کے ایک اخبار سین ڈیگوسن سے میں سابق عالیشان صیہون کی موجودہ کیفیت نقل کرتا ہوں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ "صیہون شہر اب محض ایک ڈھچر رہ گیا ہے۔ پہلے اُس کی آبادی سات ہزار تھی۔ اب چار ہزار سات سو آدمی کی آبادی ہے۔ اس کے بازار اور کوچے سنسان پڑے ہیں اور ان میں گھاس پھوس اُگ آیا ہے۔ ڈوئی کی عالیشان تخت گاہ کے ستونوں پر سے رنگ اُتر گیا ہے۔ تختوں کی بنی ہوئی بڑی سڑک جو سٹیشن سے شہر میں جاتی ہے وہ شکستہ ہوگئی ہے۔ قریب ہی ڈوئی کے نامکمل چھاپہ خانہ کا ڈھچر کھڑا ہے جسکی فولادی پسلیاں اب آدھی ننگی ہوگئی ہیں اسکے سابق پیروؤں میں دو پارٹیاں ہوگئی ہیں جنہوں نے صیہون کو ایک جنگ کا میدان بنا رکھا ہے مذہبی طور پر بھی کئی فریق بن گئے ہیں۔"

کچھ عرصہ ہوا کہ شکاگو کے اخبار انٹر اوشن میں یہ خبر لکھی تھی کہ ڈوئی کی بیوہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے اُسکی جیب میں ایک پائی بھی نہیں اور بیماری کیساتھ اگر کوئی پڑوسی اُسکی حالت پر رحم کرکے اُسکی خبرگیری کرلے تو خیر ورنہ اُس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے اور اُسکی حالت بہت ہی قابل رحم ہے۔

ماہوار رپورٹ صیغجات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ مئی ۱۹۱۲ء

ایک لاکھ کی تحریک

تعمیر مدرسہ کے لئے ایک لاکھ روپے کی فراہمی کی تحریک گو وسط اپریل میں لکھی گئی تھی مگر اس اشتہار کی اشاعت عام طور پر شروع مئی میں ہوئی۔ اس لئے گو پچھلے ماہ کی ماہوار رپورٹ میں وعدوں کی کسی قدر رقوم درج کی گئی تھیں مگر وصولی روپیہ ماہ مئی میں شروع ہوئی اور اس ماہ میں بھی اس وجہ سے کہ جو قسط بکم مئی کو وصول ہونی چاہیئے تھی وہ اکثر جگہ اشتہار کے دیر سے شائع ہونیکی وجہ سے نہیں ہو سکی پوری وصولی حسب منشائے تحریک نہ ہو سکی۔ تاہم خدا کے فضل سے پونے پانچہزار روپے سے کچھ زیادہ وصول ہوگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ہمارے احباب کی مخلصانہ کوششیں یقین دلاتی ہیں کہ بہت جلد مطلوبہ روپیہ فراہم ہو جائیگا اور اس طرح سے جو کام شروع کیا گیا ہے اس میں کسی قسم کی مالی رکاوٹ پیش آئے گی۔ تفصیل ان رقوم کی جو وصول ہوئی ہیں درج ذیل ہے۔ مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے دس روپے سے کم کی رقوم اس فہرست میں درج نہیں کی گئیں اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے۔

جماعت لاہور الصمہ ۔ محصل چودھری حاکم علی صاحب چک پنیار ۹ ڈاکخانہ بہلولپور ضلع شاہپور مختلف مقامات ماعہ ۔ معرفت سید محمد اشرف صاحب ہیڈ کلرک دفتر انسپکٹر مدارس راولپنڈی اہلیہ سید محمد اشرف صاحب ڈنڈیاں طلائی ۲ عدد قیمتی ۱۲ سے اہلیہ سید حسن شاہ صاحب ڈنڈیاں ۲ عدد للعہ منشی غلام نبی صاحب عہ ۔ معرفت منشی محمد اشفاق صاحب وٹرنری اسسٹنٹ حصار۔ سے ۔ معرفت منشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان ماعہ ۔ بابو قاسم علی صاحب سٹیشن ماسٹر محمود کوٹ ضلع مظفر گڈھ ما ر۔ منشی محمد وزیر خاں صاحب سب اورسیر ریاست دیوگڈھ باریا معرفت دیوان صاحب سے منشی خداداد صاحب سائیدار کراچی چھاؤنی میبول کور ۳۰ سے ۔ معرفت چودھری غلام حسین صاحب سٹیشن ماسٹر بہاولپور غربی للعہ ۔ معرفت مولوی شیر علی صاحب قادیان منشی غلام نبی صاحب عہ مولوی فضل حق صاحب عہ منشی سراج الدین صاحب کنان پٹیالہ دروازہ سیف آبادی عہ ۔ چودھری پھجو خاں صاحب فارسٹ مینجر سرٹ وعہ ضلع ہوشیارپور۔ اعہ ۔ منشی محمد یعقوب صاحب احمدی

مدرس مدرسہ ابادون ڈاکخانہ کاجی کیمس عہ - معرفت مولوی عبد الصمد صاحب منجانب منشی رحیم بخش صاحب وڈرنری بھیبنی ضلع گوجرانوالہ عہ - خانصاحب محمد حسین خانصاحب افسر انہار خیرپور میرسندھ ما قسط اول - میاں عبد الواحد صاحب خاں سامان راجہ صاحب بہادر بنارس چھاؤنی کوٹھی ٹکسالی سے - سید فتح علی شاہ صاحب کلرک دفتر ٹریک سپرنٹنڈنٹ خوشاب سے - سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ عہ - معرفت منشی مولا بخش صاحب ایڈ مترجم ڈویژنل کورٹ امرتسر مال - معرفت منشی غلام نبی صاحب ۱۳۲ اچھوا بازار کلکتہ مال شیخ فتح محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر بسوہلی ریاست جموں صہ - میاں احمد الدین صاحب گولیکی ضلع گجرات عہ معرفت منشی غلام نبی صاحب مدرس بیگم پور جنڈالہ ضلع ہوشیارپور للعہ معرفت مولوی عزیز بخش صاحب بی اے محافظ دفتر ڈیرہ غازیخاں لعہ - معرفت شیخ غلام احمد صاحب واعظ جماعت ریاست نابھہ عہ معرفت شیخ غلام احمد صاحب واعظ جماعت پٹیالہ لعہ - جماعت سامانہ معرفت شیخ غلام احمد صاحب واعظ لعہ مع تنخواہ مولوی عبد الرشید صاحب - جماعت مظفرگڈھ معرفت شیخ غلام احمد صاحب واعظ للعہ - جماعت سنور معرفت شیخ غلام احمد صاحب واعظ لعہ - معرفت چودھری احمد الدین صاحب مختار عدالت گجرات لعہ - معرفت حکیم خلیل احمد صاحب محلہ دلاور پور مونگھیر لعہ - ڈاکٹر محمد شریف صاحب اسسٹنٹ سرجن شاہ پور صہ - جناب مولوی حاجی رحیم بخش صاحب سی۔ آئی۔ ای پریزیڈنٹ کونسل ریاست بہاولپور صما - خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ممبر کونسل بہاولپور ریاست ماا - خان بہادر سردار عبد الرحمٰن صاحب ممبر کونسل ریاست بہاولپور ماا - مولوی حاجی بہادر علی صاحب افسر خزانہ حسابات ریاست بہاولپور صہ - مولوی عبد المالک صاحب افسر مال ریاست بہاولپور صہ - سردار محمد خاں صاحب سابق جوڈیشل ممبر ریاست بہاولپور صہ بابو نظام الدین صاحب لاہوری اگزامینر حسابات بہاولپور سابق فنانشل سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور صہ - مولوی محمد الدین صاحب چیف جج بہاولپور سہ - مرزا سراج الدین صاحب چیف جج بہاولپور سہ - قاضی مہر الدین صاحب افسر تعمیرات ریاست بہاولپور سہ - مولوی رضاء اللہ خاں صاحب افسر انہار ریاست بہاولپور سہ - منشی نجیب خاں صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور عہ - بابو غلام حیدر صاحب تحصیلدار بہاولپور عہ - شیخ محمد حسین صاحب منصف

بہاولپور۔ عہ۔ شیخ عبدالحی صاحب آڈیٹر حسابات بہاولپور عہ۔ میراں بخش صاحب
احمدی علی پور ڈاکخانہ کبیروالہ ضلع ملتان عہ۔ مولوی کریم الدین صاحب مدرس مدرسہ سردار
حاکم سنگھ ہائی سکول ڈنگہ ضلع گجرات عہ۔ جماعت قادیان لو ۹ سہ

اس فہرست میں خصوصیت سے قابل ذکر ایک ہزار دو سو پچاسی روپے کی وہ رقم ہے جو پنجاب کی
سب سے بڑی اسلامی ریاست یعنی ریاست بہاولپور کے اہلکاران کی طرف سے وصول ہوئی ہے۔ جسکے محرک قوم
کے مخدوم اور واجب الاحترام بزرگ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب۔
جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ہوئے اور بحکم الدال
علی الخیر کفاعلہ یہ دو ہزار ایک سو روپے کی رقم جس میں سے تیرہ سو نقد وصول ہوا ہے ایک طرح
سے جماعت لاہور کے حساب میں لکھا جانیکے قابل ہے۔ عالیجناب خان بہادر مولوی رحیم بخش صاحب
سی۔ آئی۔ ای پریزیڈنٹ کونسل ایجنسی ریاست بہاولپور کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا جنکی نیک مثال سے
دوسرے فیاض اور وسیع دل بزرگوں کے دلوں میں بھی تحریک ہوئی۔ جناب مولوی صاحب موصوف نے
پانچ سو روپیہ خاص اپنی جیب سے عطا فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ ایسا ہی ہمارے
مکرم و مخدوم عالیجناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے دو سو روپیہ
نقد ادا اور آٹھ سو کا وعدہ فرمایا۔ اور خان بہادر سردار عبدالرحمن خان صاحب ممبر کونسل نے بھی اس کارخیر میں
دلی خلوص سے حصہ لے کر دو سو کی رقم مرحمت فرمائی۔ اور دیگر بہت سے نیکدل اور بزرگوں نے قابل قدر رقوم عطا فرمائیں
جنکی تفصیل فہرست مندرجہ بالا میں پائی جاتی ہے۔ جزاہم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء۔ یہ فیاضی جو
ریاست بہاول پور کے نیکدل اہلکاروں کی طرف سے ظہور میں آئی کہ ملک کے کسی کونہ میں اور عام تحریکات سے
بالکل علیحدہ ایک نیک کام ہوتا دیکھکر انہوں نے شرح صدر سے قابل قدر مدد عطا فرمائی اسلامی فیاضی اور وسیع
ہمدردی کا سچا نمونہ ہے۔ اور خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی یونیورسٹی کے متعلق اور دیگر نیک کاموں میں
خاصہ چندوں کا بوجھ پہلے ہی انپر پڑا ہوا تھا۔ اس نیک مثال کی طرف بالخصوص میں اپنی جماعت کے
صاحب ہمت اور مخلص احباب کو توجہ دلاتا ہوں اور انکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ ہمت کریں تو اس تحریک کے
بار آور ہونے میں کچھ بھی مشکلات نہیں۔ کیا ہوا اگر ہماری جماعت غرباء کی ہے سچ یہی ہے کہ تونگری بدل است
نہ بمال۔ دنیا میں روپیہ بہت ہے مگر نیک مصرف پر لگنے والا بہت ہی تھوڑا ہے۔ ایسا ہی راولپنڈی

کی جماعت میں جناب مفتی محمد صادق صاحب کی تحریک پر دو نیک دل خاتونوں نے ایسی مدد عطا فرمائی ہے جو ہر جگہ کی احمدی خاتونوں میں قابل تقلید ہے یعنی اہلیہ سید حسن شاہ صاحب نے ڈنڈیاں طلائی قیمتی تخمیناً اَسّی روپے اور اہلیہ سید محمد اشرف صاحب نے ڈنڈیاں طلائی قیمتی تہتر روپے بارہ آنے چندہ تعمیر میں دیدیں۔ اور اپنے ظاہری زیور کو حقیقی زیور کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اسی قسم کی ایک اور تحریک بھی سنور آمین پیش کیگئی ہے اور امید کیجاتی ہے کہ ہر جگہ احمدی خواتین اس کار خیر میں اخلاص اور صدق دل سے شریک ہونگی اور جسطرح احمدی قوم کے مرد مالی قربانیوں میں ہمت دکھلا رہے ہیں۔ احمدی قوم کی خواتین بھی ایسی ہی ہمت دکھلائیں گی ؛

اس تحریک کے متعلق مَیں دوبارہ سب احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو نقشہ ساتھ تجویز کیا گیا تھا اس کو غیر ضروری نہ سمجھیں۔ گو تحریک چندہ اسوقت بہت سی جگہ ہو چکی ہوگی۔ مگر مفصل اطلاع اسموار وعدوں کی مجھ تک بہت ہی کم پہنچی ہے۔ جتنی کہ احباب لاہور کے وعدوں کی مفصل اسموار فہرست بھی ابتک نہیں پہنچی۔ مَیں دوبارہ سہ بارہ سب احباب کیخدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ہر جگہ کی جماعت خود مطابق نقشہ جو اشتہار کے ساتھ شامل ہے وعدے لیکر اور پھر انکی ایک اسموار تفصیل دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ میں بھیجدیں تاکہ وعدوں کے روپے کی پورے طور پر وصولی کا انتظام ہو سکے اور نیز تاکہ ایسی تفصیلات حسب ضرورت شائع ہو سکیں۔ اسوقت تک ایسی اسموار فہرستیں علاوہ خاص خاص احباب کے صرف ذیل کی انجمنوں کی طرف سے پہنچی ہیں یعنی انجمن احمدیہ مونگیر۔ انجمن احمدیہ میرٹھ۔ اور بالآخر انجمن احمدیہ مردان جسکے سکرٹری اور ممبران کا اخلاص جوش اور باقاعدگی قابل رشک ہیں۔ دوسری انجمنوں کے کارکن احباب خدا کے لئے توجہ کر کے اپنی چندوں کی فہرستوں کو مکمل کریں اور اسموار تفصیل یہاں بھیجدیں تاکہ تحریک۔ مطالبہ اور وصولی برابر اسی سرگرمی سے جاری رہ سکیں جسطرح پر شروع ہوئی ہیں۔ مَیں پھر سکرٹری صاحبان انجمنہائے کیخدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ اس درخواست کی طرف توجہ فرمادیں۔ سردست جو فہرستیں وصول ہوئی ہیں وہ شائع کی جاتی ہیں۔

انجمن احمدیہ مونگیر ۳۳۵ اوسط ۲۶ روپے۔

انجمن احمدیہ میرٹھ ۸ ۷ ۵ اوسط ۲ ۷ روپے بوجہ عطیہ بیش بہا جناب شیخ محمد حسین صاحب جج

ھ اور آخر دو سطروں سے [illegible] درست

انجمن احمدیہ مردان کل ۱۱۵۹ اوسط ۳۴ روپے۔

نمبر	نام ممبر	موعودہ رقم
۴	بابو غلام محی الدین خانصاحب	صہ
۵	منشی محی الدین خانصاحب سب انسپکٹر	صہ
۶	بابو علی گوہر خانصاحب	صہ
۷	عبدالعزیز نوشہروی	عہ
۸	ڈاکٹر محمد صدیق خانصاحب	سے

فہرست وعدہ تعمیر مدرسہ ممبران انجمن احمدیہ مونگہیر

نمبر شمار	نام ممبر	رقم موعودہ
۱	سید وزارت حسین صاحب	۱۰۰
۲	حکیم خلیل احمد صاحب	۳۰
۳	اہلیہ "	۱۰
۴	ماسٹر محبوب علی صاحب	۲۵
۵	حبیب الرحمٰن صاحب	۱۰
۶	سید عبدالغفار صاحب	۴۰
۷	سید اصغر علی صاحب	۲۰
۸	محمد عبدالعزیز صاحب	۲۰
۹	شیخ علی حسن صاحب	۱۰
۱۰	محمد سعید الحسن صاحب مختار	۱۵
۱۱	احسان الحق صاحب پیشکار	۴۵
۱۲	سید ارادت حسین صاحب	۱۰
۱۳	ممونہ صلبیہ دختر "	۱۰

فہرست چندہ تعمیر مدرسہ ممبران انجمن احمدیہ میرٹھ

نمبر شمار	نام ممبر	چندہ موعودہ
۱	شیخ محمد حسین خانصاحب سب جج	سما ر
۲	شیخ عبدالرشید خانصاحب	صہ
۳	منشی حامد حسین خانصاحب پیشکار	صہ

فہرست چندہ تعمیر مدرسہ ممبران انجمن احمدیہ مردان

نمبر شمار	نام ممبر	چندہ موعودہ
۱	بابو رحمت اللہ صاحب	۱۰۰ ما ر
۲	ہمز اللہ خاں صاحب	۶۰ صہ
۳	بابو روشن دین صاحب معرفت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب	صہ
۴	مولوی معین الدین صاحب	۱۲ عہ
۵	مرزا امیر احمد صاحب	۱۱۰ ماعہ
۶	مولوی محمد علی صاحب	۲۰ عہ
۷	میاں محمد احسن صاحب	عہ
۸	بابو فضل دین صاحب	صہ
۹	مولوی امام الدین صاحب	للعہ
۱۰	مرزا محمد اکرم صاحب	عہ
۱۱	ملک عبدالمطلب صاحب	عہ
۱۲	بابو علی احمد صاحب	عہ

نمبر شمار	نام ممبر	چندہ موعودہ	نمبر شمار	نام ممبر	چندہ موعودہ
۱۳	منشی نظام الدین صاحب	عہ	۲۵	مرزا غلام حیدر صاحب	عہ
۱۴	بابو محمد شفیع صاحب	سہ	۲۶	خوشحال خاں صاحب	۲۲عہ
۱۵	مولوی محمد رمضان صاحب	۱۲عہ	۲۷	فیروز خاں صاحب	صہ
۱۶	مرزا امیر اکبر صاحب	للعہ	۲۸	شیخ نیاز الدین صاحب	عہ
۱۷	غلام قادر خان صاحب	۷سہ	۲۹	مولوی عطاء اللہ صاحب	سہ
۱۸	بابو عبد المجید صاحب غیر احمدی	صہ	۳۰	خانزادہ امیر اللہ خاں صاحب	سہ
۱۹	محمد شریف صاحب	عہ	۳۱	بابو نصر اللہ خاں صاحب	۱۱عہ
۲۰	بابو عبد اللہ شاہ صاحب	عہ	۳۲	ملک محمود خاں صاحب	للعہ
۲۱	میاں غلام حسین صاحب	۱۲عہ	۳۳	قاضی محمد یوسف صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مردان	۱۰۰
۲۲	میاں قمر الدین صاحب	عہ	۳۴	صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب	للعہ
۲۳	مرزا صفدر خاں صاحب	عہ			
۲۴	قاضی محمد عمر صاحب	عہ		میزان ۱۱ ماہ ۱۱۵۹	

اسکے بعد حسب معمول صیغوں کی رپورٹ درج کیجاتی ہے

۱- **صیغہ یتامی**:- آمد ۱۱عہ اور خرچ ۱عہ ہوا یعنی یکم جون کو قرضہ اتر کر چھبیس روپے کے قریب بقایا رہیگا۔ اس ماہ مندرجہ ذیل انجمنوں یا اشخاص کی طرف سے حسب ذیل رقوم پہنچی ہیں۔ انجمن سیالکوٹ ۱۲عہ کپورتھلہ ۱۲عہ پشاور للعہ اسمیں ۱۲عہ صرف ملک عادل شاہ صاحب کی طرف سے ہیں۔ الہ دتا و رحیم بخش و شیر محمد صاحبان عہ۔ محمد میاں صاحب عہ۔ باقی متفرق طور پر تھوڑی تھوڑی رقوم آئیں :

۲- **زکوٰۃ**:- آمد صرف عہ اور خرچ ۱۰عہ ہوا۔ آٹھ روپے ماہوار کا وظیفہ بند ہوا اور بوجہ زیادتی اخراجات زکوٰۃ و کمی آمد عہ ماہوار کے وظائف دیگر مدات میں منتقل کیئے گئے :

۳- **مساکین**:- آمد اور خرچ ہوا ایک طالب علم جسے ۱۵عہ ماہوار وظیفہ اسلامیہ کالج میں ملتا تھا امتحان بی-اے سے فارغ ہو کر ہائی سکول میں واپس آگیا اور اس مد سے یہ وظیفہ بند ہوا :

۴- **صیغہ اشاعت اسلام**:- آمد ۱۱عہ اور خرچ ۱۱عہ ہوا۔ خریداران ریویو انگریزی ہیں

۱۷ کی اُردو میں ۷ کی اور تفسیر القرآن میں ۱۱ کی بیشی ہوئی۔ احباب ذیل نے نئے خریدار دیئے۔ منشی عزیز دین صاحب منشی معراج الدین صاحب۔ مسٹر عطاء الرحمٰن صاحب سکرٹری گٹھالیاں۔ رحیم بخش صاحب۔ سکرٹری انجمن شملہ ۲ شیخ محمد رمضان صاحب ۱ ۔ سکرٹری انجمن ہانگ کانگ ۳ ۔ منشی امام خاں صاحب ۲ سوائے چند انجمنوں کے باقیوں نے اس طرف مطلق توجہ نہیں کی۔

۵۔ صیغہ مدرسہ احمدیہ :۔ آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا۔ آمد میں [illegible] فیس بورڈنگ کا روپیہ اور باقی چندہ کا۔ خرچ میں [illegible] مدرسہ کا اور [illegible] بورڈنگ کا ہے۔ اس صیغہ کی آمد کم اور خرچ بڑھتا جاتا ہے۔ احباب کو چندے اور اپنے بچے بھیجنے سے مدد کرنی چاہیئے۔ ۸۹ طلباء مدرسہ اور انمیں ۶۰ بورڈر ہیں۔ بورڈروں میں ۱۹ اپنا خرچ دینے والے اور باقی سب انجمن کے خرچ پر تعلیم پاتے ہیں۔ مدرسہ میں ۵ کو [illegible] ماہوار کے وظائف ملتے ہیں جو بورڈنگ میں نہیں رہتے۔ ۱۷ مئی بعد نماز جمعہ طلباء مدرسہ احمدیہ کا ایک جلسہ ہوا جسمیں طلباء نے اشاعت اسلام پر تقریریں کیں حاضرین جلسہ میں علاوہ طلباء و اساتذہ کے چند ایک دوست حیدر آباد کے بھی شامل تھے جنہوں نے طلبائے تقریر کنندگان کو تیرہ روپے کا انعام دیا۔ اور دو روپے تمام طلباء کی شیرینی کے لیئے دیئے۔ جزاھم اللہ خیرا۔

۶۔ صیغہ تعلیم :۔ آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا۔ اسمیں [illegible] فیس بورڈنگ کا [illegible] فیس مدرسہ کا [illegible] سرکاری امداد کا روپیہ اور [illegible] چندہ کا ہے۔ خرچ میں [illegible] ہائی سکول کا [illegible] بورڈنگ ہوس کا ۹۰ گرلز سکول کا [illegible] شاخ فیض اللہ چک کا [illegible] شاخ تلونڈی کا ہے۔ صوفی غلام محمد صاحب امتحان بی۔ اے سے فارغ ہوکر سکول میں واپس آگئے ہیں۔ تعداد طلباء حسب ذیل ہے ہائی سکول ۳۱۲ شاخہائے ۱۱۴ گرلز سکول ۵۰۔ انمیں بورڈر ۱۴۹ ہیں یعنی تعداد طلباء میں گذشتہ ماہ سے ۵۲ کی زیادتی۔ اور تعداد بورڈران میں دس کی کمی واقع ہوئی۔ . . . .
. . . . سکول میں ۹ طالب علم سرکاری وظیفہ خوار ہیں ہائی سکول کا سٹاف خدا کے فضل سے دن بدن اعلیٰ ہو رہا ہے۔ اس وقت تین صاحب پہلے سے ایسے ہیں جنہوں نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ اور دو نے اس دفعہ بی۔ اے کا امتحان دیا ہے۔ یہ دونو صاحب کالجوں میں باقاعدہ پڑھتے رہے ہیں۔ اور یہ سب ٹرینڈ بھی ہیں۔ ۲۲۔ مئی کو مسٹر گراس صاحب بہادر انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور مع اپنے تین اسسٹنٹوں کے معائنہ کے لیئے تشریف لائے۔ سکول کو اچھی حالت میں پایا۔

۷۔ صیغہ مقبرہ بہشتی:۔ آمد ۱۱ عـــہ اور خرچ ۱۱ لعہ ہوا مسمی الٰہی بخش ساکن بہلولپور نے چار ہزار تین سو روپے کی وصیت کی ہے۔ شیخ غلام احمد صاحب تا حال دورہ پر ہیں ۱۱ لعہ بطور چندہ وصول کر کے بھیجا ہے۔ جزاہم اللہ خیرا۔

۸۔ صیغہ جائداد:۔ .... چونکہ ابھی ساٹھ ہزار روپیہ عمارت مدرسہ پر خرچ نہیں ہوا اسلیئے سرکاری امداد کا روپیہ مل نہیں سکا۔ عمارت بورڈنگ کیلیئے گورنمنٹ نے چھ ہزار دو سو روپیہ منظور فرمایا ہے۔ جسکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے:

۹۔ صیغہ بیت المال:۔ مہمانوں کی آمد زیادہ رہی۔ حیدرآباد سے چند دوست مولوی میر محمد سعید صاحب و ڈاکٹر سید ظہور اللہ صاحب سول سرجن کے ہمراہ تشریف لائے۔

۱۰۔ متفرقات مستقل چندوں کا سوال انجمن کے کام کے بعض حصے اور وہ سب سے زیادہ ضروری حصے ہیں مستقل ماہوار چندوں پر چلتے ہیں۔ ابتک بہت سی جگہ جماعت کے افراد کی اچھی بڑی تعداد ہونے کے باوجود باقاعدہ چندہ نہیں آتا بلکہ بعض جگہ سے بالکل نہیں آتا۔ گذشتہ سالانہ رپورٹ میں مینے لکھا تھا کہ اگر ماہوار چندے کی میزان پانچہزار ماہوار تک پہنچ جائے اور اگر ہمارے سب احباب دو پیسے فی روپیہ مالی تجویز پر عمل کریں تو یہ کچھ مشکل نہیں تو لنگرخانہ ہائی سکول اشاعت اسلام اور مدرسہ احمدیہ کا کام آسانی سے چل سکتا ہے۔ چنانچہ موجودہ موعودہ چندوں کا اندازہ لگانے کیلیئے دفتر سکرٹری سے مطبوعہ فہرستیں انجمنوں کو خانہ پوری کیلیئے بھیجی گئی تھیں جن میں سے ذیل کی انجمنوں جماعتوں یا احباب کی طرف سے جواب آئے ہیں جن کی کل میزان چندہ موعودہ ۲۹۰-۸-۶ ماہوار ہوتی ہے۔ چونکہ دفتر محاسب میں واصل باقی نویس کی اسامی پر آدمی تجویز کر دیا گیا ہے تاکہ موعود چندوں کا مطالبہ باقاعدہ ہوتا رہے اسلیئے معزز احباب کی خدمت میں جو مختلف جگہ پر انجمنوں کے عہدہ دار ہیں یا انکے کام میں دلچسپی لیتے ہیں یہ التماس ہے کہ بہت جلد فہرستوں کی خانہ پری کر کے انکو واپس ارسال فرما دیں۔ نیز ان فہرستوں کے مکمل کرانیکی یہ بھی غرض ہے کہ تا کوئی دوست جو سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں چندے سے علیحدہ نہ رہیں اور نیز تاکہ کسی کی طرف تین ماہ سے زیادہ کا بقایا نہ رہے کیونکہ جو شخص چندہ میں شامل ہونے سے انکار کرتا ہے یا عملی طور پر چندہ ادا نہیں کرتا ایسے شخص کے برائے نام سلسلہ میں شامل رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اعلان

فرمایا تھا اور وہی اعلان حضرت خلیفۃ المسیح نے دوبارہ شائع فرمایا ہے۔ مَیں اپنے احباب سے مکرر التماس کرتا ہوں کہ اس اشتہار کی تعمیل میں جو دو بار شائع ہو چکا ہے مدد کریں تاکہ چندہ دینے والوں کی مکمل فہرست صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں رہے اور ایسے احباب سے جو مقررہ چندہ ادا نہ کریں وجہ دریافت ہو سکے۔ ذیل میں وہ فہرست جو اب تک موصول ہو چکی ہے درج کیجاتی ہے اور ان احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے بڑی محنت سے یہ فہرستیں تیار کر کے بھیجدی ہیں:۔

(۱) انجمن احمدیہ مالیر کوٹلہ (۲) انجمن بہاولپور غربی (۳) انجمن احمدیہ ڈیرہ غازیخاں (۴) انجمن احمدیہ شہر جالندھر (۵) انجمن احمدیہ راولپنڈی (۶) انجمن احمدیہ سہارنپور (۷) انجمن احمدیہ لورالائی (۸) ڈاکٹر غلام غوث صاحب ہیڈکوارٹر کانپور (۹) انجمن احمدیہ موگہ (۱۰) انجمن احمدیہ چونڈہ ضلع سیالکوٹ (۱۱) انجمن احمدیہ علی گڑھ (۱۲) انجمن احمدیہ میرٹھ (۱۳) انجمن احمدیہ مونگیر (۱۴) انجمن احمدیہ گوجرہ (۱۵) انجمن احمدیہ اٹاوہ (۱۶) انجمن احمدیہ چندوسی (۱۷) انجمن احمدیہ کنجاہ ضلع گجرات (۱۸) محمد سیف الدین صاحب نائب تحصیلدار کوئٹہ بلوچستان (۱۹) انجمن احمدیہ کیلیا نوالہ (۲۰) انجمن احمدیہ حصار (۲۱) انجمن احمدیہ ہمبڑاں ضلع لدھیانہ (۲۲) انجمن احمدیہ مردان (۲۳) انجمن احمدیہ ملاکنڈ ضلع مردان (۲۴) عنایت علی خاں صاحب قانونگو حلقہ مردانپور تحصیل راجپورہ

میزان

اخباروں کی تعداد کو کم کرنے کا سوال گذشتہ سالانہ جلسے کے موقعہ پر کانفرنس انجمنہائے احمدیہ میں میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی نے یہ تحریک پیش کی تھی کہ چونکہ احمدی پبلک پر اخباروں کا بوجھ بہت زیادہ ہے اور کسقدر اخباروں کی ضرورت بھی نہیں پس یہ تعداد کم کر کے اس قوت اور روپے کو ایک ہی اخبار کی بہتری پر صرف کیا جاوے۔ کانفرنس میں اسوقت اس سوال پر تھوڑی سی بحث بھی ہوئی تھی مگر چونکہ یہ سوال باقاعدہ مجلس معتمدین میں پیش ہو کر کانفرنس میں پیش نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس بحث کو بند کر دیا گیا

تھا تا کہ کانفرنس میں پیش ہونے سے پہلے مجلس معتمدین میں پیش ہو کر اگر ضرورت سمجھی جاوے تو انجمنہائے احمدیہ کو اسپر پہلے غور کرنے کا موقعہ دیا جاوے۔ یہ تجویز بجائے خود کوئی نئی تجویز نہ تھی بلکہ اسوقت سے کئی دوستوں کے دلوں میں بار بار یہ تجویز اُٹھتی رہی ہے جبکہ صرف دو ہی اخبار ہمارے احباب کی طرف سے جاری تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ چودھری رستم علی صاحب مرحوم بھی بہت دیر تک اس کوشش میں لگے رہے اس لیئے اس تجویز کے پیش کرنے میں اپنے کسی دوست پر بدظنی کرنا مَیں تو گناہ سمجھتا ہوں جو لوگ اس تجویز کو پیش کرتے ہیں وہ بھی کسی درد کو ہی اپنے دلمیں لیکر پیش کرتے ہیں ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ تجویز عمل میں بھی آسکتی ہے یا نہیں۔ جہانتک مجھے علم ہے یہ سوال چار پانچ سال سے بعض دلوں میں اُٹھتا رہا ہے بلکہ اس سے بھی پہلے جب اخبار بدر کو جاری ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا تو اسوقت بھی یہ تجویز ہوئی تھی کہ دونوں اخباروں کو ایک کرنے کی کوئی صورت پیدا کیجاوے چونکہ گذشتہ کانفرنس انجمنہائے احمدیہ میں یہ سوال بحث میں آچکا تھا لہٰذا تصفیہ کے لیئے اب گذشتہ اجلاس مجلس معتمدین میں پیش کیا گیا۔ جسپر مجلس معتمدین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ "یہ تجویز قابل عملدرآمد نہیں۔ ہر شخص کا اختیار ہے کہ جس اخبار کو وہ چاہے خریدے اور جسے نہ چاہے نہ خریدے سب اخبارات کا خریدنا احمدیوں کے لیئے ضروری نہیں۔ لہٰذا اس تجویز کو کانفرنس میں پیش کرنے کی ضرورت نہیں" اسی کے قریب قریب یہ سوال بھی ہے جو بارہا پیش ہوتا رہا ہے کہ سلسلہ کے متعلق جو نئی کتابیں تصنیف ہوں اُنپر کسی قسم کی حدبندی کی جاوے یعنی چھپنے سے پہلے ہر ایک کتاب کو دیکھ لیا جایا کرے جو کتاب مفید ہو اس کے چھپنے کی اجازت دیجایا کرے اور باقی کی اشاعت کو روک دیا جایا کرے میرے خیال میں یہ بھی اسی قسم کا سوال ہے۔ جوں جوں سلسلہ ترقی کرتا ہے ایسی حدبندیاں جو اَب بھی ناقابل عملدرآمد ہیں عملی صورت سے اور بھی دُور پڑتی چلی جارہی ہیں۔ قانون الٰہی کے ماتحت اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ آخر نافع چیز کا وجود ہی رہ جاویگا۔ کوئی کسی کو مجبور نہیں کرسکتا کہ میری کتاب ضرور خریدو۔ اور دوسری طرف جب کسی امر کے متعلق کوشش جاری رہتی ہے تو اسکے مفید پہلو بھی وجود میں آجاتے ہیں۔

شفاخانہ:۔ آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا۔ اس ماہ ۱۳۹۰ مریض علاج کیلیئے آئے روزانہ اوسط ۴۵ رہی۔

دفتر محاسب:۔ صدر انجمن احمدیہ کے تمام صیغونکی کل آمد ۴-۳-۰۸-۸۹ اور خرچ ۳-۱۳-۵۷-۱۰۶ ہوا۔

محمد علی
سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

[illegible handwritten marginal note]

ریویو

عسل مصفّےٰ پرحضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ریویو

بعض کام ایسے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں شروع کیئے جاتے ہیں کہ ان سے انسان بہت سی برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ کتاب عسل مصفّےٰ بھی میں سمجھتا ہوں کہ ایسے نیک ارادہ سے اور مبارک وقت میں لکھی گئی ہے کہ سیکڑوں ہزاروں لوگوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا ہے مرزا خدا بخش صاحب نے نہایت محنت اور کوشش سے اس کتاب میں سلسلۂ احمدیہ کے ضروری مباحث کو خود اُن کتابوں سے درج کیا ہے کہ جنکے ماننے سے خود غیر احمدیوں کو انکار نہیں ہوسکتا اس لیئے اسکو دیکھکر اُن سے کچھ جواب بن نہیں پڑتا میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جو اس کتاب کو دیکھکر اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور نتیجہ سے ہی ایک کام کا حسن و قبح معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور یہ کتاب اپنے پھلوں کے لحاظ سے بہت شیرین اور مفید ثابت ہوئی ہے۔ میرے خیال میں ہر ایک احمدی کو اسے پاس رکھنا چاہیئے کیونکہ مخالفین کے اعتراضات کے وقت ایک بے نظیر یار و مددگار ثابت ہوگی انشاء اللہ

و اللہ اعلم بالصواب۔

البشریٰ للشیعۃ واہل العزاء

یہ ایک فارسی رسالہ مولوی نذر علی خانصاحب احمدی (کوچہ چراوہ کوہان شہر شاہدرہ) کی تصنیف ہے۔ اس رسالہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر ایک امر کے فیصلہ کیلئے قرآن شریف کو معیار ٹھہرایا گیا ہے جو شیعہ مذہب کے ابطال کے لیئے سب سے اچھی راہ ہے رسوم تعزیہ داری۔ بکاء حسینی۔ مصائب خوانی۔ شبیہ سازی جنکو اہل تشیع سنن مؤکدہ شمار کرتے ہیں ان سب کا فیصلہ قرآن شریف کے رد سے کیا گیا ہے اور بزرگ ائمہ کے نمونہ کو پیش کیا گیا ہے۔ دراصل یہ کتاب مولوی ابوالقاسم صاحب لاہوری کے ایک رسالہ کے جواب میں تصنیف کیگئی ہے قیمت مع محصولڈاک صرف ۲ر ہے شائقین مصنف سے طلب فرمادیں۔

عازمان حج کے لیئے ایک اشتہار

حاجیوں کے لیئے اوری انٹ بنک آف انڈیا لمٹیڈ لاہور نے ایک حج ڈیپارٹمنٹ کھولا ہے۔ اور اُن کی اطلاع کے لیئے ایک ہدایت نامہ حجاج

رجسٹرڈ L 303

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں چار پانچہزار کے مجمع میں پڑھا گیا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا۔ اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کرکے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے انکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جن سے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہوسکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کرسکے گا اور ایک شریف اہلِ حق جو مخالف اسلام کو سوائے سر تسلیم خم کرنیکے اور کوئی چارہ نہیں ہوسکتا۔

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے۔ یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو الہامی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذہب کا تذکرہ کرنیکے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کیگئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانیکی کوشش کیگئی ہے اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت مآب صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں یہ ایک ایسا مضمون ہے جسمیں مکمل مگر مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کی گئی ہے اس لیئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدنظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اس کو انگریزی زبان میں ترجمہ کرکے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اسکی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں یہاں بھی فروخت کے لیئے منگوالی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلیئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرکے اسکا اجر اللہ تعالےٰ سے لیں۔

قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحہ اور عمدہ لائنی کاغذ اور جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی عہ اور بے جلد کی ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک :: جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان ضلع گورداسپور سے منگوا لیں۔

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے

لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء | شعبان سنہ ۱۳۳۰ ہجری المقدس | نمبر ۷

چندہ سالانہ عوام سے عما طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام میں شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا احکام قرآنی دربارۂ جہاد منسوخ شدہ ہیں؟
نمبر ۳

جن معترضین کا یہ دعویٰ ہے کہ اگرچہ ابتداء میں صرف ایسے کفار سے لڑنے کا حکم تھا جو مسلمانوں سے جنگ میں ابتداء کرتے مگر آخر میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہر ایک کافر سے جنگ کرنے کا حکم صادر ہوا اور آیت لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور اس قسم کی تمام دوسری آیات منسوخ قرار دی گئیں اور کُل کفار کو بجبر اسلام میں داخل کرنے کے لئے تلواریں نیام سے نکالی گئیں وہ اپنے اس دعوے کی تائید میں ایک حدیث شریف بھی اکثر پیش کیا کرتے ہیں جو بخاری جلد اول کتاب الایمان میں درج ہے اور وہ حدیث یہ ہے عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتّٰی یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ویقیموا الصلوٰة ویؤتوا الزكاة فاذا فعلوا ذٰلك عصموا منی دماء هم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم على الله

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اُسوقت تک جنگ کروں کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے اپنے خونوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا (سوائے ایسی صورتوں کے جن میں اسلامی شریعت کے بموجب دوسرے مسلمان بھی شامل ہیں) اور اُن کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کفار سے اس وجہ سے تھی کہ انکو بجبر مسلمان کیا جاوے

حالانکہ اس حدیث سے ایسا نتیجہ نکالنا درست نہیں۔ اس حدیث کے سمجھنے میں پہلی غلطی معترضین کو یہ لگی ہے کہ انہوں نے الناس کے لفظ کو عام بنا لیا ہے حالانکہ اگر وہ خود ہی غور کر کے دیکھیں تو انکو تسلیم کرنا پڑے گا کہ الناس کو عام سمجھنا سخت غلطی ہے۔ تمام معترضین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب اہل کتاب سے مسلمانوں کی جنگ ہو تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے۔ نماز پڑھنے۔ اور زکوٰۃ دینے کے بغیر بھی اپنے جرموں کی معافی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ مقابلہ چھوڑ کر مسلمانوں کی سلطنت میں امن سے رہنا منظور کر لیں اور اُس امن اور حفاظت کے عوض میں جو مسلمانوں کی سلطنت میں اُن کو حاصل ہے ایک معمولی ٹیکس ادا کر دیا کریں جس کا نام اسلامی اصطلاح میں جزیہ ہے۔ یہ ایک ایسا مسلمہ امر ہے جس سے مخالفین اسلام کو بھی انکار نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا میں لفظ الناس میں کل انسان شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم جانتے ہیں اور خود معترضین اسلام قبول کرتے ہیں کہ اس حدیث کا اطلاق اہل کتاب پر نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے اُن کو ماننا پڑے گا کہ الناس میں اہل کتاب شامل نہیں۔ یعنی اس حدیث میں جو لفظ الناس کا آیا ہے وہ عام نہیں بلکہ خاص قوموں سے تعلق رکھتا ہے قرآن شریف کی جو آیت کریمہ اہل کتاب کو اس حدیث کے مفہوم سے باہر رکھتی ہے وہ یہ ہے:-

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ (توبہ۔ آیت ۲۹)

پس جب قرآن مجید کی ایک آیت کی وجہ سے ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ الناس کے لفظ کو محدود معنوں میں لیں اور اس کو عام نہ ٹھہرائیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم یہ دیکھنے کیلئے بھی کہ یہاں الناس سے کون لوگ مراد ہیں قرآن شریف کی طرف ہی رجوع کریں۔ یہ تو ثابت ہو گیا اور سخت سے سخت معاندین کو اس امر کے قبول کرنیسے چارہ نہیں کہ یہاں الناس میں اہل کتاب شامل نہیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ حدیث مذکور میں لفظ الناس عام نہیں بلکہ خاص لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب الناس کا اپنے معنوں میں محدود ہونا ثابت ہو گیا تو اب معترضین کو حق حاصل نہیں کہ اس لفظ کو کُل دنیا کے لوگوں پر چسپاں کر کے یہ نتیجہ نکالیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے کُل دنیا کے لوگوں کو بجبر مسلمان بنانے یا قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب رہا یہ دیکھنا کہ یہاں وہ کونسے خاص لوگ مراد ہیں۔ اس کے دیکھنے کے لیئے ہمارے لیئے ضروری ہے کہ ہم قرآن شریف کو کھولیں اور دیکھیں کہ کہاں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جن پر یہ حدیث صادق آتی ہے اور جب ہم اس غرض کے لیئے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث لفظ بلفظ سورہ توبہ کی اُس آیہ کریمہ پر مطابق آتی ہے جس پر میں گذشتہ مضمون میں بحث کر چکا ہوں وہ آیت حسب ذیل ہے فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(ترجمہ) پھر جب امان کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور اُن کو قید کر لو اور گھیر لو اور اُن کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو اور اگر وہ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُنکے حال پر اُن کو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث مذکورہ اور مندرجہ بالا آیت کریمہ کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جن الناس کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آیت متذکرہ بالا میں ہے چنانچہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو اسی آیۃ کریمہ کے نیچے رکھکر یہ بتلایا ہے کہ اس حدیث اور اس آیۃ کریمہ کا مضمون ایک ہی ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حدیث کے شروع میں فرمایا ہے اُمِرْتُ یعنی مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہے۔ یہ لفظ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ حدیث کسی آیت قرآنی سے تعلق رکھتی ہے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ اس حدیث کا مضمون کسی آیت قرآنی کے مطابق ہے اور وہ آیت قرآنی وہی ہے جو میں اوپر نقل کر چکا ہوں کیونکہ ان دونوں کا مضمون واحد ہے پس اس حدیث میں جو لفظ الناس کا آیا ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آیۂ موصوفہ میں ہے یعنی الناس سے وہ مشرکین مراد ہیں جن سے جنگ کرنے کا اور جن کے اسلام قبول کرنے پر اُن سے درگذر کرنے کا

حکم آیت مذکورہ بالا میں دیا گیا۔ اب اگر اس آیت میں تمام مشرکین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس میں کچھ شک نہ ہوگا کہ حدیث شریف میں بھی الناس سے تمام مشرکین ہی مراد ہیں لیکن اگر آیت کریمہ تمام مشرکین کے بارے میں نہیں ہے بلکہ خاص قبائل عرب سے تعلق رکھتی ہے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ حدیث زیر بحث میں بھی الناس سے تمام مشرکین مراد نہیں ہیں بلکہ وہی خاص قبائل عرب مراد ہیں جن کا ذکر آیت مذکورہ بالا میں ہے۔ اور میں گذشتہ مضمون میں اس آیۂ کریمہ پر بحث کرتے ہوئے یہ دکھا چکا ہوں کہ یہ آیت دنیا کے کُل مشرکین کے متعلق نہیں ہے اور نہ ہی عرب کے کُل مشرکین کے بارے میں ہے بلکہ اس میں صرف اُن قبائل سے جنگ کرنے کا حکم ہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے صلح کا معاہدہ کیا تھا مگر انہوں نے اُن معاہدوں کو توڑ ڈالا اور وہ اسلام کی بیخکنی پر ایسے تلے ہوئے تھے کہ جب اُن کو موقعہ ملتا تو نہ وہ اپنے عہد کا پاس رکھتے اور نہ قرابت و رشتہ داری کے تعلقات اُنکے خونریز ہاتھوں کو مسلمانوں کا خون بہانے سے روک سکتے تھے۔ ایسے بدعہد اور خونی دشمنوں کے بارے میں مسلمانوں کے لیئے کوئی ضروری نہ تھا کہ انکو باقاعدہ طور پر عہدوں کے منسوخ ہونے کا نوٹس دیا جاتا اور انکو کچھ مہلت دیجاتی کیونکہ سارے عہد انکی عہد شکنی کے ساتھ ہی منسوخ ہو چکے تھے اور باوجود عہدوں کے اور باوجود رشتہ داری کے تعلقات کے اُن کا مسلمانوں کو قتل کر دینا مسلمانوں کو پورا حق دیتا تھا کہ وہ بلا کسی باضابطہ اطلاع کے ان دغاباز دشمنوں پر حملہ کرتے مگر قرآن شریف کی تعلیم کیا ہی رحم پر مبنی ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی پہلے اطلاع دی گئی کہ چونکہ تم خود عہد شکنی اور دغا کے مرتکب ہو چکے ہو اس لیئے وہ عہد ٹوٹ چکے اور اگرچہ تم نے عہد ناموں کی آڑ میں مسلمانوں سے دغا کی ہے مگر مسلمان اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ وہ بھی تمہاری طرح عہد ناموں کو دھوکہ بازی کا ذریعہ ٹھہرائیں اور تم سے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ ہمارا عہد تمہارے ساتھ قائم ہے تمھیں دھوکہ میں رکھیں اور تمہاری طرح موقعہ پاکر تمھیں مالی اور جانی نقصان پہنچائیں۔ مسلمان ایسی فریب بازی اور کمینہ پن کے مرتکب نہیں ہو سکتے اس لیئے مسلمانوں نے قبل از وقت

اپنے بدعہد دشمنوں کو آگاہ کر دیا کہ چونکہ تم خود عہدوں کو توڑ چکے ہو اور اپنی بے ایمانی کا ثبوت دے چکے ہو اس لیئے تم ہوشیار ہو جاؤ کہ گذشتہ عہد و پیمان منسوخ ہو گئے ہیں۔ یہ اعلان بھی ایک رحم تھا کیونکہ وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ایسی اطلاع کے مستحق نہیں تھے۔ پھر دوسرا رحم اُنپر یہ کیا گیا کہ یہ اعلان بلند آواز کے ساتھ حج اکبر کے دن مکہ معظمہ میں کیا گیا جہاں تمام اطراف کے مشرک جمع تھے۔ یہ اس لیئے کیا گیا کہ کوئی دشمن بے خبر نہ رہ جائے بلکہ سب آگاہ ہو جاویں اور اپنی حفاظت کا سامان کر لیں۔ تیسرا رحم اُنپر یہ کیا گیا کہ آج کل کی مہذب سلطنتوں کی طرح ۱۲ یا ۲۴ یا ۴۸ گھنٹوں کا الٹی میٹم نہیں دیا بلکہ اعلان کی تاریخ سے پورے چار ماہ کی مہلت انکو دی گئی ایسے دغا باز اور خونی دشمنوں کے لیئے اس سے زیادہ کیا رعایت ہو سکتی تھی۔ چوتھا رحم اُن سے یہ کیا گیا کہ خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگر انمیں سے کوئی شخص بطیب خاطر اسلام قبول کرے تو اُس کو معاف کر دو کیونکہ خدا بھی غفور رحیم ہے تم بھی الٰہی اخلاق کے ساتھ اپنے تیئں رنگین کرو۔ یہ حکم اس لیئے دیا کہ چونکہ مشرک سخت بدعہدیوں اور خونریزیوں کے مرتکب ہو چکے ہیں جیسا سورہ توبہ کی ابتدائی آیات سے ظاہر ہوتا ہے اس لیئے اگر خدائے تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم نہ ہوتا کہ اسلام قبول کرنے والوں سے تعرض نہ کرو تو خطرہ تھا کہ مسلمان باوجود اُنکے اسلام قبول کرنے کے بھی اُن کو قتل کر دیتے کیونکہ ایک تو وہ پہلے دغابازی کے مرتکب ہو چکے تھے اس لیئے اُن کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہیں تھا اور دوسرے وہ ایسے جرائم کے مرتکب ہو چکے تھے کہ وہ سزائے قتل کے مستحق تھے۔ اس لیئے خدائے تعالیٰ انکو حکم دیتا ہے کہ تمہارا یہ کام نہیں کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھو۔ اگر کوئی شخص بظاہر اسلام قبول کرتا ہے اور شعار اسلام مثلاً نماز۔ زکوٰۃ۔ کو اختیار کرتا ہے تو تمھیں کوئی حق نہیں کہ اُسپر بدظنی کرو۔ اگرچہ یہ لوگ سزائے قتل کے مستحق ہیں مگر تم اُنپر یہ رحم کرو کہ اسلام میں داخل ہونے پر اُن کے جرموں سے درگذر کرو۔ عام صورتوں میں تو مسلمانوں کو حکم تھا کہ اگر دشمن صلح کی طرف جھکے تو مسلمان بھی

صلح کی طرف جھک آئیں۔ مگر موجودہ صورت میں دشمن نے اپنے چال چلن سے ثابت کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں نہ کسی عہد کی پابندی کرتے ہیں اور نہ قرابت و رشتہ داری کا کچھ پاس کرتے ہیں۔ اس لیئے اب اُنسے صلح کرنا دیدہ دانستہ ہلاکت کو مول لینا تھا مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ نے اُنپر یہ رحم کیا کہ اگر اُن میں سے کوئی اسلامی شعار کی پابندی اختیار کرے تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ ایسے شخص کو معاف کر دیں اور اُس کو اُسکے حال پر چھوڑ دیں اگر خدائے تعالیٰ اور اُس کے رسول کا یہ حکم نہ ہوتا تو جیسا کہ بعض صحابہؓ نے عملی طور پر بعض موقعوں پر لوگوں کو باوجود لا الٰہ الا اللہ کہنے کے قتل کر دیا وہ اپنے خونی دشمنوں کے اسلام لانے کو محض بناوٹ پر محمول کر کے اُن کو قتل کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ پانچواں رحم اُنپر یہ کیا کہ اگر اُن میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دیجاوے اور اُس کو کلام اللہ کے سُننے کا موقعہ دیا جاوے۔ اس کے بعد اگر وہ مشرک رہنا ہی پسند کرے تو اُس پر کوئی جبر نہ کیا جاوے بلکہ اُس کو اُسکے امن کی جگہ میں حفاظت کے ساتھ پہنچا دیا جائے۔ وہ آیت حسب ذیل ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور اگر کوئی شخص مشرکوں میں سے تیری پناہ مانگے تو اُسے پناہ دو یہانتک کہ وہ خدائے تعالیٰ کے کلام کو سُن لے۔ پھر اُس کو اُسکے امن کی جگہ میں پہنچا دو۔ یہ رعایت اسواسطے ہے کہ وہ ایک لاعلم قوم ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی ایک بیّن دلیل ہے کہ جن مشرکین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ حکم اس لیئے نہیں دیا گیا تھا کہ اُنکو بجبر مسلمان کیا جاوے کیونکہ اگر بجبر مسلمان کرنا جنگ کی غرض ہوتی تو جو شخص باوجود خدائے تعالیٰ کا کلام سننے کے اسلام کو قبول نہ کرتا اُس کی نسبت یہ حکم نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ اُس کو امن کی جگہ میں حفاظت کے ساتھ پہنچا دو بلکہ یہ حکم ہونا چاہیئے تھا کہ اُس کا سر تلوار سے قلم کر دو۔ غرض سورہ توبہ کی ابتدائی آیات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ صرف اُن مشرکین کے ساتھ تھا جنھوں نے خود ابتدا کی تھی اور جو عہد شکنیوں کے اور خونریزیوں کے مرتکب ہوئے تھے

اور جن کا عناد اسلام کے ساتھ اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کے قتل کرنے میں نہ اپنے عہد کا خیال رکھتے تھے اور نہ رشتہ داری کا پاس اور یہ جنگ بجبر مسلمان کرنے کے لئے نہیں تھا ہاں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرلے تو اُس کو اس خیال سے قتل نہ کرو کہ وہ صرف جان بچانے کیلئے مسلمان ہوتا ہے اُس کے دل کا حال خدائے تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس لئے اگر ظاہری طور پر کوئی شخص اسلام قبول کرلے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اُس سے تعرض نہ کریں۔ اور مَیں پہلے دکھا چکا ہوں کہ حدیث زیر بحث اور آیت مذکورہ بالا کا مضمون واحد ہے اس لئے جیسا آیت مذکورہ سب مشرکین کے حق میں نہیں ہے بلکہ ملک عرب کے خاص قبائل سے تعلق رکھتی ہے جو مستحق قتل تھے اسی طرح حدیث زیر بحث میں لفظ الناس نہ کُل دنیا کے غیر مسلموں کے متعلق ہے اور نہ ہی کُل دنیا کے مشرکین کے متعلق ہے بلکہ اس کا تعلق بھی صرف انہی قبائل عرب سے ہے جن کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے۔ اور مَیں اس آیت پر گذشتہ پرچہ میں مفصل بحث کرچکا ہوں؛

حدیث کے اور الفاظ بھی اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ یہ حدیث عام انسانوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کے متعلق ہے جو اپنے افعال کی وجہ سے اس بات کے مستحق ہوگئے تھے کہ اُن کی جانیں ماری جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فاذا فعلوا ذٰلك عصموا منی دماءھم واموالھم۔ یعنی جب وہ ایمان لائیں اور نماز و زکوٰۃ ادا کریں تو انہوں نے اپنے خونوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ اس امر کے قابل تھے کہ اُن کو قتل کیا جاتا اور اُن کے مالوں کو چھین لیا جاتا۔ اور لفظ اُمِرْتُ جو حدیث شریف کے ابتداء میں ہے ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا قتل کرنا خدائے تعالیٰ کے حکم کے بموجب تھا مگر ہم قرآن شریف میں ایک بھی ایسی آیت نہیں پاتے جس میں عام انسانوں کے بلاوجہ قتل کرنیکا حکم ہو بلکہ قرآن شریف میں تو لکھا ہے مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا یعنی جو شخص کسی شخص کو بدون اسکے

کہ اُس نے کسی اور انسان کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد کرنے کا مرتکب ہوا ہو قتل کرے گا تو یہ ایک ایسا خطرناک گناہ ہے کہ گویا اُس نے کُل انسانوں کو قتل کر دیا۔ ہاں قرآن شریف پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو ایسے مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ابتداء کی تھی اور جو اس بات پر تُلے ہوئے تھے کہ اسلام کو جڑھ سے اکھیڑ دیں۔ قرآن شریف عام کفار کے ساتھ کہیں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس میں یہ صاف حکم ہے کہ جو کفار تمہارے برخلاف ہتھیار نہیں اُٹھاتے اور نہ دوسرے لوگوں کی تمہارے برخلاف مدد کرتے ہیں اُن سے تم نیکی کرو جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اگر یہ لوگ ایمان لائیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ اُن لوگوں کا ذکر فرما رہے تھے جن کے قتل کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور قرآن شریف سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ وہ تھے جنہوں نے پہلے مسلمانوں کے خون بہائے تھے اور مسلمانوں کی بیخکنی کے درپے تھے۔

پھر اسی حدیث شریف میں ایک اور فقرہ ہے جو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ جن لوگوں کا آپ نے اس حدیث میں ذکر فرمایا وہ وہی لوگ تھے جو اسلام کے خونی دشمن تھے اور نیز یہ کہ آپ کا جنگ اسلیئے نہیں تھا کہ آپ لوگوں کو مسلمان بننے کے لیئے مجبور کریں۔ آپ کے وہ کلمات طیبات یہ ہیں وحسابھم علی اللہ یعنی اسلام لا کر وہ مجھ سے تو اپنی جانیں بچا لیں گے آگے یہ امر کہ انہوں نے صرف جان بچانے کے لیئے اسلام قبول کیا ہے یا سچے دل سے مشرف باسلام ہوئے ہیں اس کا علم خدائے تعالیٰ کو ہے اور وہی اُن کا حسیب ہے۔ ان الفاظ مبارک سے صاف یہ خوشبو آرہی ہے کہ آپ کا اُن سے جنگ کرنا اس لیئے نہیں تھا کہ زور سے اور جبر کے ساتھ اُنکو اسلام میں داخل کریں۔ کیونکہ جس شخص کو انسان زبردستی کسی مذہب میں داخل کرتا ہے

وہ خود جانتا ہے کہ اس نے اسلام اکراہاً قبول کیا ہے کیونکہ میں نے اس کی گردن پر تلوار رکھکر اس کو کہا تھا کہ یا تو اسلام میں داخل ہو یا میں تیری گردن کاٹتا ہوں۔ ایسا شخص جب اسلام قبول کرے گا تو اس میں شک نہیں کہ اُس نے اس تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا جو اسکی گردن پر رکھی گئی تھی۔ پس آپ کا یہ فرمانا کہ جو لوگ اسلام قبول کریں گے وہ مجھ سے تو اپنی جان بچالیں گے آگے اُن کا حساب خدائے تعالیٰ پر ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپنے اُن کے ساتھ اس لیئے جنگ نہیں کی تھی کہ انکو اسلام لانے کے لیئے مجبور کریں بلکہ آپ کی جنگ کے اسباب اور تھے اور آپنے اُن کی گردنوں پر تلوار رکھکر اُن کو یہ دھمکی نہیں دی تھی کہ اسلام قبول کرو ورنہ تمھاری گردنیں کاٹ دیجائیں گی بلکہ آپنے اس لیئے اُن پر تلوار اُٹھائی تھی کہ اُنھوں نے پہلے مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی مگر جب اُنھوں نے اسلام قبول کرلیا تو آپ بموجب حکم آلٰہی مجبور ہوئے کہ اُن سے درگذر کریں اور آگے اس بات کا علم کہ اُن کا اسلام سچا ہے یا بناوٹی اس کا علم خدائے تعالیٰ کو تھا۔ جو شخص کسی کو جبر سے مسلمان کرتا ہے وہ یہ الفاظ کبھی بھی اپنے مُنہ سے نہیں نکال سکتا کہ حسابہ علی اللہ یعنی اس کا حساب اللہ پر ہے وہ اس کے ایمان کی اصل حقیقت کو جانتا ہے یہ الفاظ تو ایسے شخص کے مُنہ سے ہی نکل سکتے ہیں جس نے خود کسی کو جبر سے مسلمان نہیں کیا بلکہ اسلام لانیوالے نے خود بخود اسلام قبول کیا ہے ایسے شخص کا حال خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ آیا اُس نے دنیاوی فائدہ کو مدِ نظر رکھکر اسلام قبول کیا ہے یا محض ابتغاءً لوجہ اللہ۔ غرض اہمیں ذرا بھی شک نہیں کہ (۱) حدیث زیر بحث میں جو لفظ الناس آیا ہے اُس سے کُل دنیا کے عام انسان مراد نہیں (۲) یہ کہ اس سے مراد وہی مشرکین عرب تھے جن کا ذکر سورہ توبہ کی آیت ۵ میں ہے (۳) یہ ایسے لوگ تھے جنھوں نے جنگ کرنے میں ابتداء کی تھی اور جو اسلام کے جانی دشمن تھے اور چونکہ انھوں نے مسلمانوں کے خون بہانے میں ابتداء کی تھی اس لیئے وہ اس کے مستحق ہوگئے تھے کہ انکے

بھی خون بہائے جاتے (۴) جنگ کرنے کی غرض بجبر اسلام میں داخل کرنا نہیں تھا (۵) اُن خونی دشمنوں پر یہ رحم کیا گیا کہ خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اگر ان خونی دشمنوں میں سے بھی کوئی شخص مسلمانوں میں داخل ہو جاوے تو اُس سے درگذر کی جاوے (۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام لانے پر اپنے خونی دشمنوں سے درگذر الٰہی حکم کے ماتحت تھا اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ اگر کوئی شخص تمہارے دشمنوں میں سے اسلام قبول کرے تو اس سے درگذر کرو اور اُس کے ایمان کی صداقت یا عدم صداقت کو حوالۂ خدا کرو۔

اب مَیں پھر سورۃ التوبہ کی آیت ۵ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس آیت کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ زبردستی لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جاوے کیونکہ ایسا ایمان جو زبردستی سے قبول کروایا گیا ہو ایک منافقانہ ایمان ہوگا جس کو اسی سورۃ میں بہت زور شور سے رد کیا گیا ہے۔ اور غالباً قرآن شریف کی کسی اور سورۃ میں نفاق کی تردید ایسے زور سے نہیں کی گئی جیسی کہ اس سورۃ شریف میں کی گئی ہے مگر خوبیٔ قسمت کہ یسوعی صاحبان اسی سورۃ کو بطور سند کے گردانتے ہیں کہ اس کے رو سے زبردستی اسلام پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے یہ مناسب ہوگا کہ اس سورہ کی چند آیات جو منافقانہ ایمان کی تردید میں ہیں یہاں درج کر دی جاویں:۔

(۱) قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ آیت ۵۳-۵۴) کہدے (منافقوں کو) تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تمہارا خرچ کیا ہوا ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ تم بدعہد لوگ ہو۔ اور اُن کی خیرات اُنکی طرف سے قبول نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کو نہ مانا اور نماز کے لیئے نہیں آتے مگر الکساتے

ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے مگر دو بھر سمجھکر۔

(۲) وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (سورہ التوبہ آیت ۶۸) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں سے اور کفار سے نار جہنم کا وعدہ کیا ہے وہ اس میں رہ پڑیں گے یہ اُنکے لیئے کافی ہے اور انپر اللہ کی لعنت ہے اور اُنکے لیئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

(۳) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (سورہ التوبہ آیت ۸۰) ترجمہ۔ اُنکے لیئے مغفرت مانگ یا نہ مانگ (یہ برابر ہے) اگر تو ۷۰ دفعہ بھی اُنکے لیئے مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ اُنکو ہرگز معاف نہ کرے گا۔ یہ اس لیئے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۴) وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (سورۃ التوبہ آیت ۸۴) اور ان میں سے کسی کے لیئے بھی جو مر جاوے ہرگز دعا نہ مانگ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو۔

جب یہی سورۃ منافق کی ایسے زور سے مذمت کرتی ہے تو پھر یہ خیال کرنا کہ اسی سورۃ کے بموجب مخالفین اسلام کو زبردستی مسلمان بنانے کے لیئے حکم دیا گیا ہے سخت بیہودہ پن ہے یہ آخری نازل شدہ سورۃ ہے اور اس لیئے یسوعی صاحبان ان آیات کے بارے میں جو منافقت کی مذمت میں ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی منسوخ شدہ ہیں۔ میں نے واضح دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو صرف اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا جو ظلم اور بدعہدی کے مرتکب ہو چکے تھے اور یہ بھی اس لیئے تاکہ وہ اس ظلم و بدعہدی سے باز رہیں۔ یہ ہو سکتا تھا کہ مخالفین میں سے بہت لوگ جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اُٹھائے تھے اور ان کو قتل کیا سچے دل

سے تائب ہوں اس لیئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر رحم کر کے اُن کو بصورت قبولیت اسلام اور پابندیٔ صلوٰۃ و زکوٰۃ معاف فرما دیا۔ اگر ایسا حکم نہ دیا جاتا تو ممکن تھا کہ مسلمان اُن کو اس لیئے بھی قتل کر ڈالتے کہ وہ مسلمانوں کے قتل کے مرتکب ہو چکے تھے یعنی بطور قصاص ہی اُن کو مار دیا جاتا۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدفعہ فرمایا تھا کہ ان کے ظاہر کو دیکھنا چاہیئے کیونکہ ہم اُن کے دلوں کو چیر کر نہیں دیکھ سکتے کہ آیا وہ سچے ایماندار ہیں یا نہیں۔ نو مسلم کے لیئے اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا پابند ہونا اسلام کی ظاہری علامات ہیں۔ چونکہ وہ ظاہر طور پر تمام ارکان کا پابند ہوتا ہے اس لیئے مسلمان اُسے مومن ہی سمجھتے ہیں خواہ وہ دل میں پکا مومن ہو یا نہ ہو کیونکہ دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لیئے مسلمانوں کو بموجب آیت ۵ سورہ توبہ یہی حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص ظاہری حیثیت سے مسلمان ثابت ہو اُسے مسلمان ہی سمجھیں۔ لیکن زبردستی مسلمان بنانا لڑائی کا مدعا نہ تھا کیونکہ اگر یہی مدعا مدِ نظر ہوتا تو تمام کفار کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کا حکم ہوتا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھائے اُنکے ساتھ لڑائی کرنے کی ممانعت تھی۔ اور پھر جو لوگ اپنے عہد ناموں کے پابند تھے مسلمانوں پر یہ لازمی قرار دیا گیا تھا کہ وہ ان کی حرمت کریں جیسا کہ اسی سورہ توبہ میں فرمایا فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ کیا ایک ایسی کتاب مجید جو اس قسم کے منصفانہ احکام دے اس بات کو روا رکھ سکتی ہے کہ تمام مخالفین کو بذریعہ تلوار مسلمان بنایا جاوے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو حکم دیتا ہے کہ جو مومن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ مشرکین کے ساتھ عہد کی پابندی میں سچا رہے گا اور جو شخص مشرکین کے ساتھ معاملات کرنے میں اللہ تعالیٰ کا خوف مدِ نظر رکھکر اُن سے منصفانہ اور نیک سلوک کرے گا اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں سے پیار کریگا۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور پیار سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے؟

اے یسوعی صاحبان! ذرا تو اس نیک تعلیم پر دل میں غور کرو۔ کہ قرآن شریف کا خدا

کیسا رحیم و کریم خداوند ہے اعتقادی اختلاف ایک مسلمان کو ایک غیر مسلمان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے نہیں روک سکتا اور وہ مسلمان جو اُن لوگوں سے نیک سلوک کرتے ہیں جو کسی وقت اُن سے لڑ چکے ہیں مگر اب مسلمانوں کے ساتھ عہد صلح رکھتے ہیں تو ایسے مسلمانوں کو ایسے فعل کے بدلے میں اللہ تعالٰی کی رضامندی کا انعام ملے گا جس سے بڑھکر اور کوئی جزاء نہیں۔ اور وہ لوگ جو مخالفین سے بُرا سلوک کرینگے وہ باوجود مسلمان ہونے کے مستحق عذاب ہونگے۔ سخت افسوس ہے کہ یسوعی صاحبان جان بوجھکر قرآن شریف کی ایسی نیک تعلیم سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اُن آیات کو جو کسی خاص مخالف قوم کے بارے میں تھیں بغیر سیاق و سباق کے دنیا کے سامنے پیش کر کے اسلامی تعلیم پر نکتہ چینی کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اُنکی ایسی بے انصافانہ روش کو دیکھ کر ایک مسلمان کے دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے معاملہ زیر بحث میں دو آیات ایک ہی سورۃ میں آگے پیچھے واقع ہوئی ہیں ایک میں تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ مخالفین سے جبتک وہ عہدوں کے پابند اور سچے رہیں نیک برتاؤ رکھیں کیونکہ یہ اللہ تعالٰی کی رضامندی کا موجب ہے دوسری آیت میں اُن مخالفین سے جنہوں نے نقض عہد کیا ہے اور اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہا ہے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یسوعی مشنری کبھی اول الذکر کا ذکر تک بھی نہ کرے گا اور موقعہ بے موقعہ موخر الذکر آیت کو جو خاص قبائل عرب کے متعلق تھی تمام کفار پر چسپاں کر کے اسلام پر شدومد سے بہتان باندھیگا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ اسلام ہرگز اپنے پیرووں کو یہ حکم نہیں دیتا کہ مخالفین کو زبردستی مسلمان بنایا جاوے مندرجہ ذیل آیت سے جو اسی سورۃ کی چھٹی آیت ہے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝ ناظرین کو یہ معلوم کر کے سخت تعجب ہوگا کہ یہ آیت اُس آیت کے ساتھ ہی واقع ہے جس کے ذریعہ یسوعی پادری عوام کو دھوکا دیکر اسلام پر الزام لگاتے ہیں کہ اُس نے مخالفین کو بلا کسی استثناء کے قتل کر دینے کا عام حکم دیا

ہؤا ہے۔ حالانکہ یہ حکم صرف ان خاص لوگوں کے خلاف تھا جو کہ نقض عہد ظلم و زیادتی اور اپنے رشتہ دار مسلمانوں کے قتل کے مرتکب ہو چکے تھے باوجود ان باتوں کے اسلام نے کیسی بامن اور رحیمانہ تعلیم دی کہ ایسے خوفناک ظالم دشمن بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑیں تو ان کو پناہ دیجاوے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا جاوے پھر اس کا قبول کرنا یا نہ کرنا ان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے دین میں کسی قسم کا جبر نہیں۔ جیسا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ سے ظاہر ہوتا ہے اگر مخالف باوجود سننے کلام الٰہی کے اپنی مرضی سے اُسے قبول نہ کرے تو یہ نہیں کہ اُسے بے حفاظت چھوڑ دیا جاوے نہیں بلکہ اُسے امن کی جگہ پر پہنچانا بھی مسلمانوں کا فرض قرار دیا گیا ہے ایک طرف اسلام کے مخالفین کی بدعہدی اور ظلم کو دیکھو اور دوسری طرف اس رحیمانہ تعلیم پر غور کرو۔ افسوس کہ مسیحی صاحب باوجود ایسی رحیمانہ اور کریمانہ تعلیم کے یہی کہے جاتے ہیں کہ قرآن شریف لوگوں کو جبر سے اسلام میں داخل کرنے اور جو اسلام میں داخل نہ ہو اُس کو تہ تیغ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ افسوس مسیحیوں کے ظلم اور کذب پر۔

اس بات کا مزید ثبوت کہ سورۃ توبہ کی آیت ۵ میں مخالفین کو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیت سے بھی ملتا ہے جو اسی سورہ شریف میں ہے جیسا کہ فرمایا۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۚ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورہ توبہ آیت ۱۴-۱۵) ان آیات کے آخری الفاظ یعنی وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ کا تعلق آیت ۵ سے صاف طور پر پایا جاتا ہے یعنی جن لوگوں کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا جاتا ہے اُن میں سے بعض لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ رجوع برحمت کرے گا یعنی وہ ہدایت پا جائیں گے اور بانشراح صدر اسلام میں داخل ہو کر جس کے باعث اس کے عذاب سے بچ جاوینگے۔ اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ دشمنوں میں وہ کونسے دل ہیں جو اسلام کے لئے مستعد ہیں اور ایسے

معلوم ہوتا ہے کہ جس توبہ کا ذکر آیت ۵ میں ہے وہ ایسی توبہ نہیں جو جبرًا کرائی جائے بلکہ ایسی توبہ مراد ہے جو خلوص نیت سے ہو کیونکہ یَتُوْبُ اللّٰہُ کا لفظ سچی توبہ پر ہی صادق آتا ہے یعنی خدائے تعالیٰ اُنہی کی طرف رجوع برحمت کرتا ہے جو سچے دل سے توبہ کریں اور بطیب خاطر اسلام قبول کریں ؛

آیت وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ اس بات کی ایک قطعی دلیل ہے کہ سورہ توبہ کی ابتدائی آیات میں جس توبہ پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خونی دشمنوں سے درگذر کریں وہ ایسی توبہ نہیں ہے جو بزور شمشیر کرائی جائے بلکہ ایسی توبہ مراد ہے جو انسان اپنی خوشی سے کرتا ہے کیونکہ یَتُوْبُ اللّٰہُ کا لفظ جو آیت مذکورہ بالا میں آیا ہے اور جس کا تعلق صریحًا اُس توبہ کے ساتھ ہے جس کا ذکر آیت ۵ میں ہے اور جس پر مسلمانوں کو دشمنوں سے درگذر کرنے کا حکم ہے صرف سچی توبہ کے موقعہ پر استعمال ہو سکتا ہے اور وہ توبہ سچی نہیں کہلا سکتی جو تلوار کے ڈر سے ہو۔ آیت وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن کفار کے ساتھ مسلمانوں کو لڑنے کا حکم تھا اُن میں سے بعض اللہ تعالےٰ کے علم میں ایسے بھی تھے جن کے لیئے قبول اسلام کا شرف حاصل کرنا مقدر تھا۔ اس لیئے آیت ۵ میں خدائے تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر ان خونی دشمنوں میں سے کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اُس سے درگذر کرو اور آیت ۱۴-۱۵ میں بتلایا کہ ان خونی دشمنوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن پر خدائے تعالیٰ رجوع برحمت کرے گا اور انکو اسلام کے قبول کرنے کی توفیق بخشے گا۔ ہر ایک شخص جو سورہ توبہ کی ابتدائی آیات پر نظر کرے وہ دیکھ سکتا ہے کہ صریحًا آیت ۵ و آیات ۱۴-۱۵ ایک ہی گروہ کے بارے میں ہیں اور آیات ۱۴-۱۵ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان بدعہد دشمنوں سے لڑو مگر بعض انہیں سے ایسے بھی ہیں جن کو خدائے تعالیٰ اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرماوے گا اور علیم و حکیم خدا جانتا ہے کہ وہ کونسی روحیں ہیں جن کے لیئے یہ انعام مقدر ہے اور آیت ۵ میں

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بد عہد دشمنوں سے جنگ کرو لیکن اگر ان میں سے کوئی شخص توبہ کرے اور اسلامی شعار کی پابندی اختیار کرے تو اُس سے درگذر کرو۔ پس ان آیات کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہی ہیں جن کی نسبت خدائے تعالیٰ آیات ۱۴۔۱۵ میں فرماتا ہے کہ مَیں اُن کو اسلام کے قبول کرنے کی توفیق بخشونگا۔ پس یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوا کہ آیت ۵ میں ایسے لوگوں کا ذکر نہیں جن کو جبر سے اسلام میں داخل کیا جاوے بلکہ اس آیت میں ایسے لوگ مراد ہیں جن کی نسبت خدائے تعالیٰ آیات ۱۴ و ۱۵ میں فرماتا ہے کہ بعض کو توبہ کی توفیق بخشی جائے گی اب اس سے زیادہ واضح بات کونسی ہوسکتی ہے ایک طرف تو خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو بتلاتا ہے کہ جن دشمنوں کے ساتھ تمھیں جنگ کرنیکا فرمان دیا گیا ہے اُن میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کو خدائے تعالیٰ توبہ کی توفیق بخشے گا اور دوسری طرف حکم کرتا ہے کہ اگر ان دشمنوں میں سے کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اُس سے تعرض نہ کرو بلکہ اُس کو اپنا ایک بھائی سمجھو اور اُس کے پہلے جرموں کو معاف کردو۔ ان دونوں آیات کو ملانے سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن سے درگذر کرنے کا حکم ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کی نسبت دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ بعض کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق بخشے گا پس صاف معلوم ہوا کہ آیت ۵ میں اُس توبہ کا ذکر نہیں جو جبر سے کرائی جاوے بلکہ اُس توبہ کا ذکر ہے جو اپنی خوشی سے انسان کرے۔ ایک حدیث بھی یہاں نقل کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے جس سے ان آیات کا مطلب اور بھی واضح ہوجاتا ہے صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یضحک اللہ الی رجلین یقتل احدھما الاٰخر یدخلان الجنۃ یقاتل ھذا فی سبیل اللہ فیقتل ثم یتوب اللہ علی القاتل فیستشھد۔
(ترجمہ) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھکر ہنسے گا جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور دونوں جنّت میں داخل ہوتے ہیں ایک تو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اور قتل کیا جاتا ہے (پس وہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی وجہ سے جنّت میں جاتا ہے) اُس کے بعد بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اُس کے قاتل کی طرف اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے (اس لیئے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ کو بخشتا ہے اور اُس کو جنّت میں داخل کر دیتا ہے۔ اس طرح قاتل اور مقتول دونوں جنّت میں چلے جاتے ہیں) یہ حدیث دو طرح سے اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ ایک تو اس میں وہی لفظ آیا ہے جو سورہ توبہ کی آیت ۱۵ میں آیا ہے یعنی يَتُوبُ اللهُ کا لفظ اور اس حدیث میں ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہاں ایسی توبہ اور ایسے اسلام کا ذکر ہے جو کسی جبر و اکراہ کے ذریعہ نہیں بلکہ سچّے دل سے اختیار کیا جاتا ہے جس کی جزا جنّت ہے پس معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ بالا میں بھی يَتُوبُ اللهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جو بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی سے اسلام قبول کریں۔ اسلیئے آیت ۵ میں جو توبہ کرنے والوں کو معاف کرنے کا حکم ہے وہ بھی ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی خوشی سے اسلام قبول کریں۔ دوم حدیث شریف مندرجہ بالا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو پہلے کفر کی حالت میں مسلمانوں کا خون بھی بہا دیتے تھے مگر بعد میں وہ تائب ہو کر مغفرت حاصل کرتے تھے۔ جب ایسے لوگ پیدا ہو جاتے تھے تو پھر کیوں آیت ۵ سے جہاں لکھا ہے کہ توبہ کرنے اور اسلام قبول کرنے کی صورت میں دشمنوں سے درگذر کیجاوے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یہاں وہ توبہ اور وہ اسلام مراد ہے جو تلوار کے زور سے منوایا جاتا تھا اور جنگ کی بھی یہی غرض تھی کہ لوگوں کو بجبر مسلمان کیا جاوے۔ جب ایسے لوگ موجود تھے جو مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد بھی اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہو جاتے تھے تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ مسلمانوں کو ہدایت دیجاتی کہ ایسے لوگوں کے گذشتہ قصوروں سے درگذر کیا جاوے تا خوف قتل اُن کو مسلمانوں کے پاس آنے اور اسلام قبول کرنے سے مانع نہ ہو

بلکہ جب وہ اسلام قبول کرنا چاہیں تو بلا خوف وہ مسلمانوں کے پاس آسکیں پس یہی منشاء آیت ۵ کا ہے۔

الغرض جن دو آیات نے بقول یسوعی صاحبان تمام سابقہ احکامات کو منسوخ کر دیا ہے ان میں سے پہلی صرف خاص قبائل عرب کے متعلق ہے جو کہ بدعہدی۔ ظلم و زیادتی اور خونریزی کے مرتکب ہو چکے تھے۔ اور نیز سورہ توبہ کی ابتدائی آیات کے حوالہ سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ جو لوگ اپنے عہد ناموں پر کاربند تھے اُن کے ساتھ مسلمانوں کو نیک سلوک کرنے اور پابند عہد رہنے کا حکم تھا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب قرار دی گئی ہے اور اس کی نافرمانی اس کے غضب کا موجب۔

جب مشرکین کے مقابلہ میں اس قسم کے احکام ہیں کہ مسلمانوں کو لڑائی سے منع کیا گیا ہے جبتک مخالفین ابتداء نہ کریں تو ایسا خیال کرنا محض بیہودگی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ خواہ مخواہ مسلمانوں کو لڑنے کا حکم دیا ہو خواہ وہ لڑیں یا نہ لڑیں۔ حالانکہ یسوعی صاحبان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے نزدیک اہل کتاب بہ نسبت مشرکین کے قابل ترجیح ہیں۔ پھر جبکہ مشرکین کے ساتھ قرآن شریف کو ایسی رعایات مدنظر ہیں تو کیا وہ اہل کتاب کے ساتھ خواہ مخواہ جنگ کرنے کو جائز رکھ سکتا تھا؟ بدیں وجہ وہ احکام جو سورۃ توبہ کی آیت ۲۹ میں اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے بارہ میں ہیں وہ تمام اہل کتاب کے متعلق کسی صورت میں نہیں ہو سکتے بلکہ صرف اُن اہل کتاب کے متعلق ہیں جو ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہو چکے تھے۔ کیونکہ انہیں آیات میں مشرکین کے ساتھ پابندی عہد کو مدنظر رکھنا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب قرار دیا گیا ہے اور نقض عہد کرنا اس کے غضب کا باعث۔ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس لئے رضامندی اور محبت کرتا ہے کہ مشرکین کے ساتھ نیک برتاؤ کریں تو وہ اس سے زیادہ کیوں نہ اُن سے پیار کریگا اگر وہ اہل کتاب کے ساتھ نیک سلوک کریں اسی طرح جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس لئے اپنے غضب سے ڈراتا ہے کہ وہ مشرکین سے بدعہدی یا بے انصافانہ برتاؤ کے مرتکب ہوں تو وہ کیوں اہل کتاب پر بغیر کسی وجہ کے لڑنے کا حکم دیتا؟ اس لئے جب قرآن شریف مسلمانوں کو اہل کتاب سے

لڑنے کا حکم دیتا ہے جبتک کہ وہ جزیہ ادا نہ کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر کسی قوی وجہ کے، ایسا حکم دیا گیا تھا بلکہ یہ حکم اُن تمام قیود اور شرائط کے ساتھ مقید تھا جن کے رُو سے مشرکین کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا تھا اور جو کہ انہیں آیات میں مفصل بیان کیئے گئے ہیں۔ قرآن شریف قانون جنگ کی کتاب نہیں بلکہ جہاں جہاں دفاعی لڑائیوں کا حکم بھی دیا گیا ہے وہاں بھی اخلاقی تعلیم کو مدِّ نظر رکھا گیا ہے جب وہ پہلے حملہ کرنے والوں کا جواب دینے کا حکم دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا ارشاد ساتھ ہی دیتا ہے اور اگر گذشتہ انبیاء کے حالات اور گذشتہ واقعات بیان کرتا ہے تو اس میں ہمیں نیکوں کی پیروی اور بدوں کے طرز عمل سے بچتے رہنے کا اخلاقی سبق دیتا ہے قرآن شریف کا اصل مدعا وعظ و نصیحت۔ یاد دہانی اور نیک اعمال کی ترغیب دینا ہے جس مدعا کو وہ ہمیشہ اور ہر ایک جگہ مدّ نظر رکھتا ہے آیت ۲۹ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ چونکہ اہل کتاب اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اللہ اور اسکے نواہی سے بچتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرتے ہیں اس لیئے انکے ساتھ جنگ کیجاوے بلکہ یہ الفاظ بطور نصیحت کے بیان کیئے گئے ہیں۔ جس کے ثبوت کے لیئے اس سے بعد کی آیات کا مطالعہ کرنا چاہیئے جن میں یہودیوں کے غلط عقائد بیان کیئے گئے ہیں۔ قرآن شریف کے ساتھ یہ سخت بے انصافی ہوگی کہ کسی ایک آیت کے وہ معنے کیئے جاویں جو اس کے سیاق و سباق کے ساتھ ہرگز متفق نہ ہو سکیں ہم پہلے آیات کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ اس لیئے قرآن شریف کی کسی ایک آیت کے معنے کرتے وقت ہمیں اس اصل کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ جنگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک صاف اور سیدھا قاعدہ باندھ دیا ہے جیسا کہ فرمایا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ (سورہ بقرہ) یعنی اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

اب اس آیت کی نسبت یہ کبھی نہیں کہا گیا کہ یہ منسوخ شدہ ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے پہل اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا تھا اس لیئے اس نے زیادتی کرنے سے منع کیا مگر بعد ازاں اُس نے زیادتی کرنے والوں سے محبت کرنی شروع کی اور اس لیئے انکو حکم دیا کہ تمام کفار کے ساتھ سختی کریں اور زیادتی کریں خصوصًا اہل کتاب کے ساتھ۔ اور نہ مندرجہ بالا آیت میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ مخالفین پر زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا سوائے اس کے جو اہل کتاب پر کیجاوے۔

آخر میں میں تمام مخالفین اسلام سے یہ درخواست کیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ آیات قرآنی کے معانی کرتے وقت اُس اصل کو جو قرآن کریم نے سورہ آل عمران آیت ۵ و ۶ میں بیان کیا ہے ہاتھ سے نہ دیا کریں۔ اس اصل کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی تردید کرتا ہے جو کہ کسی آیت کے معانی کرتے وقت اُسی مضمون کی دوسری آیات کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اُس آیت کے وہ معنی کرتے ہیں جو دیگر محکمات کے خلاف ہوں حالانکہ موخر الذکر کے معانی میں کوئی جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ مخالفین کو یہ بات بھی مدِ نظر رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اس میں ایک دوسرے کے مخالف و متضاد احکامات ہرگز نہیں ہیں اور اسی دلیل کو وہ اپنے الہامی ہونے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے جیسا کہ فرمایا اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ (سورہ النساء آیت ۸۲)

مخالفین اسلام نے جو آیت بطور ثبوت نسخ آیات قرآنی پیش کی ہے وہ قرآن شریف کی کسی آیت کی تنسیخ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ وہ شریعت موسوی کی ناسخ ہے۔ لیکن اگر بالفرض ہم اسے کسی آیت قرآنی کی ہی ناسخ مان لیں تو بھی اس سے یسوعی معترضین کے اعتراض کو کوئی مدد نہیں پہنچ سکتی بدیں وجہ کہ ناسخ آیت یا تو منسوخ کی مانند ہونی چاہیئے اور یا اس سے بہتر۔ لیکن یسوعی کہتے ہیں کہ قرآن شریف نے پہلے پہل تو مسلمانوں کو زبردستی کرنے اور مخالفین کو تلوار کے زور سے مسلمان کرنے سے منع کیا مگر بعد ازاں یہ احکامات منسوخ کر دیئے گئے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو

زبردستی اسلام میں داخل کریں۔ اور کفار اور اہل کتاب پر بغیر کسی وجہ کے حملہ کر کے مقاتلہ کریں۔ حالانکہ موخر الذکر احکامات کسی صورت میں اول الذکر احکامات سے بہتر تو کجا اُن کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اُن لوگوں سے نفرت کرتا ہے جو کفار پر زیادتی کرتے ہیں اور اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُن کے ساتھ انصاف سے پیش آتے ہیں اب کیا وہ احکام جو مخالفین اپنے خیال میں قرآن شریف کی طرف منسوب کرتے ہیں یعنے یہ کہ تمام کفار کو بغیر کسی وجہ کے تہ تیغ کر دیا جاوے اور اُن سے زبردستی اسلام منوایا جاوے پہلے حکم سے بہتر یا اس کے برابر ہو سکتے ہیں؟

مَیں پھر یسوعی صاحبان سے عرض کروں گا کہ وہ ان آیات کے ذریعہ جو ایسے قبائل عرب کے متعلق ہیں جو زیادتی کے مرتکب ہو چکے تھے عوام الناس کو یہ دھوکا دینا چھوڑ دیں گویا کہ وہ عام طور پر سب مخالفین کے بارے میں ہیں۔ اگر ایک آیت مسلمانوں کو اپنے اُن مخالفین سے جو اُن پر پیش دستی کر کے ظلم کر چکے ہیں لڑائی کا حکم اس بنا پر دیتی ہے کہ وہ آئندہ شرارت سے باز رہیں تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہو سکتے کہ قرآن شریف تمام ملکوں اور ہر ایک زمانہ کے مخالفین کے ساتھ خواہ مخواہ لڑنے کا حکم دیتا ہے یسوعی صاحبان عموماً وہ آیات قرآنی اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا کرتے ہیں جو خاص اُن قبائل عرب کے متعلق تھیں جو کہ نہ تو قرابت کا لحاظ کرتے تھے اور نہ اپنے اقرارناموں کی پابندی کرتے تھے اور مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہو چکے تھے اور ان آیات کو تمام مخالفین اسلام پر چسپاں کر کے ایک دنیا کو دھوکے میں ڈال دیتے ہیں کہ اسلام اپنے تمام مخالفین کو مار ڈالنے کا حکم دیتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کونسا ظلم اور بے انصافی ہو سکتی ہے مثال کے طور پر یسوعیوں نے شور مچا رکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تلوار جنت کی چابی ہے لیکن وہ ان واقعات کو بالکل نظرانداز کر جاتے ہیں جن کے ماتحت آپ نے یہ الفاظ بیان فرمائے تھے۔ تلوار فی الحقیقت اُن دنوں میں جنت کی چابی تھی کیونکہ یہ ان لوگوں کے مقابلہ میں چلائی جاتی تھی جو مسلمانوں کو اور اُن کے دین کو تختہ زمین پر سے تلوار کے ذریعہ سے نیست و نابود کرنے پر تلے

ہوئے تھے۔ تلوار ایک کرلمے وقت اُٹھائی گئی تھی اور محض اپنی جانوں مالوں اور ایمانوں کو
بچانے کے لیئے اُٹھائی گئی تھی اور اس لیئے جن لوگوں نے ایسے موقعہ پر تلوار اُٹھائی
انہوں نے اپنے لیئے جنّت کے دروازے کھول دیئے۔ کثیر التعداد مخالفین کے
مقابلہ پر بے سروسامانی کے ساتھ لڑنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ مومنوں کے لیئے ایک
سخت امتحان کا موقعہ تھا جیسا کہ انہیں آیات زیر بحث میں خود قرآن شریف نے بیان
کیا ہے (سورہ توبہ آیات ۱۶-۲۴) تلوار جنّت کی چابی اُسی صورت میں ہو سکتی ہے
جبکہ مسلمان صرف اُن مخالفین سے لڑائی کریں جن کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا ہے نہ
اس صورت میں کہ خواہ مخواہ ہر ایک مخالف اسلام کے ساتھ بلاوجہ لڑائی کی جاوے
جس صورت میں کہ (یعنی موخر الذکر حالت میں) یہ دوزخ کی چابی ہوگی نہ کہ بہشت کی۔ کیا
تمام سلطنتیں اُن تمام لوگوں کی جو اپنے ملک و قوم کی حفاظت کے لیئے لڑیں قدر نہیں
کرتیں اور اُن کو انعامات سے مالا مال نہیں کرتیں؟ کیا تلوار ایک سپاہی کے عروج
و ترقی کی چابی نہیں ہے؟ کیا سپاہی محض تلوار کو ٹھیک اور جائز موقع پر بہادری
کے ساتھ استعمال کرنے کی وجہ سے سربلند نہیں ہوتے؟ لیکن کیا ایک سپاہی
اُس صورت میں بھی سرفراز ہو سکتا ہے جبکہ وہ اُن لوگوں کو مارتا پھرے جن کے
خلاف لڑنے کی اُسے ممانعت ہے؟ یسوعی صاحبان نے تعلیم اسلام کو بُری صورت
میں پیش کرنے میں سخت غلطی کھائی ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں آدمی
اسلام کے خلاف ایسے بُرے خیالات رکھتے ہیں لیکن انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور
نہیں جبکہ یسوعی مشنریوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں حرف غلط کی طرح اسلام کے
خوشنما چہرے سے مٹائی جاویں اور جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ
كَانَ زَهُوقًا۔ کا شاندار نظارہ دکھائی دے۔

یسوعی صاحبان سے میری سب سے آخری التماس یہ ہے کہ وہ قرآن شریف کی اس
صاف تعلیم کو چھپانے کی کوشش نہ کریں جسمیں کہ مسلمانوں کو تمام کفار سے نیک اور منصفانہ
سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دین کے قبول کرنے میں کسی جبر کو کام میں لانیسے

سخت منع کیا گیا ہے واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین ؛

مادہ فانی ہے ؛

[ذیل کا اقتباس ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے اُس لیکچر میں سے لیا گیا ہے جو اُنہوں نے انجمن ہدایت اسلام آگرہ کے سالانہ جلسہ میں ایک بڑے مجمع کے سامنے پڑھا ۔ یہ لیکچر دیانندی مت اور فلسفہ جدید پر تھا اور بدر مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۲ء میں شائع ہو چکا ہے یہ سارا مضمون پڑھنے کے قابل ہے مگر چونکہ وہ بدر میں چھپ چکا ہے اس لیئے اُس کو یہاں پورا نقل کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مگر مادہ کے فنا کے بارے میں جس نئی علمی تحقیقات کا شاہ صاحب ممدوح نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے اسکو ناظرین کے فائدہ کے لیئے یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔ باقی مضمون ناظرین اخبار بدر میں ملاحظہ فرما دیں ؛]

آج سے قریباً دس سال تک پہلے اس دنیا کی ظاہری بناوٹ کے متعلق سب سائنس دانوں اور فلسفیوں کو اس امر پر اتفاق تھا کہ یہ ساری کائنات مادہ اور خلو سے بنی ہوئی ہے اور کہ یہ مادہ اپنی جگہ نہایت ہی چھوٹے چھوٹے نہ تقسیم ہو سکنے والے ذرّات سے مرکّب ہے جو کہ ۷۹ قسم کے پائے جاتے ہیں اور عنصر کہلاتے ہیں ہر ایک عنصر اپنی جگہ ایک علیحدہ ہستی ہے جس کے ذرّات یا ایٹم ایک خاص شکل اور خاص اوصاف اپنے اندر رکھتے ہیں نیز یہ بھی مانا گیا تھا کہ یہ ذرّات ہمیشہ سے اسی شکل میں اپنی صفات کے ساتھ جو اُن میں آج پائی جاتی ہیں موجود چلے آتے ہیں یعنی وہ ذرّات مادہ جن سے یہ ساری دنیا مرکب ہے ۔ غیر فانی اور غیر متبدل ہیں اور ہمیشہ سے اسی طرح موجود ہیں اور ہمیشہ تک اسی طرح موجود رہیں گے مذکورہ بالا خیال تھا کہ جو آج سے دس سال پہلے ساری علمی دنیا میں مانا جاتا تھا اور جو کہ ایک سو سال تک فلسفی دنیا میں حکمران رہا تھا ؛

اس گذشتہ فلسفہ کے بیان کرنے کے بعد ہم اب ذیل میں اُس تحقیقات کا نتیجہ تحریر

کرینگے۔ جو ان گذشتہ چند سالوں میں سائنس دانوں نے کی ہے اور اس حقیقت کو جو مادہ کے متعلق حال کے فلسفیوں اور سائنس دانوں کے خیال میں پایہ یقین تک درست ثابت ہو چکی ہے۔ مفصل طور پر بتائیں گے وما توفیقی الا باللہ۔

مصنف کتاب موسومہ ایوولیوشن دی ماسٹر کی اس کتاب کے صفحہ ۳۸ پر اقام فرماتے ہیں۔ کہ فلسفیوں اور عقلمندوں کے دنیا میں دو بڑے کام ہوتے ہیں۔ اوّل دنیا اور دنیا کی چیزوں کے حالات میں غور کر کے انکی اصل حقیقت اور ماہیت کو معلوم کرنا اور یہ سمجھنا کہ ان کی پیدائش کا اصل مُدعا کیا ہے۔ دوم۔ ان واقعات سے جو انکے مشاہدہ سے گذریں ایسے ایسے نتائج نکالنے کی کوشش کرنا جو انسان کے لیئے عملی رنگ میں مفید ثابت ہوں اور دنیا میں امن اور صلح قائم کر کے اس کی ترقی کا موجب ہو سکیں اس تحقیقات میں ہر ایک فلسفی کو کچھ نہ کچھ باتیں اصول موضوعی کے طور پر مان لینی پڑتی ہیں۔ اور عین اسی طرح جس طرح حساب میں فرض کر لیا جاتا ہے کہ نقطہ ایک ایسی چیز ہے جس کی نہ کوئی لمبائی ہو اور نہ چوڑائی اور نہ موٹائی اور اس سے آگے علم حساب کے مشکل سے مشکل مسائل کو حل کیا جاتا ہے اسی طرح فلاسفر چند امور اصول موضوعی کے رنگ میں مانکر انپر اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ پھر مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ جیسے اور فلسفی اپنے زمانہ کے معلومہ مسائل کو مان کر آگے تحقیقات شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح سپنسر نے بھی کیا۔ جو کہ اپنے زمانہ کا بڑا بھاری فلاسفر مانا گیا ہے۔ اور جس کے پیچھے لگ کے ہمارے بہت سے نوجوان اپنے مذاہب سے دست بردار ہو بیٹھے ہیں۔ سپنسر نے اپنی کتاب موسومہ فسٹ پرنسپلز میں ایک باب باندھا ہے۔ جس میں اس نے ثابت کیا ہے۔ کہ مادہ انادی ہے اور غیر فانی ہے اور لازوال ہے۔ مصنف آگے لکھتا ہے کہ سپنسر صاحب کا یہ خیال کہ مادہ غیر فانی ہے۔ گذشتہ چالیس سال کے سخت عقلی جدوجہد کا مقابلہ نہیں کر سکا اور آخر بالکل غلط ثابت ہوا ہے اور دنیا کو یہ ماننا پڑا ہے کہ مادہ فانی ہے اور اس کو بقا نہیں۔ لیکن اس خیال کی نسبت جو تقریباً سو سال تک دنیا میں حکمران رہا ہو۔ بغیر اس کے نشیب و فراز میں غور کرنے کے

یہ کہنا کہ گذر جاناکہ وہ اب متروک ہوگیا ہے۔ بالکل نامناسب ہے اس لیئے ہم ذیل میں اس امر پر بحث کرینگے اور دکھائینگے کہ کسطرح اس خیال کی غلطی کا انکشاف ریڈیم کی دھات کی ایجاد سے ہوا۔ آجکل یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوگیا ہے اور مشاہدہ اور تجربہ نے بتادیا ہے کہ اس تدریجی ترقی کی راہ میں جو ہم اس کائنات کے ہر شعبہ میں دیکھتے ہیں اور جس کی وجہ سے جو دنیا کی حالت آج نظر آتی ہے وہ اس سے ہزار سال پہلے نہ تھی۔ اس ترقی کی راہ میں مادہ صرف ایک منزل ہے۔ جوکہ دنیا کو طے کرنی پڑتی ہے۔ ایک زمانہ تھاکہ وہ مادہ جو ہم دیکھتے ہیں موجود نہ تھا۔ اور پھر ایک زمانہ ہوگا کہ وہ موجود نہ ہوگا یعنی مادہ فانی ہے اور اس کو بقا نہیں۔ ان خیالات کی بناء ریڈیم کی ایجاد نے رکھی۔ اس نے چند ایک خواص ظاہر کیئے جن کو انسان مشاہدہ کرسکتا ہے۔ چونکہ یہ بھی باقی عناصر مادہ کی طرح ایک عنصر ہے یعنی سونے چاندی۔ تانبا وغیرہ دھاتوں کی طرح یہ بھی ایک دھات ہے اس لیئے یہ ماننا پڑا کہ جو حقیقت یہ مادہ کی ثابت کرتی ہے وہ اصل ہے۔ اس لیئے مادہ کی حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیئے ہم اُن کیفیات کو پیش کرینگے۔ جوکہ ہم ریڈیم کی دھات میں مشاہدہ کرتے ہیں تاہم ساری مادی دنیا کی حقیقت کو خیال میں لاسکیں۔ واضح رہے کہ ریڈیم دھات کو اگر اس آلہ میں رکھ کر دیکھا جاوے جس کو سپکٹروسکوپ کہتے ہیں۔ تو اس میں ریڈیم سے روشنی کی کرنیں باہر کو اُڑتی نظر آئیں گی اور یہ حالت ریڈیم میں رات دن جاری رہتی ہے۔ یہ روشنی کی کرنیں کیا ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہؤا کہ یہ بجلی کی چنگاریاں ہیں۔ جوکہ متواتر ریڈیم سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور جن کے اس طرح نکلتے رہنے سے ریڈیم کے ایک حصّہ کو جوکہ مادہ کا ایک عنصر ہے۔ ہر آن ایک فنا سے گذرنا پڑتا ہے یعنی وہ جو مادہ تھا آہستہ آہستہ بجلی کی چنگاریاں بنجاتا اور فنا ہوکر بجلی کی شکل اختیار کرتا ہؤا کسی نامعلوم حالت میں چلا جاتا ہے۔ یعنی فنا ہوجاتا ہے۔

مذکورہ بالا نظارہ حال میں دو اور دھاتوں میں بھی نظر آیا ہے جنکو تھوریم اور یورینیم کہتے ہیں۔

یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ مادہ کی اصل حقیقت یہی ہے کہ اس کا ہر ایک عنصر نہایت ہی چھوٹی چھوٹی بجلی کی چنگاریوں سے بنا ہؤا ہے جس کا نام سائنس دانوں نے الیکٹران رکھا ہے۔ باالفاظ دیگر ریڈیم۔ تھوریم۔ یورینیم سونا۔ چاندی۔ سکہ۔ تانبہ وغیرہ کیا ہیں۔ صرف ان کو ڑہا

بلکہ یہ مہا چھوٹے چھوٹے بجلی کے ذرّات کا مجموعہ ہیں جن کو مختلف طرز پر ترتیب دینے سے ہر ایک عنصر پیدا کیا گیا ہے یعنی ان ذرات بجلی کو ایک ترتیب سے باندھنے سے ریڈیم بنائی گئی۔ اور دوسری طرز سے باندھنے سے سونا بنایا گیا۔ اور علیٰ ہذا القیاس۔ اور کران سب میں سے یہ ذرّات بجلی ہردم علیحدہ ہوتے رہتے ہیں کسی میں سے زیادہ تیزی کے ساتھ اور کسی میں سے کم رفتار کے ساتھ۔ اور اس طرح ہر آن ان کے فناء کا موجب ہوتے رہتے ہیں یعنی یہ ذرّات بھی جن سے مادہ مرکب ہے ہر دم منتشر ہوتے رہتے ہیں۔ یہانتک کہ مادہ مادہ نہیں رہتا بلکہ بجلی کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو کہ مادہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک طاقت ہے۔ پس مادہ کیا ہُوا بجلی کے ذرات کا مجموعہ۔ جبتک ان ذرّات کا آپسمیں رشتہ اور تعلق موجود مادہ موجود۔ جونہی کہ وہ تعلق ٹوٹ گیا۔ مادہ کا فناء ہوگیا اور یہ فنا جیسا کہ ریڈیم کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہر ہزارویں حصہ سکینڈ میں مادہ پر واقع ہوتا رہتا ہے اور یہ بجلی کے ذرّات کروڑ ہا میل فی سکینڈ کی رفتار سے بھی زیادہ مادہ سے جدا ہو کر کسی نامعلوم حالت کو چلے جاتے ہیں۔ اور مادہ کے فناء کا باعث ٹھہرتے ہیں۔ اگرچہ ان واقعات سے مادے کا فنا تو ثابت ہو گیا لیکن اس کے انادی ماننے والے اس جگہ یہ سوال پیش کر سکتے ہیں۔ کہ ہم ان چھوٹے چھوٹے ذرّات کو ہی جو باہر کو اڑتے ہیں۔ اور جن سے آج یہ سارا مادہ مرکب مانا جاتا ہے بجائے گذشتہ زمانے کے ایٹم کے لاتبدیل خیال کر سکتے ہیں۔ اور اسی طرح مادہ پھر بھی غیر فانی ہی ٹھہرتا ہے۔ اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر مزید تحقیقات کچھ اور نہ ثابت کر دیتی۔ تو صرف مذکورہ بالا واقعات کی بناء پر مادے کے غیر فانی ہونے کا مسئلہ پورے طور پر غلط نہ ٹھہرتا۔ لیکن موجودہ تجربے نے کھُلے کھُلے طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ الیکٹران یا بجلی کے ذرّات جو انتہائی حصہ مادی کا یقین کیئے جاتے ہیں۔ مادے کی تعریف میں نہیں آ سکتے اور وہ مادہ نہیں ہیں بلکہ طاقت ہیں۔ پس موجودہ تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ یہ ساری کائنات مادی۔ جس سے یہ سورج۔ زمین۔ چاند سیارے۔ معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات اور انسان بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ حقیقت میں سوائے بجلی کی مختلف صورتوں کے اور کچھ نہیں یعنی یہ سارے کا سارا نظارہ ایک برقی منظر ہے جس کے ذرّات کو مختلف طور پر ترکیب دینے سے مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ کہیں وہ سونا ہے کہیں

انسان جس میں ہم سب یہاں موجود نظر آتے ہیں۔ یعنی ہم سارے کا سارا گروہ جو یہاں موجود ہیں۔ اور یہ ساری کائنات جس میں ہم موجود نظر آتے ہیں۔ کیا ہیں ذرات بجلی کا ایک مجموعہ جنکا اجتماع ہمارے بقاء کا موجب ہوتا ہے۔ اور جن کا انتشار ہمارے فناء کا۔ اور اب جب مادہ بجلی کی ایک صورت مان لیا گیا۔ تو پھر ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اچھا مادہ کا فنا تو مان لیا۔ لیکن اس بجلی کو تو بقاء ہے جس سے یہ مادہ بنا۔ اس اعتراض کا جواب اصل تو یہی ہے کہ مادہ اور بجلی دو مختلف مانی ہوئی چیزیں ہیں۔ جب مادہ مادہ نہ رہا۔ پھر خواہ وہ کچھ ہے اسکو تو فناء ہوگیا۔ وہ موجودہ شکل میں جس میں روحوں کا ادخال آہیں مانا جاتا ہے۔ تو موجود نہ رہا اور اس کا انادی ہونا غلط ثابت ہوگیا۔ وہ تو اس قابل نہ رہا کہ اس صورت اور ہیئت میں اسے انادی مان لیا جاوے۔ انادی ہونا تو کجا وہ سیکنڈ کے پیچھے میں بھی ایک فناء سے گذرتا ہے۔ دوسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ ان بجلی کے ذرات کو بھی آخر بقا نہیں کیونکہ مشاہدہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے جُدا ہوکر کسی نامعلوم حالت کو جاتے ہیں۔ جہاں جاکر وہ تباہ ہو جاتے ہیں اور انپر بھی اس طرح فنا طاری ہوجاتی ہے۔ اس امر کو سمجھنے کے لیئے کہ وہ نامعلوم حالت کیا ہے اور کس طرح وہاں اُنکو فنا ہوتی ہے ضروری ہے کہ ہم سرسری طور پر ان توانین کو سمجھ لیں جو بجلی میں کام کرتے ہیں کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان اور ثابت کیا گیا ہے وہ ذرات جن سے مادہ بنتا ہے بجلی کے ذرات ہیں۔ سو واضح رہے کہ اگر ہم ایک ریشمی رومال اور ایک شیشے کا رُول لیں اور انکو بنظر غور دیکھیں۔ تو وہاں ہم کو کوئی بجلی نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر ان ہر دو کو آپسمیں زور سے رگڑیں اور پھر دیکھیں۔ تو ہر دو پر ہم کو بجلی معلوم ہوتی ہے یعنی وہ طاقت جو انکو آپسمیں رگڑنے سے خرچ ہوئی بجلی بنجاتی ہے۔ اور پھر وہ بجلی شیشہ پر ایک قسم کی ہوتی ہے۔ اور ریشمی رومال پر دوسری قسم کی۔ ایک قسم کی بجلی کو مثبت اور دوسری قسم کو منفی کہا جاتا ہے۔ تجربہ نے یہ بتایا ہے کہ مثبت قسم کی بجلی کے ذرّات ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور منفی قسم کے ذرّات منفی قسم کی بجلی کے ذرّات سے علیحدہ رہنے کی۔ لیکن یہ ہر دو مخالف قسم کی بجلیوں کے ذرات آپسمیں ہمیشہ ملنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور جب کبھی مثبت قسم کے بجلی کے ذرّات منفی قسم کی بجلی کے ذرّات سے ملتے ہیں تو

پھر وہ بجلی نہیں رہتے۔ بلکہ وہ طاقت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو کہ انکی پیدائش کی موجب ہوئی تھی۔
اس قانون کے سمجھنے کے بعد واضح ہو۔ کہ یہی حالت ان بجلی کے ذرّات کی ہے
جن سے مادہ مرکب ہے بعض ذرّات مادہ کو اگر منفی جسم کے مانا جاوے اور بعض کو مثبت کے۔
تو یہ جانتے ہوئے کہ ریڈیم ایک ہی قسم کے ذرّات بجلی سے بنی ہوئی ہونی چاہیئے۔ یہ سمجھنا
کہ کیوں اس کے ذرّات ہمیشہ باہر کو اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں کوئی مشکل امر نہیں رہتا کیونکہ
وہ ذرّات ایک ہی قسم کے ہیں اس لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہمجنسوں سے علیحدہ ہونے
کی کوشش کرتے رہیں۔ اور چونکہ مخالف قسم کے ذرّات بجلی ہر دم انکو اپنی طرف کھینچتے رہتے
ہیں اس لیئے یہی ضروری ہے کہ وہ باہر کو اڑتے ہوئے نظر آویں ؛

اور یہ جو پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے علیحدہ ہو کر کوئی نامعلوم حالت اختیار کر لیتے
ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ جب وہ اپنے ہمجنسوں یا اپنی قسم کے ذرّات بجلی سے علیحدہ ہو جاتے
ہیں۔ تو پھر مخالف قسم کے ذرّات بجلی سے جا ملتے ہیں اور خود بھی فنا ہو جاتے ہیں اور اپنے
مخالف قسم کے ذرّات بجلی کو بھی فنا کر دیتے ہیں یعنی دونوں بجلی نہیں رہتے اور فنا ہو جاتے
ہیں اور ایک اور نامعلوم چیز میں جاتے ہیں جو نہ مادہ ہوتی ہے اور نہ بجلی بلکہ ایک نئی چیز۔ وہ
نامعلوم چیز وہ طاقت ہے۔ جو انکی پیدائش کا موجب ہوئی تھی۔ پس اس تحقیقات نے ثابت کر دیا
کہ مادہ کو ہر دم فنا ہے اور کہ مادہ کے فناء کا نتیجہ بجلی ہوتا ہے۔ اور پھر بجلی کو بھی بقا نہیں بلکہ وہ
بھی فناء ہو جاتی ہے۔ پس مادہ کیا ہے عارضی رشتہ ہے ذرّات بجلی کا۔ جو کہ ارادہ الٰہیہ کے
ماتحت اسی دست قدرت کی طاقتوں کے ذریعہ پیدا کیا جاتا ہے۔ جونہی کہ وہ رشتے ذرات بجلی کے
قطع ہو جاتے ہیں۔ مادہ کا فنا ہو جاتا ہے۔ غرض جہانتک مادہ کا تعلق تھا اس کا فنا ثابت ہو گیا؛

سنہری اصل

مسیحی صاحبان اکثر ہمیں سنایا کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو تعلیم موجود ہے وہ الہامی نہیں
بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کو مذہبی سرچشموں سے اخذ کیا ۔ انکے اس اعتراض کا

جواب بفضلہٖ تعالیٰ اسی رسالہ میں دیا جا چکا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ جو قوم بڑھ بڑھ کر قرآن شریف پر یہ اعتراض کرتی ہے وہ خود ایک ایسے مذہب کی پیرو ہے جس کے سارے اصول اور ساری تعلیم دوسری قوموں دیگر مذاہب اور غیر اشخاص کا مسروقہ مال ہے۔ یہ ہمیں کہتے ہیں کہ تمھاری آنکھ میں تنکا ہے مگر انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ جو خود شیشے کے بنے مکانوں میں رہتے ہوں انہیں مناسب نہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کی طرف پتھر پھینکیں۔ یسوع مسیح کی جس تعلیم پر مسیحیوں کو بڑا ناز ہے اور جس کو وہ بے نظیر بیان کرتے ہیں اس کے متعلق آجتک یہودی رو رہے ہیں کہ یہ سب ہمارے گھر کا مال ہے جو ہماری مقدس کتابوں اور ہمارے بزرگوں کی تعلیم میں سے چرا لیا گیا ہے۔ وہ مسیح کی تعلیم کا ایک ایک فقرہ اپنی کتابوں میں سے نکالکر دکھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں یسوع مسیح کی مشہور دعا کا ذکر کرتا ہوں جس کو مسیحی صاحبان خداوند کی دعا کہا کرتے ہیں یہ ساری کی ساری دعا یہودیوں کی مقدس کتاب کادیش میں موجود ہے۔ یہودیوں میں یسوع مسیح کے زمانہ کے قریب مسیح سے پہلے ایسے مصلح پیدا ہو چکے تھے جن کی تعلیم بعینہٖ وہی تھی جو مسیح نے دی۔ ان مصلحین میں ایک شخص جو خصوصاً قابل تذکرہ ہے اور جس کو مسیح کا استاد کہنا بیجا نہ ہوگا وہ ہلل ہے یہ اسرائیلی بزرگ سنہ ۱۰ ع میں فوت ہوا۔ اور مسیح کے جس فقرہ کو مسیحی صاحبان سنہری اصل کہا کرتے ہیں اور جس کو مسیح کی تعلیم کا گل سرسبد بیان کیا جاتا ہے۔ یہ فقرہ یسوع مسیح نے اسی فاضل سے اخذ کیا۔ اسی طرح یسوع مسیح نے حلم۔ صلحکاری اور محبت کے بارے میں جو تعلیم دی اس تعلیم کا بھی مسیح سے پہلے ہلل نے ہی یہودیوں میں وعظ کیا اور اسکی تعلیم عام لوگوں میں شائع ہو چکی تھی۔ یسوع مسیح اس تعلیم کا بانی نہیں ہے اور مسیحی صاحبان جو مسیح کی اس تعلیم پر بہت فخر کیا کرتے ہیں انکا فخر بالکل بیہودہ ہے کیونکہ اگر یہ تعلیم قابل فخر ہے تو اس فخر کا حق یسوع کو نہیں پہنچتا بلکہ ہلل اس فخر کا حقدار ہے کیونکہ مسیح سے پہلے وہ اس تعلیم کی یہود میں اشاعت کر چکا تھا۔ اور ہلل کو نہ صرف سابق ہونے کا فخر حاصل ہے بلکہ اس میں ایک اور فضیلت بھی پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس تعلیم کا وہ وعظ کرتا تھا اُسپر خود بھی کاربند تھا اور اسکا قول اُسکے عمل کے مطابق تھا مگر جب اناجیل مروجہ پر نظر

کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کا عملدرآمد اپنے وعظ و نصیحت کے مطابق نہ تھا۔
ہِلّل جو ہیرودیس کے عہد میں یروشلم میں رہتا تھا۔ اُسکی جائے پیدائش بابل تھی مگر وہ
عنفوانِ جوانی میں یروشلم چلا آیا اور بڑی عمر تک زندہ رہا۔ ۴۰ سال اُس نے علم کی تحصیل میں
صرف کیئے اور اپنی عمر کے آخری ۴۰ سال میں وہ اسرائیلی قوم کی روحانی تربیت میں
مصروف رہا اور یہودیوں میں وہ امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ اُس کی تعلیم میں جو خاص بات تھی
وہ صلح اور امن کی تعلیم تھی۔ اور اُس کے ذاتی چال چلن کی بڑی خصوصیت حلم اور صلحکاری
تھی اُسکی طبیعت ایسی حلیم اور سلیم تھی کہ لوگوں میں اُس کا حلم بطور مثال کے مشہور ہو گیا
چنانچہ یہود میں ایک مثال ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "آدمی کو ہمیشہ ہلّل کی طرح حلیم اور
بردبار ہونا چاہیئے اور شمّائی کی طرح گرم مزاج نہیں ہونا چاہیئے"۔ (شمّائی ہلّل کا مخالف تھا)
جیوئش انسائیکلوپیڈیا کے لائق مصنّف لکھتے ہیں "ہلّل کی حلیم اور بردبار طبیعت کی
تشریح ایک واقعہ سے اچھی طرح ہوتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ دو آدمیوں نے باہم
اس امر پر شرط باندھی کہ ہلّل غضب میں آسکتا ہے یا نہیں۔ انہوں نے اُس کو بہت
بھڑکانے کی کوشش کی اور اُسکے بابلی الاصل ہونے پر اُسکو طعنہ بھی دیا مگر وہ اپنی
کوشش میں کامیاب نہ ہوئے"۔ ہلّل کی نسبت مشہور ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میرا حلم میری بڑائی ہے
اور میری بڑائی میرا حلم ہے۔ ہلّل کا قول ہے کہ ہمیں امن پسندی، خلقِ خدا کی محبت اور دنیا
کو شریعت کی تعلیم دینے میں حضرت ہارون علیہ السلام کے نمونہ پر چلنا چاہیئے۔ جیوئش
انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے "ہلّل کے مذہب میں نوعِ انسان سے محبت کرنا تمام اسرائیلی
تعلیم کا مغز اور خلاصہ تھا۔ ایک دفعہ ایک غیر یہودی شخص نے جو یہودی مذہب اختیار
کرنا چاہتا تھا ہلّل سے سوال کیا کہ مجھے یہودی مذہب کا خلاصہ چند لفظوں میں بتا دو۔
ہلّل نے جواب دیا یہودی مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بات تجھے خود ناپسند ہے وہ تجھے
دوسرے نوعِ انسانوں سے بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ شریعت کا اصل ہے باقی سب اسکی
تفسیر ہے۔ اس طرح ہلّل نے اسرائیلی مذہب کا اصل الاصول اُس تعلیم کو قرار دیا جو کتاب
احبار باب ۱۹ ورس ۱۸ میں لکھی ہے اور وہ تعلیم اس طرح ہے "تو اپنی قوم کے فرزندوں

سے بدلا مت لے اور نہ اُن کی طرف سے کینہ رکھ بلکہ تو اپنے بھائی کو اپنی مانند پیار کر میں خداوند ہوں۔"

یہی تعلیم پولوس نے دی جو ہلل کے پوتے گیملیل کا شاگرد تھا۔ ملاحظہ ہو گلیتیوں باب ۵ ورس ۱۴۔ رومیوں باب ۱۳ ورس ۸ اور اسی تعلیم کا وعظ یسوع نے کیا جبکہ اُس نے بیان کیا کہ اپنے پڑوسی سے محبت کرنا دوسرا بڑا حکم ہے جبکہ خدائے تعالیٰ سے محبت کرنا پہلا حکم ہے۔

اس بات کے ماننے میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ کہ جو جواب ہلل نے اس نو مرید کو دیا اور جو اب تک بابلی تالمود میں موجود ہے وہ فلسطین میں عام طور پر شہرت رکھتا تھا اور مسیحی مذہب کے بانی پر اُس کا ضرور اثر ہوا۔" یعنی یسوع نے اپنا سنہری اصل ہلل کے قول سے ہی اخذ کیا۔

سنہری اصل کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے نیو یارک امریکہ کا اخبار ٹروتھ سیکر لکھتا ہے۔ "سنہری اصل کا اصلی منبع درحقیقت غیر اسرائیلی لوگ ہیں اگرچہ ہلل یہودی بھی اس اصل سے آگاہی رکھتا تھا جو سنہ ۱۰ عیسوی میں فوت ہوا۔

ڈبلیو سٹوارٹ اپنی کتاب گاڈ اینڈ ہز بک میں میور کی کتاب ریلجس اینڈ مارل سٹیٹمنٹس فرام سنسکرت رائٹرس (سنسکرت مصنفین کے مذہبی و اخلاقی خیالات) کے حوالہ سے ہندوؤں کی ایک پُرانی کتاب پنچاتنتر میں سے مندرجہ ذیل قول نقل کرتا ہے "دوسروں سے ایسا سلوک نہ کر جو تجھے اپنے لیئے قابل نفرت معلوم ہوتا ہے۔"

مسیح سے پانسو (۵۰۰) سال پہلے کانفیوشس کے زمانہ میں یہ قاعدہ مندرجہ ذیل شکل میں مشہور تھا اور کانفیوشس نے ..... تا ہی او کے چوبیسویں (۲۴) پند میں اسکو لکھا ہے "دوسرے آدمی سے وہی سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ کرے اور دوسرے آدمی سے ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے لیئے پسند نہیں کرتے۔"

جب وُو ٹنگ فنگ (جو کہ چینی مدبرانِ ملک میں ایک مشہور شخص ہے) چند سال ہوئے نیو یارک میں آیا تو اس نے ایک لیکچر میں بیان کیا کہ جس کو تم لوگ سنہری اصل کہتے ہو وہ ہمارے

ملک میں عام طور پر ایسے لوگوں میں مشہور ہے جو کہ مسیحیت کے نام سے بھی ناآشنا ہیں اور وہ اس قاعدہ کو ایسا ہی اچھی طرح جانتے ہیں جیسا کہ تم لوگ جانتے ہو۔

میکسمولر نے رگ وید کا ترجمہ کرتے ہوئے اس قاعدہ کو رگ وید میں پایا اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جو تمام محققوں کے نزدیک پرانے عہدنامہ سے بھی زیادہ پرانی ہے۔

سنہری اصل کے ینابیع کی تلاش کرنیوالوں نے اس کے سرچشموں کی مندرجہ ذیل فہرست تیار کی ہے۔

(۱) کانفیوشس کا سنہری اصل ۵۰۰ سال قبل مسیح "دوسرے آدمی سے ایسا سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کرے۔ اور دوسرے آدمی سے ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے لیئے پسند نہیں کرتے۔ تجھے صرف اس قاعدہ کی ضرورت ہے۔ یہ باقی تمام قواعد کی بنیاد ہے"۔

(۲) ارسطو کا سنہری اصل ۳۸۵ سال قبل مسیح۔ "ہمیں دوسروں سے ایسا برتاؤ کرنا چاہیئے جیسا ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ برتاؤ کریں"۔

(۳) پٹےکس کا سنہری اصل ۶۵۰ سال قبل مسیح "اپنے پڑوسی کے متعلق کوئی ایسا کام نہ کرو جو تم خود اس کی طرف سے برا مناؤ گے"۔

(۴) یونانی حکیم تھےلیز کا سنہری اصل ۴۶۴ سال قبل مسیح "ایسا کام کرنے سے پرہیز کرو جس کی وجہ سے تم دوسروں کو ملامت کرو گے"۔

(۵) سقراط کا سنہری اصل ۳۹۹ سال قبل مسیح۔ "دوسروں کے متعلق ایسا کام کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں"۔

(۶) یونانی حکیم ارس ٹیس کا سنہری اصل ۳۶۵ سال قبل مسیح "باہم ایکدوسرے کے ساتھ فیاضی کرو۔ اس سے تم دوسرے کی بھلائی کے ایسے ہی خواہشمند ہو گے جیسے اپنی بھلائی کے"۔

(۷) فیثاغورس کے پیرو سیکس ٹس کا سنہری اصل ۴۰۶ سال قبل مسیح "جیسا تم چاہتے ہو کہ تمہارے پڑوسی تمہارے حق میں ہوں ویسا ہی تم انکے حق میں ہو"۔

(۸) ہلّل کا سنہری اصل ۵۰ سال قبل مسیح "جس بات کو تم خود ناپسند کرتے ہو وہ اپنے بنی نوع انسانوں سے نہ کرو"۔

اخبار ٹروتھ سیکر سنہری اصل کے مندرجہ بالا آٹھ

ماہوار رپورٹ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جون ۱۹۱۲ء

ایک لاکھ کی تحریک

میں دیکھتا ہوں کہ چندہ تعمیر کی فہرستیں آنے کی رفتار کچھ نرم پڑ گئی ہے۔ حالانکہ وقت تنگ اور کام بہت ہے۔ اور اگر ہمت اور اخلاص سے کام نہ لیا گیا تو کام میں تاخیر ہو جاوے گی بلکہ اس کے لیئے ضرورت ہے کہ اوّل مستعدی سے فہرستیں تیار کریں پھر اس سے زیادہ مستعدی سے روپیہ وصول کر کے بھجوایا جاوے۔ یہ کام تو خدا نے کرنے ہی ہیں اور ہو کر ہی رہیں گے مگر خدا کرے کہ ان میں کوشش کرنے والے اور حصہ لینے والے ہم ہی ہوں۔ آپ لوگ دیکھ لیں گے کہ جیسے خدا کے فضل سے جنگل میں بورڈنگ کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہو گئی ویسے ہی انشاء اللہ یہ عمارت بھی تیار ہو جاوے گی۔ آپ لوگوں کو اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیئے۔ اور جہاں فہرستیں تیار نہیں ہوئی گئی ہیں وہاں جلد تیار کر کے بھیجی جاویں اور جہاں تیار ہو گئی ہیں وہاں وصولی روپیہ کا باقاعدہ کام ہوتے رہنا چاہیئے۔ ماہ جون میں چندہ تعمیر کا جو روپیہ آیا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ امر کسقدر افسوس سے دیکھا جاوے گا کہ بجائے اس کے کہ جون میں مئی کی نسبت رفتار تیز ہوتی اس ماہ میں گذشتہ ماہ کے دو تہائی سے بھی کم روپیہ آیا۔

نام معطی	رقم	نام معطی	رقم
سید نادر علی شاہ صاحب سب رجسٹرار چکوال	۸/	اہلیہ سید حسن شاہ صاحب معرفت سید محمد اشرف صاحب ہیڈ کلرک انسپکٹر مدارس راولپنڈی	ـــہ ۱۰/
محمد الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن امپریل سروس الور	صہ/	جماعت مردان	ـــہ ۱۳/
جماعت قادیان معرفت دفتر سکرٹری وغیرہ	للعصہ ۳/	چودھری احمد الدین صاحب گجرات	صہ/
سید تاج شاہ صاحب صوبیدار موضع گھیڑ	عـہ	ڈاکٹر سید جلال صاحب براہ افریقہ	صـہ/
بابو عطاء اللہ صاحب ریلوے گارڈ ملک وال	عمـہ	مولوی محمد حسین صاحب رجیت پور	ـے/
احمد حسین سپاہی	عہ/	مرزا علی بخش صاحب	عہ/
منشی عنایت علی خانصاحب قانونگوے مردان پور پٹیالہ	عـہ	منشی کریم اللہ صاحب مہاراج باغ ناگپور	صہ/
میاں بہادر علی صاحب	عہ/	جماعت بہاول پور	عہ/

نیاز احمد صاحب کمپونڈر پاک پٹن	لعہ	جماعت گوجرانوالہ	لعہ
جماعت رسول پور ضلع گجرات	صعہ	جماعت دلاور پور مونگیر	عہ
جماعت چکوال ضلع جہلم	ما ر	جماعت میانوالی معرفت ڈاکٹر	
محمد سعید صاحب بھاگلپور	عہ	بشارت احمد صاحب	ا صہ
نقیر شاہ صاحب کانپور	صہ	میزان کل	
منشی عبدالرحمن صاحب دیوبہ پٹیالہ	ے	۳ - ۲ - ۲۸۷۳	

ایسا ہی وعدہ چندہ تعمیر کی جو فہرستیں تیار ہو کر پہنچی ہیں وہ بھی ذیل میں درج کی جاتی ہیں *

فہرست وعدہ چندہ تعمیر مدرسہ ہائی انجمن احمدیہ پشاور

(۱) عبداللہ خان صاحب ما ر (۲) شیخ فضل الٰہی صاحب صہ (۳) مرزا عبداللہ خان صاحب صعہ (۴) مرزا دلاور خان صاحب صہ (۵) قاضی محمد یوسف صاحب صہ (۶) میاں امام دین صاحب صمہ ر (۷) مرزا رمضان علی صاحب صعہ (۸) صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب صعہ (۹) عبدالمنان صاحب عہ (۱۰) بابو فیروزالدین صاحب نامعلوم (۱۱) مرزا نذر علی صاحب صہ (۱۲) بابو نصرت علی صاحب صہ (۱۳) بابو فضل کریم صاحب عہ (۱۴) ڈاکٹر حسن علی صاحب صہ (۱۵) ڈاکٹر محمد دین صاحب صہ (۱۶) شیخ مشتاق حسین صاحب ما (۱۷) آغا لعل شاہ صاحب للعہ (۱۸) محمد آصف خان صاحب عہ (۱۹) مولوی محمد علی صاحب صمہ ر (۲۰) مستری میاں محمد علی صاحب للعہ ر (۲۱) نذر احمد صاحب صمہ ر (۲۲) نور احمد صاحب عاً ر (۲۳) میاں غلام محی الدین عبدالسلام صہ ر (۲۴) حیات گل صاحب صمہ ر (۲۵) فضل قادر صاحب صمہ ر (۲۶) محمد ایوب صاحب صہ (۲۷) احمد گل صاحب عاً ر (۲۸) جمعدار اللہ صاحب صمہ ر (۲۹) میاں پیر محمد صاحب عاً ر (۳۰) یوسف علی صاحب صہ (۳۱) محمد جان صاحب عہ (۳۲) محمد شریف خان شیخ محمد صاحب عہ ر (۳۳) سید لعل شاہ صاحب جگر عہ ر (۳۴) میاں محمد صاحب صمہ ر (۳۵) پیر مد ثر شاہ صاحب عہ ر (۳۶) میاں محمد زمان صاحب صمہ ر (۳۷) خان صاحب مولوی غلام حسن صاحب ما ر (۳۸) عبدالکریم خان صاحب عہ (۳۹) شیخ ہدایت اللہ صاحب عہ (۴۰) ڈاکٹر نور الحسن صاحب ما ر (۴۲) منشی گلاب خان صاحب صعہ (۴۳) شیخ احمد علی صاحب لعہ (۴۴) شیر جنگ صمہ (۴۵) بابو غلام رسول صاحب صہ (۴۶) جمال دین صاحب عہ ر

میزان کل الما عہ

فہرست چندہ موعودہ تعمیر فنڈ مدرسہ انجمن احمدیہ فیروز پور

(۱) منشی فرزند علی صاحب ۲۵۰ روپے (۲) اہلیہ صاحبہ منشی فرزند علی صاحب دس روپے (۳) منشی محمد فاضل صاحب ۳۵ روپے (۴) منشی اللہ بخش صاحب ۳۰ روپے (۵) منشی علی بخش صاحب ۴۰ روپے (۶) مرزا ناصر علی صاحب ۲۵۰ روپے (۷) منشی عبد الحمید صاحب ۳۰ روپے (۸) منشی افتخار الدین صاحب ۲۵ روپے (۹) بابو محمد حفیظ صاحب ۶۰ روپے (۱۰) سید محمد شاہنواز صاحب [illegible] ۱۷ روپے (۱۱) منشی محمد صدیق صاحب ۱۵ روپے (۱۲) منشی محمد نواز صاحب ۹ روپے (۱۳) منشی عبد اللہ خاں صاحب ۸ روپے (۱۴) منشی ننھے خاں صاحب ۱۰ روپے (۱۵) منشی محمد خاں صاحب ۱۵ روپے (۱۶) منشی محمد اسمٰعیل صاحب ۵۵ روپے (۱۷) بابو الٰہی بخش صاحب ۴۱ روپے (۱۸) میاں غلام رسول صاحب ۱۵۰ روپے (۱۹) شیخ محمد صادق صاحب ۶۰ روپے (۲۰) چودھری فتح محمد صاحب ۱۰۰ روپے (۲۱) شیخ دیوان احمد صاحب ۱۶ روپے (۲۲) شیخ دین محمد صاحب ۸ روپے (۲۳) سید علی احمد صاحب ۸ روپے (۲۴) منشی غلام محی الدین صاحب ۲۵ روپے (۲۵) میاں عبد الکریم صاحب ۱ روپے ۔ کل میزان [illegible]

فہرست وعدہ چندہ تعمیر مدرسہ ہائی۔ انجمن احمدیہ ملتان

میاں اللہ بخش صاحب [illegible] مولوی بدر الدین صاحب مدرس [illegible] اہلیہ مولوی بدر الدین صاحب [illegible] مولوی الٰہی بخش صاحب [illegible] میاں نور محمد صاحب [illegible] منشی سربلند صاحب [illegible] میاں عبد اللہ صاحب [illegible] میاں کریم بخش صاحب [illegible] میاں محمد یار صاحب [illegible] منشی مہر الدین صاحب [illegible] منشی گوہر علی صاحب [illegible] کل میزان [illegible]

فہرست وعدہ چندہ تعمیر مدرسہ ہائی۔ انجمن احمدیہ ہانگ کانگ

ملک چین

غلام مجتبیٰ صاحب ۵۱ ڈالر۔ الٰہی بخش صاحب ۲۸ ڈالر۔ فتح محمد صاحب ۲۵ ڈالر۔ محمد یوسف صاحب ۲۳ ڈالر

محمد شریف صاحب ۲۶ ڈالر

غلام محمد صاحب مدرس ہمبران ضلع لدھیانہ تنخواہ [illegible] وعدہ [illegible]

فہرست موعودہ چندہ تعمیر منجانب جماعت ٹیری ضلع کوہاٹ

شیخ نور گل صاحب عہ شیخ عجب گل صاحب عہ ۔ شیخ نور محمد صاحب عہ ۔ حضرت مولنا مولوی صاحب احمد گل سے ۔ مولوی حبیب اللہ صاحب عہ ۔ نور شیخ عا شیخ جا عہ ۔ شیر زمان عہ ۔ عبدالستار عا ۔

محمد صغیر صاحب احمدی ساکن ڈنگہ عہ ۔ حافظ کرم الدین صاحب احمدی ساکن ڈنگہ عہ ۔ نورالدین صاحب احمدی ساکن ڈنگہ عہ ۔

اس کے بعد حسب معمول صیغوں کی رپورٹ درج کی جاتی ہے ۔

۱۔ **صیغہ یتامیٰ** ۔ ماہ جون کے اخیر اس مد کا قرضہ اتر گیا ہے ۔ اور اب اس بات کی ضرورت ہے کہ احباب یتامیٰ کے اخراجات کا خیال رکھیں تا آئندہ قرضہ نہ ہونے پائے ۔ اس ماہ میں ذیل کی رقوم دس یا اس سے زائد پہنچی ہیں اور باقی رقوم دس کے اندر اندر ہیں حاجی امیر دین صاحب لدھیانہ عہ ۔ جماعت گجرات صہ ۔ حیات محمد آباد کار چک عہ سرگودہ عہ ۔ نواب محمد علی خان صاحب عہ ۔ مولوی غلام حسین صاحب بھیرہ یک صد روپیہ ۔ جماعت فیروز پور عہ ۔ جماعت لاہور عہ ۔ میاں محمد صاحب معرفت اختر علی صاحب انسپکٹر عہ بابو امام الدین صاحب پنشنر سب اوورسیر بھیرہ صہ ۔ مستری بہادر معرفت بابو امام الدین صاحب عہ ۔

۲۔ **صیغہ زکوٰۃ** ۔ اس ماہ زکوٰۃ کی آمد عہ اور خرچ عہ ہے ۔ اور مدت سے یہی رفتار آمد و خرچ کی چلی آرہی ہے ۔ ذی استطاعت احباب کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے ۔ کہ جن کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنی ہو وہ بجائے اپنی اپنی جگہ علیحدہ علیحدہ خرچ کرنیکے یہاں زکوٰۃ کا روپیہ بھجوایا کریں ۔ تا جو ضروری اخراجات نومسلموں ۔ مساکین اور مسافروں کی امداد کیلیئے کیئے جاتے ہیں وہ پورے ہوتے رہیں ۔ بہ نسبت باہر کے یہاں یہ روپیہ برمحل اور مستحقین کو دیا جاتا ہے ۔ اس کے متعلق سکرٹری صاحبان بیرونی انجمنہائے کیخدمت میں علیحدہ سرکلر بھی بھیجا جائیگا ۔ امید کیجاتی ہے کہ انشاء اللہ توجہ سے کام لیا جاوے گا ۔

۳- صیغہ اشاعت اسلام- ماہ جون کے آخر خریداران ریویو اُردو میں ۲۲ کی انگریزی اور تفسیر القرآن میں ایک ایک کی بیشی ہوئی۔ جماعت فیروز پور نے ۱۴ اور میاں غلام محمد صاحب ساکن موضع کھگہ ضلع ملتان نے ۵ نئے خریدار دیئے۔

۴- صیغہ تعلیم- آمد ۱۳۰۲-۵-۰ اور بالمقابل خرچ ۹۴۱-۱۳-۰ ہُوا- تعداد طلباء ہائی سکول ۳۲۲ گرلز سکول ۴۵- فیض اللہ چک ۵۶ اور تلونڈی اندازاً ۶۰ ہے بورڈر ۱۵۰ ہیں گذشتہ ماہ سے ترقی ہے- امتحان انٹرنس میں ۱۹ میں سے ۱۰ طلباء کامیاب ہوئے ایک زیر تجویز ہے- آمد میں بذریعہ چندہ سا عہ کی رقم آئی۔

۵- دفتر محاسب- انجمن کی ہر ایک قسم کی آمد اس ماہ میں ۱۲۷۷-۵-۷ ہوئی اور خرچ ۸۱۹۱-۶-۹ ہُوا- ماہ رجب میں جیسے امید زکوٰۃ کے آنے کی تھی اسقدر نہیں آئی- اور چندہ تعمیر کا روپیہ بھی گذشتہ ماہ سے کم آیا ہے- احباب توجہ کریں۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

صراط مستقیم- یہ وہ لیکچر ہے جو جناب مفتی محمد دین صاحب وکیل گجرات نے ۵- اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر دیا- چونکہ یہ لیکچر حاضرین میں بہت مقبول ہُوا اس لئے احباب کے استدعا پر جناب مفتی محمد دین صاحب نے اس کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا ہے اس رسالہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف آیات قرآنی کے ذریعہ یہ دکھایا گیا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے- اُس کے حصول کے طریق کیا ہیں اور اس کی پیروی سے کیا فوائد مترتب ہوتے ہیں- آخر میں خلافت کو صراط مستقیم کا نتیجہ ثابت کیا ہے اور مسلمانوں کو اُنکے ظاہری اور باطنی زوال کی طرف متوجہ کیا ہے بدر لکھتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کتاب کی نسبت فرمایا ہے کہ ”بہت ہی عمدہ ہے- بہت ہی پسندیدہ ہے آیات قرآنی سے مدلّل ہے- البتہ اس کتاب میں شیطان سے جو مراد ملکہ فطری لیا گیا ہے یہ بات کتاب اللہ- قول رسولؐ اور اقوال ائمہ سے ثابت نہیں“ ملنے کا پتہ شیخ غلام رسول صاحب جنرل مرچنٹ گجرات- قیمت فی نسخہ ۲ر

Reg. No. 303

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو سنہ ۱۸۹۶ء جلسہ مذاہب مہوتسو میں چار یا پانچہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا۔ اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے انکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جن سے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کر سکے گا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنیکے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانیکی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت مآب صلعم کی صداقت بیان کیگئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں یہ ایک ایسا مضمون ہے جسمیں مکمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کیگئی ہے اسلیئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِ نظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اسکی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کیگئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کیلیئے بھی منگوالی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلیئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کر کے اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں

قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی عہ اور بیجلد کی ۱۲؍ علاوہ محصولڈاک۔ جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں۔

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۲ء ۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۰ ھجری | نمبر ۸

چندہ سالانہ

عوام [illegible] غربا طلباء [illegible]

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیحیوں کا آنیوالا مسیح

مسلمانوں میں بے شک بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو ایک خونی مہدی کی انتظار میں لگے ہوئے ہیں اور خود ہندوستان کے کئی مولوی اور درویش خود بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک مہدی پیدا ہوگا جو تلوار کے ساتھ روئے زمین کے تمام کفار کو قتل کرے گا اور صرف ایسے لوگ ہی اُس کی اور اُس کے جرنیلوں کی تلوار کی ضرب سے بچیں گے جو اپنی جانوں کو بچانے کے لیئے اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اُس کی تلوار نہ صرف عام کفار پر چلیگی بلکہ دنیا کی جسقدر غیر مسلم سلطنتیں ہیں اُن کے بادشاہ بھی پابہ زنجیر اُس مہدی کے سامنے لائے جائیں گے اور جب سے کہ مسلمانوں کی ظاہری حشمت میں انکی شامت اعمال کی وجہ سے زوال شروع ہوا ہے اور ان کی سلطنتیں اُن کے ہاتھ سے نکلنی شروع ہوئی ہیں تب سے اِن خیالات کی اشاعت کثرت سے شروع ہوئی ہے اور جوں جوں وہ غیر مسلم قوموں کو بڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنی حالت کے روز افزوں ضعف کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے اندر کوئی سکت اور طاقت نہیں پاتے کہ اپنی بگڑی ہوئی حالت میں کوئی اصلاح

کر سکیں تو وہ اس خام خیال کے ساتھ اپنے تئیں تسلی دیتے ہیں کہ عنقریب مہدی کی تلوار زمین پر چمکے گی اور کُل کفار کا نام و نشان مٹا کر ہماری سلطنت کو کُل روئے زمین پر قائم کر دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب افریقہ کے کسی صحراء میں یا عرب کے کسی ریگستان میں کوئی شخص تلوار لے کر اُٹھتا اور اپنے تئیں مسلمانوں کا موہوم مہدی ظاہر کرتا ہے تو ہزاروں اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور لاکھوں دل سے اُس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اُس سے اُسکی مہدویت کا کوئی نشان طلب نہیں کیا جاتا اُس کی مہدویت کا یہی کافی ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ اُس کے ہاتھ میں ایک تلوار ہے اور اُس نے کفار قوموں کے برخلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ لیکن جب اُن کا مہدی ناکام مر جاتا ہے اور اُن کی کوئی امید پوری نہیں ہوتی تو اُس وقت خجالت سے سر جھکا لیتے ہیں۔ جن دنوں میں افریقہ میں سوڈانی مہدی کا چرچا تھا اُس وقت ہندوستان کے مسلمانوں میں سے بہت سے دل اُس کے ساتھ تھے چنانچہ اُس وقت کی چھپی ہوئی ایک کتاب اقتراب الساعہ میں مہدی سوڈانی کے ایک جرنیل کی ایک چٹھی چھپی تھی۔ یہ کتاب دراصل نواب صدیق حسن خاں کی تصنیف ہے (جن کو قریب تھا کہ کئی مسلمان چودھویں صدی کا مجدد مان لیتے اگر خدائے تعالیٰ اُن کو اس سے پہلے ہی نہ اُٹھا لیتا) مگر اُن کے بیٹے کے نام پر شائع ہوئی تھی۔ سوڈانی مہدی کی چٹھی (جسکو مصنف اقتراب الساعہ نے اپنی کتاب میں شائع کیا) کے آخری الفاظ یہ ہیں "یاد رکھو جب تک زمین بھر میں پورا پورا اسلام قائم نہ ہوگا تب تک مہدی کی تلوار میان میں داخل نہ ہوگی"۔ اس چٹھی میں مخاطب انگریز تھے اور اسپر رائے زنی کرتے ہوئے اقتراب الساعہ کا فاضل مصنف لکھتا ہے "میں کہتا ہوں کہ جو مضمون اس جواب کا ہے بے شک مہدی موعود یہی کام کرینگے" اس سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ عام مولوی صاحبان اور اُن کے اتباع کا عقیدہ مہدی موعود کے متعلق کیا ہے۔ بلکہ ہندوستان کے بعض مولویوں نے تو یہ بھی لکھدیا ہے کہ "مہدی اپنا ایک لشکر طرف ہندوستان کے روانہ کرینگے۔ یہاں کے بادشاہ طوق بگردن ہو کر اُن کے پاس حاضر کئے جائیں گے"۔ پھر یہ بھی لکھدیا ہے کہ "بڑے بادشاہ اس ولایت کے یوروپین ہیں

غالباً اُسوقت تک بھی یہی حاکم یہاں کے رہیں گے۔ انہیں کو اُنکے روبرو لیجاویں گے'' (دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۶۴ و ۹۴) ایک اور صاحب اپنی کتاب حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۳۰ پر لکھتے ہیں ''یہ آیت پوری مصداق ہے حکومت فرقہ ضالہ کی (انگریزی حکومت مراد ہے) جب مہدی موعود آجائیں گے یا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے۔ اسوقت حال اس سارے مرتبہ کمزوری فوج جرار کا معلوم ہوجائے گا ابھی تو کوئی مدمقابل نہیں ہے'' اسی قسم کے خیالات کا اظہار حجج الکرامہ میں کیا گیا ہے جس میں لکھا ہے ''پس تمام روئے زمین بقبضہ اقتدار مہدی علیہ السلام آید و اسلام قرار گیرد و گردن اندازد جمیع ملوک ارض حلقہ اطاعتش بگوش کشند و لشکرے بر ہندوستان فرستد و فتح گردد و ملوک ہند را غل کردہ پیش او آرند'' یعنی اسکے بعد کُل زمین مہدی کے ہاتھ میں آجاویگی اور اسلام اور دنیا کے تمام بادشاہ مہدی کے ماتحت ہوجاویں گے اور مہدی ایک لشکر ہندوستان میں بھی بھیجے گا اور ہندوستان کے بادشاہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے مہدی کے پیش کیئے جائیں گے۔ یہ ہے نمونہ اُن خیالات کا جو اکثر علماء اور اُنکے پیرو مہدی کی آمد اور اس کے کارناموں کے بارہ میں رکھتے ہیں اور ایسے ایسے خام خیالات کے ذریعہ وہ اپنے دلوں کو تسلی دیتے ہیں اور جب کبھی کوئی تازہ مصیبت مسلمانوں پر اُنکے اپنے اعمال کی شامت سے پڑتی ہے تو اُسوقت مہدی کا خیال مسلمانوں میں تازہ ہوجاتا ہے چنانچہ آجکل جب اٹلی نے طرابلس کا ایک حصہ دبا لیا ہے تو مسلمانوں میں پھر مہدی کے آنے کا چرچا از سر نو تازہ ہوگیا ہے اور بعض اخبارات نے لکھا ہے کہ یہ قرب قیامت کی علامت ہے اور اب قریب ہے کہ مہدی ظاہر ہو اور مسلمانوں کی طاقت کو پھر دنیا میں قائم کرے۔ افسوس ان مسلمانوں پر کہ آنیوالا مہدی اپنے وقت پر ظاہر ہوا اور وہ اپنے نشانات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر انہوں نے اسلیئے اُسکو قبول نہ کیا کہ وہ تلوار کے ساتھ نہیں آیا اور کہا کہ ہم تو ایسے مہدی کو قبول کرینگے جو لشکروں کے ساتھ آئے گا اور جس کے حضور میں دنیا کے بادشاہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے پیش ہوں اور جو تلوار کے زور سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرے ۔

بے شک یہ عقاید نہایت ہی غلط اور بے بنیاد ہیں اور مسلمانوں کی موجودہ گری ہوئی حالت اُن میں اس قسم کی بیہودہ اُمیدیں ابھار رہی ہے اور وہ اس قسم کے

طفلانہ خیالات سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر دنیا میں اُن کو ذلت پہنچ رہی ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تقوٰی کو چھوڑ دیا ہے اور جب تک کہ وہ پھر تقوٰی کو اختیار نہ کریں دنیا میں وہ کھوئی ہوئی عزت کو حاصل نہیں کر سکتے۔ کوئی تلوار یا کوئی مہدی مسلمانوں کو پھر معزز نہیں بنا سکتا۔ عزت کے حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اسلامی احکام کی متقیانہ پابندی ہے۔

غرض عام مسلمان بے شک خونی مہدی کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے قابل الزام ہیں مگر اس سے بھی زیادہ قابل تعجب اور قابل افسوس اور قابل ملامت یہ امر ہے کہ مسیحی صاحبان بھی آنیوالے مسیح کی نسبت اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مہدی دنیا کی تمام غیر مسلم سلطنتوں کو مٹا کر کُل دنیا میں اپنی سلطنت قائم کرے گا تو بعینہٖ اسی طرح اگر کُل مسیحی نہیں تو اکثر مسیحی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب خداوند مسیح دوبارہ آسمان سے نازل ہوگا تو جسقدر موجودہ سلطنتیں روئے زمین پر اسوقت موجود ہیں اُن سب کو ہلاک کرکے ایک اپنی سلطنت کل زمین پر قائم کرے گا۔ آج کل کے مسلمانوں کی طرح یہود کا بھی (جو اپنی حکومت کھو کر ایک غیر سلطنت کے محکوم تھے) یہ گمان تھا کہ جب داؤد کی نسل کا مسیح دنیا میں آئے گا تو وہ دوبارہ داؤد کے تخت کو قائم کرے گا اور یہود کو غیر سلطنت کے جوئے سے رہائی دے گا۔ آجکل کے مسلمانوں کی طرح یہی خیال اُن کا سہارا تھا اور اسی خیال سے وہ اپنے دل کو بہلایا کرتے تھے مگر جب اسرائیلی مسیح پیدا ہوا تو اُس نے اُن کو اُسوقت یہ جواب دیا کہ میں بے شک بادشاہ ہو کر آیا ہوں مگر میری بادشاہی زمینی نہیں بلکہ مَیں آسمانی سلطنت کا شہزادہ ہوں۔ اگرچہ مسیح نے اُسوقت زمینی بادشاہ ہونے سے انکار کر دیا مگر دنیا دی جاہ و جلال کی حرص ایسی زبردست ہے کہ مسیح کا یہ قول بھی اُس کے حواریوں کے دل سے زمینی بادشاہت کی تمنا کو نکال نہ سکا اور وہ آخر تک اسی انتظار میں لگے رہے کہ ایک وقت آئیگا جبکہ ہمارا اُستاد بادشاہ بنے گا اور رومیوں کے جوئے سے بنی اسرائیل کو نجات دے گا۔ چنانچہ جب اُنکی امیدوں کے برخلاف یہودنے اُن کے موہوم بادشاہ کو گرفتار کر لیا بلکہ سولی پر بھی لٹکا دیا تو اُسوقت اُن کی اُمیدیں

سب کی سب خاک میں مل گئیں اور ایک یاس کی حالت اُنپر طاری ہوگئی اور انکے ایمان متزلزل ہوگئے بلکہ بعض نے تو برملا کہہ دیا کہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے بنی اسرائیل کو غیر سلطنت کے جوئے سے نجات دینی تھی مگر افسوس کہ ہمارا خیال غلط نکلا اور ہم نے غلطی سے اس کو بنی اسرائیل کا نجات دہندہ سمجھ لیا۔ وہ تو اسوقت کے انتظار میں تھے کہ اُن کے اُستاد کے سر پر شاہی تاج پہنایا جائے گا اور وہ بادشاہ ہوکر تخت شاہی پر جلوس فرمائے گا مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ جس کے سر پر وہ شاہی تاج دیکھنا چاہتے تھے اُس کے سر پر ظالم یہود نے کانٹوں کا تاج رکھا ہے اور بجائے اس کے کہ یہود اُسکو اپنا موعود بادشاہ تسلیم کر کے اُس کے لیئے ایک تخت گاہ تیار کریں اُنہوں نے اُسکو صلیب کی لعنتی لکڑی پر چڑھا دیا ہے تو اُنکی ساری امیدیں مایوسی میں بدل گئیں۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ کس طرح ثابت ہوا کہ مسیح کے شاگرد آخر دم تک اسی انتظار میں رہے کہ اُنکا اُستاد بادشاہ بنکر بنی اسرائیل کو غیروں کی ماتحتی سے نجات دے گا تو میں ایسے شخص کو کہوں گا کہ وہ لوقا کی کتاب باب ۲۴ کا مطالعہ کرے جس میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جو حواریوں کے اندرونی خیالات پر غیر معمولی روشنی ڈالتا ہے یہ واقعہ صلیب کے ماجرا کے بعد کا ہے۔ لوقا بیان کرتا ہے کہ مسیح کے دو شاگرد صلیب کے واقعہ سے تیسرے روز یروشلم سے نکلکر اپنے وطن کو جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت مسیح جو قبر سے نکل آئے تھے اور یہود کے ڈر سے بھیس بدلے ہوئے تھے اُنکو ایک گاؤں اماوس نامی کے پاس ملے اور اُن سے سوال کیا کہ "یہ کیا باتیں ہیں جو تم راہ میں آپس میں کرتے جاتے ہو اور اُداس ہو" اس سوال کا جو جواب انہوں نے اس وقت حضرت مسیح کو (جنکو وہ پہچان نہ سکے) دیا اُس میں ایک نہایت ہی پُر معنی فقرہ بولا جس سے حواریوں کی امیدوں اور اُمنگوں کا خوب ہی پتہ چلتا ہے۔ اُنہوں نے جواب میں اس اجنبی شخص کو (جو درحقیقت قبر سے نکلا ہوا اور یروشلم سے بھاگا ہوا مسیح ہی تھا) کہا "سردار کاہن اور ہمارے سرداروں نے اُس کو (مسیح کو) قتل کے حکم کے لیئے حوالہ کیا اور صلیب دی پر **ہم اُمید رکھتے تھے کہ یہی اسرائیل کو مخلصی دینے کو تھا**" اس عبارت کے صاف یہی معنے

ہیں کہ ہم تو یہ اُمید باندھے بیٹھے تھے کہ یہ مدعی وہی شخص تھا جس نے اسرائیلی قوم کو غیروں کی حکومت سے نجات دینی تھی۔ مگر صلیب کے واقعہ نے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ ہماری اُمیدوں کے موافق اسرائیل کو غیروں کی ماتحتی سے نجات دیتا وہ خود اپنی ہی قوم کے ہاتھوں سے مصلوب ہو چکا۔ ہائے افسوس! دیکھو۔ حواریوں کی کیا کیا اُمیدیں تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو دن رات حضرت مسیحؑ کی صحبت میں رہتے تھے اور ہر وقت آپ کے پاک خیالات کو سُنتے اور آپ کے کلمات طیبات سے بہرہ مند ہوتے مگر پھر بھی آخر دم تک وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہمارا اُستاد بادشاہ بنے گا اور بنی اسرائیل کو غیر قوموں کی حکومت کے جُوئے سے رہائی دے گا۔ آخر جب اُن کا اُستاد صلیب پر لٹکایا گیا اُس وقت اُن کو معلوم ہوا کہ اُن کی ساری امیدیں بے بنیاد تھیں اور جس شخص پر انکی نظر تھی کہ وہ بادشاہ بنکر یہود کو غیر سلطنت کی ماتحتی سے نجات دیگا۔ وہ ایسا نہ نکلا اور بجائے یہود کا بادشاہ بننے کے خود یہود کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔

حواریوں کی امیدیں تو صلیب کے واقعہ کے وقت سب خاک میں مل گئیں مگر بعد میں آنیوالے مسیحیوں کے سر سے یہ خیال ابھی تک نہیں نکلا۔ قدیم زمانہ کے یہود اور مسیح کے شاگردوں کی طرح اب تک وہ یہ اُمید رکھے بیٹھے ہیں کہ زمینی بادشاہت کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور یہ کہ یہ وعدہ مسیح کی دوبارہ آمد کے وقت پورا ہو گا۔ یعنی اگرچہ مسیح اپنی پہلی آمد کے وقت زمینی بادشاہت قائم نہ کر سکا مگر وہ اپنی دوسری آمد کے وقت حقیقی اور ظاہری معنوں میں ایک زمینی سلطنت قائم کرے گا۔ اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ جو سلطنتیں قدیم رومی سلطنت کے تباہ ہونے کے بعد قائم ہوئی ہیں مسیح اُن سب سلطنتوں کو دوبارہ آکر تباہ کرے گا۔ اور اُنکی جگہ وہ ایک اپنی سلطنت قائم کرے گا جو امن اور انصاف کی سلطنت ہو گی۔

کتاب ملینیل ڈان جلد اول کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہود اور حواریوں کی یہ اُمید کہ مسیح ایک ظاہری سلطنت قائم کرے گا بالکل بے بنیاد نہ تھی اور یہ کہ خود مسیحؑ نے اپنے شاگردوں کو ایسی سلطنت

کی اُمید دلائی تھی کتاب مذکور کا مسیحی مصنف لکھتا ہے "جو شخص بائیبل اور کلید الکتاب کو ہاتھ میں لے کر اس مضمون (یعنی مسیح کی زمینی سلطنت) پر غور کرے گا وہ یہ معلوم کر کے تعجب کرے گا کہ یہودیوں اور مسیحیوں کی مذہبی کتب میں اس مضمون کو بہت مہتم بالشان قرار دیا گیا ہے عہد عتیق کی کتابوں میں کثرت سے ایسے وعدے اور پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جن میں خداوند کی سلطنت اور اُس کا بادشاہ مسیحؑ بطور مرکز کے ہیں۔ ہر ایک اسرائیلی یہ اُمید رکھتا تھا کہ مسیح کے زمانہ میں خدائے تعالیٰ اُنکی قوم کو عروج بخشے گا اور جب خداوند مسیح اُن کے پاس آئے گا تو وہ اُن کا بادشاہ بنکر آئیگا تاکہ زمین پر وہ الٰہی سلطنت قائم کرے جس کا عرصہ دراز سے انتظار چلا آتا تھا (دیکھو لوقا کی کتاب باب ۳ ورس ۱۵) ہمارا خداوند مسیح اپنے شاگردوں سے گفتگو کرتے ہوئے اُنکی آنیوالی سلطنت کی اُمیدوں کو اور بھی تقویت دیتا اور بڑھاتا تھا چنانچہ اُس نے اُنکو کہا "جیسا میرے باپ نے میرے لیئے ایک بادشاہت مقرر کی ہے مَیں بھی تمہارے لیئے مقرر کرتا ہوں تاکہ میری بادشاہت میں میری میز پر کھاؤ پیو اور تختوں پر بیٹھکر اسرائیل کے بارہ گھرانوں کی عدالت کرو" (لوقا کی کتاب باب ۲۲ ورس ۲۹ و ۳۰) پھر مسیحؑ نے کہا "اے چھوٹے جھنڈ مت ڈر کیونکہ تمھارے باپ کو پسند آیا کہ بادشاہت تمھیں دے" (لوقا کی کتاب باب ۱۲ ورس ۳۲) اور جب بجائے تاجپوشی اور تخت نشینی کے یسوع کو صلیب پر لٹکایا گیا تو اُس کے شاگردوں کو سخت مایوسی ہوئی جیسا کہ اُسکے دو شاگردوں نے یسوع کے قبر سے اُٹھنے کے بعد اماؤس کو جاتے ہوئے اُس کے آگے (جس کو وہ اجنبی سمجھتے تھے) کہا "پر ہم اُمید رکھتے تھے کہ یہی اسرائیل کو مخلصی دینے کو تھا" یعنی ہم اُمید رکھتے تھے کہ یسوع بنی اسرائیل کو رومیوں کے جوئے سے نجات دیگا اور اسرائیلیوں کی سلطنت زمین پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ قائم کرے گا۔ لیکن گذشتہ چند دنوں کے انقلابات نے انکو بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اُس وقت یسوع نے کتب مقدسہ کے حوالے سے انکو سمجھایا کہ سلطنت کے قائم ہونے سے پہلے قربانی کا ہونا ضروری تھا (دیکھو لوقا کی کتاب باب ۲۴۔ ورس ۲۱ و ۲۵ - ۲۷)"

" یہ بات کہ مسیحؑ نے پیشگوئیوں کی تشریح کر کے موعودہ سلطنت کے بارے میں حواریوں کی اُمیدوں کو پھر تازہ کر دیا اس امر سے ظاہر ہے کہ اس کے بعد جب مسیحؑ اُن سے رخصت ہونے لگا تو اُنہوں نے اس سے سوال کیا۔ " اے خداوند کیا تُو اسی وقت اسرائیل کی بادشاہت کو پھر بحال کیا چاہتا ہے۔" اس سوال کا جو جواب مسیحؑ نے دیا اگرچہ وہ صاف نہیں مگر مسیح نے اُس جواب میں حواریوں کی اُمید کی تردید نہیں کی۔ اُس نے کہا کہ " تمہارا کام نہیں کہ اُن وقتوں اور موسموں کو جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے جانو" (اعمال کی کتاب باب ۱۔ ورس ۶ و ۷)

" اسمیں شک نہیں کہ عام یہودیوں کی طرح پہلے حواریوں کا خیال خداوند کی سلطنت کے بارے میں بہت ناقص تھا۔ کیونکہ وہ محض اسکو ایک زمینی سلطنت سمجھتے تھے جیسا کہ آجکل بہت سے لوگوں نے بالکل اُلٹی راہ اختیار کر کے یہ گمان کر رکھا ہے کہ خداوند کی سلطنت سے مراد محض آسمانی سلطنت ہی۔ ہمارے خداوند یسوع کی بہت سی مثالیں اور پُر معمہ باتیں ایسی ہیں کہ اُن میں اپنے وقت پر ان غلط خیالات کی اصلاح مدنظر رکھی گئی ہے مگر وہ ہمیشہ ایک ایسی سلطنت کے خیال کو حواریوں کے آگے پیش کرتا رہا جو زمین پر قائم ہونے والی تھی اور جس میں انسانوں پر حکومت کی جانی تھی۔ اور وہ نہ صرف حواریوں کو یہ اُمید دلاتا رہا کہ وہ بھی اُس حکومت میں حصہ دار ہونگے بلکہ یہ بھی تعلیم دی کہ اس سلطنت کے قیام کے لیئے ہمیشہ دعا کرتے رہو اور اُن کو یہ دعا سکھلائی۔ " تیری بادشاہت آوے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر بھی آوے۔" یہ سخت غلطی ہے جو نام کے مسیحی کلیسیا میں داخل ہو گئی ہے کہ موعودہ سلطنت سے صرف موجودہ کلیسیا مراد ہے اور یہ غلطی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اس نام کے کلیسیا کا دنیا کے ساتھ ناپاک اتحاد اور حکومت بھنوں کے نزدیک اُس الٰہی سلطنت کا مصداق ہے جو دنیا پر قائم ہونے والی تھی۔ بے شک یہ کلیسیا بھی ایک رنگ میں اسوقت خداوند کی سلطنت کہلا سکتی ہے اور ایمان داروں کے دلوں میں ایک فضل کا کام جاری ہے مگر اسی کو سب کچھ خیال کر لینا اور اُس حقیقی آنے والی خداوند کی سلطنت کا

انکار کر دینا جو ابھی دنیا پر قائم ہونے والی ہے اُن تمام پُر زور اور زبردست وعدوں کو لغو اور بے حقیقت قرار دینا ہے جو ہمارے خداوند اور حواریوں اور نبیوں نے ہماری حوصلہ افزائی اور دنیا پر غالب آنے میں ہمیں مدد دینے کے لئے بیان کئے ‘‘

مسیحیوں میں بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ جو سلطنت مسیح دوبارہ آمد کے وقت قائم کرینگے وہ ایک زمینی سلطنت ہوگی۔ مسیحیوں نے ابتدائی زمانہ میں جو بہت سی تکالیف اور ایذا رسانی کو صبر کے ساتھ برداشت کیا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ انکو عنقریب عزت اور سلطنت کے ملنے کی اُمید تھی۔ ایسے الفاظ جیسے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اُن کو تسلّی اور حوصلہ دیتے تھے ’’جو تم پاس ہے اُسے مانتے رہو جب تک کہ مَیں آؤں اور وہ جو غالب ہوتا اور میرے کاموں کو آخر تک حفظ رکھتا ہے مَیں اُسے قوموں پر اختیار دوں گا اور وہ لوہے کے عصا سے اُنپر حکومت کرے گا‘‘ (مکاشفات باب ۲ ورس ۲۵-۲۷) ’’جو غالب ہوتا ہے مَیں اُسے اپنے تخت پر اپنے ساتھ بیٹھنے دونگا‘‘ (مکاشفات باب ۳ ورس ۲۱) اُنکے نزدیک یہ وعدے اسی دنیا کے متعلق تھے اور اُنکا اعتقاد تھا کہ مصائب اور تکالیف کے بعد زمینی عزو جاہ اور دنیوی شان و شوکت حاصل ہوگی اور یہ کہ زمین پر مسیح کی سلطنت قائم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مخالفین کی طرف سے مسیحیوں کو اذیت اور تکلیف پُہنچے۔ جب وہ دعا کرتے تھے کہ ’’تیری بادشاہت آئے‘‘ تو وہ کسی مخفی سلطنت کے لئے دعا نہیں کرتے تھے بلکہ ایک ظاہری زمینی سلطنت کے قیام کے لئے دعا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب سلطنت کی طرف سے مسیحیوں کی ایذا رسانی ختم ہوگئی تو یہ رائے عام طور پر مسیحیوں میں رائج ہوگئی کہ مسیح کے کلیسیا کا اصلی کام دنیا کو فتح کرنا۔ آسمان کی بادشاہت زمین پر قائم کرنا اور خداوند کی آمد ثانی سے پہلے قوموں پر حکومت کرنا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کلیسیا میں دنیاوی سازشیں۔ نمود۔ ظاہری شان و شوکت اور خود نمائی شروع ہوگئی تاکہ کلیسیا کا دنیا پر رعب قائم ہو اور کلیسیا کی عظمت لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہو۔ کلیسیا کے سردار پوپ نے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ اُس کی حکومت مسیح کی سلطنت کے قائم مقام ہے اور

اس لیئے اُس کا حق ہے کہ کُل دنیا کے بادشاہ اور زمین کی ساری سلطنتیں اور جہان کی کُل قومیں اُس کی ماتحتی اور اطاعت اختیار کریں۔ اسی دعویٰ کی بنیاد پر روما کے پوپ یورپ کے جس بادشاہ کو چاہتے تخت سے اُتارتے اور جس کو چاہتے تاج بخشتے اور رفتہ رفتہ پوپ کا اقتدار اس قدر وسیع ہوگیا کہ یورپ کے کُل بادشاہ اُسکے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے اور اُس کے خوف سے تھرتھراتے تھے اور اُسکے لیئے بطور غلاموں کے تھے اور اب تک پوپ اس حق کا دعویٰ کرتے ہیں اگرچہ اب اُن میں یہ طاقت نہیں رہی کہ اپنے اختیارات کو عملی صورت میں ظاہر کرسکیں۔

اب بہت سے مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کے موقعہ پر خداوند کی سلطنت پورے طور پر قائم ہوجائے گی۔ اُس وقت نہ صرف ایک مخفی روحانی سلطنت ہوگی بلکہ ایک ظاہری زمینی سلطنت بھی مسیح کی موجود ہوگی۔ کتاب ملینیل ڈان کا فاضل مسیحی مصنف مسیح کی اُس زمینی سلطنت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”خداوند کی بادشاہت کے زمینی پہلو کا تعلق اِس عالم کے کاروبار اور دنیا کے لوگوں سے ---- ہوگا۔ اور جن لوگوں کو اس سلطنت میں حصہ لینے کا شرف حاصل ہوگا وہ انسانوں میں سب سے زیادہ عالیجاہ اور سب سے بڑھکر معزز ہونگے ..... اس کاروبار کے چلانے کے لیئے ضروری ہوگا کہ انسانوں میں ایک کامل سلطنت قائم کیجاوے۔ اس سلطنت میں جو لوگ عہدہ دار ہونگے وہ بھی کامل لوگ ہونگے تاکہ وہ سلطنت کے کاروبار کو درستی کے ساتھ چلائیں۔ یہ بھی ضروری ہوگا کہ تعلیم کی ترقی کے لیئے آسانیاں پیدا کی جاویں اور مختلف قسم کے رفاہِ عام کے کام بھی اُس سلطنت کے ذریعہ سرانجام دیئے جاویں۔“ جس سلطنت کو حضرت مسیحؑ آکر قائم کرینگے اور جس کے دو پہلو ہونگے ایک زمینی اور ایک روحانی اُس کو حضرت موسیٰؑ حضرت ہارون۔ حضرت یوشع بن نون اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے عہد سے مشابہ بیان کیا جاتا ہے۔ جن کے عہد میں نہ صرف ظاہری سلطنت تھی بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ باطنی اور روحانی بادشاہت بھی موجود تھی اور ان نبیوں کا عہد آنیوالی مسیح کی سلطنت

ظاہری و باطنی کا ایک صحیح نمونہ ہے۔ جیسا حضرت موسیٰ حضرت یوشع اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کے عہد میں سلطنت کی دونوں شاخیں یعنی روحانی و جسمانی۔ اتحاد اور موافقت کے ساتھ چلتی تھیں ایسا ہی مسیح کی آنیوالی سلطنت میں ہوگا۔ صرف اتنا فرق ہوگا کہ آنیوالی سلطنت میں الٰہی قدرت کی تجلی گذشتہ زمانہ کی نسبت زیادہ شاندار ہوگی ؂

مگر یہ بھی معلوم رہنا چاہیئے کہ مسیح کی زمینی سلطنت پر ہر ایک آدمی خوش نہ ہوگا کتاب مذکور کا مسیحی مصنّف لکھتا ہے "مسیح کی سلطنت کے قواعد میں گذشتہ سلطنتوں کی نسبت زیادہ تشدّد ہوگا اور لوگوں کی آزادیوں کو اس حد تک محدود کیا جائے گا کہ بہت سے لوگ جو آجکل آزادی کی توسیع کے لیئے شور مچا رہے ہیں وہ اس حدبندی کی وجہ سے بہت کڑھیں گے" اس لیئے مسیح کی حکومت بہت سے لوگوں کے نزدیک نہایت سخت ہوگی۔ وہ لوگوں کی تمام پہلی عادات اور رسومات کو توڑ دیگی۔ اور تمام موجودہ کمیٹیاں۔ مجالس۔ مدارس۔ شفاخانے۔ غرض ہر ایک قسم کے انتظام جو آجکل پائی جاتی ہیں اُن سب کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ وہ ایک مضبوط اور زورآور حکومت ہوگی کیونکہ لکھا ہے "وہ لوہے کے عصا سے اُنپر حکومت کرے گا کہ وے کمہار کے برتنوں کی مانند چکنا چور ہو جائیں گے" (مکاشفات باب ۳ ورس ۲۷) بہت سے لوگ جو دنیا کے شاہزادے یعنی شیطان کی حکومت کے نیچے دوسروں کی کمائی پر عیش کرتے ہیں اور اس کے عوض میں کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اور اس طرح عوض معاوضہ گلہ ندارد کی مثال صادق آجائے ایسے لوگ زندگی کے شہزادے یعنی مسیح کی حکومت کے نیچے بغاوت پر آمادگی ظاہر کریں گے اور وہ اُن کی عیش و عشرت کی زندگی اس بات کی مقتضی ہوگی کہ اُسے بہت سے سخت تازیانے لگائے جائیں اور ایسے تازیانے وہ کھائیگی"

یہ کیفیت ہے اُس سلطنت کی جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ مسیح آخری زمانہ میں آکر قائم کرے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا پر لوہے کی لاٹھی کے

ساتھ حکومت کرنے کے لئے آئے گا تو اُس وقت اُن سلاطین اور ملوک کا کیا حال ہوگا جو اُس وقت زمین پر سلطنت کر رہے ہونگے۔ اِس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ موجودہ سلطنتیں جن میں مسیحی سلطنتیں بھی شامل ہیں دنیا کے شہزادے یعنی شیطان کے زیر حکومت ہیں اور جب مسیح آئے گا تو وہ ان سب سلطنتوں کو اُڑا دے گا اور انکی جگہ اپنی سلطنت روئے زمین پر قائم کرے گا۔ مسیحیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دنیا کی موجودہ بادشاہ بلا چون وچرا اپنی اپنی سلطنتیں مسیح کے حوالے نہیں کردینگے جیسا کہ تھوڑا عرصہ ہُوا کوریا کے غریب بادشاہ نے اپنی سلطنت اپنے زبردست پڑوسی میکاڈو (شاہ جاپان) کے حوالے کردی بلکہ وہ سب ملکہ مسیح کا مقابلہ کرینگے کیونکہ وہ اُن کی نظر میں ایک غاصب کی حیثیت رکھے گا۔ لیکن اس مقابلہ کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مسیح کے مقابل میں شکست فاش کھائیں گے۔ کیونکہ خداوند خدا یُوں فرماتا ہے ”قومیں کس لئے جوش میں ہیں اور لوگ باطل خیال کرتے ہیں۔ زمین کے بادشاہ سامنا کرتے ہیں اور سردار آپس میں خداوند کے اور اُس کے مسیح کے مخالف منصوبے باندھتے ہیں کہ آؤ ہم انکی بندکھول ڈالیں اور اُن کی رسّی اپنے سے توڑ پھینکیں وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسیگا اور خداوند اُنہیں ٹھٹھوں میں اُڑا دے گا تب وہ غصہ میں اُن سے باتیں کرے گا اور نہایت بیزار ہوکے اُنہیں پریشانی میں ڈالے گا میں نے تو اپنے بادشاہ کو کوہ مقدس صیہون پر بٹھلایا۔ میں حکم کو آشکارا کروں گا کہ خداوند نے میرے حق میں فرمایا تُو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا باپ ہُوا مجھ سے مانگ کہ میں تجھے قوموں کا وارث کروں گا اور زمین سراسر تیرے قبضے میں کروں گا۔ تو لوہے کے عصا سے اُنہیں توڑے گا۔ کمہار کے برتن کی مانند تُو اُنہیں چکنا چور کریگا۔ پس اے بادشاہو ہوشیار رہو۔ اے زمین کی عدالت کرنے والو تربیت لو۔ ڈرتے ہوئے خداوند کی بندگی کرو اور کانپتے ہوئے خوشی کرو۔ بیٹے کو چومو تا نہ ہووے کہ وہ بیزار ہو اور تم راہ میں ہلاک ہوجاؤ جب اُس کا قہر ایکا ایک بھڑکے۔ مبارک وے سب جن کا توکّل اُس پر ہے“ (۲ زبور)

حضرت دانیالؑ کی کتاب میں جو نبوکدنظر اور حضرت دانیال علیہ السلام کی خوابیں درج ہیں اُن کی تعبیر کرتے وقت مسیحیوں نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ اگرچہ پہلی آمد کے وقت مسیح بے کسی اور انکسار کی حالت میں ظاہر ہُوا مگر جب وہ دوبارہ دنیا میں آئیگا تو بڑے جلال کے ساتھ آئیگا اور دنیا کی سلطنتوں کو بلکہ موجود مسیحی سلطنتوں کو بھی تباہ کر دے گا اور اُن کی جگہ علاوہ ایک روحانی حکومت کے ایک ظاہری اور زمینی سلطنت بھی قائم کرے گا۔ بنوکدنظر نے رؤیا میں ایک مورت دیکھی جس کا سر سونے کا تھا۔ سینہ اور بازو چاندی کے۔ شکم اور رانیں تانبے کی۔ ٹانگیں لوہے کی اور اُس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ نبوکدنظر اس ہیبت ناک مورت کو دیکھ رہا تھا کہ ایک پتّھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹکے نکالے آپ سے نکلا اور اُس شکل کے پاؤں پر لگا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جیساکہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر کی اس شکل کے ذریعہ نبوکدنظر کو وہ سب سلطنتیں دکھائی گئیں جو اُس کے بعد اُس ملک میں خصوصاً یروشلم میں جو اُسوقت اُس کی سلطنت میں داخل تھا قیامت تک قائم ہونے والی تھیں۔ سونے کے سر سے مراد اُس کی اپنی سلطنت تھی۔ چاندی کے سینہ اور بازوؤں سے مراد میڈو فارس کے بادشاہوں کی سلطنت تھی جو اُس کے بعد قائم ہوئی۔ تانبے کے شکم اور رانوں سے مراد یونانی سکندر کی سلطنت تھی جو فارسیوں کی سلطنت کی جگہ قائم ہوئی اور لوہے کی ٹانگوں سے مراد رومیوں کی سلطنت تھی اور اُنگلیوں سے مراد وہ مختلف حصے تھے جن میں رومی سلطنت زوال کے زمانہ میں تقسیم ہوگئی۔ اب رہا وہ پتّھر جو خودبخود نکلا اور جس نے مورت کے پاؤں پر گر کر اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مَیں پہلے ایک مضمون میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ اس پتّھر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر مسیحیوں کا خیال ہے کہ وہ موعود پتّھر مسیح تھا مگر اُن کے اس خیال کے آگے بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ سب سے پہلی رکاوٹ تو یہ ہے کہ جب مسیحؑ پیدا ہوئے اُس وقت ابھی مورت کی اُنگلیوں کا ظہور نہیں ہوا تھا یعنی رومی

سلطنت میں کسی قسم کا ضعف پیدا نہیں ہوُا تھا اور اُن حصوں کا نام و نشان بھی نہ تھا جو بعد میں سلطنت مذکورہ کے زوال کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے بلکہ وہ زمانہ رومی سلطنت کے عروج کا زمانہ تھا کیونکہ مسیح پہلے قیصر روم کے زمانہ میں پیدا ہوُا اور سلطنت کی تقسیم مختلف حصوں میں مسیح سے کئی سو سال بعد واقع ہوئی مگر جب آنحضرت صلی اللہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ صوبے وجود میں آچکے تھے۔ دوسری رکاوٹ جو مسیحیوں کے راستے میں پیش آتی ہے یہ ہے کہ مسیح نے رومی سلطنت کو تباہ نہیں کیا۔ تباہ کرنا تو کجا اُس نے کسی نکمی سی سلطنت کی بھی بنیاد نہیں ڈالی ہاں تاریخ گواہی دیتی ہے کہ اسلامی سلطنت جو ابتداء میں ایک چھوٹے پتھر کی طرح تھی رومی سلطنت کے پاؤں کی انگلیوں پر پڑی اور اُس نے رومی سلطنت کو تباہ کر دیا اور پھر پیشگوئی کے مطابق وہ پتھر بڑا پہاڑ بنکر زمین میں پھیل گیا اور اسوقت تک نبوکدنظر کی سلطنت پر اسلامی سلطنت کی حکومت موجود ہے مسیحی صاحبان کہتے ہیں کہ بے شک مسیح نے اپنی پہلی آمد میں اس پیشگوئی کو پورا نہیں کیا مگر جب وہ دوبارہ دنیا میں آئے گا تو اُسوقت علاوہ روحانی سلطنت کے وہ ایک زمینی سلطنت بھی قائم کرے گا چنانچہ نبوکدنظر کی خواب کی شرح کرتے ہوئے کرٹیکل کمنٹری (محققانہ تفسیر) کا مسیحی مصنف لکھتا ہے "مورت پر پتھّر کے گرنے سے چوتھی (یعنی رومی) سلطنت کی ہلاکت مراد ہے نہ اُس کا آہستہ آہستہ مسیحی مذہب اختیار کرنا۔ اور یہ ہلاکت مسیحیوں کے ذریعہ اُس سلطنت پر وارد نہیں ہوسکتی کیونکہ مسیحیوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ کسی سلطنت کا مقابلہ نہ کریں اس لئے ضروری ہے کہ مسیح خود اپنی دوبارہ آمد کے وقت یہ ہلاکت وارد کرے"۔ اس بیان سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ اگر کُل نہیں تو اکثر مسیحیوں کا جو بائبل پر ایمان رکھتے ہیں یہ پختہ ایمان ہے کہ جب دوبارہ مسیح دنیا میں آئے گا تو وہ موجودہ سلاطین اور موجودہ سلطنتوں کو تباہ کرکے اُن کی جگہ اپنی سلطنت قائم کرے گا۔ اس طرح مسیحیوں کے آنیوالے مسیح اور جاہل مسلمانوں کے خونی مہدی میں کوئی بھاری فرق نہیں ہے اور مسیحی صاحبان کو کوئی حق

حاصل نہیں کہ وہ نادان مسلمانوں کے عقیدۂ خونی مہدی پر اعتراض کریں کیونکہ انکا موعود مسیح بھی وہی کام کرے گا جو خونی مہدی کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں ؛

پھر وہی مصنف صاف الفاظ میں اقرار کرتا ہے کہ "مورت کے پاؤں پر پتھر کا گرنا مسیح کی پہلی آمد کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اُس وقت چوتھی (یعنی رومی) سلطنت ابھی مختلف حصوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ یعنی مورت کی اُنگلیاں ابھی نمودار نہیں ہوئی تھیں" دیکھو صفحہ ۵۷۴ (۱) اس بیان سے بھی مصنف موصوف کا یہی مطلب ہے کہ مسیح دوبارہ آمد کے وقت زمینی سلطنتوں کو تباہ کر کے اپنی سلطنت قائم کرے گا ؛

دوسرا خواب خود حضرت دانیال علیہ السلام کا ہے اور اسکی تعبیر بھی وہی ہے جو نبوکدنظر کے خواب کی ہے۔ صرف اس میں تفصیل زیادہ ہے۔ اس خواب کی تشریح کرتے ہوئے جو ریمارک کتاب کریٹیکل کمنٹری کا مسیحی مصنف کرتا ہے اُس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بائبل کے معتقد مسیحیوں کے نزدیک مسیح کی وہ سلطنت جس کو وہ دوبارہ آکر قائم کرے گا ایک زمینی سلطنت ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر بائبل کے صفحہ ۵۷۹ (۳) پر لکھتا ہے :۔

"مسیح کی موجودہ سلطنت زمینی نہیں ہے (دیکھو یوحنا کی کتاب باب ۱۸ درس ۳۶) ہاں دوبارہ آمد کے وقت اُس کی سلطنت اس دنیا کی ایک ظاہری سلطنت ہوجائے گی چونکہ دانیال کی پیشگوئی کا تعلق صرف زمینی سلطنت سے تھا اس لیئے اُس نے مسیحیت کا ذکر نہیں کیا جب تک کہ وہ ایک زمینی سلطنت نہیں بن گئی یعنی مسیح کی دوبارہ آمد کے وقت۔ خداوند کی سلطنت مسیح کے دوبارہ آنے تک ایک مخفی سلطنت رہے گی۔ رومی سلطنت مسیحیت قبول کرنے سے پہلے بھی ایک دنیاوی سلطنت تھی اور مسیحیت قبول کرنے کے بعد بھی وہ دنیاوی ہی رہی اسی لیئے نئے عہدنامہ کے رُو سے اس زمانہ کی مسیحی سلطنتیں دراصل غیر مسیحی ہی ہیں اور ہم مسیح کو ترک کرنے کے بغیر ان سے محبت نہیں کرسکتے"

پھر وہی مسیحی مفسر صفحہ ۵۸۰ پر لکھتا ہے ''وہ تمام طاقتیں جو پہلی چار سلطنتوں کو حاصل تھیں وہ سب کی سب مسیح کی سلطنت کو عطا کی جائیں گی دانیال کے الفاظ ''تمام آسمان تلے'' (دانیال باب ۷ ورس ۲۷) یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح کی موعودہ سلطنت زمین پر یعنی زمینی ہوگی۔ آسمان پر یا آسمانی نہ ہوگی'' ان عبارتوں کے پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیوں کے عقیدہ کے رُو سے مسیح جب دوبارہ دنیا میں آئے گا تو وہ زمین پر موجودہ سلطنتوں کو ہلاک کر کے ایک اپنی سلطنت قائم کرے گا ؛

ناظرین نے اب معلوم کر لیا ہوگا کہ مسیحی صاحبان بھی ایک ایسے مسیح کے آنیکا عقیدہ رکھتے ہیں جو مسلمانوں کے موہوم مہدی سے اپنے حالات میں مختلف نہیں بلکہ دونوں کے حالات بالکل مشابہ ہیں۔ جیسے بہت سے نادان مسلمان ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو دنیا میں آکر ایک سلطنت قائم کرے گا اور اُس کے ظہور کے وقت جس قدر غیر مسلموں کی سلطنتیں ہونگی اُن سب کو مٹا دے گا اسی طرح بہت سے مسیحی جو اپنے تئیں بہت دانا اور عالم ظاہر کرتے ہیں ایک ایسے مسیح کی انتظار میں لگے ہوئے ہیں جو آکر دنیا کی کل سلطنتوں کو جڑھ سے اُکھیڑ دے گا اور اپنی سلطنت کُل روئے زمین پر قائم کرے گا ؛

یہ حسرت کا مقام ہے کہ لوگ پھر پھر کر وہی پُرانی غلطیوں کو دُہراتے رہتے ہیں اور پہلے لوگوں کی ٹھوکر سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ سب سے پہلی قوم جو اس غلطی میں پڑی وہ یہودیوں کی قوم تھی۔ اُنکو ایک مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا اور جب وہ اپنی ظاہری طاقت کھو بیٹھے اور دوسروں کے محکوم ہوگئے تو انہوں نے یہ امید کر کے اپنے دل کو تسلّی دی کہ اُن کا آنیوالا مسیح اُن کو غیر قوموں کے پنجہ سے چھڑائے گا۔ اور داؤدؑ کے تخت کو پھر قائم کرے گا۔ اور جب اُن کا سچّا مسیح مبعوث ہوا تو انہوں نے اُس کو صرف اسی لیئے ردّ کر دیا کہ اُس کا ظہور اُنکی اُمیدوں کے موافق نہ تھا۔ اسی طرح جب حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کو اپنی دوبارہ آمد کی بشارت سنائی تو اُس بشارت

کے سمجھنے میں مسیحیوں نے بھی وہی غلطی کھائی جو اُن سے پہلے یہودیوں نے کھائی تھی اور اُن میں اکثر لوگ جو مسیح کی دوبارہ آمد کا انتظار رکھتے ہیں وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں (جیسا کہ میں نے کتاب ملینل ڈان کے حوالے سے دکھایا ہے) کہ اگرچہ پہلی آمد میں مسیحؑ ظاہری سلطنت کی بنیاد ڈالنے سے قاصر رہے مگر جب وہ بار دوم دنیا میں آئیں گے تو وہ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ آئیں گے اور اُسوقت نہ صرف وہ ایک روحانی سلطنت دنیا میں قائم کرینگے بلکہ ظاہری حکومت کی عنان بھی اُنہیں کے ہاتھ میں ہوگی - افسوس کی بات ہے کہ ان مسیحیوں نے یہود سے سبق حاصل نہ کیا اور جو غلطی اُن سے سرزد ہوئی تھی اُسی غلطی کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں - خدائے تعالیٰ فرماتا ہے - لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ہ (سورہ یوسف) یعنی پہلے انبیاءؑ اور اُن کی قوموں کے حالات میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔ مسیحیوں کے لیئے اچھا ہوتا کہ مسیح کی آمد کی دوسری پیشگوئی کے سمجھنے میں یہودیوں کی غلطی سے عبرت پکڑتے جنھوں نے مسیحؑ کو صرف اسی لیئے قبول نہ کیا کہ وہ اُن کے خیال کے مطابق ظاہری جاہ و جلال کے ساتھ نہیں آیا تھا مگر افسوس ہے کہ مسیحیوں نے پھر وہی غلطی کھائی جو اُن سے پہلے یہود نے کھائی تھی - یعنی یہ سمجھ لیا کہ اگرچہ پہلے مسیح کی سلطنت اس عالم کی سلطنت نہ تھی مگر دوسرے مسیح کی سلطنت اسی عالم

مسیحیوں کی دوسری غلطی

آنیوالے مسیح کو ایک زمینی بادشاہ سمجھنا بھی ایک غلطی نہیں جس میں مسیحی صاحبان نے غلط کار یہود کی راہ اختیار کی ہے۔ یہود نے ایک اور بھاری غلطی کا ارتکاب کیا تھا جس کی وجہ سے وہ سچے مسیح کی شناخت سے محروم رہے اور نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس زمانہ کے مسیحیوں نے پھر وہی غلطی کی اور اُس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے زمانہ کے یہود کی طرح یہ بھی اس زمانہ میں سچے مسیح علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی پہچان سے بے نصیب رہے۔ دوسری بھاری غلطی جو یہود

نے کھائی وہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے متعلق تھی۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ ایلیا آسمان کی طرف چڑھ گیا ہے اور مسیح کے ظہور سے پہلے وہی ایلیا آسمان سے نازل ہوگا۔ مسیح نے اُن کی اس غلطی کو ظاہر کیا اور فرمایا کہ ایلیا کے نازل ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہی ایلیا آسمان سے اُترے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو صفات میں ایلیا سے مشابہت رکھنے والا ہوگا۔ مسیحیوں کو بھی ایک ایسا ہی وعدہ دیا گیا تھا یعنی یہ وعدہ کہ مسیح پھر دنیا میں نازل ہوگا۔ مگر باوجودیکہ اُن کے سامنے ایلیا کے نازل ہونے کی پیشگوئی موجود تھی اور جو تاویل خود مسیح علیہ السلام نے اُس پیشگوئی کی کی اُس کا بھی اُن کو علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ ایک شخص کے دوبارہ نازل ہونے سے الٰہی وعدوں میں یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہی شخص دوبارہ دنیا میں اُترتا ہے اُس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص دنیا میں ظاہر ہوگا جو اُس پہلے شخص سے روحانی مشابہت رکھتا ہوگا مگر باوجود اس علم اور اس تجربہ کے وہ بھی گمان کئے ہوئے ہیں کہ مسیح آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر وہی مسیح جو حضرت مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا دوبارہ زمین پر نازل ہوگا اور یہ کہ جب وہ آئیگا تو اُس کی سلطنت صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی اور زمینی بھی ہوگی اگر وہ عقلمند ہوتے تو وہ یہود کے نمونہ سے دو نہایت ہی ضروری سبق حاصل کرتے یعنی اوّل وہ یہود کی طرح یہ گمان نہ کرتے کہ مسیح ظاہری طور پر بادشاہ ہوکر آئے گا اور ایک زمینی سلطنت کل روئے زمین پر قائم کرے گا دوسرے وہ یہود کی طرح یہ نہ سمجھتے کہ مسیح کے نزول سے دوبارہ اُسی مریمؑ کے بیٹے کا آنا مراد ہے بلکہ اُن کو چاہیئے تھا کہ وہ اس تاویل کو قبول کرتے جو ایک ایسی ہی پیشگوئی کی مسیح نے کی یہود اِن دو غلطیوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے مگر افسوس کہ مسیحی لوگوں نے بھی اُسی ہلاکت کی راہ پر قدم مارا بلکہ یہود کی نسبت مسیحیوں کی حالت زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اگر یہود نے غلطی کھائی تو وہ ایک حد تک اپنے آپ کو معذور بھی خیال کر سکتے تھے کیونکہ اُن کے پاس

پہلے کوئی ایسا نمونہ موجود نہیں تھا جس سے وہ ہدایت حاصل کرتے مگر مسیحیوں کے پاس تو یہود کا نمونہ موجود ہے جنہوں نے یہی راہ اختیار کر کے اپنے تئیں ہلاک کر لیا مگر پھر بھی مسیحی صاحبان نے اس نمونہ سے عبرت حاصل نہیں کی اور جب خدائے تعالیٰ نے اپنے قدیم وعدوں کے مطابق اپنے برگزیدہ بندے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے اُس کے مقابل میں وہی راہ اختیار کی جو پہلے مسیح کے مقابل میں یہود نے اختیار کی۔ ان دونوں غلطیوں نے انکو اندھا اور بہرا کر دیا۔ انہوں نے احمد علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی آواز کو نہ سنا جو مسیح کی صفات کے ساتھ پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوا اور انہوں نے اُن زبردست نشانات پر غور کرنے سے انکار کیا جن کے ذریعہ سے خدائے تعالیٰ نے اُس کی صداقت

مسیح موعود کا ایک نشان

یہ نشان اس قدر کثرت سے احمد علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ظاہر ہوئے کہ اُن کا شمار بھی دشوار ہے اور آپ کی وفات کے بعد بھی خدائے تعالیٰ نے بڑے بڑے زبردست نشانوں کے ساتھ آپ کی تصدیق کی اور یہ نشان ایسے نہیں کہ کسی ایک ملک یا ایک قوم میں محدود ہوں بلکہ جیسا آپ کا مشن عالمگیر تھا ایسا ہی آپکے نشان عالمگیر ہیں اور زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ وہاں کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے نشانوں کے گواہ نہ ہوں اور بعض نشان آپکے ایسے عظیم الشان ہیں کہ کل دنیا اُن کی گواہ ہے۔ مثلاً گذشتہ دسمبر میں جو خدائے تعالیٰ نے بمقام دہلی میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک نشان دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ جارج پنجم کے ہاتھ سے پورا کرایا دنیا کا کونسا ملک ہے جو اس نشان کا گواہ نہیں کیونکہ یہ نشان ایسے حالات کے ماتحت پورا ہوا کہ اُسکی دھوم کُل دنیا میں مچ گئی۔ برٹش گورنمنٹ نے آج سے قریباً ۶ سال پہلے بنگال کے دو حصے کر دیئے۔ جس پر بنگالیوں نے شور مچایا مگر کسی نے اُن کی بات کو نہ مانا۔ اُنہوں نے بہت زور لگایا کہ یہ تقسیم منسوخ کر دیجائے اور جس طرح پہلے بنگال ایک ہی صوبہ تھا ایسا ہی وہ پھر ایک صوبہ کر دیا جاوے مگر اُن کو صاف جواب دیا گیا کہ تمہاری

یہ درخواست ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ پارلیمنٹ میں ایک بار نہیں بلکہ بار بار کھلے لفظوں میں ذمہ وار وزراء نے کہہ دیا کہ یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے جس میں اب کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ نہیں ہو سکتی۔ لارڈ کرزن کے بعد لارڈ منٹو آیا۔ اُس نے بھی بنگالیوں کو یہی سنایا کہ خواہ کچھ ہو تقسیم بنگال بحال رہے گی۔ اسمیں کوئی تغیر تبدل نہ ہوگا۔ غرض ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی اور کوئی عقلمند اُسوقت یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ایک ایسا امر جس کو گورنمنٹ باوجود بنگالیوں کے شور مچانے کے کر گذری ہے اُس امر کو گورنمنٹ پھر واپس لے لے گی۔ جب بار بار خود پارلیمنٹ میں برملا کھلے الفاظ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو منسوخ نہیں ہو سکتا اور یہ بنگالیوں کی ایک ایسی درخواست ہے جسکو کسی طرح بھی گورنمنٹ منظور نہیں کر سکتی تو کس طرح کوئی شخص امید کر سکتا تھا کہ خدا ایک ایسا دن لائے گا جبکہ بنگالیوں کی مراد پوری ہوگی اور جس چیز کو وہ مانگتی ہیں اور جس کو دینے سے گورنمنٹ بار بار انکار کر چکی ہے وہ چیز بنگالی قوم کو حاصل ہو جائے گی۔ ایسے حالات میں آسمانی گورنمنٹ کی طرف سے زمین کے روحانی بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ایک سرکاری پروانہ بھیجا گیا اور اُس میں حضرت خلیفۃ اللہ علی الارض کو کہا گیا کہ ہمارا یہ حکم کل دنیا کو سنا دو کہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اُن کی دلجوئی ہوگی۔ یہ الٰہی حکم ۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء کو جاری ہوا مگر ظاہر میں کوئی صورت اس کے پورا ہونے کی نظر نہیں آتی تھی۔ ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ گورنمنٹ اس بات پر تُلی ہوئی تھی کہ تقسیم بنگالہ کو بحال رکھا جائے گا خواہ کچھ ہی ہو کیونکہ یہ فیصلہ نہایت سوچ بچار کے بعد کیا گیا تھا اور باوجود بنگالیوں کی مخالفت کے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا گیا اس لیئے صرف لوگوں کی ناجائز ایجی ٹیشن کی وجہ سے اس تجویز کو منسوخ کرنا گورنمنٹ اپنے سلطانی اصول کے برخلاف سمجھتی تھی اور اُس کے نزدیک تقسیم بنگالہ میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا اپنے شاہانہ رعب کو کم کرنا تھا اسی لیئے

بار بار وزراء نے پارلیمنٹ کی پلیٹ فارم پر اور وائیسراؤں نے اپنی وائیسرائی مسند پر کھڑا ہوکر نہ صرف بنگالیوں کو بلکہ کل دنیا کو یہ سنا دیا تھا کہ ہمارا یہ فیصلہ ایک قطعی فیصلہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی کی اُمید کرنا ایک خام خیال ہے اور بنگالیوں کو کہا گیا کہ سُن رکھو اور یاد رکھو کہ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ ان بار بار کے انکاروں نے اور بھی بنگالیوں کی کامیابی کو ناممکن کردیا تھا کیونکہ کوئی شخص یہ گمان نہیں کرسکتا تھا کہ جس امر کے بارے میں گورنمنٹ اور اُس کے عالیجاہ افسر اس قدر زور اور تکرار کے ساتھ صاف اور مضبوط لفظوں میں انکار کرچکے ہیں اُس کو پھر وہی گورنمنٹ جلدی ہی تبدیل کردیگی۔ اس بار بار کے انکار کے اعلانوں نے خود بنگالیوں کو نااُمید کردیا اور وہ اس سے مایوس ہوگئے کہ گورنمنٹ تقسیم بنگالہ میں کوئی ایسی اصلاح کرے گی جس سے اُن کی دلجوئی ہو۔ مگر خدائے تعالیٰ کی حکومت کُل زمینی حکومتوں سے زبردست ہے۔ دنیا کی کُل حکومتیں اُس کی چاکر اور غلام ہیں۔ اب جب کہ مایوسی پرلے درجہ تک پہنچ چکی اور کسی سینہ میں رائی بھر بھی اُمید باقی نہ رہی اُس وقت خدائے تعالیٰ نے اپنی بات کے پورا کرنے کے خود ہی سامان پیدا کرنے شروع کیئے۔ جب تقسیم بنگالہ وقوع میں آئی تھی اُسوقت ہمارا قیصر ایڈورڈ ہفتم ہم پر حکمران تھا۔ اور ہم اُمید رکھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ اُن کے دنوں کو لمبا کرے گا مگر قضاؤ قدر نے ہمیں اُنکے سایۂ میں زیادہ دیر تک رہنے کا موقعہ نہ بخشا اور وہ اس جہان سے رحلت فرماگئے اُنکی وفات کے بعد اُن کا بیٹا جارج پنجم تخت پر بیٹھا۔ اور اُنکے دل میں خدا کے فرشتوں نے یہ تحریک پیدا کی کہ میں ملک ہند کے قدیمی پایۂ تخت دہلی میں اپنی تاجپوشی کا جشن مناؤں۔ یہ بالکل ایک نئی تحریک تھی اور دنیا کی تاریخ میں سراسر یہ ایک نرالا واقعہ تھا جسکی نظیر تاریخ کے صفحوں میں نہیں ملتی۔ اُس نے اپنے وزراء کو حکم دیا کہ تم میری تاجپوشی کا انتظام دہلی میں کرو میں بذات خود ہندوستان کی رعایا کے درمیان اپنی تخت نشینی کی رسم ادا کرنا چاہتا ہوں کس کی شکست

تھی کہ ملک معظم کی اس تجویز سے اختلاف کرے۔ بلا چون وچرا آپ کے حکم کے آگے
سر تسلیم خم کیا گیا اور فوراً ایک عالیشان دربار کے لیئے دہلی میں تیاریاں شروع ہوئیں
اس سے پہلے وزارت بھی بدل چکی تھی اور وہ وائیسرائے بھی ہندوستان سے رخصت
ہو چکے تھے جنہوں نے تقسیم بنگالہ کے متعلق یہ عزم بالجزم ظاہر کیا تھا کہ اس میں
کسی قسم کی تبدیلی یا تنسیخ نہیں کی جائے گی۔ ایک نیا وائیسرائے ہندوستان
میں تشریف آور ہوا اور ولایت میں ایک نئے وزیر ہند نے عنان انتظام اپنے
ہاتھ میں لی۔ لیکن اگر کوئی خاص موقعہ پیدا نہ ہوتا اور کوئی غیر معمولی تقریب پیش
نہ آتی تو یہ نیا وائیسرائے اور یہ نیا وزیر ہند ہرگز کبھی گورنمنٹ کے پہلے فیصلہ
کو برطرف کرنے کا خیال بھی نہ کرتے کیونکہ ایسا کرنا مصلحت ملکی کے سخت برخلاف تھا۔
جب پہلے گورنمنٹ بار بار یہ کہہ چکی تھی کہ یہ فیصلہ قطعی ہے تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ کوئی بعد
کا وائیسرائے یا وزیر ہند گورنمنٹ کے قطعی اور فیصلہ کن اعلانوں کے برخلاف کوئی
کارروائی کرتا۔ کیونکہ ایسا کرنا گورنمنٹ کے اصول کے سخت برخلاف ہے۔ لیکن اگر
دنیا کی نظر میں ایک گورنمنٹ کا ایسا فیصلہ جس کو وہ بار بار آخری فیصلہ اور قطعی فیصلہ کہہ چکی
ہو اٹل ہے تو احکم الحاکمین کا حکم اُس سے بھی زیادہ اٹل ہے۔ اس لیئے اُس
احکم الحاکمین نے زمینی گورنمنٹ کے فیصلہ کو ایسے عجیب طریق سے بدل دیا کہ دنیا
دیکھ کر ششدر رہ گئی اُس خدا نے ملک معظم کو جو اُس کا ایک ادنیٰ چاکر اور غلام ہے
پہلے دستور کے برخلاف ہندوستان میں بھیجا اور اُس نے دہلی کو جو بڑے بڑے
جلیل القدر سلاطین کا تاریخی پایۂ تخت رہ چکا ہے اپنے شاہی دربار کے لیئے پسند
کیا۔ اب ہندوستان کا نیا وائیسرائے اس فکر میں پڑ گیا کہ کوئی ایسی تجویز سوچی
جائے جس سے ملک معظم کا قدوم میمنت لزوم صفحہ دنیا پر ہمیشہ کے لیئے یادگار رہے
جب وہ اس سوچ بچار میں مصروف تھا تو خدائے تعالیٰ نے اُس کے دل میں یہ
بات ڈالی کہ آؤ جس شہر میں حضور قیصر ہند تخت نشینی کا شاہی جشن منائیں گے
اُسی شہر کو ہندوستان کا مستقل تخت گاہ قرار دیا جاوے اس طرح جب تک

شہر دہلی کشور ہند کا دار السلطنت رہے گا اُس کا وجود ملک معظم قیصر ہند کی ہندوستان میں تشریف آوری کا ہمیشہ کے لیئے یادگار رہے گا - اس تجویز کو وزیر ہند نے بھی بہت پسند فرمایا مگر اس کے عملدرآمد میں ایک دقت بھی تھی - ملک معظم کی تشریف آوری ایک عام خوشی کا موقعہ تھا اس لیئے مناسب نہ تھا کہ اس مبارک موقعہ پر کوئی ایسی تجویز عمل میں لائی جائے جس سے ملک معظم کی رعایا کا کوئی حصہ ناراض ہو - لیکن دہلی کو پایۂ تخت قرار دینا ایک ایسی تجویز تھی جس سے اگرچہ ہندوستان کے اکثر باشندے ضرور خوش ہوتے مگر یہ خوف تھا کہ بنگالی لوگ اسپر ناراض ہونگے کیونکہ ہندوستان کا پہلا پایۂ تخت کلکتہ تھا - اور بجائے کلکتہ کے دہلی کو پایۂ تخت قرار دینا بنگالیوں کے لیئے نقصان کا موجب متصور ہو سکتا تھا - اسکے تدارک کے لیئے یہ سوچا گیا کہ بنگالیوں کو جو پرانی رنجش تقسیم بنگالہ کے بارہ میں ہے اُس کے متعلق اب اُن کی دلجوئی کیجائے - اسطرح جب وہ اپنی مراد کو حاصل کرلیں گے تو انکو جو خوشی حاصل ہوگی اُس کی وجہ سے وہ اس رنج کو محسوس نہیں کرینگے جو کلکتہ کے دارالخلافہ نہ رہنے کی وجہ سے انکو ہونے کا احتمال تھا - مگر پہلی تقسیم کو قطعاً منسوخ کر دینا بھی کسی صورت میں مناسب نہ تھا کیونکہ اُس کے متعلق گورنمنٹ بار بار یہ اعلان کر چکی تھی کہ یہ ایک قطعی اور آخری فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا - اس لیئے ایک ایسی راہ اختیار کی گئی کہ بنگالیوں کی دلجوئی بھی ہوجائے اور تقسیم بھی قطعی طور پر منسوخ نہ ہو اسکے لیئے حضور وائیسرائے لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کی ذہن رسا نے ایک ایسی نئی تقسیم تجویز کی جو اُن کو ملکی طور پر بھی بہت مناسب معلوم ہوئی اور اُس سے بنگالیوں کی بھی دلجوئی ہوجاتی تھی - وہ تجویز یہ تھی کہ خاص بنگال کے تو دونوں حصوں کو ملا کر ایک صوبہ کر دیا گیا مگر مشرقی بنگال سے آسام کو الگ کر کے ایک چیف کمشنری بنا دیا گیا اور بہار - چھوٹا ناگپور اور اوڑیسہ کا ایک الگ صوبہ بنا کر اُسکے لیئے ایک الگ لفٹنٹ گورنر تجویز کیا گیا - اسطرح بنگالہ کی ایک نئی تقسیم کر دی گئی مگر وہ تقسیم ایسے طریق سے کی گئی کہ خاص بنگالیوں کے علاقہ کو ملا دیا گیا اور بعض دوسرے صوبوں کو بنگالہ سے جدا کر دیا گیا - پھر اس سے بڑھکر بنگالیوں کی دلجوئی کے لیئے یہ تجویز

صوبہ بنگال میں

کی گئی کہ صوبہ بنگال کو بجائے ایک لفٹنٹی کے گورنری بنا دیا گیا یعنی پہلے وہ صوبہ ایک لفٹنٹ گورنر کے ماتحت تھا۔ اب وہاں ایک گورنر کا رکھا جانا تجویز کیا گیا اسطرح اُس صوبہ کی حیثیت کو بہت بڑھا دیا گیا۔ غرض جہانتک حالات وقتی کے ماتحت ممکن تھا بنگالیوں کی دلجوئی کی کوشش کی گئی۔ جب اس تجویز کو مرتب کرکے اور دلائل کے ساتھ مبرہن کرکے حضور وائیسرائے ہندنے وزیر ہند کے پاس بھیجا تو وزیر ہند نے اس تجویز کو منظور کیا۔ مگر یہ احتیاط کیگئی کہ اسکو پورے طور پر مخفی رکھا جائے اُسوقت تک کہ خود ملک معظم اپنی زبان جوہر فشان سے اپنے دہلی کے قیصری تخت پر سے اس کا اعلان فرماوے۔ اس کے اخفاء میں ایک مصلحت تو یہ تھی کہ سب سے پہلے اس کا اعلان خود ملک معظم کی ہی طرف سے ہو تا اُسکا اثر لوگوں کے دلوں پر پڑے اور اس چونکا دینے والی خبر کا بادشاہ عالیجاہ کی زبان درفشان سے نکلنا شاہی جلسہ کی عظمت کو دوبالا کردے دوسرا فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں یہ بھی مدنظر رکھا گیا تھا کہ اگر اس تجویز کی خبر حضور وائیسرائے۔ وزیر ہند اور اُن کے خاص مشیروں کے علاوہ بیرونی دنیا تک پہنچائی گئی تو خطرہ تھا بلکہ یقین تھا کہ اس کے برخلاف مدبران ملک اور پارلیمنٹ کے ممبروں کی طرف سے اسقدر سخت مخالفت ہوگی اور اسقدر اعتراضات کی بوچھاڑ برسے گی کہ یہ تجویز کامیاب نہ ہوسکے گی۔ اس لیئے اس تجویز کو نہایت احتیاط کے ساتھ چھپایا گیا اور اُس لمحہ تک جبکہ خود شاہ انگلستان نے اپنے دربار کے خاتمہ پر اپنے تخت شاہی سے اس کا اعلان نہ کیا کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ جو بڑے بڑے امراء۔ وزراء۔ رؤسا۔ وغیرہم خود دربار میں موجود تھے اُن کو بھی اس آنیوالے اعلان کی ذرا بھر خبر نہ تھی۔ ہندوستان میں جس قدر گورنر۔ لفٹنٹ گورنر چیف کمشنر اور دیگر بڑے بڑے عالیشان حکام ہیں وہ سب اس خبر سے بے خبر تھے۔ ولایت میں سوائے وزیر ہند کے چند مشیروں کے باقی سب لوگ اس خبر کے متعلق بالکل تاریکی میں تھے۔ پارلیمنٹ کے ممبروں تک کسی کو اس تجویز کی خبر نہ تھی۔ کُل دنیا اس سے بالکل ناواقف تھی۔ سُنا ہے کہ شاہی کیمپ دہلی میں دربار کے دن صرف اتنا پتہ چلا تھا کہ آج ایک عظیم الشان امر واقعہ ہونیوالا ہے مگر یہ کہ وہ عظیم الشان امر کیا ہے اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ آخر جب دربار کا وقت آیا اور

ایک دنیا بادشاہ کے تخت کے سامنے جمع ہوئی اور ایک ایسا مجمع اکٹھا ہوا کہ ہند کی سرزمین میں ایسا مجمع پہلے اُمید نہیں کہ کبھی ہُوا ہو۔ اور شاہی اعلان سنائے گئے اور تمام رسومات بڑے جاہ وحشم کے ساتھ ادا ہوئیں اور جو انعامات اس موقعہ کے لیئے تجویز کیئے گئے وہ حضور وائسرائے نے شاہی تخت کے آگے کھڑے ہوکر قیصر ہند کے حکم سے اُس عالیشان مجمع کے سامنے پڑھکر سنائے۔ ان سب رسومات کے بعد جب جلسہ کے اختتام کا وقت آیا اُسوقت کنگ جارج دی ففتھ۔ ایمپرر آف انڈیا بذات نفیس خود اپنے قیصری تخت کے سامنے کھڑا ہوا اور اُس وقت اُس نے اُن نوابوں راجاؤں گورنروں۔ جرنیلوں۔ کرنیلوں۔ فوجی سپہ سالاروں۔ وزیروں۔ امیروں کے اُس بے نظیر مجمع کے سامنے اپنی مبارک زبان سے ایک اعلان کیا۔ وہ اعلان کیا تھا وہ وہی اعلان تھا جو اس دربار سے ٹھیک پانچ سال دس ماہ قبل خدا کے خلیفہ ؑ نے اپنے دارالخلافت قادیان دارالامان سے شائع کیا تھا کہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اُن کی دلجوئی ہوگی۔ پہلے سب اعلان اسکی طرف سے اُس کے نائب السلطنت نے کیئے مگر جب اس اعلان کی باری آئی جس کے لیئے زمین وآسمان کے بادشاہ نے یہ سارا سامان کیا تھا اور جس کے لیئے خود ملک معظم کو حقیقی شہنشاہ نے ہندوستان کی طرف سفر اختیار کرنے کا حکم دیا تھا جب اس اعلان کی باری آئی تو ملک معظم نے پسند نہ کیا کہ اس الٰہی پیغام کو وہ کسی دوسرے شخص کے ذریعہ اپنی ہند کی رعایا کو پہنچائے۔ اس لیئے شاہ انگلستان قیصر ہندوستان نے اس اعلان کو خود اپنی زبان سے ادا کیا اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء ؑ کے نشان کو اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ اس لیئے کیا تا کہ اُس کے نشان کی عزت ہو اور اُس کے صادق مسیح کی شان دنیا پر ظاہر ہو۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کا اسقدر اکرام کیا کہ اُس کے مُنہ کی بات کو ایک ایسے عظیم الشان انسان کے ہاتھ سے پورا کیا جو آج دنیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہے جس کی سلطنت اسقدر وسیع ہے کہ اسپر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا اور جیسا کہ اُس کی سلطنت دنیا کے کُل حصوں پر

پھیلی ہوئی ہے اسی طرح اُس کا اعلان جو اُس نے دہلی کے پایہ تخت سے بے نظیر شان و شوکت کے جلوس کے موقعہ پر کیا اور جو خدا کے مسیحؑ کے نشان کو پورا کرنے والا اعلان تھا دنیا کے کُل گوشوں پر سچ مُچ برقی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ ملک معظم نے اپنی تخت سے جس چونکا دینے والی خبر کا اعلان فرمایا وہ یہ تھی کہ آج سے مَیں اپنے وزراء کے مشورہ کے بعد اس شہر کو جہاں مَیں اس وقت کھڑا ہوں بجائے کلکتہ کے ہندوستان کا پایۂ تخت مقرر کرتا ہوں اور اسی کے ضمن میں یہ تبدیلی کیجاتی ہے کہ مشرقی و مغربی بنگال آئندہ کے لیئے ایک ہی صوبہ ہوگا جس پر بجائے لفٹنٹ گورنر کے گورنر حکومت کرے گا۔ آسام ایک علیحدہ صوبہ ایک چیف کمشنر کے ماتحت ہوگا اور بہار۔ اوڑیسہ۔ چھوٹا ناگپور ایک جدا صوبہ ایک لفٹنٹ گورنر کے ماتحت ہوگا۔" چونکہ کسی کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ تقسیم بنگالہ کے متعلق جو پہلے حکم جاری کیا گیا تھا اس میں کوئی تبدیلی کیجاوے گی کیونکہ گورنمنٹ کے پہلے ہر دو وائیسرائے یکے بعد دیگرے اور وزیر ہند بار بار اس بات سے انکار کر چکے تھے کہ اس فیصلہ میں کوئی تبدیلی کی جاوے اور اس فیصلہ کو قطعی الفاظ میں آخری فیصلہ کہہ چکے تھے۔

اس لیئے جب اس مجمع نے اس حیرت انگیز خبر کو سُنا تو وہ ششدر رہ گئے اور گورنمنٹ کے بڑے بڑے عہدہ دار جن کو اس آنیوالی تبدیلی کی ہوا بھی نہیں پہنچی تھی وہ حیرت کے گرداب میں غرق ہوگئے اور جب بادشاہ کا یہ اعلان اُسی تاریخ کو پارلیمنٹ میں سنایا گیا تو سب ممبروں پر ایک سناٹے کا عالم چھا گیا اُن کی اُسوقت کی حالت کا پورا پورا نقشہ کھینچنا میرے قلم کی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک طرف تو اُن کی طبیعت میں ایک اُبال اُٹھتا تھا کہ یہ کیا غضب ہوا۔ جس فیصلہ کو گورنمنٹ بار بار آخری اور قطعی فیصلہ کہہ چکی تھی اُسپر ایک دم میں پانی پھیر دیا گیا۔ اور جو کارروائی گورنمنٹ نے بڑے عزم اور بڑے استقلال کے ساتھ کی تھی اور جسپر وہ ابتک ایسے زور سے قائم تھی اُس کو ایک ہی آن میں نابود کر دیا گیا۔ دوسری طرف ایک زبردست طاقت تھی جو انکو زبان کھولنے سے روکتی تھی۔ یہ کلمے اگر کسی وائیسرائے یا کسی وزیر کے مُنہ سے نکلے ہوتے تو وہ اُنکو یک قلم فوراً منسوخ کر کے پہلے حکم کو قائم رکھتے مگر وہ کسی معمولی انسان کی زبان نہ تھی

جس سے یہ کلمات نکلے تھے وہ انگلستان کے بادشاہ اور ہندوستان کے قیصر کی زبان تھی جس نے یہ تہلکہ ڈالنے والے الفاظ بولے تھے اور شاہی عزت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ اس کے اعلان کے مقابل میں مخالفت کی آواز اٹھائی جائے۔ مگر پھر بھی طبیعتوں میں اس قدر جوش تھا اور سینوں میں اس قدر ولولہ تھا کہ بادشاہی عزت کا پاس اور ادب بھی اُن کو زبان کھولنے سے روک نہ سکا۔ بعض نے تو غضب میں آکر کہا کہ ایسی اندھادھند کارروائی روس میں بھی نہیں ہو سکتی لارڈ کرزن بھی اُس وقت پارلیمنٹ میں موجود تھا اُس کی زبان بھی اُس وقت بجلی کی طرح چمکی۔ لارڈ منٹو بھی موجود تھا اُس نے بھی سخت وار کیا مگر کیا ہو سکتا تھا۔ بعض ممبروں نے اُس وقت اُٹھکر کہا کہ یہ بات اب بادشاہ کے مُنہ سے نکل چکی ہے۔ اس لیئے وہ اب واپس نہیں ہو سکتی۔ پارلیمنٹ کے ممبروں نے اعتراض کیا کہ یہ سب کارروائی سلطنت برطانیہ کے قانون کے بالکل برخلاف ہے۔ ہمارے مسلمہ قوانین اور قدیمی رواج کو پاؤں کے تلے روندا گیا ہے اور حضور وائسرائے اور وزیر ہند نے ایک باریک حکمت عملی سے کام لیکر ایک خلاف ضابطہ کارروائی کی ہے اور بادشاہ کی ذات کے پیچھے پناہ لے کر اپنے تئیں مخالفوں کے حملوں سے بچا لیا ہے۔ آخر یہ کہکر ممبروں کی زبانوں کو روکا گیا کہ حضور قیصر ہند ابھی ہندوستان میں تشریف رکھتے ہیں اس لیئے مصلحت ملکی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ایک ایسی بات پر جرح کیجاوے جو اُن کے مُنہ سے نکلی ہے۔ ہندوستان میں عوام الناس سلطنت برطانیہ کے قواعد سے آگاہ نہیں۔ چونکہ انگلستان کے لوگ قوانین ملکی سے پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں اس لیئے وہ جانتے ہیں کہ ایسے اعلان اگرچہ بظاہر بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر در اصل ان اعلانوں کے ذمہ وار اُس کے وزراء ہوتے ہیں اس لیئے اُس ملک میں آزادی سے ایسے اعلانوں پر جرح ہوتی ہے اور اس میں کسی کو یہ وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ ایسا کرنے میں بادشاہ سلامت کی کوئی ہتک ہے۔ بلکہ یہ ایک معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے اور ہر ایک شخص جانتا ہے کہ ایسی جرح بادشاہ پر نہیں بلکہ اُس کے وزراء پر ہے جو ایسے اعلانوں کے ذمہ وار ہیں۔ مگر ہندوستان کے حالات مختلف

ہیں۔ اس ملک کے عام لوگ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے۔ اُن کے خیالات بادشاہ کے متعلق پُرانے قسم کے ہیں اور بادشاہ کی ذات اُن کی نظر میں ایک خاص عزت اور منزلت رکھتی ہے۔ اگر پارلیمنٹ بادشاہ کے اعلان پر خصوصاً اُس اعلان پر جو انہوں نے تخت نشینی کے موقعہ پر اپنی رعایائے ملک ہند کو سنایا سخت نکتہ چینی کرتی تو ہند کی رعایا جو ایسی باتوں کی عادی نہیں اس میں بادشاہ کی ہتک سمجھتی۔ اگرچہ بادشاہ سلامت کے اعلان میں کمال عقلمندی اور دُور اندیشی سے وزراء کے مشورہ کا ذکر کر کے اس امر کو نہایت لطافت کے ساتھ ظاہر کر دیا گیا تھا کہ اس اعلان کے ذمہ وار در اصل وزراء ہیں مگر ہندوستان کی عام پبلک ایسے اشاروں کے سمجھنے کا مادہ نہیں رکھتی۔ اور اگر حضور ملک معظم کے اعلان پر پارلیمنٹ میں سخت حملے ہوتے خصوصاً ایسے وقت میں جب ہندوستان کی وہم پرست قومیں اُن کے تخت کی پوجا کر رہی تھیں اور اُنکے قدموں کی گرد کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا اپنے لیئے فخر سمجھتی تھیں تو ضرور ایسے حملوں کا اثر ہندوستان کی ناخواندہ پبلک پر اچھا نہ ہوتا۔ اس لیئے اُسوقت تو اس اعلان پر زیادہ لے دے کرنا مناسب نہ سمجھا گیا اور اس بحث کو ملتوی کیا گیا۔ مگر جو لوگ قوانین سلطنت برطانیہ سے آگاہی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جن بعض بڑے بڑے امور کا اعلان شاہی میں ذکر تھا اُنکو عملی جامہ پہنانے کے لیئے یہ امر لازمی تھا کہ اُس کے لیئے پارلیمنٹ کی حسب ضابطہ منظوری حاصل کیجاتی۔ اس لیئے ضروری تھا کہ یہ امور باقاعدہ طور پر پارلیمنٹ میں پیش ہو کر پاس ہوں۔ اس لیئے جب یہ امور پارلیمنٹ میں باقاعدہ منظوری کیلیئے پیش کیئے گئے تو ان کو ملک معظم کے اکرام اور اعزاز کی خاطر پاس تو کر دیا گیا مگر پاس کرتے ہوئے اس امر کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا گیا کہ یہ سب کارروائی سخت خلاف ضابطہ ہے مگر ایسے طریق سے اسکی منظوری حاصل کیجاتی ہے کہ اگر ہم اسکو ناپسند بھی کریں پھر بھی ہمیں چار و ناچار اس بل کو پاس ہی کرنا پڑے گا کیونکہ یہ وہ باتیں ہیں جو بادشاہ سلامت کے مُنہ سے پہلے نکلوالی گئیں ہیں اور بعد میں ہمارے سامنے منظوری کے لیئے پیش کیجاتی ہیں۔ اب یہ ایسی صورت ہے کہ ہم مجبور ہیں کہ اِس بل کو پاس کریں۔ ایک طرف ہماری زبانوں کو بند کر دیا

گیا ہے دوسری طرف ہم سے منظوری کی درخواست کیجاتی ہے یہ عجیب پیچ ہے جس میں ہم ڈالے گئے ہیں اسلیئے ہم اس بل کو پاس تو کر دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ہم اپنی نارضامندی کا اظہار بھی نہایت ہی پُرزور الفاظ میں کرتے ہیں تا یہ امر بطور یادگار کے آنیوالی نسلوں میں محفوظ رہے کہ ہمارے نزدیک سخت بے ضابطگی سے کام لیا گیا ہے اور یہ کہ بل کو صرف بادشاہ مکرم کی تکریم و تعظیم کی خاطر پاس کیا گیا ہے۔ اس بل کی مخالفت میں جو جو تقریریں کی گئیں اُن میں لارڈ کرزن کی تقریر آئندہ نسلوں میں بطور یادگار کے قائم رہنے والی ہے۔ لارڈ کرزن فن تقریر میں آج ایک عالمگیر شہرت رکھتا ہے مگر خود اُس کی اپنی تقریروں میں کوئی ایسی تقریر نہیں ملے گی جو اُس کی اُس تقریر کے ہم پلّہ ہو جو اس نے دہلی دربار کے عظیم الشان واقعہ کی مخالفت میں کی۔ اور جو جواب اس تقریر کا وزیر ہند کی طرف سے دیا گیا وہ اس کے مقابل میں بالکل ناقابل اطمینان تھا۔ مگر باوجود ان مخالفتوں کے جو کام ہونیوالا تھا وہ ہو گیا وَ کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا۔

مَیں نے یہ ساری تفصیل اس لیئے کی ہے تا ناظرین کو معلوم ہو کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی بات کو کس طرح پورا کیا پہلے اس معاملہ کو کامل مایوسی تک پُہنچا دیا یہانتک کہ کوئی ایسا سینہ باقی نہ تھا جس میں یہ اُمید باقی رہی ہو کہ بنگالیوں کی مراد پوری ہوگی +۔ خدائے تعالیٰ نے مایوسی اور نااُمیدی کو اس لیئے بڑھا دیا تا کہ اُسکا نشان اور بھی چمکے۔ اگر اُمید باقی رہتی تو یہ نشان ایسا عظیم الشان نہ ٹھہرتا۔ پھر پورا بھی اُس کو عجیب طریق سے کیا۔ اور ایسے اسباب پیدا کیئے جن کا کسی کو خواب و خیال بھی نہ تھا۔ کیا کسی بنگالی یا غیر بنگالی کے سر میں یہ خیال کبھی گذرا تھا کہ خدا خود بادشاہ کو ہندوستان میں بھیجکر اُس کے مُنہ سے یہ جان فزا خبر اُنکو سنائے گا۔ بلکہ خود بابو سرندرا ناتھ بنیرجی کو بھی جس کو ہر وقت تقسیم بنگالہ کے ہی خواب آتے رہتے تھے کبھی یہ خیال نہ گذرا ہوگا۔ کہ خود شاہ انگلستان قیصر ہندوستان اپنی دار السلطنت لنڈن سے آکر اُس کو بذاتِ خود یہ بشارت سنائیگا کہ تیری خواہش پوری ہوئی اور تیری مراد برآئی۔ غرض خدائے تعالیٰ نے اپنے اُس کلام کو پورا کرنے کے لیئے جو اُس نے اپنے خلیفہ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا تھا ایسے اسباب پیدا کیئے جو انسانی اُمیدوں سے بالاتر اور بالکل وہم و گمان سے برتر تھے۔ ظاہری حالات ہر طرف سے یاس کا فتویٰ دیتے تھے

+ دربار سے صرف چند روز ہی پہلے پاؤنیر نے اس خیال کی مخالفت کرتے ہوئے کہ شاید دربار کے موقعہ پر تقسیم بنگالہ کی تنسیخ یا ترمیم ہو جائے لکھا کہ یہ ایک بیہودہ خیال ہے۔ بادشاہ کو قانون کے رو سے یہ اختیار ہی حاصل نہیں

اور کوئی ایسی صورت انسانی دماغ تجویز نہیں کر سکتا تھا جس سے گورنمنٹ دونوں بنگالوں کو پھر ملا کر بنگالیوں کے دلوں کو خوش کرے۔ مگر غیب سے۔ ہاں بالکل غیب سے خدائے تعالیٰ نے اُمید کا ایک دریچہ کھولا اور ایک ایسی سمت سے کامیابی کی خوشخبری لانے والی نسیم چلائی جس طرف کسی متنفس کا وہم خواب میں بھی نہیں گیا تھا۔ یہ کیسی پوشیدہ بات تھی اور انسانی آنکھوں میں کیسی اَنہونی جس کو خدا کے برگزیدہ مسیح موعودؑ نے آسمان سے خبر پا کر پانچ سال قبل شائع کیا پھر دیکھو کیسی حیرت انگیز طرز سے خدائے تعالیٰ نے اس اَنہونی بات کو پورا کر دیا۔ دیکھو پارلیمنٹ کے اراکین نے اور سلطنت کے مدبّروں نے شاہی اعلان کے بعد کیسی خفگی ظاہر کی اور کس طرح اُن شخصوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کیئے جو اس اعلان کے ذمہ وار تھے۔ انہوں نے کہا ایسی اندھا دھند کارروائی تو روس میں بھی ہونی ناممکن ہے یہ ہماری سلطنت میں کیونکر ہو گئی۔ انہوں نے کہا یہ ایک خلاف ضابطہ کارروائی ہے جس میں ملک کے قوانین کو پاؤں کے تلے روندا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر ہند اور ہندوستان کے وائسرائے نے ایک ناجائز کارروائی کر کے بادشاہ کی ذات کی آڑ میں پناہ لے کر اپنے تئیں بچا لیا ہے۔✣ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک ایسے پیچ میں ڈال دیا گیا ہے کہ سوائے اس کے کہ بادشاہ کے اعلان کے مطابق ہم نئی تجاویز کو پاس کر دیں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

ایک طرف ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ بات بادشاہ کے مُنہ سے نکل چکی ہے۔ یہ اب واپس نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسا کرنا ہندوستانی رعایا پر خطرناک اثر ڈالے گا اور ملک معظم کی عزت کو ہندوستانی رعایا کی نظر میں کم کر دے گا اور دربار بجائے ایک برکت ثابت ہونیکے ہماری سلطنت کیلئے منحوس ثابت ہوگا۔ دوسری طرف ہمیں کہا جاتا ہے کہ ان تغیرات کو باقاعدہ منظور کرو۔ اب ہم منظور نہ کریں تو کیا کریں دیکھو خدائے تعالیٰ نے اپنی بات کو کس طرح پورا کیا باوجودیکہ ارکان سلطنت تقسیم بنگالہ میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے سخت مخالف تھے اور بار بار یہ اعلان ہو چکا تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو بنگالی ہزار دفعہ اپنا سر پٹخیں۔ اس تقسیم میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہ ہو گی۔ مگر خدائے تعالیٰ کے کام عجیب اور اُس کی قدرت نرالی ہے۔ اُس نے انہی اراکین کو ایسا جکڑا اور ایسے پیچ میں ڈالا کہ اُنہی انکار کرنے والوں نے اپنے ہاتھوں

✣ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ایسی کارروائی ہے جس سے گورنمنٹ کی کسی کارروائی پر کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ منہ

سے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ نیا انتظام جس کے رو سے دو بنگال کسیقدر ترمیم کے ساتھ پھر ایک کر دیئے گئے ہیں منظور رہے۔ ہاں کیوں منظور نہ ہو۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو آسمان پر احکم الحاکمین کئی سال پہلے کر چکا تھا زمینی پارلیمنٹ نے اس کا بہت مقابلہ کیا اور اس کے روکنے کے لیئے اپنا سارا زور لگایا مگر **بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے؟** آخر پارلیمنٹ نے مجبور ہو کر وہی فیصلہ کیا جسکی خدا کا خلیفہ کئی سال پہلے خبر دے چکا تھا پس خدا کی بات پوری ہوئی اور دنیا میں خدا کے مسیح کی صداقت کا نشان ظاہر ہوا فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

جب ہم اُس وحی الٰہی کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو ہمارا ایمان اور بھی ترقی کرتا ہے۔ اُس پاک وحی کے اصل الفاظ یہ ہیں **پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اُنکی دلجوئی ہوگی**۔ اس الہام میں **پہلے** کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ اس کے بعد ایک دوسرا حکم جاری کیا جائے گا جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی۔ اور وہ دوسرا حکم بھی اُسی امر کے متعلق ہوگا جس کے بارے میں پہلا حکم جاری کیا گیا تھا یعنی بنگالہ کی تقسیم کے متعلق۔ یہ دلجوئی کسی اور ذریعہ سے نہیں بلکہ اُسی تقسیم بنگالہ کے متعلق ایک دوسرے حکم کے ذریعہ ہوگی۔ پہلا حکم جو بنگالہ کی نسبت دیا گیا تھا وہ ایسا تھا جس سے بنگالیوں کے دل کو رنج پہنچا تھا۔ دوسرا حکم ایسا ہوگا جس سے پہلا رنج دُور ہوگا اور اُس میں بنگالی قوم کی دلجوئی مدِ نظر ہوگی الہام کے الفاظ میں کسی ایسی دلجوئی کا ذکر نہیں جس کو **پہلے** حکم سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ ایسی دلجوئی کا ذکر ہے جو پہلے حکم میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کے ذریعہ حاصل کیجائیگی۔ پھر دوسرا امر جو اس کلام ربّانی سے مترشح ہوتا ہے یہ ہے کہ پہلا حکم کلی طور پر منسوخ نہ ہوگا یعنی ایسا نہ ہوگا کہ گورنمنٹ کھلے الفاظ میں یہ حکم دے کہ جو پہلے بنگالہ کی نسبت حکم جاری کیا گیا تھا وہ واپس لیا جاتا ہے اور جیسا بنگال کی تقسیم سے پہلے حالت تھی وہی حالت پھر بحال کی جاتی ہے۔ ایسا نہ ہوگا۔ دوسرا حکم بنگال کو اُس کی پہلی حالت میں واپس نہیں کریگا اور اُس دوسرے حکم کا یہ مضمون نہ ہوگا کہ بنگالہ کے جو دو ٹکڑے کیئے گئے تھے وہ پھر اُسی طرح دوبارہ جوڑ دیئے جاتے ہیں جسطرح کہ لارڈ کرزن کی تقسیم سے پہلے تھے دوسرے حکم میں بنگال کو اُس کی پہلی حالت میں بحال نہیں کیا جائے گا مگر وہ حکم اس قسم کا ضرور

ہوگا کہ اس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوجائیگی اور وہ خوش ہوجائیں گے۔ یعنی اس حکم میں
ایک ایسی بات ہوگی جو اگرچہ بنگالہ کو اطرح تو ایک نہیں کردیگی جیسا کہ وہ لارڈ کرزن کے حکم سے
پہلے تھا مگر وہ بنگالیوں کو ضرور خوش کردے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور ملک معظم نے وائسرائے
اور وزیر ہند کے مشورہ کے مطابق ۱۲۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی کے مشہور تاریخی مجمع میں جو
حکم تقسیم بنگالہ کے متعلق دیا اُس میں یہ نہیں کہا گیا کہ بنگالہ آیندہ ایسا ہی ایک متحدہ صوبہ
ہوگا جیسا کہ وہ لارڈ کرزن کے حکم سے پہلے تھا بلکہ اُس میں پہلی تقسیم میں ایک ایسی ترمیم کیگئی
جس سے بنگالی بھی خوش ہوگئے مگر بنگال بھی پہلے کی طرح ایک صوبہ نہ رہا بلکہ وہ تین مختلف
حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے تو صرف اُس کے دو حصے تھے۔ (۱) مشرقی بنگال و آسام
اور (۲) مغربی بنگال۔ اب اس کے تین حصے کردیئے۔ مشرقی بنگال کے صوبہ میں سے
آسام کو الگ کرکے ایک نیا صوبہ بنا دیا گیا اور مغربی بنگال میں سے تین علاقے یعنی بہار
اڑیسہ۔ چھوٹا ناگپور ایک صوبہ میں وابستہ کیئے گئے اور بنگال خاص کے دونوں ٹکڑوں
کو ایک کرکے بنگالیوں کی دلجوئی کی گئی۔ دیکھو پیشگوئی کے الفاظ میں آنیوالے واقعات کا
کیا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا۔ اور یہ بتلایا گیا کہ بنگالہ پھر ایک بھی نہ ہوگا اور بنگالیوں کی
دلجوئی بھی ہوجائیگی اور وہ دلجوئی کسی اور ذریعہ سے نہیں بلکہ اُس تقسیم بنگالہ کے بارے
میں ایک نیا حکم جاری کرنے کے ذریعہ کیجائیگی۔ دلجوئی کے لفظ میں وہ دلجوئی بھی شامل
ہے جو بنگال کے نئے صوبہ کو بجائے لفٹنٹ گورنر کے ایک گورنر دینے اور اسطرح اُن کے
صوبہ کی حیثیت کو بڑھا دینے سے کی گئی۔ پھر ایک اور امر پر جب ہم غور کرتے ہیں تو
اس پیشگوئی کی عظمت اور بھی ہویدا ہوجاتی ہے ہر ایک شخص جانتا ہے کہ جو اعلان بادشاہ
سلامت نے دہلی میں دیا وہ کوئی معمولی اعلان نہ تھا بلکہ ایک تہلکہ خیز واقعہ تھا جس نے
نہ صرف برطانیہ کی وسیع سلطنت میں بلکہ کل دنیا میں اپنی عظمت کی وجہ سے ایک شور
ڈالدیا دنیا میں بہت سے واقعات پیدا ہوتے ہیں مگر جلدی دنیا اُن کو بھول جاتی
ہے مگر یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیگا اور کبھی
نہیں بھولیگا اور جب کوئی مؤرخ سلطنت برطانیہ کی تاریخ لکھنے کے لئے قلم

اُٹھائے گا تو وہ اس حکم کا ذکر ضرور کرے گا جسکے ذریعہ بنگالیوں کی دلجوئی کیگئی اور پھر ایک اور امر جو اس واقعہ کو عظیم الشان بناتا ہے وہ وہ حالات ہیں جن کے ماتحت یہ حکم سنایا گیا نہ صرف یہ حکم ایک عظیم الشان حکم ہے بلکہ وہ دربار جس میں یہ حکم سنایا گیا ایک تاریخی دربار ہے جو اس حکم کی عظمت کو اور بھی دوبالا کرتا ہے۔ پس جب ہم سوچتے ہیں کہ جس واقعہ کی خدا تعالےٰ نے قبل از وقت خبر دی وہ ایسا عظیم الشان واقعہ نکلا جو تاریخ کے صفحہ میں ہمیشہ یادگار رہیگا تو ہمارا ایمان اس الہام کی عظمت کی نسبت اور بھی بڑھتا ہے کیونکہ ہمیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ ایک ایسی ذات کا کلام ہے جس کو علم تھا کہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک عجیب واقعہ ہونے والا ہے جو نہ صرف اس زمانہ میں کل عالم میں شہرت حاصل کرے گا بلکہ آئندہ زمانوں کی نسلیں بھی اس کو یاد رکھیں گی یہ واقعہ ایسا ہے جس نے ایک نئے زمانہ کی بنیاد ڈالی ہے اور تاریخ کے صفحہ کو پلٹ کر ایک نیا صفحہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا ہے اور ممکن ہے کہ اس سے آئندہ اور بھی ایسے ایسے مہتم بالشان نتائج پیدا ہوں جو اس واقعہ کی اہمیت کو اور بھی بڑھادیں اور آنیوالی نسلیں اس الہام ربانی پر تدبر کرکے اور بھی لذت اٹھائیں جس نے ایک ایسے واقعہ کی قبل از وقت خبر دی جس میں بڑے بڑے اور دُور تک پہنچنے والے نتائج مخفی تھے۔ غرض جس واقعہ کی نسبت قبل از وقت خبر دی گئی تھی اُس کا ایک نہایت ہی عظیم الشان واقعہ ثابت ہونا اُس الہام کی عظمت کو بڑھاتا اور اُس کی رونق کو دوبالا کرتا ہے اور اس سے ہمارا ایمان ترقی کرتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس خبیر نے یہ خبر پہلے سے دے رکھی تھی اُس کو اس واقعہ کی عظمت کا علم تھا اس لیئے اُس نے اپنی پیشگوئی کے لیئے اس واقعہ کو منتخب کیا۔ یہ واقعہ کئی عظمتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اوّل ملکی طور پر زبردست حقیقتیں اسکے اندر شامل ہیں جنکی وجہ سے پولیٹیکل دنیا میں یہ واقعہ بڑی عظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ دوم۔ یہ اعلان خصوصًا اس وجہ سے عظیم الشان ہے کہ اس اعلان کا سنانے والا آج دنیا کے بادشاہوں میں سب سے بڑا بادشاہ ہے۔ سوم۔ یہ اعلان معمولی طور پر نہیں سنایا گیا بلکہ ایک نہایت ہی عظیم الشان مجمع میں سنایا گیا جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ چہارم۔ اس اعلان نے ہندوستان میں ایک برقی اثر پیدا کیا۔ اور اس کا چرچا اُس دن کل ہندوستان میں کیا کل جہان میں پھیل گیا۔ پنجم۔ یہ اعلان ناگہانی طور پر تمام اُمیدوں کے برخلاف ہوا جس کو سنکر ایک جہان چونک اُٹھا۔

ششم۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان اعلان تھا جس نے اپنی عظمت کی وجہ سے خود دربار کی عظمت کو مات کر دیا اور جسقدر تقریریں اور اعلان شاہ انگلستان نے اپنے سفر ہندوستان اور دربار کے موقعہ پر کیئے وہ سب اس اعلان کے آگے فراموش ہوگئے اور لوگوں کو اور سب باتیں بھول گئیں۔
ہفتم۔ اس نے گورنمنٹ کے قطعی اور آخری فیصلوں کو ھبآءً منثوراً کر دیا۔ ہشتم۔ بڑے بڑے مدبران سلطنت کے منشا اور رائے کے برخلاف یہ اعلان ہوا۔ نہم۔ اس نے پارلیمنٹ کو بے دست و پا کر دیا۔
دہم۔ اس واقعہ کی ایک نہیں بلکہ دو ظاہری یادگاریں بھی قائم کی گئیں۔ ایک تو اُس قیصری تخت گاہ کو ہمیشہ کے لیئے محفوظ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا جس پر کھڑے ہو کر ملک معظم نے وہ اعلان ایک جہان کو سنایا۔ دوسرے دہلی شہر کے پاس ایک نیا پایۂ تخت کڑوڑوں روپیہ کے خرچ سے تیار کیا جاویگا جسمیں یہ کوشش کیجاویگی کہ وہ پُرانے سلاطین کی بنا کردہ یادگاروں سے اپنی خوبصورتی اور شان میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہو۔ پس جب تک یہ دونوں نشان دہلی کی سرزمین پر قائم رہیں گے وہ نہ صرف اس اعلان کو یاد دلاتے رہیں گے جو ملک معظم نے ۱۲۔ دسمبر کے مبارک دن کو لاکھوں دنیا کے چیدہ انسانوں کے تاریخی مجمع کے سامنے سنایا بلکہ یہ دونوں نشان مسیح موعود علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے اُس عظیم الشان نشان کے لیئے بھی بطور یادگار کے ہوں گے جو خدائے تعالیٰ نے شاہ انگلستان کو ہندوستان میں بھیجکر اُس کے ہاتھ سے ایسی عظمت اور شوکت کے ساتھ پورا کیا۔ پس بے شمار رحمتیں اور برکات اور سلام ہوں اُس احمدؐ پر جس کے ایک غلام کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ نے ایسا عالیشان نشان ظاہر کیا جو ایسی عظمت اور شان کے ساتھ پورا ہوا۔ مبارک وے جو اس نشان پر ایمان لاکر اپنے لیئے نجات کا سامان تیار کریں۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم بارک علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید ؛

اب میں پھر مسیحیوں کو مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ جس نشان کا میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ صرف ایک نشان ہے حضرت مسیح موعود علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے بے شمار نشانوں میں سے جن میں سے ہر ایک ایسا بین نشان ہے کہ وہ سب بے بنیاد قصے اور

کہانیاں جو تمہاری کتابوں میں مسیح کی نسبت پائی جاتی ہیں اُس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں مگر تم نے یہود کی سنت پر قدم مارا اور اُنکی طرح اُس مسیح کے قبول کرنیسے انکار کیا جسکے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ نے ایسے زبردست نشان ظاہر کیئے۔ خدائے تعالیٰ نے تم پر اتمام حجت کر دی ہے مگر آج اُسکو اپنے صادق کی صداقت ظاہر کرنے اور اپنے نبی اُمّی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کو دنیا پر کھولنے اور اپنی ہستی کا زور آور حملوں کے ذریعہ ثبوت دینے کا اسقدر جوش ہے کہ اگرچہ وہ کئی بار نشان دکھا چکا ہے مگر ابھی اُس نے بس نہیں کی۔ ابھی وہ اور عجائب در عجائب کام دکھلاویگا اور زور آور حملوں سے اسلام کی صداقت کو دنیا پر ظاہر کریگا۔ آخر میں مسیح موعود علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی جو تمہارے مناسب حال ہے سنا کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں ؛ اور وہ پیشگوئی یہ ہے **یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پڑیگی جو بہت سخت ہوگی**۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؛

الہلال

اس نام کا ایک ہفتہ وار باتصویر رسالہ کلکتہ سے زیر ایڈیٹری جناب مولنا ابو الکلام صاحب آزاد شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ یہ ہندوستان میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ ہے جو انگریزی رسالوں کی طرز پر جاری ہُوا ہے۔ زبان نہایت فصیح۔ مضامین بہت دلچسپ۔ تصویریں بہت دلکش۔ ٹائیپ خوبصورت اور کاغذ بہت اچھا ہے۔ اس میں علمی مضامین۔ اسلام کے مشہور ناموروں کے حالات۔ ایران۔ مراکش۔ اور طرابلس کے متعلق مضامین اور خبریں اور علاوہ اس کے عام اسلامی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اگر کاغذ۔ ٹائیپ۔ اور تصاویر کے اخراجات کو اور اُس محنت کو جو اس کے مضامین تیار کرنے میں خرچ کیجاتی ہے مدِّ نظر رکھا جاوے تو ایک اشرفی بھی زیادہ قیمت نہ ہوتی مگر مولنا ابو الکلام صاحب نے کثرت اشاعت کی غرض سے اس کی قیمت صرف آٹھ روپیہ مقرر کی ہے اور طلباء سے اس سے بھی نصف۔ شائقین نمونہ کا پرچہ ۲ کو منگوا کر رسالہ کی خوبی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مقام اشاعت ۷-۱ مکلاوڈ سٹریٹ کلکتہ ؛

رپورٹ ماہوار صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جولائی ۱۹۱۲ء

یتامیٰ ۔ آمد ما [illegible] اور خرچ ما [illegible] ہوا۔ اور مندرجہ ذیل احباب نے یا انجمنوں نے دس روپے یا اس سے زائد رقوم یتامیٰ کیلئے عطا فرمائیں۔ جماعت لائل پور [illegible] بابو محمد منور الدین بی۔ اے گورداسپور [illegible] جماعت فیروز پور [illegible]

زکوٰۃ ۔ آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا۔ اس ماہ خدا کے فضل سے گذشتہ تحریک پر گذشتہ مہینوں کی نسبت خاصی آمد ہوئی۔ اور مندرجہ ذیل رقوم دس یا اس سے زیادہ کی ذیل کے احباب یا انجمنوں کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔ بدر دین صاحب ہیڈ ماسٹر بکلوہ [illegible]۔ بابو فضل الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر داؤد خیل ضلع میانوالی [illegible]۔ منشی عطا محمد صاحب پاکپٹن [illegible]۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سرسہ [illegible]۔ عبد المنان خان مالاکنڈ [illegible]۔ مستری محمد بخش صاحب کالا باغ [illegible]۔ جماعت جالندھر [illegible]۔ منشی تصدق حسین و منشی علی مردان شاہ صاحب شاہ پور [illegible]۔ باقی تھوڑی تھوڑی رقوم آئیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔ ذی استطاعت احباب کی خدمت میں التماس کی گئی تھی کہ وہ زکوٰۃ کا روپیہ اپنی اپنی جگہ پر خرچ کرنے کی بجائے یہاں مساکین مہاجرین نو مسلموں مسافروں اور غریب طالب علموں کے خرچ کرنے کیلئے بھیجتے رہیں تو یہ مد مقروض نہ ہو گی ؛

صیغہ اشاعت اسلام ۔ ماہ جولائی کے آخر خریداران ریویو انگریزی میں ۹ کی بیشی ہوئی اور بابو فرزند علی صاحب نے تین۔ ملک غلام محمد صاحب نے دو جناب امام خان صاحب نے دو نئے خریدار دیئے۔ جزاہم اللہ خیرا۔ بابو محمد صاحب ساکن لدھیانہ نے اصول اسلام یعنی لیکچر مولوی محمد علی صاحب جو الٰہ آباد پڑھا گیا تھا بادشاہوں کو بھیجنے کے لیئے اعلیٰ درجہ کا اپنے خرچ پر چھپوایا ہے۔ بابو صاحب کو غیر زبانوں میں اشاعت اسلام کا بڑا شوق ہے چنانچہ وہ وقتاً فوقتاً اس کار خیر میں حصہ لیتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی سعی میں برکت دے ؎

صیغہ تعلیم ۔ اس صیغہ کی آمد ۱۲۴۲ روپیہ جنمیں ۲۱۸ روپیہ ماہواری امداد گورنمنٹ ۳۷۶ روپیہ فیس مدرسہ اور ۱۵۶ روپیہ فیس بورڈنگ اور ۳۷۴ روپیہ چندہ کا ہے باقی متفرق رقوم ہیں اور خرچ ۹۱۱ روپیہ ہے جنمیں ۸۰۰ روپیہ خرچ ہائی سکول اور باقی اسکی شاخوں کا ہے تعداد طلبا ہائی سکول ۳۳۲ اور بورڈر ۱۵۳ ہیں امتحان انٹرینس میں زیر تجویز لڑکا بھی پاس ہو گیا ہے ہائی سکول ۱۱۔ اگست سے ۲۵ ستمبر تک بسبب

موسمی تعطیلات بند رہیگا عمارت مدرسہ کی بنیادی اینٹ ۲۵- جولائی ۱۹۱۲ء کو بروز جمعرات حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے دست مبارک سے رکھی اسکے بعد آپ نے ہر سہ صاحبزادگان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایک ایک اینٹ رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ اینٹیں تین جگہ یعنی وسط میں اور مشرق اور مغرب میں رکھی گئیں اور چھ۶ دفعہ بہت لمبی دعا کی گئی حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے لوگ تھے ابتدا میں آپ نے بہت ہی مختصر تقریر فرمائی کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر اکیلا آدمی چالیس دن تک یا چالیس آدمی ایک وقت میں ملکر کسی امر کے لیئے دعا کریں تو بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتی ہے اسوقت ہم چالیس سے بہت زیادہ ہیں خدا کی جناب میں سب ملکر دعا کرو کہ اس مدرسہ میں جسکی بنیادی اینٹ رکھنے کے لیئے آئے ہیں بڑے بڑے نیک اور خادم دین لڑکے تعلیم حاصل کر کے باہر نکلیں اور گندے اور شریر اور سیاہ کار لڑکے یہاں نہ آئیں اگر آئیں تو خدا ہدایت دے ؛

صیغہ تعمیر۔ عمارت بورڈنگ ہوس قریباً مکمل ہے۔ اسکے دروازہ کے کتبہ کیلیئے حضرت خلیفۃ المسیح نے مندرجہ ذیل الفاظ تجویز فرمائے ہیں ماشاء اللہ۔ الحمد للہ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ۔ عمارت بورڈنگ کی بقیہ امداد کا چھ ہزار دوسو روپیہ جو گورنمنٹ نے منظور کیا تھا وصول ہو گیا ہے گورنمنٹ کے جہاں ہم پر اور بہت سے احسان ہیں وہاں سلسلہ تعلیم میں ایک یہ بھی احسان ہے جسکے لیئے ہم سب دل سے دعا کرتے ہیں کہ اس سلطنت کو اللہ تعالیٰ ہمارے سر پر قائم رکھے اور اسکے ساتھ ہم اس گورنمنٹ کا اور جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر کا بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہائی سکول کی ماہواری امداد مبلغ چوبیس سو روپیہ بابت سال گذشتہ کے لیئے درخواست کی ہوئی ہے جو امید ہے کہ انشاء اللہ عنقریب منظور ہو کر ملجائیگی مولوی محمد علی صاحب افسر تعمیر کی عدم موجودگی میں جو اڑھائی ماہ کیلیئے بوجہ علالت طبع کوہ مری تشریف لے گئے ہوئے ہیں اس صیغہ کے انچارج جناب خلیفہ رشید الدین صاحب ہیں۔ تعمیر مدرسہ شروع ہے ؛

دفتر محاسب۔ اس ماہ صدر انجمن کی کل آمدنی آٹھ ہزار پانچسو ستانویں روپے دس آنہ چھ پائی اور خرچ نوہزار پینسٹھ روپیہ ہوا۔ صیغہ مدرسہ احمدیہ کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہے اسپر خاص توجہ ہونی چاہیئے کیونکہ زیادہ مقروض ہوتا چلا جاتا ہے۔ صیغہ متفرقات سے جو ایک ہزار روپیہ یونیورسٹی کو دیا گیا تھا اسکی وجہ سے ابتک مقروض چلا جاتا ہے کیونکہ کسی ذریعہ سے یہ کمی پوری نہیں کی گئی۔ لنگرخانہ کا فنڈ بھی عموماً مقروض رہتا ہے چندہ تعمیر کی وصولی کی طرف احباب کو خاص توجہ کرنی چاہیئے کیونکہ عمارت کا کام شروع ہے اور آمدنی کی رفتار بہت دھیمی ہے ؛

خلیفہ رشید الدین قائم مقام سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

درد سر و درد ریاح کی دوا | ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہوجاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی
کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے ٹیپک چمک ٹیس۔ رگوں میں لہر کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو
اِس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف
سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہوجاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا
ہو پھٹا جاتا ہو۔ اڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوجاتا ہے۔ ان دنوں لوگ ذرا ذرا باتوں میں سر کھپایا
کرتے ہیں کام میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بناتے
میں کل تسکائیتیں سر پڑ آجاتی ہیں اور ہائے درد سر پکارا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں
کیلیئے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اس لیئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا
لازم ہے۔ قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی چھ آنہ (۶؍) محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵؍ بارہ ڈبیہ تک ۶؍

داد کا مجرب مرہم | ایک مرتبہ کے لگانے سے کھجلی اچھی ہوجاتی ہے دو تین مرتبہ کے لگانے سے
ایک دم اچھا ہوجاتا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۴؍ محصولڈاک ایک ڈبیہ سے ۶ ڈبیہ تک ۵؍ اور بارہ ڈبیہ تک ۶؍

فصلی بخار اور طحال کی دوا | یہ دوا انتیس برس سے سارے ہندوستان میں استعمال کیجاتی
ہے۔ اگر آپ بخار میں مبتلا ہوں اور سب قسم کے علاج کرا کے تنگ آگئے ہوں تو اِس مجرب دوا کو ایک
مرتبہ ضرور منگا کر استعمال کریں اسمیں چند فائدے لاجواب ہیں یہ ملیریا کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلیئے
کہ اسکی چار پانچ خوراک پینے ہی بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے اور یہ خون کو گاڑھا کر دیتی۔ اور تلی کو گراتی
ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴؍ محصول ۶؍ دو شیشی تک ۸؍ قیمت شیشی خورد ۸؍ محصولڈاک ۵؍ دو شیشی تک ۶؍

کھانسی کی دوا | یہ دوا اچھا ہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے اسمیں یہ فوائد
ہیں (۱) سردی کو بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی
کو روکنا (قیمت بڑی شیشی بتیس خوراک قیمت عہ؍ پیکنگ و محصولڈاک ۶؍ دو شیشی تک ۸؍
چھوٹی شیشی سولہ خوراک قیمت ۸؍ پیکنگ محصولڈاک ۵؍ دو شیشی تک ۶؍ اس دوا پر مہاراجہ
صاحب مہاراجہ لکنجن سنگھ دیو بہادر فیوڈ بڑی چیف پٹنہ اسسٹنٹ بولانگر ضلع سمبھل پور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی
روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلیئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل دفع ہوگئی۔ مجھے صرف سات
خوراک سے زیادہ پینے کی درکار نہ ہوئی۔ کھانسی کو اس دوا نے بہت جلد اثر دکھلایا۔

ڈاکٹر۔ ایس۔ کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

ریویو

ترکی ٹوپی عموماً جسقدر ٹوپیاں آجکل ہندوستان میں ترکی یا رومی ٹوپی کے نام سے بکتی ہیں اٹلی اور آسٹریا کی ساختہ ہوتی ہیں۔ ابتک مسلمانوں نے اسکی چنداں پرواہ نہیں کی مگر اب زمانہ کے حالات کے ماتحت مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ ٹوپیاں جو اسلامی نام سے مشہور ہیں اسلامی ممالک کی ساختہ ہونی چاہئیں۔ اس ضرورت کو محسوس کرکے دہلی میں ایک ایجنسی کھولی گئی ہے جو مصر اور قسطنطنیہ کی ساختہ کی ترکی ٹوپیاں فروخت کرتے ہیں۔ ہم نے بھی یہ ٹوپیاں دیکھی ہیں۔ عمدہ خوبصورت پائدار معلوم ہوتی ہیں۔ قیمت بھی دوسرے ممالک کی ٹوپیوں کی نسبت ارزاں ہے مفصل حالات ایس۔ ایف چشتی۔ اینڈ کمپنی متصل فتحپوری۔ چاندنی چوک دہلی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

اظہار حق اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور اقوال سے جو گرنتھ صاحب۔ جنم ساکھی تواریخ خالصہ اور سکھوں کی دیگر مستند کتابوں سے لیئے گئے ہیں اور جنکے جابجا مفصل حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے عقائد سے بالکل بیزار تھے۔ مورتی پوجا۔ مسئلہ چھوت چھات۔ تیرتھوں۔ رسم جنئو اور تناسخ وغیرہ کا کھنڈن یعنی رد کرتے تھے۔ اسلام کے مشہور اولیاء کرام کے مقابر پر فیض حاصل کرنیکے لیئے چلہ کشی کرتے رہے۔ عقائد اسلام کے پورے پابند تھے۔ تین سال اس کتاب کو شائع ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر اب تک کسی ہندو یا سکھ کو اسکا جواب لکھنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ جن صاحبوں کو سکھ مذہب کی تحقیق یا باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پڑھنے کا شوق ہو یا جن احباب کو سکھوں کے ساتھ کبھی بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہو وہ ضرور یہ کتاب پڑھیں:۔ شیخ محمد یوسف صاحب۔ نومسلم۔ ایڈیٹر نور کی تحقیقات سکھ مذہب کے متعلق جسقدر وسیع ہے ہمارے اکثر احباب سے پوشیدہ نہیں یہ کتاب شیخ صاحب کی محنت اور جانفشانی کا نتیجہ اور عجیب معلومات کا ذخیرہ ہے جس کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے۔ خالصہ قوم میں تبلیغ کا بھی بڑا عمدہ ذریعہ ہے۔ تقریباً دو سو صفحہ کی کتاب ہے مگر قیمت محض تبلیغ اور اشاعت کی غرض سے بہت کم یعنی صرف ۵ رہے۔ ملنے کا پتہ مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور

جواب اشتہار غلام سرور کانپوری منجانب صاحبزادہ محمد بشیر الدین محمود احمد سلمہ ربہ دایدہ۔ سولہ صفحہ کا اشتہار۔ دو حصوں پر منقسم ہے پہلے حصے میں ایک کانپوری اشتہار کا جواب ہے اس حصہ میں

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں چار پانچ ہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کرکے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے انکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جن سے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کر سکے گا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں با وجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنیکے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانیکی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت مآب صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں یہ ایک ایسا مضمون ہے جسمیں مکمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کیگئی ہے اسلیئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِ نظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کرکے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اس کی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کیلیئے بھی منگوائی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلیئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرکے اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی عہ اور بیجلد کی ۱۲؍ علاوہ محصولڈاک۔ جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجز۔ قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں۔

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر نذیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء | شوال ۱۳۳۰ھ | نمبر ۹

چندہ سالانہ ... عوام سے ... طلباء سے ...

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ ستمبر ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

اطلاع:۔ خریداران ریویو گیخدمتمیں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرمادیں۔

(مینیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اختلافات بائیبل

زمانہ حال میں انجیل کی تعلیم پر جو اعتراضات وارد ہو رہے ہیں انہوں نے مسیحی دنیا میں ایک شور مچا دیا ہے۔ اس سے قبل نہ صرف اسے متبرک ہی سمجھا جاتا تھا بلکہ اسکا ہر ایک حرف اور شعشہ کلام الٰہی یقین کیا جاتا تھا۔ تمام یسوعی دنیا کا اسپر ایمان تھا اور وہ اسی بات کی تعلیم دیتی تھی کہ بائیبل کی ساری کتابیں اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اور تمام کا اس بات پر اتفاق تھا کہ بائیبل کا ایک ایک لفظ سچا اور یقینی ہے؛

زمانہ حال کے محققین نے ان تمام دعاوی کی جانچ پڑتال شروع کی۔ سب سے پہلی بات جس نے انکو حیرت میں ڈالدیا یہ تھی کہ خود ان کتابوں میں اس قسم کا کوئی دعویٰ موجود نہ تھا جن میں یہ بیان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔ اسپر ثابت ہوگیا کہ بائیبل مروجہ بعض نامعلوم مصنفوں کی تصنیف ہے اور کہ اُن نامعلوم مصنفوں کو خدا قرار دینا سخت غلطی اور جہالت ہے۔ پھر اس کتاب کو پرکھنے سے اسپر واضح ہوگیا کہ چونکہ وہ مجموعہ اغلاط اور تناقضات ہے اس لیئے کلام الٰہی ہونا تو کجا تاریخی لحاظ سے بھی یہ ایک ناقابل اعتبار کتاب ہے۔ معترضین کے معقول اور ناقابل جواب اعتراضات نے بڑے بڑے کٹر مسیحیوں کے عقیدہ کو متزلزل کر دیا اس لیئے مسیحی دنیا کے قریباً تمام روشن خیال آدمی بائیبل کے کلام الٰہی ہونے پر ہرگز یقین نہیں رکھتے۔ اس کے خلاف عیسائیوں میں ایک پُرانے اور بھدّے خیالات کا گروہ ہے جو ان محققین کی بات کیطرف دھیان نہیں کرنا چاہتا اور اپنے باپ دادوں کی اندھی تقلید پر اڑا ہوُا ہے۔ انہیں میں ایک فرقہ رومن کیتھولک ہے جو

ابھی تک بائیبل کے ہر ایک لفظ کو خدا کا کلام مانے چلے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں چند اور بھی فرقے اسی قسم کے ہیں۔ مثلاً لیوتھرن چرچ نے ابھی حال ہی میں اپنے عقائد کو شائع کر کے بائیبل کے تقدس اور بے خطا ہونے کا اقرار کیا ہے۔ بقول اخبار ٹروتھ سیکر نیو یارک اس فرقہ (لوتھرن چرچ) نے اپنی ایک بڑی مجلس میں جو سینٹ لوئیس میں منعقد کیگئی تھی اپنے عقائد کے بارے میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن بالاتفاق پاس کر کے شائع کیا کہ یہ مجلس خداوند یسوع مسیح کو حاضر و ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ ہم بائیبل کو خداوند کا بے خطا اور غلطی سے مبرّہ و منزّہ کلام سمجھتے ہیں اور خداوند یسوع مسیح کی خدائی۔ کنواری سے پیدائش۔ جسمانی صعود اور خداوند کا بیٹا ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ روح القدس ہمیں کفار کی مانند عذاب میں مبتلا نہ کریگا۔ اس کے بعد دوسرا ریزولیوشن پاس ہؤا کہ ہم ایسے شخص کے ساتھ تعلق نہیں رکھیں گے جو اس کے خلاف ہمیں تعلیم دے۔ جس کے بعد پروفیسر ڈبلیو۔ ایچ۔ ٹی۔ ڈاؤ آف کنکارڈ یا سیمنری نے اپنے لیکچر میں لوتھرن مذہب کا خاکہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا "ہمارا ایمان ہے اور ہماری تعلیم میں یہ بات داخل ہے کہ نیا اور پرانا عہد نامہ خدائے تعالیٰ کا الہامی نوشتہ ہے اور کہ خداوند نے اسکے ترتیب دہندوں کی روح القدس سے مدد کر کے اپنے پاک کلام کو انکے ذریعہ سے ظاہر کیا۔ اور نہ صرف مضامین الہامی ہیں بلکہ الفاظ بھی الہامی ہیں۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ بائیبل کی ۶۶ کتابیں خداوند کا سچا اور بے عیب کلام ہیں۔ جنکی تعلیم کا اصل مدعا یہ ہے کہ یسوع مسیح سچا خدا۔ کامل انسان جو کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا ہؤا ہمارا مالک اور شفیع ہے۔ ہم اُن لوگوں کو بہت بُرا سمجھتے ہیں جن کو بائیبل کی کسی عبارت پر شک یا اعتراض ہے اور ہم اُن نادان عالموں کی اُن تمام سکیموں سے سخت اختلاف رکھتے ہیں جن کا مُدّعا یہ ہے کہ موجودہ بائیبل کی بجائے ایک نئی بائیبل مرتب کیجاوے جو انسانوں کے لیئے زیادہ کارآمد ہو سکے۔"

مندرجہ بالا بیانات سے یہ امر صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی ممالک میں جہاں بہت سے جاہل لوگوں کو پرانے عقائد پر قائم رکھنے کے لیئے کوشش کی جارہی ہے وہاں علماء کا ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو کہ بائیبل کے الہامی کلام ہونے۔ یسوع کی

خدائی۔ کفارہ۔ اور بائیبل کی ۶۶ کتابوں کے خدائے تعالیٰ کا آخری کلام ہونے سے انکاری ہے اور آخر الذکر گروہ ہی ہے جسے لوتھرن چرچ والوں نے نادان عالموں کا خطاب دیا ہے حالانکہ فی الحقیقت روشن ضمیر اور دانا گروہ وہ ہی ہے ؛

ہمیں تعجب آتا ہے کہ موجودہ زمانہ کے روشن خیال لوگوں کے زبردست اعتراضات کو دیکھکر بائیبل کو کن وجوہات کی بنا پر الہامی یقین کیا جا سکتا ہے اس بات کا ایک صریح ثبوت کہ موجودہ بائیبل خصوصاً نئے عہد نامے کا بڑا حصہ خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں یہ ہے کہ اس میں اتنا تضاد پایا جاتا ہے کہ جو ایک الہامی کتاب کی نشان سے بعید ہے ہم ذیل میں بائیبل کے بعض اختلافات درج کرتے ہیں۔ یہ فہرست کسی صورت سے بھی مکمل نہیں کی جا سکتی کیونکہ قریباً تمام بائیبل خصوصاً چار اناجیل میں اسقدر تضاد پایا جاتا ہے کہ ایک آدمی کے لیئے یہ ناممکن محض ہے کہ وہ تمام اختلافات کو جمع کر سکے۔ تاہم اس فہرست سے بہت عمدہ طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ مسیحیوں کی موجودہ کتب مقدسہ کا اکثر حصہ انسانوں کا کلام ہے نہ کہ خدائے تعالیٰ کا ؛

"تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے۔ دیکھ حقیقت میں اُس نے اُسے عبث بنا رکھا ہے نقل نویسوں کا قلم باطل ہے"۔

(یرمیاہ باب ۸ درس ۸)

"اور جب یہ قوم یا نبی یا کاہن تجھ سے پوچھے اور کہے کہ خداوند کا بھاری پیغام کیا ہے تب تو انہیں کہے گا کیا ہی بھاری پیغام کہ مَیں نے تم کو ترک کیا ہے خداوند کہتا ہے اور نبی اور کاہن اور قوم جو کوئی کہے خداوند کا بھاری پیغام مَیں اُس شخص کو اور اُس کے گھرانے کو سزا دونگا چاہیئے کہ ہر ایک اپنے پڑوسی سے اور ہر ایک اپنے بھائی سے یوں کہے کہ خداوند نے کیا جواب دیا ہے اور خداوند نے کیا کہا ہے پر خداوند کے بھاری پیغام کا ذکر تم کو کبھی نہ کرنا ہوگا۔ کہ ہر ایک آدمی کا سخن اُسی کے لیئے بھاری پیغام ہوگا کیونکہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کی باتوں کو بگاڑ ڈالا ہے"۔ یرمیاہ باب ۲۳ ورس ۳۳ سے ۳۶ تک۔

اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (مائدہ - ۳) (خدائے تعالیٰ کی) باتوں کو انکی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو پند انکو دی گئی تھی اُس کا بڑا حصّہ یہ بھلا بیٹھے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الخ (سورہ بقر آیت ۷۹) ہلاکت ہے اُن لوگوں کے لیئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

فہرست اختلافات بائیبل

(۱) لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت سے نہ کھا کیونکہ جس دن تو اُس سے کھائیگا تو ضرور مرے گا (پیدائش باب ۲ ورس ۱۷) مگر اُس درخت کے پھل کو جو باغ کے بیچوں بیچ ہے خدا نے کہا کہ تم اُس سے نہ کھانا اور نہ اُسے چھونا ایسا نہ ہو کہ مرجاؤ (پیدائش باب ۳ ورس ۳)

نوٹ - ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم پھل کھاتے ہی اُسی دن مرجائیگا - دوسری طرف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہُوا بلکہ آدم نو سو تیس برس تک زندہ رہا۔

(۱) اور عورت نے جوں دیکھا کہ وہ درخت کھانے میں اچھا اور دیکھنے میں خوشنما اور عقل بخشنے میں خوب ہے تو اُس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے خصم کو بھی دیا اور اُس نے کھایا تب دونوں کی آنکھیں کھُل گئیں اور اُنہیں معلوم ہُوا کہ ہم ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتّوں کو سی کے اپنے لیئے لنگیاں بنائیں (پیدائش باب ۳ ورس ۶-۷) اور آدم کی ساری عمر نو سو تیس برس کی ہوئی تب وہ مرگیا (پیدائش باب ۵ ورس ۵)

(۲) اور خدا نے جنگلی جانوروں اور مویشیوں کو اُنکی جنس کے موافق اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کو اُنکی جنس کے موافق بنایا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں کہ وے سمندر کی مچھلیوں پر اور

(۲) اور خداوند نے کہا کہ اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے مَیں اس کے لیئے ایک ساتھی اُس کی مانند بناؤں گا - اور خداوند خدا نے میدان کے ہر ایک جانور اور آسمان کے پرندوں کو زمین سے بنا کر آدم کے پاس

آسمان کے پرندوں پر اور مویشیوں پر اور تمام زمین پر اور سب کیڑے مکوڑوں پر جو زمین پر رینگتے ہیں سرداری کریں اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا خدا کی صورت پر اسکو پیدا کیا نر و ناری انکو پیدا کیا (پیدائش باب ۱ ورس ۲۵-۲۷)

نوٹ۔ انسان حیوانات کے بعد پیدا کیا گیا تھا۔

(۳) جب ارفکسد پینتیس برس کا ہوا اس سے سلح پیدا ہوا۔

نوٹ۔ سلح کو ارفکسد کا بیٹا لکھا ہے۔

(۴) سب پاک جانداروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو دو نر اور انکی مادہ اپنے پاس لے (پیدائش باب ۷ ورس ۲)

نوٹ۔ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاک جانوروں میں سے سات سات نر و مادہ کشتی نوح میں چڑھائے گئے۔ مگر دوسری طرف کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پاک جانور بھی دو دو ہی چڑھائے گئے تھے۔ کیا یہ دونوں کلام خدائے تعالیٰ کا کلام ہو سکتے ہیں۔

پہنچایا تاکہ دیکھے کہ وہ ان کے کیا نام رکھے سو جو آدم نے ہر ایک جانور کو کہا وہی اسکا نام ٹھہرا اور آدم نے سب مویشیوں اور آسمان کے پرندوں اور ہر ایک جنگلی جانور کا نام رکھا پر آدم کو اسکی مانند کوئی ساتھی نہ ملا۔ (پیدائش باب ۲ ورس ۱۸-۲۰)

نوٹ۔ انسان حیوانات سے پہلے پیدا کیا گیا۔

(۳) سلح۔ قینان کا اور وہ ارفکسد کا اور وہ سم کا اور وہ نوح کا اور وہ لمک کا (لوقا آیت ۳۶ باب ۳)

نوٹ۔ سلح کو قینان کا بیٹا لکھا ہے۔

(۴) اور سب جانوروں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے کہ وے بچ رہیں چاہیئے کہ وے نر و مادہ ہوں (پیدائش باب ۶ ورس ۱۹)

اور پاک چارپایوں میں سے اور ان چارپایوں میں سے جو پاک نہیں اور پرندوں میں سے اور زمین پر کے ہر ایک رینگنے والوں میں سے۔ دو دو نر و مادہ نوح کے پاس کشتی میں جیسا کہ خدا نے نوح کو فرمایا تھا داخل ہوئے (پیدائش باب ۷ ورس ۸-۹)

وے اور ہر ایک جانور اسکی قسم کے مطابق اور ہر ایک مویشی اسکی قسم کے مطابق اور ہر ایک رینگنے والا جو زمین پر رینگتا ہے اسکی قسم کے مطابق اور ہر ایک پرندہ اسکی قسم کے مطابق سب چڑیوں کی ہر ایک قسم کشتی میں داخل

[حاشیہ: ... (پیدائش باب ۷ ورس ۱۴-۱۵)]

(۵) اخزیاہ بائیس ۲۲ برس کا تھا جبکہ بادشاہ ہُوا (۲ سلاطین باب ۹۔ ورس ۲۶)

اور ایسا ہُوا کہ ایک مُدّت میں روز بروز بدتر ہوکے دو برس کے بعد اُس کے روگ کے مارے اُسکی (اخزیاہ کے باپ یہورام کی) انتڑیاں نکل پڑیں اور وہ بُری بیماری میں مبتلا ہوکے مرگیا اور اُس کے لوگوں نے اُس کے باپ دادوں کی آتش کی مانند اُسکے لیئے آتش کی

وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوُا اور اُسنے آٹھ برس یروشلم میں بادشاہت کی اور وہ بغیر اُسپر ماتم کیئے ہوئے جاتا رہا....... اور یروشلم کے باشندوں نے اُسکے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اُسکی جگہ بادشاہ کیا (۲ تواریخ باب ۲۱ ورس ۱۹-۲۰)

(۲ تواریخ باب ۲۲ ورس ۱)

(۵) اخزیاہ بیالیس ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہُوا (۲ تواریخ باب ۲۲- ورس ۲)

نوٹ - دوسری طرف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اخزیاہ کا باپ یہورام جب مرا- تو اُسوقت اُسکی عمر ۴۰ سال تھی اور اُس کے مرتے ہی لوگوں نے اُسکے سب سے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اُسکی جگہ بادشاہ بنایا اور اُسوقت اُسکی عمر ۴۲ سال کی تھی یعنی وہ اپنے حقیقی باپ سے ۲ سال بڑا تھا اور یہ بھی یاد رہے کہ اخزیاہ - یہورام کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اُس کے دوسرے بیٹے تو اور بھی اپنے باپ سے بڑے ہونگے- کیا خدا تعالےٰ کے کام میں ایسی لغویت کا ہونا ممکن ہے۔

(۶) کیونکہ اُس نے پیتل ڈھال کے ۲ ستون بنائے ہر ایک ستون اٹھارہ ہاتھ اونچا اور ایک ایک کا گھیر بارہ ہاتھ کے سوت سے اندازہ کیا جاتا تھا (۱ سلاطین باب ۷- ۱۵)

(۶) اور اُس نے گھر کے سامنے پینتیس ۳۵ ہاتھ لمبے دو ۲ ستون بنائے اور ایک ایک کا سرا جو ایک ایک کے سرے کے اوپر تھا پانچ ہاتھ لمبا تھا۔ (۲ تواریخ باب ۳- ورس ۱۵)

نوٹ- اگر یہ دونوں عبارتیں خدا کا کلام ہونہیں تو ایک جگہ ۱۸ ہاتھ اور دوسری جگہ ۳۵ ہاتھ لمبائی کیوں بیان ہوتی ۔

(۷) تب ساؤل نے اپنے سلاح بردار سے کہا اپنی تلوار کھینچ اور اُس سے مجھے چھید دے تا نہووے کہ یے نامختون آویں اور مجھے چھید

(۷) تب داؤد نے اُس جوان کو جس نے اُسکو یہ خبر دی کہا تو نے کیونکر جانا کہ ساؤل اور اُسکا بیٹا یونتن مرے؟ اُس جوان نے

لیں اور میرے ساتھ ٹھٹھا کریں پر اُس کے سلاح بردار نے قبول نہ کیا اس لیئے کہ وہ نہایت ڈرا تب ساؤل نے تلوار لی اور اسپر گرا اور جبکہ اُس کے سلاح بردار نے دیکھا کہ ساؤل مرگیا تو وہ بھی اپنی تلوار پر گرا اور اُس کے ساتھ مرگیا - اسموائیل باب ۳۱ ورس ۴-۵)

نوٹ - ایک جگہ لکھا ہے کہ ساؤل نے تلوار پہ گر کر خودکشی کر لی - اور وہ مرگیا - دوسری جگہ لکھا ہے کہ ایک عمالیقی آدمی نے جو اتفاقاً ساؤل کے پاس پہنچا اُس کو قتل کیا - دونوں بیانوں کا مقابلہ کیا جاوے تو کیسا اختلاف ہے - کیا ایسا اختلاف خدائے تعالیٰ کے کلام میں ہو سکتا ہے ؟

(۸) اور جب اُسکو لے جاتے تھے شمعون نام قرینی کو جو شہر کے باہر سے آتا تھا پکڑ کے صلیب اُسپر رکھدی کہ یسوع کے پیچھے پیچھے لے چلے (لوقا باب ۲۳ - ورس ۲۶)

جو اُسے خبر دیتا تھا کہا کہ میں جلبوع کے کوہستان میں اتفاقاً وارد ہؤا اور دیکھو اُس دم ساؤل اپنے نیزے پر تکیہ کیئے ہوئے تھا اور دیکھو کہ رتھوں اور سواروں نے اُسکا نہایت پیچھا کیا ..... سو اس نے مجھے کہا تو کون ہے مینے اُسے کہا کہ میں ایک عمالیقی ہوں پھر اُس نے مجھے کہا میرے پاس کھڑا ہو کے مجھے قتل کر کہ میں بڑے عذاب میں ہوں اور ابتک میرا دم مجھ میں ہے تب میں اُس پاس کھڑا ہؤا اور اُسے قتل کیا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اب جو وہ گرا ہے تو نبچیگا نہیں اور مینے اُس کے سر کا تاج اور کنگن جو اُسکے بازو پر تھا لیا سو میں اُنہیں اپنے خداوند پاس لایا ہوں -

(۲ سموائیل باب - ورس ۵ سے ۶-۸ سے ۱۰)

(۸) تب اُس نے اُسے اُنکے حوالے کیا کہ اُسے صلیب دیجاوے اور وے یسوع کو پکڑ کے لیگئے سو وہ اپنی صلیب اُٹھائے ہوئے اسجگہ کو جو کھوپری کا مقام کہلاتا ہے جس کا ترجمہ عبرانی میں گلگتھ ہے نکل گیا - (یوحنا باب ۱۹ - ورس ۱۶-۱۷)

نوٹ - ایک انجیل کہتی ہے کہ صلیب کو شمعون اُٹھا کر لے گیا تھا دوسری کہتی ہے کہ نہیں یسوع خود اُٹھا کر لے گیا - ان دونوں میں سے کونسی الہامی عبارت ہے ؟

(۹) اُسکے بیٹے اُسے (یعقوب کو) کنعان کی زمین میں لے گئے اور اُسے مکفیلہ کے کھیت

(۹) اور یعقوب مصر میں گیا وہاں وہ اور ہمارے باپ دادے مرگئے اور وے اُنکو سکم میں لیگئے

کے مغارے میں جسے ابرہام نے گورستان کی ملکیت کے لیئے عفرون حتی سے ممرے کے مقابل مول لیا تھا گاڑا (پیدائیش باب ۵۰ ورس ۱۳)

اور اس مقبرہ میں جسکو ابرہام نے بنی ہمور سکم کے باپ سے روپیہ دیکے مول لیا تھا گاڑا۔ (اعمال باب ۷ ورس ۱۵-۱۶)

نوٹ۔ مسیحی صاحبان بتلائیں کہ ان دونوں میں سے کونسی الہامی عبارت درست ہے پرانے عہدنامہ کی یا نیئے عہدنامہ کی ؟

(۱۰) اور قادس سے چل کے کوہ حور میں جو زمین ادوم کی سرحد میں ہے خیمہ گاہ کی۔ یہاں ہارون کاہن خداوند کے حکم کے مطابق کوہ حور پر گیا اور اُس نے بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے پیچھے چالیسویں برس کے پانچویں مہینے کی پہلی تاریخ وہاں وفات پائی (گنتی باب ۳۳ - ورس ۳۷-۳۸)

(۱۰) تب بنی اسرائیل نے بیرات بنی یعقان سے موسیرہ کو کوچ کیا وہاں ہارون کا انتقال ہُوا اور وہیں گاڑا گیا اور اُسکا بیٹا الیعزر کہانت کے منصب پر اُس کا قائم مقام ہُوا (استثناء باب۱۰ ورس ۶)

نوٹ۔ مسیحی صاحبان بتلائیں کہ اگر یہ دونوں عبارتیں الہامی ہیں تو انہیں یہ تناقص کیوں ہے ؟

(۱۱) کیونکہ خدا کے نزدیک شریعت کے سننے والے راستباز نہیں ٹھیرتے بلکہ شریعت پر عمل کرنے والے راستباز ٹھیرینگے۔ (رومیون باب ۲ - ورس ۱۳)

(۱۱) پس کوئی آدمی شریعت پر عمل کرنیسے اُسکے سامنے راستباز نہ ٹھیریگا کیونکہ شریعت کے وسیلہ سے گناہ کی پہچان ہی ہے۔ (رومیون باب ۳ - ورس ۲۰)

نوٹ۔ کیا یہ متضاد بیان الہامی کہلا سکتا ہے ؟

(۱۲) تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور ستر بزرگ اسرائیلی اوپر گئے اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا اور اُسکے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور اُسکی شفافی جرم آسمان

(۱۲) خدا کو کسی نے کبھی نہ دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے بتلادیا (یوحنا باب۱ ورس ۱۸)

کی مانند تھی (خروج باب ۲۴ - ورس ۹ - ۱۰)

اور یعقوب نے اُس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا اور میری جان بچ رہی ہے (پیدائش باب ۳۲ - ورس ۳۰)

اور خداوند موسیٰ سے روبرو ہمکلام ہُوا جس طرح اپنے دوست سے کلام کرتا ہے اور وہ لشکرگاہ کو پھرا پر اُسکا خادم نوجوان یشوع بن نون خیمہ میں سے نہ نکلا (خروج باب ۳۳ - ورس ۱۱)

اور یوں ہوگا کہ جب میرے جلال کا گذر ہوگا تو میں تجھ کو اُس چٹان کی دراز میں رکھونگا اور جب تک نہ گذر لُوں تجھے اپنی ہتھیلی سے ڈھانپونگا اور پھر اپنی ہتھیلی اُٹھاؤنگا اور تو میرا پیچھا دیکھیگا لیکن میرا چہرہ ہرگز دکھائی نہ دیگا (خروج باب ۳۳ - ورس ۲۲-۲۳)

اور بولا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اس لیئے کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے -

(خروج باب ۳۳ - ورس ۲۰)

نوٹ - مسیحی صاحبان بتلائیں کہ ان متناقض بیانات میں سے کون سا بیان الہامی ہے -

(۱۳) میرے اور بنی اسرائیل کے درمیان یہ علامت ابدی ہے اسلیئے کہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہُوا (خروج باب ۳۱ - ورس ۱۷)

نوٹ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تھک گیا اس لیئے اسکو آرام کرنے اور تازہ دم ہونے کی ضرورت پڑی -

(۱۳) کیا تو نے نہیں جانا کیا تو نے نہیں سُنا خداوند سو ابدی خدا ہے زمین کے کناروں کا پیدا کرنے والا وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا اس کے فہم کی تھاہ نہیں ملتی -

(یسعیاہ باب ۴۰ - ورس ۲۸)

تو نے روپے سے میرے لیئے خوشبودار دکھ نہیں خریدی اور تو نے مجھے اپنے ذبائح کی چربی سے سیر کیا لیکن تو نے اپنے گناہوں سے مجھے باربردار کرایا اور اپنی خطاؤں سے مجھے تھکایا - (یسعیاہ باب ۴۳ ورس ۲۴)

تو نے مجھے ترک کیا ہے خداوند کہتا ہے تو

اسکے مقابل میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ - اللہ تعالیٰ کو نہ ذبائح کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ انکے خون ہی پہنچتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے - منہ

نوٹ - بائبل کہتی ہے کہ خداوند زمین آسمان

پیچھے پھر گئی اس لیئے مَیں تجھ پر اپنا ہاتھ بڑھاؤں گا اور تجھے برباد کروں گا پچھتاتے پچھتاتے میں تھک گیا۔
(یرمیاہ باب ۱۵ - ورس ۶)

پیدا کر کے تھک گیا۔ اسلیئے اُس نے ایک دن آرام کیا تا آرام لیکر پھر تازہ دم ہو جائے۔ خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں اسکی تردید فرماتا ہے ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب (ق) ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے چھ وقتوں میں پیدا کیا اور ہمکو کوئی ماندگی نہیں پہنچی۔

(۱۴) مَینے اپنی حیات کی قسم کھائی ہے کلام صدق میرے مُنہ سے نکلا ہے اور نہ پھرے گا کہ ہر ایک گھٹنا میرے آگے جھکیگا اور ہر ایک زبان میری قسم کھائے گی۔ (یسعیاہ باب ۴۵ ورس ۲۳)

(۱۴) پر مَیں تمھیں کہتا ہوں ہرگز قسم نہ کھانا نہ تو آسمان کی کیونکہ وہ خدا کا تخت ہے نہ زمین کی کیونکہ وہ اُسکے پانوں کی چوکی ہے اور نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے (متی باب ۵ ورس ۳۴-۳۵)

(۱۵) جب ابرام ننانوے برس کا ہوا تب خداوند ابرام کو نظر آیا اور اُس سے کہا کہ مَیں خدائے قادر ہوں۔ تو میرے حضور چل اور کامل ہو (پیدائیش باب ۱۷ ورس ۱)

یسوع نے انپر نظر کر کے اُنہیں کہا یہ انسان سے نہیں ہو سکتا پر خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے
(متی باب ۱۹ - ورس ۲۶)

(۱۵) اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا اور اُس نے کوہستانیوں کو خارج کیا پر نشیب کے رہنے والوں کو خارج نہ کر سکا کیونکہ اُن کے پاس لوہے کی رتھیں تھیں۔
(قاضیوں باب اول - ورس ۱۹)

(۱۶) خدا انسان نہیں جو جھوٹھ بولے نہ آدمی زاد ہے کہ پشیمان ہووے کیا اُسنے جو کچھ کہا ہے سو بجا نہ لاویگا اور جو کچھ کہ فرمایا کیا اُسے پورا نہ کریگا
(گنتی باب ۲۳ - ورس ۱۹)
سوا اسکے اسرائیل کا وفادار جھوٹھ نہیں بولتا

(۱۶) تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا۔
(پیدائیش باب ۶ ورس ۶)

تب خداوند اُس بدی سے جو چاہا تھا کہ

اور پشیمان نہیں ہوتا کیونکہ وہ انسان نہیں ہے کہ پچھتاوے (۱-سموئیل باب ۱۵ ورس ۲۹)

(۱۷) باپ بیٹے کو پیار کرتا ہے اور سب چیزیں اُس کے ہاتھ میں دی ہیں۔

(یوحنا- باب ۳- ورس ۳۵)

(۱۸) سُن لے اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے (استثناء باب ۶ ورس ۴)

نوٹ- توریت کی پانچویں کتاب میں لکھا ہے کہ خدا ایک ہے- پولوس کا الہام کہتا ہے کہ خدا دو ہیں- ایک، باپ دوسرا یسوع مسیح-

(۱۹) بعد اسکے خداوند کا غصہ اسرائیل پر پھر بھڑکا کہ اُس نے داؤد کے دلمیں ڈالا کہ انکا مخالف ہو کے کہے کہ جا اور اسرائیل اور یہوداہ کو گن - (۲-سموئیل باب ۲۴- ورس اول)

اپنے لوگوں سے کرے پچھتایا - (خروج باب ۳۲- ورس ۱۴)

(۱۷) اور وہ (بیٹا) کوئی معجزہ وہاں نہ دکھلا سکا۔

(مرقس باب ۶ ورس ۵)

(۱۸) لیکن ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے جس سے ساری چیزیں ہوئیں اور ہم اُسی کے لیئے ہیں اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے جسکے سبب سے ساری چیزیں ہوئیں اور ہم اُسی کے وسیلے سے ہیں (۱-قرنتیوں باب ۸ ورس ۶)

(۱۹) اور شیطان اسرائیل کے مقابلے میں اُٹھا اور داؤد کو اُبھارا کہ اسرائیل کو شمار کرے

(۱-تواریخ باب ۲۱- ورس اول)

نوٹ- ایک جگہ لکھا ہے کہ خداوند نے داؤد کے دل میں ڈالا کہ اسرائیل کو شمار کر- دوسری جگہ لکھا ہے کہ شیطان نے داؤد کو اس کام کے لیئے اُبھارا۔

(۲۰) خدا کا ہر ایک سخن پاک ہے وہ اُن کے لیئے جن کا توکّل اُس پر ہے ایک سپر ہے-

(امثال باب ۳۰ ورس ۵)

(۲۱) ہزار پشتوں کیلیئے فضل رکھنے والا گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا لیکن وہ ہرحال معاف نہ کریگا بلکہ باپوں کے گناہ کا اُنکے فرزندوں

(۲۰) خداوند کے کلام کا شروع جو ہوسیع کے وسیلے سے آیا خداوند نے ہوسیع کو فرمایا کہ جا اور ایک زنا کار عورت اور زنا کے لڑکے اپنے لیئے لے کیونکہ ملک نے خداوند کو چھوڑ کر بڑی زنا کاری کی ہے- (ہوسیع باب اول ورس ۲)

(۲۱) وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اُٹھاویگا اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اُٹھاوے گا

سے اور فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پشت تک بدلا لے گا

(خروج باب ۳۴- ورس ۷)

اُسکے فرزندوں کے لیئے قتل کے سامان اُنکے باپ دادوں کے گناہوں کے سبب طیار کرو تاکہ وے برپا نہ ہوویں اور ملک کے مالک نہ ہو جاویں اور شہر بنا کے دنیا کو آباد نہ کریں

(یسعیاہ باب ۱۴- ورس ۲۱)

(۲۲) تو اپنے لیئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا۔

(خروج باب ۲۰- ورس ۴)

(۲۳) بقا فقط اُسی کو ہے وہ اُس نور میں رہتا ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور اُسے کسی انسان نے نہ دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے اُسی کی عزت اور قدرت ابدی ہے آمین

(۱- طمطاؤس- باب ۶- ورس ۱۶)

(۲۴) یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور اُسنے تین مہینے دس روز یروشلم میں سلطنت کی اور اُس نے وے کام کیئے جو خداوند کی نظر میں بُرے ہیں (۲- تواریخ باب ۳۶- ورس ۹)

صادق کی صداقت اُسی پر ہوگی اور شریر کی شرارت اُسی پر پڑے گی۔

(حزقی ایل باب ۱۸- ورس ۲۰)

اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کیجائیں ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا۔

(استثناء- باب ۲۴- ورس ۱۶)

نوٹ۔ مذکورہ بالا دونوں ورس مسیحی کفارہ کو باطل کرتی ہیں۔

(۲۲) اور تو سونے کے دو کروبی بنائیو انہیں گھڑ کر اُس کنارے کے سرپوش کی دونوں طرف میں بنائیو۔

(خروج باب ۲۵- ورس ۱۸)

(۲۳) تب سلیمان نے کہا کہ خداوند نے فرمایا تھا کہ میں گھٹا کی تاریکی میں رہونگا (۱- سلاطین باب ۸ ورس ۱۲) اُسنے تاریکی کو اپنا پردہ کیا اور اُسکے گرداگرد پانیوں کا اندھیرا اور بادلوں کی گھٹا اُس کا خیمہ تھا۔

(زبور باب ۱۸- ورس ۱۱)

(۲۴) اور یہویکین جب تخت پر بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا اور یروشلم میں اُس نے تین مہینے بادشاہت کی۔

(۲- سلاطین باب ۲۴- ورس ۸)

نوٹ۔ مسیحی صاحبان بتلائیں کہ آٹھ برس والا الہام درست ہے یا اٹھارہ برس والا۔

(۲۵) اور اُس نے شہر میں ایک منصبدار کو جو سپہ سالار تھا اور پانچ شخص اُنمیں سے جو بادشاہ کا مُنہ دیکھتے تھے اور شہر میں موجود تھے اور لشکر کا بڑا محرر جو مملکت کی موجودات دیکھتا تھا اور ساٹھ آدمی اُس مملکت کے جو شہر میں موجود تھے پکڑے -

(۲-سلاطین باب ۲۵- ورس ۱۹)

(۲۵) اور ایک خوجے کو جو سپہ سالار تھا اور بادشاہ کے مصاحبوں میں سے سات شخص کو جو شہر میں پائے گئے اور لشکر کے سردار کے محرر کو جو مملکت کی موجودات کو دیکھتا تھا اور اُس ملک کے ساٹھ آدمیوں کو جو شہر میں تھے وہ شہر سے لے گیا - (یرمیاہ باب ۵۲- ورس ۲۵)

نوٹ - یہ کسطرح ممکن ہے کہ خداوند کے کلام میں ایسی فاش غلطی ہو کہ ایک جگہ پانچ شخص بیان کیئے جاویں دوسری جگہ سات -

(۲۶) صادق کھجور کے درخت کی مانند لہلہائیگا وہ لبنان کے دیودار کی طرح بڑھیگا -

(زبور باب ۹۲- ورس ۱۲)

(۲۶) راستباز ہلاک ہوتا ہے اور کوئی اس بات کو اپنی خاطر میں نہیں لاتا ہے اور دیندار لوگ اُٹھائے جاتے ہیں اور کوئی نہیں سوچتا کہ راستباز اُٹھایا گیا کہ آنیوالی آفت سے بچے (یسعیاہ باب ۵۷ ورس ۱)

سب کچھ جو ہوتا سبھوں پر ایکسان گذرتا ہے صادق اور شریر پر نیکوکار اور پاک اور ناپاک پر اُسپر جو قربانی لاتا اور اُسپر جو قربانی نہیں لاتا ایک ہی ماجرا واقع ہوتا ہے جیسا نیکوکار ہے ویسا خطاکار ہے جیسا وہ ہے جو قسم کھاتا ایسا وہ ہے جو قسم سے ڈرتا ہے

(واعظ باب ۹- ورس ۲)

(۲۷) صادق پر کوئی بُرا حادثہ نہ پڑے گا پر شریر کا سراسر زیان ہوگا

(امثال- باب ۱۲- ورس ۲۱)

(۲۷) کہ خداوند جسے پیار کرتا ہے اُسے تنبیہ کرتا ہے اور ہر ایک بیٹے کو جسے وہ قبول کرتا ہے بیٹتا ہے (عبرانیوں باب ۱۲- ورس ٦)

(۲۸) خداوند کا خوف عمر کو دراز کرتا ہے پر شریروں کی زندگی گھٹائی جاتی ہے -

(امثال باب ۱۰- ورس ۲۷)

(۲۸) شریر کیونکر جیتے رہتے ہیں بوڑھے بھی ہوتے اور زور میں بڑھتے جاتے ہیں اُن کے

پر اے خدا تو اُنکو ہلاکت کے گڑھے میں گرادیگا
خونی اور دغاباز لوگ اپنی آدھی عمر تک نہ پہنچیں گے
پر میرا اعتماد تجھی پر ہے۔
(زبور باب ۵۵- ورس ۲۳)

(۲۹) ہاں شریر کا چراغ ضرور بجھایا جائیگا اور
اُسکی آگ کا شعلہ نہ چمکے گا.... الخ
وہ اُجالے سے اندھیرے میں دھکیلا جائیگا اور
دنیا میں سے رگیدا جائیگا اُسکا نہ بیٹا نہ بھتیجا
اُسکے لوگوں میں رہیگا اور اُسکے مکانوں میں کوئی
باقی نہ ہوویگا (ایوب- باب ۱۸- ورس
۵ سے ۱۱- اور ۱۷ سے ۱۹)

(۳۰) مے مسخرہ بناتی ہے اور مست کرنے
والی ہر ایک چیز غضب آلودہ کرتی ہے
جو اُن کا فریب کھاتا وہ دانشمند نہیں ہے
(امثال باب ۲۰- ورس اول)

جب مے لال لال ہووے اور اُسکا عکس جام
پر پڑے اور جب وہ بہتے وقت اپنی خوبی دکھلاوے
تو اُسپر نظر مت کر۔ کہ انجام کار وہ سانپ کی
مانند کاٹتی ہے اور بچھو کی طرح ڈنک مارتی
ہے (امثال باب ۲۳- ورس ۳۱-۳۲)

(۳۱) سو ساؤل کی بیٹی میکل مرتے دم
تک بے اولاد رہی (۲ سموئیل باب ۶ ورس ۲۳)

دیکھتے ہوئے اُنکے فرزند اُنکے ساتھ موجود
ہوتے ہیں اور اُنکی آنکھوں کے سامنے اُنکی نسل
بڑھتی ہے اُنکے گھر سلامت اور بیخوف ہیں اور خدا
کا ڈنڈا اُنپر نہیں پڑتا (ایوب باب ۲۱- ورس ۷-۹)

(۲۹) کہ میں نادان گھمنڈیوں پر حسد کرتا تھا
جبکہ میں نے شریروں کی کامیابی دیکھی کہ اُنکے مرنے
تک کوئی عقدہ نہیں اور اُنکی قوت کامل ہے
اور آدمیوں کی طرح اُنپر بپت نہیں پڑتی۔
دیکھو یہ شریر جو سدا اقبالمند رہتے ہیں وے
اپنی دولت بڑھاتے جاتے ہیں)- (زبور
باب ۷۳- ورس ۳ سے ۵- ۱۲)

(۳۰) اور اُس نقدی سے جس چیز کو تیرا جی چاہے
مول لے خواہ گائے بیل یا بھیڑ بکری یا مے
یا مسکر* یا اور کچھ جسپر تیرا جی راغب ہو اور
وہاں خداوند اپنے خدا کے آگے کھانا کھا اور تو اور
تیرا سارا گھرانا خوشی کرے۔ (استثنا باب ۱۴ ورس ۲۶)

شراب اُس کو پلاؤ جو مرنے پر ہے اور
مے اُنکو جو شکستہ دل ہیں تاکہ وہ پیوے
اور اپنی تنگدستی فراموش کرے اور اپنی
تباہ حالی کو پھر یاد نہ کرے۔
(امثال باب ۳۱- ورس ۶-۷)

(۳۱) پر بادشاہ نے ساؤل کے بیٹے ایاہ کی
بیٹی صفہ کے دو بیٹے جو ساؤل کے لئے جنی تھی

* یعنی نشہ آور چیز۔ منہ

نوٹ - کیا اس قسم کا اختلاف خداوند کے
کلام میں ہو سکتا ہے؟ ایک جگہ لکھا ہے کہ
میکل مرتے دم تک بے اولاد رہی - دوسری جگہ لکھا
یعنی ارمونی اور مفیبوست اور ساؤل کی بیٹی
میکل کے پانچ بیٹے جو برزلی محولاتی کے بیٹے
عدرایل کے لیئے جنی تھی پکڑے (۲ - سموئیل باب ۲۱ ورس ۸)

(۳۲) پھر ڈھالا ہوا ایک بحر بنایا وہ ایک کنارے
سے دوسرے کنارے تک دس ہاتھ تھا وہ بالکل
گول تھا اور بلندی اُسکی پانچ ہاتھ تھی اور اُسکا
گھیر تیس ہاتھ کے سوت سے انداز کیا جاتا تھا
اور گرداگرد اُس کے کنارے کے نیچے گانٹھیں
بنائیں جو اُسکو گھیرتی تھیں ہر ایک ہاتھ میں دس
دس تھیں اور وے بحر کو گھیرتی تھیں گانٹھوں کی
دو قطاریں تھیں اور جس وقت وہ ڈھالا گیا یے
بھی ڈالی گئی تھیں اور بحر بارہ بیلوں پر رکھا
گیا تین کے چہرے اُتر کے مقابل اور تین کے چہرے
پورب کے مقابل اور بحر انکے اوپر تھا اور انکی پیچھے
کے سب عضو اندر کو تھے اور دَل اُسکا چار انگشت
کا اور اُسکا کنارہ پیالے کے کنارے کی طرح اور
اُنہیں سوسن کے پھول بنے تھے اور بحر میں
دو ہزار بتھ کی گنجائش تھی -
(۱ سلاطین باب ۷ ورس ۲۳ سے ۲۶)

(۳۲) پھر ایک ڈھالا ہوا بحر بنایا جو اردگرد
گول تھا عرض اُس کا ایک کنارے سے دوسرے
کنارے تک دس ہاتھ تھا اور بلندی اُسکی پانچ
ہاتھ اور اُسکا گھیر تیس ہاتھ کے سوت سے انداز
کیا جاتا تھا اور گرداگرد اُسکے نیچے بیلوں کی
صورتیں تھیں جو اُس کے اردگرد تھیں ایک
ایک ہاتھ میں دس تھیں اور اُس بحر کو چاروں
طرف سے گھیرتی تھیں بیلوں کی دو قطاریں اُسکو
ڈھالنے میں اُسی کے ساتھ ڈھالی گئی تھیں اور
بحر بارہ بیلوں پر رکھا گیا تین کے چہرے اُتر کے
مقابل اور تین کے چہرے پچھم کے مقابل اور تین
کے چہرے دکھن کے مقابل اور تین کے چہرے
پورب کے مقابل اور بحر انکے اوپر تھا اور اُنکے پیچھے
کے سب اعضا اندر کو تھے اور دَل اُس کا چار
انگشت کا تھا اور اُسکا کنارا پیالے کے کنارے
کی طرح اور سوسن کے پھول کے مشابہ تھا اُس کی
گنجائش تین ہزار بط کی تھی (۲ تواریخ باب ۴
ورس ۲ سے ۵)

نوٹ - پادری صاحبان بتلائیں کونسا لفظ
الہامی ہے دو ہزار یا تین ہزار؟

(۳۳) دانائی اول چیز ہے سو تو دانائی
حاصل کر اور اپنی سب حاصلات کے ساتھ

(۳۳) کیونکہ لکھا ہے کہ میں حکیموں کی
حکمت کو نیست اور سمجھنے والوں کی سمجھ کو

فہمید پیدا کر (امثال باب ۴۔ ورس ۷)

(۳۴) کیا ہی مبارک ہے وہ انسان جس نے دانائی کو پایا ہے اور وہ آدمی جس نے عقلمندی کو حاصل کیا (امثال باب ۳۔ ورس ۱۳)

(۳۵) سو جاد داؤد پاس آیا اور اُسکو خبر دی اور اُس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے کیا تجھ پر تیرے ملک میں سات برس کا کال پڑے یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرے اور وے تجھے رگیدیں یا تیری مملکت میں تین دن تک وبا پڑے اب صلاح لے اور تجویز کر کہ میں اُسے جس نے مجھے بھیجا کیا جواب دوں (۲۔ سموائیل باب ۲۴۔ ورس ۱۳)

نوٹ۔ یہ عجیب الہامی کتاب ہے۔ ایک جگہ سات برس کا قحط بیان کرتی ہے اور دوسری جگہ تین سال کا

(۳۶) تب بادشاہ نے اروناہ سے کہا یوں نہیں بلکہ میں قیمت دے کے اُسکو تجھ سے مول لونگا اور میں اُن چیزوں کو لیکے کہ جنپر میرا کچھ خرچ نہ ہو خداوند اپنے خدا کو سوختنی قربانیاں نہ چڑھاؤں گا سو داؤد نے وہ کھلیہان اور وے بیل پچاس مثقال چاندی دیکے مول لیئے (۲۔ سموائیل باب ۲۴۔ ورس ۲۴)

(۳۷) اور یواب نے لوگوں کے شمار کی فرد بادشاہ کو دی سو اسرائیل کے آٹھ لاکھ

ہیچ کرونگا (قرنتیون باب اول۔ ورس ۱۹)

(۳۴) کیونکہ بہت حکمت میں بہت دقت ہے اور جس کا عرفان فراواں ہوتا اُس کا دکھ زیادہ ہوتا (واعظ باب اول۔ ورس ۱۸)

(۳۵) سو جاد داؤد پاس آیا اور اُسے کہا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ انہیں سے چن لے کہ تین برس کا کال ہو یا تو اپنے بیریوں کے آگے تین مہینے تک ہلاک ہوتا جاوے اور تیرے دشمنوں کی تلوار تجھ پر آپڑے یا تین دن خداوند کی تلوار یعنی مری ملک میں چلے اور خداوند کا فرشتہ اسرائیل کی ساری سرحدوں میں فنا کرتا جائے اب سوچ کے بتا کہ میں اپنے بھیجنے والے کو کیا جواب دوں (۱۔ تواریخ باب ۲۱۔ ورس ۱۱-۱۲)

(۳۶) داؤد بادشاہ نے اُرنان سے کہا سو نہیں بلکہ میں پورا دام دیکے اُسے مول لونگا کیونکہ میں اُسے جو تیرا ہے خداوند کیلیئے نہیں لینے کا اور بغیر خرچ کیئے سوختنی قربانیاں نہ گذارونگا سو داؤد نے اُرنان کو اُس جگہ کے لیئے چھ سو مثقال سونا تول کے دیا۔

(۱۔ تواریخ باب ۲۱۔ ورس ۲۴-۲۵)

(۳۷) تب یواب نے لوگوں کے شمار کی فرد داؤد کو دی اور سارے اسرائیل گیارہ لاکھ

بہادر مرد تلور بیئے تھے اور یہوداہ کے مرد
پانچ لاکھ تھے۔

(۲-سموئیل باب ۲۴- ورس ۹)

(۳۸) اور ارامی اسرائیل کے سامنے سے
نکل بھاگے اور داؤد نے ارامیوں کی
سات سو گاڑیاں اور چالیس ہزار سوار کاٹ ڈالے
اور انکی فوج کے سردار سوبک کو مار لیا جو
وہیں مر گیا۔ (۲-سموئیل باب ۱۰- ورس ۱۸)

(۳۹) اور داؤد نے اُس سے ایک ہزار رتھ
اور سات ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے
گرفتار کر لیئے اور گاڑیوں کے سارے گھوڑوں کو
انکی ران کی نس کاٹ کر لنگڑا کیا مگر انہیں سے
سو گھوڑوں کو بچا رکھا۔

(۱- تواریخ باب ۱۸- ورس ۴)

(۴۰) اُسوقت فلسطیوں کے لشکر سے ایک
مرد سورما نکلا جسکا نام جاتی جولیت تھا اُسکا
قد چھ ہاتھ ایک بالشت لمبا تھا اور اُس کے
سر پر پیتل کا ایک خود تھا اور پیتل ہی کی
ایک زرہ پہنے ہوئے تھا جو تول میں پانچہزار
مثقال پیتل کی تھی۔...... اور اُس کے بھالے
کی چھڑ ایسی تھی جیسے جلاہے کا شہتیر اور
اُسکے نیزے کا پھل چھ سو مثقال لوہے کا تھا

تلور بیئے اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار تلور بیئے تھے
لیکن اُسنے انمیں اہل لاوی اور بنی بنیمین کا شمار شامل
نہ کیا کیونکہ بادشاہ کا حکم یوآب کے نزدیک مکروہ تھا۔

(۱- تواریخ باب ۲۱- ورس ۵-۶)

(۳۸) لیکن ارامی اسرائیل کے آگے سے
بھاگے اور داؤد نے ارامیوں کے سات ہزار
گاڑی کے سواروں کو اور چالیس ہزار پیادوں کو
مار ڈالا اور لشکر کے سردار سوفک کو قتل کیا۔

(۱- تواریخ باب ۱۹- ورس ۱۸)

(۳۹) اور داؤد نے اُسکے ایک ہزار رتھ
اور سات سو سوار اور بیس ہزار پیادے پکڑ لیئے
اور داؤد نے رتھوں کے سب گھوڑوں
کی کھونچیں ماریں پر اُنہیں سے سو رتھوں
کے لیئے چھوڑ دیئے۔

(۲- سموئیل باب ۸- ورس ۴)

(۴۰) اور پھر فلسطیوں سے جوب میں ایک اور
لڑائی ہوئی تب الحنان بن یعری ارجیم نے
جو بیت لحم کا تھا جاتی جولیت کو جس کا نیزہ
ایسا تھا جیسا کہ جولاہوں کا شہتیر ہوتا
ہے مارا۔ (۲- سموئیل باب ۲۱- ورس ۱۹)

نوٹ- ایک ہی شخص کو دو شخص کی طرح جان
سے مار سکتے ہیں۔ پہلے جاتی جالوت کو حضرت
داؤد علیہ السلام نے قتل کیا دوسری جگہ

اور ایک شخص سپر لیئے ہوئے اسکے آگے چلتا تھا .... سو داؤدؑ ایک فلاخن اور ایک پتھر سے اُس فلسطی پر غالب ہوُا اور اُس فلسطی کو مارا اور قتل کیا اور داؤدؑ کے ہاتھ میں تلوار نہ تھی۔

(۱ سموائیل باب ۱۷۔ ورس ۴۔ ۷۔ ۵۰)

لکھا ہے کہ اس جاتی جالوت کو الحنان بن یعری آرجیم نے قتل کیا۔ ان دونوں بیانوں میں سے کونسا بیان درست اور الہامی ہے ؟

(۴۱) آخر کو یسّی نے اپنے ساتوں بیٹوں کو سموائیل کے سامنے حاضر کیا سو سموائیل نے یسّی کو کہا کہ خداوند نے انہیں پسند نہیں کیا اور سموائیل نے یسّی کو کہا کہ تیرے سب لڑکے یہی ہیں وہ بولا کہ سب سے چھوٹا ابتک باقی ہے کہ دیکھو وہ بھیڑ بکریاں چراتا ہے سو سموائیل نے یسّی کو کہا کہ اُسے بلا بھیج کیونکہ جبتک وہ یہاں آئیگا ہم دسترخوان پر نہ بیٹھیں گے (۱ سموائیل باب ۱۶ ورس ۱۰-۱۱)

(۴۱) اور یسّی سے اُس کا پلوٹھا الیاب پیدا ہوُا اور ابنداب دوسرا اور سمع تیسرا نتنئیل چوتھا ردی پانچواں عوضم چھٹواں داؤدؑ ساتواں ۔ (۱۔ تواریخ باب ۲۔ ورس ۱۳-۱۵)

نوٹ۔ کتاب سموائیل کے رو سے داؤدؑ یسّی کا آٹھواں بیٹا تھا اور تواریخ کے رو سے وہ ساتواں بیٹا تھا۔ اب مسیحی صاحبان فیصلہ کریں کہ وہ ساتواں بیٹا تھا یا آٹھواں۔

(۴۲) خدا کی محبت جو ہم سے ہے اِس سے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یسوع مسیح) کو دنیا میں بھیجا تا کہ ہم اُس کے سبب سے زندگی پاویں۔

(۱۔ یوحنا۔ باب ۴۔ ورس ۹)

(۴۲) تو خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وے خوبصورت ہیں اور اُن سبھوں میں سے جسے جو پسند آئیں اپنے لیئے جوروُاں لیں۔

(پیدائیش باب ۶۔ ورس ۲)

(۴۳) اور یسوع آپ برس تیس ایک کا ہوُا جب شروع کیا اور (جیساکہ گمان تھا) وہ یوسف کا بیٹا تھا اور وہ ہیلی کا۔

(لوقا باب ۳۔ ورس ۲۳)

(۴۳) اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوُا جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔

(متی باب ۱۔ ورس ۱۶)

نوٹ۔ لوقا کہتا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کے شوہر یوسف کا باپ ہیلی تھا۔ متی کہتا کہ ہیلی نہیں یعقوب تھا۔

(۴۴) اور جب وے خداوند کی شریعت کے موافق سب کچھ کر چکے تو جلیل میں اپنے شہر ناصرت کو پھر گئے۔ (لوقا باب ۲۔ ورس ۳۹)

نوٹ لوقا کہتا ہے کہ یروشلم سے فارغ ہو کر یوسف بمع اپنے بیوی بچے کے واپس اپنے گاؤں ناصرہ میں چلا گیا اور متی کہتا ہے کہ مصر کو بھاگ گیا۔

(۴۵) اور کوئی آسمان پر نہیں گیا سوا اُس شخص کے جو آسمان سے اُترا یعنی ابن آدم جو آسمان پر ہے (یوحنا باب ۳۔ ورس ۱۳)

نوٹ۔ یوحنا کہتا ہے کہ صرف مسیح آسمان پر گیا مگر بائیبل کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے زمانہ سے پہلے دو شخص زندہ آسمان پر جا چکے تھے ایک ایلیا۔ دوسرا حنوک۔ اب مسیحی صاحبان بتلائیں کہ یوحنا کا قول الہامی ہے یا دوسرے اقوال یا یہ کہ سب اقوال بے بنیاد اور بیہودہ ہیں۔

(۴۶) کیونکہ باپ کسی شخص کی عدالت نہیں کرتا بلکہ اُس نے ساری عدالت بیٹے کو سونپ دی (یوحنا باب ۵۔ ورس ۲۲)

نوٹ۔ یہ دونوں قول مسیح کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں پہلے وہ کہتا ہے کہ عدالت کرنا ص

(۴۴) تب وہ اُٹھ کے رات ہی کو لڑکے اور اُسکی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو روانہ ہوا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہاں رہا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہو میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا (متی باب ۲۔ ورس ۱۴۔۱۵)

(۴۵) اور ایسا ہوا کہ جونہیں وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھو کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آکے اُن دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہوکے آسمان پر جاتا رہا (۲۔ سلاطین باب ۲۔ ورس ۱۱)

اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا اسلیئے کہ خدا نے اُسے لے لیا (پیدائش باب ۵۔ ورس ۲۴)

ایمان کے سبب سے حنوک اُٹھایا گیا تا کہ موت کو نہ دیکھے اور نہ ملا اسلیئے کہ خدا نے اُسکو اُٹھا لیا تھا کیونکہ اُس کے اُٹھ جانے سے پیشتر اسپر یہ گواہی دیگئی کہ وہ خدا کو پسند آیا تھا (عبرانیوں باب ۱۱۔ ورس ۵)

(۴۶) اور اگر کوئی شخص میری باتیں سُنے اور ایمان نہ لاوے تو میں اُسپر حکم نہیں کرتا کیونکہ میں اسلیئے نہیں آیا کہ جہان پر حکم کروں بلکہ اس لیئے کہ جہان کو بچاؤں۔

(یوحنا باب ۱۲۔ ورس ۴۷)

ص اور حکم کرنا باپ نے اس دنیا میں میرے سپرد کر دیا ہے دوسری جگہ کہتا ہے کہ عدالت کرنا اور حکم کرنا میرا کام نہیں۔ دونوں جگہ اصل میں ایک ہی لفظ ہے۔ ایک جگہ اسکا ترجمہ عدالت کیا گیا ہے دوسری جگہ حکم کرنا۔

(۴۷) یہ مت سمجھو کہ مَیں زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں
(متی باب ۱۰- ورس ۳۴)

مَیں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں اور مَیں کیا ہی چاہتا ہوں کہ لگ چکی ہوتی .... کیا تم گمان کرتے ہو کہ مَیں زمین پر میل کروانے آیا ہوں نہیں مَیں تمھیں کہتا ہوں بلکہ جدائی
(لوقا باب ۱۲- ورس ۴۹-۵۱)

(۴۷) داؤدؑ کے شہر میں آج تمھارے لیئے ایک نجات دینے والا پیدا ہوا وہ مسیح خداوند ہے خدا کو آسمان پر تعریف اور زمین پر سلامتی اور آدمیوں سے رضامندی ہووے۔
(لوقا باب ۲- ورس ۱۱-۱۴)

پر اب مسیح یسوع میں ہو کے تم جو آگے دُور تھے مسیح کے لہو کے سبب سے نزدیک ہو گئے ..... اور اُس نے آ کے تمھیں جو دُور تھے اور انہیں جو نزدیک تھے صلح کی خوشخبری دی۔
(افسیون باب ۲- ورس ۱۳-۱۷)

(۴۸) اگر کوئی میرے پاس آوے اور اپنے ماں باپ اور جورو لڑکے اور بھائی بہن بلکہ اپنی جان کی دشمنی نہ کرے میرا شاگرد ہو نہیں سکتا۔
(لوقا باب ۱۴- ورس ۲۶)

(۴۸) ہر ایک جو اپنے بھائی سے دشمنی رکھتا ہے خونی ہے اور تم جانتے ہو کہ کوئی خونی حیات ابدی کو نہیں رکھتا کہ اُس میں قائم رہے۔
(۱- یوحنا باب ۳- ورس ۱۵)

(۴۹) اُس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کے کہا اِس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اِس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائیگا اور وہ اُنسے جُدا ہو کے پھر کشتی پر چڑھ کے پار گیا۔
(مرقس باب ۸- ورس ۱۲-۱۳)

(۴۹) اے اسرائیلی مردو یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک مرد تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تمپر ثابت ہوا اُن معجزوں اور اچنبھوں اور نشانیوں سے جو خدا نے اُسکی معرفت تمھارے بیچ میں دکھائیں جیسا تم آپ جانتے ہو (اعمال باب ۲- ورس ۲۲)

(۵۰) اور حکم کیا کہ سفر کے لیئے سوا لاٹھی کے کچھ نہ لو نہ جھولی نہ روٹی نہ اپنے کمر بند میں پیسے (مرقس باب ۶- ورس ۸)

(۵۰) نہ سونا نہ روپا نہ تانبا اپنی کمر میں کھو راستے کیلیئے نہ جھولی نہ دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو کیونکہ خوراک مزدور کا حق ہے۔
(متی باب ۱۰- ورس ۹-۱۰)

نوٹ- مرقس کہتا ہے کہ مسیح نے سفر میں لاٹھی اُٹھانیکی اجازت دی۔ متی کہتا ہے کہ لاٹھی اٹھانیکی اجازت نہیں دی۔

(۵۱) اسلیئے کہ جنھوں نے بغیر شریعت پائے
گناہ کیئے وے بغیر شریعت کے ہلاک ہونگے
اور جنھوں نے شریعت پاکے گناہ کیئے انکی
سزا شریعت کے موافق ہوگی۔
(رومیوں باب ۲- ورس ۱۲)

(۵۱) کہ شریعت قہر کا سبب ہے اس لیئے کہ
جہاں شریعت نہیں وہاں نافرمانی بھی نہیں
(رومیوں باب ۴- ورس ۱۵)
نوٹ - ایک جگہ لکھا ہے کہ شریعت کی عدم موجودگی
میں بھی گناہ ہوتا ہے اور لوگ ایسی گناہوں کے
سبب ہلاک بھی ہوتے ہیں دوسری جگہ اسکی
تردید ہے ان میں سے کونسا قول الہامی ہے۔

(۵۲) تم آپسمیں اپنی تقصیروں کا اقرار کرو
اور ایک دوسرے کے لیئے دعا مانگو تاکہ تم
شفا پاؤ راستباز کی منت جب استعمال کی
جاتی بڑی تاثیر رکھتی ہے۔
(یعقوب باب ۵- ورس ۱۶)

(۵۲) جیسا لکھا ہے کہ کوئی راستباز نہیں
ایک بھی نہیں (رومیوں باب ۳- ورس ۱۰)
نوٹ۔ یعقوب کہتا ہے کہ دنیا میں بہت
راستباز ہوتے ہیں۔ پولوس کہتا ہے کہ
راستباز ایک بھی نہیں۔

(۵۳) اُس نے زمین کو اُس کی بنیادوں پر
بنایا کہ اُسے کبھی ابدالآباد جنبش نہیں
(زبور باب ۱۰۴- ورس ۵)
ایک پشت جاتی ہے اور دوسری پشت
آتی ہے پر زمین ہمیشہ قائم رہتی ہے
(واعظ باب اول- ورس ۴)

(۵۳) لیکن خداوند کا دن جس طرح رات کو چور آتا
ہے آویگا اور اُسی میں آسمان سناٹے کے ساتھ
جاتے رہیں گے اور اجرام فلک جلکر گداز
ہوجائینگے اور زمین اُن کاریگریوں سمیت جو
اُسمیں ہیں بھسم ہوگی۔ (۲- پطرس باب ۳ ورس ۱۰)
اور یہ کہ اے خداوند تُو نے ابتدا میں زمین کی
نیو ڈالی اور آسمان تیرے ہاتھ کی کاریگری
ہیں وے نیست ہوجائینگے پر تو باقی ہے اور
وے سب پوشاک کی مانند پرانے ہونگے
(عبرانیوں باب اول- ورس ۱۰-۱۱)

(۵۴) اے میرے بھائیو جب تم طرح طرح کی

(۵۴) اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ

آزمائشوں میں پڑو تو اُسے کمال خوشی سمجھو
(یعقوب باب اول ورس دوم)

(۵۵) ہر ایک جو خدا سے پیدا ہُوا ہے گناہ نہیں کرتا کیونکہ اُس کا تخم اُس میں رہتا ہے اور وہ گناہ کر نہیں سکتا کیونکہ خدا سے پیدا ہُوا ہے۔ (۱۔ یوحنا باب ۳۔ ورس ۹)

(۵۶) پر اُس کے لیئے جو کام نہیں کرتا بلکہ اُس پر جو گنہگار کو راستباز ٹھہراتا ایمان لاتا ہے اُسی کا ایمان راستبازی گنا جاتا چنانچہ داؤدؑ بھی اُس آدمی کی نیک بختی کا ذکر کرتا ہے جسکو خدا بغیر اعمال کے راستباز ٹھہراتا۔
(رومیوں باب ۴۔ ورس ۵-۶)
کیونکہ تم فضل کے سبب ایمان لا کر بچ گئے ہو اور یہ تم سے نہیں خدا کی بخشش ہے اور یہ اعمال کے سبب سے نہیں نہ ہو کہ کوئی فخر کرے۔
(افسیون باب ۲۔ ورس ۸-۹)

برائی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں آمین
(متی باب ۶۔ ورس ۱۳)

(۵۵) اگر کہیں کہ ہم بے گناہ ہیں تو ہم اپنے تئیں فریب دیتے ہیں اور سچائی ہم میں نہیں۔ (۱۔ یوحنا باب اول ورس ۸)
اسلیئے کہ کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے اور خطا نہ کرے۔
(واعظ باب ۷۔ ورس ۲۰)

(۵۶) اے میرے بھائیو اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں اور عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ کیا ایمان اُسے بچا سکتا ہے ..... اس طرح ایمان بھی اگر عمل کے ساتھ نہ ہو تو اکیلا ہوکے مُردہ ہے ...... پس تم دیکھتے ہو کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہیں .... پس جیسا بدن بے روح مُردہ ہے ویسا ہی ایمان بھی بے اعمال مُردہ ہے۔
(یعقوب باب ۲۔ ورس ۱۴-۱۷-۲۴-۲۶)

نوٹ۔ پولوس اور یعقوب کی تعلیم میں وہی فرق ہے جو ظلمت اور نور میں ہوتا ہے۔ پولوس کہتا ہے کہ راستبازی کے لیئے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جو شخص کسی گنہگار بدکار سیاہ کار آدمی کو راستباز ٹھہراتا ہے اُسکی بات پر بھی ایمان لانے والا راستبازوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ راستباز بننے کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ ایمان کے ساتھ نیک عمل بھی ہوں۔ اسکے برخلاف یعقوب کہتا ہے کہ جس ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں وہ ایمان مُردہ ہے وہ کچھ چیز نہیں۔ (باقی آئندہ)

اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں

رسالہ ہذا میں بارہا اس امر پر بحث ہو چکی ہے کہ افغان اور کشمیری دراصل اسرائیل کی کھوئی بھیڑیں ہیں۔ ہمارے ناظرین میں سے جو صاحب مضمون بالا کا مطالعہ کرنا چاہیں انکی خدمتمیں التماس ہے کہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون ۱۹۰۴ء ملاحظہ فرمائیں۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ اہالیان افغانستان اور کشمیر درحقیقت اسرائیلی ہیں اور یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں افغانستان ہوتے ہوئے کشمیر میں وارد ہوئے آخر کشمیر ہی میں اس دار فانی سے رخصت ہو کر عالم جاودانی کو سدھارے چنانچہ آجتک آپکا مقبرہ سری نگر کشمیر محلہ خانیار میں موجود ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل کی تمام قوموں کو مسیح موعود کی آمد کا وعدہ دیا گیا تھا اس لیئے افغانستان اور کشمیر کے اسرائیلی بوجوہات ذیل حضرت مسیح کی تشریف آوری کا زیادہ استحقاق رکھتے تھے۔

اوّل۔ مشرقی اسرائیلی یعنی افغان اور کشمیری مغربی اسرائیلیوں یعنی شامیوں کی نسبت تعداد میں زیادہ تھے کیونکہ ملک شام میں تو اسرائیل کی صرف دو قومیں رہتی تھیں اور اول الذکر باقی دس اقوام کی اولاد تھے۔

دوم۔ اصل وطن سے دور پڑے ہوئے لوگ اہل وطن کی نسبت زیادہ اصلاح کے محتاج ہوتے ہیں اسلیئے حضرت مسیح کے لیئے مشرقی اسرائیلیوں کی خبرگیری مغربی اسرائیلیوں کی نسبت زیادہ ضروری تھی۔

حضرت مسیح نے بقول متی باب ۱۵۔ ورس ۲۴ فرمایا تھا کہ "مَیں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا ہوں"۔ اگر اس وعدہ کے باوجود وہ اپنی بعثت صرف شام کی دو اسرائیلی قوموں تک محدود رکھتے تو وہ اپنے فرض منصبی کی ادائگی میں قاصر رہتے۔ انجیل کی محولہ بالا ورس سے تو صاف واضح ہوتا ہے کہ یسوع مسیح صرف اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش و خبرگیری کے لیئے مامور

ہوئے تھے۔ شامی اسرائیلیوں پر کھوئی ہوئی بھیڑوں کی مثال صحیح معنوں میں صادق ہی نہیں آسکتی کیونکہ کھوئی ہوئی بھیڑیں تو وہی ہوتی ہیں جو ریوڑ سے علیحدہ گھر سے دُور اور گلہ بان کی آنکھ سے اوجھل ہوگئی ہوں۔ شامی اسرائیل گھر میں اور ریوڑ کی اصل جگہ پر موجود تھے۔ وہ برسوں گلہ بان کی آنکھ کے نیچے رہے۔ اُنکو بھیڑیوں کے حملوں کا چنداں خوف وخطرہ نہ تھا اسلیئے اُنکو کھوئی ہوئی بھیڑیں کہنا ہی غیر موزوں معلوم ہوتا ہے ہاں کھوئی ہوئی بھیڑیں وہ تھیں جو اصل گلہ اور گھر سے دُور افغانستان وکشمیر میں پڑی ہوئی تھیں اور احتمال تھا کہ مبادا وہ جنگلی جانوروں اور بھیڑیوں کا شکار ہو جائیں پس اپنی دُور افتادہ کھوئی ہوئی بھیڑوں کی خبر گیری موعودہ گلہ بان کا نصب العین تھی لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے جونہی صلیب کی لعنتی موت سے نجات پائی وہ فوراً اپنے معدودے چند شامی حواریوں سے رخصت ہو کر کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ اس سفر میں جسے مسیحؑ کی ہجرت کہنا بجا ہے خداوند تعالیٰ نے خود آپ کی رہنمائی کی اور آخر گلہ بان اپنی بھیڑوں کے پاس آپہنچا۔ اُنکے منزل مقصود پر پہنچنے کا بین ثبوت یہ ہے کہ ان مشرقی اسرائیلیوں کے درمیان ہم کو ایک نبی کا مقبرہ ملتا ہے جسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ اسمیں ایک بزرگ نبی صاحب یا عیسیٰ صاحب مدفون ہیں جو ۱۹۰۰ برس گذرے کسی مغربی ملک سے یہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور اُس بزرگ کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں یا بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ مسیح ناصری علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد کشمیر تشریف لائے اور عمر طبعی کو پہنچکر یہیں فوت ہوئے اور سری نگر محلہ خانیار کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔

چونکہ اس مضمون پر ہم رسالہ ہٰذا کے گذشتہ نمبروں میں سیر کن بحث کر چکے ہیں لہٰذا اس کے بیئے مزید دلائل کا اعادہ غیر ضروری ہے۔ اسوقت ہم ایک نئی شہادت پیش کرتے ہیں جو افغانوں اور کشمیریوں کے اسرائیلی ہونے پر دلالت کرتی ہے وھوھٰذا ساحل مالا بار پر ایک قوم آباد ہے جو اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتی اور موسوی شریعت کی تابع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد شام، عرب یا ایران سے نہیں بلکہ کسی شمالی

ملک سے آئے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ شمالی ملک کشمیر یا افغانستان کے سوا اور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ساحل مالا بار سے شمالی جانب بحر منجمد شمالی کے کناروں تک محولہ بالا دو ملکوں کے سوا اور کوئی ایسا ملک نہیں جہاں کے باشندوں کے خط و خال اسرائیلیوں سے ملتے ہوں۔ اور جو بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں۔ تاہم ہم کو اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کا ایک ایسا حصّہ ملتا ہے جنہوں نے افغانوں یا کشمیریوں کی طرح کوئی مذہب اختیار نہیں کیا بلکہ تا حال اپنے پُرانے عبرانی مذہب کے چند اصولوں پر قائم ہیں۔ یہ لوگ افغانوں اور بعض دیگر شمالی ہندوستان کے لوگوں کی طرح بڑی تحدی سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔ ان مالا باری بنی اسرائیلیوں میں سے ایک صاحب ایچ۔ ایس۔ رونبز نامی ساکن بمبئی نے اتفاقاً ریویو آف ریلیجنز کا وہ مضمون مطالعہ کیا جس میں ہم نے افغانوں اور کشمیریوں کو اسرائیلی النسل ثابت کیا تھا اس مضمون سے متاثر ہو کر صاحب موصوف نے نہایت مہربانی سے ہمارے پاس ایک چھوٹی سی کتاب بھیجی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر درج ہے۔ اس کتاب کا نام "یہودی ہندوستان اور مشرق بعید میں" ہے۔

احاطہ بمبئی کے بنی اسرائیل کی آبادی تخمیناً دس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ سلطنت انگلشیہ کی آمد سے قبل یہ لوگ احاطہ بمبئی کے جنوب مشرقی اضلاع میں آباد اور عام دیہاتیوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے چونکہ یہ لوگ عموماً تیل نکالنے کا کام کرتے اور شنوار یعنی ہفتہ کے دن سبت مناتے تھے اس لئے وہ شنوار تیلی یعنی سبت کے دن والے تیلی کہلاتے تھے۔ تیل نکالنے کے علاوہ یہ لوگ اور اور کام بھی کرتے تھے چنانچہ اُن میں سے بعض تو ابتک مختصر سی کاشتکاری یا دوکانداری کا شغل رکھتے ہیں۔ اور بعض دستکار خصوصاً بڑھئی ہیں۔ برٹش نظام حکومت کا دَور دَورہ ہونے کے ساتھ ہی اس عجیب اور تاریخی قوم کی حالت میں بھی ایک تغیر پیدا ہُوا ہے اور کثیر التعداد بنی اسرائیل اپنے سابقہ دیہات کو جہاں اُنکی باقی قوم ابتک آباد ہے ترک کر کے احاطہ بمبئی کے دارالخلافہ اور دیگر قصبہ جات مثل پُونا۔ تھانہ۔ کراچی۔ احمد آباد اور دھاروار وغیرہ میں اقامت گزین ہوئے ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دوران حکومت میں بہت سے بہادر سپاہی اس قوم میں سے بھرتی کیئے گئے تھے۔ جب ۱۷۹۰ء-۱۷۸۴ء میں میسور کی دوسری لڑائی ہوئی تو بہت سے بنی اسرائیل کو جو کمپنی کی افواج میں ملازم تھے سلطان ٹیپو

کے لشکر نے گرفتار کر لیا۔ جب ان قیدیوں کا اصل حال سلطان کی والدہ کو معلوم ہُوا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے اُنکو رہائی کے لیئے بدیں الفاظ سفارش کی کہ مَینے بنی اسرائیل کو ہندوستان میں پہلی مرتبہ دیکھا ہے یہ وہ قوم ہے جسکا ذکر بار بار قرآن کریم میں آتا ہے اس لیئے میں سفارش کرتی ہوں کہ انکو رہا کر دیا جاوے۔ جب سے اہل یوروپ کو اُس کا حال معلوم ہُوا اور اُن کے اصلی حالات معلوم کرنیکی سعی ہونے لگی ہے اُسی وقت سے یہ لوگ معترض رہے ہیں کہ اُن کو 'یہودی' نہ کہا جائے بلکہ بنی اسرائیل کے نام سے پکارا جائے۔ کیونکہ بقول اُن کے 'بنی اسرائیل' کے علاوہ اور کسی نام کا صحیح اطلاق اُنپر نہیں ہوسکتا اب یہ صاف ظاہر ہے کہ لفظ بنی اسرائیل کے معنے اسرائیل کی اولاد ہیں اور اگر تاریخ پر غور کیا جائے تو بنی اسرائیل کا لفظ یہودی کے لفظ کی نسبت قدیم تر اور زیادہ پرانا ثابت ہوتا ہے پس یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ اپنی قدیم اصل سے منسوب ہونا ہی افضل اور انسب خیال کرتے ہیں۔ اور اُنکا یہ فعل ہی ایک سمجھدار اور منصف محقق کے لیئے اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی اُن اقوام سے تعلق نہیں رکھتے جنکی اولاد عام یہودی ہیں بلکہ اُن کا تعلق اسرائیل کی گم شدہ قوموں سے ہے:

مالاباری بنی اسرائیل کے ناموں پر اگر غور کیا جائے تو بمشکل کوئی ایسا زن و مرد ہوگا جسکا نام بائیبل کے اسماء کی فہرست سے باہر ہو۔ البتہ اسقدر فرق ضرور ہُوا ہے کہ وہ اب بائیبل کے تمام اسماء استعمال کرتے ہیں مگر کچھ مُدّت پہلے اُنکے مردوں میں یہوداہ اور عورتوں میں آستر کا نام نہیں ہوتا تھا حالانکہ عام یہودی ان ناموں کو بہت ہی عزیز رکھتے ہیں اُنکے سابقہ ناموں میں روبن بکثرت اور عام طور پر رکھا جاتا تھا۔ اُنکے ناموں پر نظر ڈالنے سے ایک اور عجیب بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ ہندوستان کی آب و ہوا نے جہاں اُن کے رنگ پر اثر کیا ہے وہاں اس ملک کی بود و باش اور زبان نے اُنکے ناموں میں بھی تبدیلی پیدا کر دی ہے چنانچہ ذیل میں انکے چند ایک نام دیئے جاتے ہیں جو عبرانی سے ہندی بنائے گئے ہیں مثلاً باناجی (بن یامین) مُوسیٰ جی (موسیٰؑ) آباجی (ابراہیمؑ) ہاروجی (ہارونؑ) ساماجی (سمویل) داؤدجی (داؤدؑ) ایساجی (اسحٰقؑ) اقروب جی (یعقوبؑ) الیسوب جی

(یوسفؑ) ایلوجی (الیاسؑ) حزّجی (حزقیلؑ) روماجی (رحامیم) اربن جی (اربن) سلیمان جی (سلیمانؑ) شمشان جی (شمسون) شالوم جی (سلوم) وغیرہ وغیرہ۔ یہ مہند نام گو قصبات میں اب ترک کیئے جارہے ہیں اور انکی جگہ خالص ہندو ناموں کا رواج ہر دو مرد اور عورتوں میں ہورہا ہے تاہم دیہات میں ابھی تک وہی قدیم نام رکھے جاتے ہیں جو قدیم بنی اسرائیل میں رائج تھے؛

احاطہ بمبئی کے بنی اسرائیل نے بھی افغانوں اور کشمیریوں کی طرح نہ صرف اپنی قدیم رسوم وعادات کو خیرباد کہا ہے بلکہ اپنے قدیم مذہب کو بھی بھلا دیا ہے۔ مزید براں وہ زبان عبرانی سے بھی نابلد و ناآشنا ہوگئے ہیں۔ اُنکو اپنی مقدس زبان سے اگر کچھ یاد ہے تو صرف یہودیوں کا ایک خاص کلمہ ہے۔ اہل یوروپ نے جب اُنکے متعلق تحقیقات شروع کی تو اُنکی حالت میں اسقدر تغیر تھا کہ بظاہر اُنکی اصلیت کا پتہ لگانا محال معلوم ہوتا تھا۔ بعد غور چند ایک ایسی شہادتیں ملگئیں جن سے اُنکا گمشدہ اسرائیلی اقوام کی اولاد ہونا پایہ ثبوت کو پہنچگیا۔ محولہ بالا شہادتیں جو یوروپین محققین کے تیقن کا باعث ہوگئیں حسب ذیل تھیں۔

اوّل۔ اُنمیں ختنہ کا رواج تھا اور یہ رسم بچپن میں ادا کی جاتی تھی۔

دوم۔ وہ ہفتہ کے دن سبت مناتے اور اس دن کو متبرک سمجھے تھے۔

سوم۔ اگرچہ اُنکے پاس عبرانی زبان میں نہ کوئی صحیفہ تھا اور نہ کوئی اور قسم کی مذہبی کتاب تھی تاہم اُنکو شِمَع یِسرَائیل یا یہودیوں کا بڑا کلمہ زبانی یاد تھا جسکے معنے یہ ہیں "سُن لے اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے،، (استثناء ۶ : ۴) چونکہ اُنکو اور کسی قسم کی دعائیں یا نماز یاد نہ تھی اسلیئے وہ اسی کلمہ کو ہر ایک مذہبی رسم یعنی پیدائش۔ موت۔ شادی۔ روزہ اور دعوت غرض ہر موقعہ پر متواتر وردزباں کیا کرتے تھے۔

چہارم۔ افغانوں کی طرح وہ بھی اسرائیلیوں کا امتیازی نشان یعنی زلفیں رکھا کرتے تھے اور بنی اسرائیل میں یہ رواج قدیم اور بائیبل کے مطابق ہے ملاحظہ ہو احبار باب ۱۹ ورس ۲۷)

پنجم۔ انکے ہاں تواتر سے یہ روایت چلی آتی تھی کہ ہم اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔
ششم۔ یہ لوگ ٹانگ کی اُس رگ کا استعمال نہیں کرتے تھے جس کا کھانا پیدائش ۳۲:۳۲
کے مطابق ممنوع ہے اور سؤر کا گوشت کھانا انکے ہاں کبائر سے شمار ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا شہادتوں پر نظر غائر ڈالنے سے محققین کو یقین ہوگیا کہ لاریب یہ قوم بنی اسرائیل ہیں اور اسرائیل کی اُن گم شدہ اقوام میں سے ہیں جو مدّتیں گذریں اپنے مولد اور اصل وطن سے دُور اور گھر سے باہر نکل چکی تھیں۔ مذکورہ بالا شہادتوں کے علاوہ اور بھی ایسے اسباب ہیں جو بمبئی کے بنی اسرائیل کو گم شدہ اقوام کی ایک شاخ ثابت کرتے ہیں مثلاً وہ ابتک موسوی شریعت کے مقرر کردہ روزے رکھنے اور قدیم عبرانی تہوار مناتے ہیں۔ اگرچہ انکو غیر ممالک میں بود و باش رکھتے ہوئے مدت مدید گذر چکی ہے تاہم وہ وہی ضروری تہوار اور روزے اپنے ہی خاص طریق پر ادا کرتے ہیں البتہ امتداد زمانہ اجنبی ممالک اور غیر اقوام میں رہنے سہنے اور اصل وطن سے علیحدہ اور دُور ہو جانے سے اسقدر فرق ضرور ہوگیا ہے کہ یہ تہوار اور روزے من وعن تورات کے مقررہ دستور کے موافق انجام پذیر نہیں ہوتے کیونکہ بعض بعض رسومات بالکل ہی ادا نہیں کی جاتیں۔ اس تفریق کے متعلق بعض محققین کا خیال ہے کہ ملاباری بنی اسرائیل کے رسوم وعادات مشنائی زمانہ کے مطابق ہیں اور ربیوں کی اصلاح کردہ یہودیت سے انکا کچھ تعلق نہیں۔ اس لیئے ان محققین کی یہ رائے ہے کہ جو لوگ مشنائی زمانہ کے رسوم عادات سے ناواقف ہیں وہ ہندی بنی اسرائیل کی رسوم وعادات دیکھکر ان پر کفر و الحاد کا فتویٰ دینگے کیونکہ ان ہر دو زمانوں کی عبرانی رسوم وعادات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ہندی بنی اسرائیل کے درمیان بعض ایسے مذہبی رسوم بھی رائج ہیں جن کی تلقین وقتاً فوقتاً نو وارد یہودی کرتے رہے ہیں البتہ اسقدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے کہ بعد کی رائج شدہ رسومات کو تو ہندوستانی ناموں سے موسوم کیا گیا اور قدیم رسومات کو مرہٹی نام دیئے گئے ہیں۔ مرہٹی زبان کے استعمال کا سبب یہ تھا کہ علاقہ مہاراشٹر کی قدیم زبان ہونیکی وجہ سے بنی اسرائیل بھی عام طور پر یہی زبان بولتے ہیں۔ جس چھوٹی سی کتاب کا ہم پہلے حوالہ دے چکے ہیں اُس کا مصنف بمبئی کے

بنی اسرائیل کی پانچ ایسی رسومات منتخب کرتا ہے جو عوام یہود کے رسم و رواج کے مطابق ہیں اور ظاہر کرتا ہے کہ جہاں بنی اسرائیل میں دوسری یہودی اقوام کے سے قدیم رسوم و عادات کا رواج ہے وہاں انہیں ایسی رسوم بھی پائی جاتی ہیں جن سے موجودہ یہود تو محض ناآشنا ہیں۔ لیکن از روئے تحقیقات انکا نہایت قدیم اسرائیلی کتب میں پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ مغربی ہند کے بنی اسرائیل اُن اسرائیلی اقوام کے جانشین ہیں جو بہت قدیم زمانہ میں اپنے وطن سے ہجرت کر گئی تھیں۔ یہ آخر الذکر رسومات حسب ذیل ہیں:۔ (۱) لوبان کا استعمال (۲) گنتی ۶-۱۰ کے مطابق نذیر کی منت (۳) سبزہ - مالیدہ اور بکری کے جگر کا استعمال وغیرہ وغیرہ (۴) برکت کا پیالہ (۵) امن کا بوسہ۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ رسومات طالمود کے قبل زمانہ کی تھیں کیونکہ طالمودی یہودیوں میں ان کا قطعاً رواج نہیں واضح رہے کہ آجکل کے یہود کا مذہب عموماً طالمود پر مبنی ہے اس لیئے لوبان کا استعمال وہ ناجائز قرار دیتے ہیں اور انہی کے کہنے سُننے سے مالاباری بنی اسرائیل نے بھی کچھ مدت سے اس رسم کو ترک کر دیا ہے۔ گو عام یہودی لوبان کے استعمال کو ناجائز قرار دیتے ہیں مگر جائے تعجب ہے کہ ہندی بنی اسرائیل کے علاوہ چینی بنی اسرائیل بھی ۔جنکا ایک حصہ ابتک کے فنگ فو میں آباد ہے اپنی عبادتوں میں بکثرت خوشبو کا استعمال کرتے تھے۔

یہاں پر اس امر کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ جس طرح بمبئی کے بنی اسرائیل میں یہ روائیت چلی آتی ہے کہ اُنکے آباؤ اجداد شمال کی طرف سے ملک مالابار میں آئے تھے بعینہٖ چینی بنی اسرائیل میں بھی ایسی ہی روایت ہے کہ اُنکے بزرگ مغرب کی طرف سے چین میں داخل ہوئے تھے۔ اب اگر بنظر تعمق دیکھا جائے اور سمند فکر کو مالابار سے شمال اور چین سے مغرب کی طرف جولانی دیکر اُن تمام ممالک کی سیر کیجائے جو سمتہائے مذبورہ میں واقع ہیں تو ایک طرف تو مغربی گھاٹ صحرائے راجپوتانہ اور وادیٔ پنجاب کی سیر کے بعد اور دوسری طرف تبت کی سطح مرتفع کو عبور کرنے کے بعد ہم ایسے ممالک میں پہنچتے ہیں جہاں کے باشندے خط و خال میں اسرائیلیوں سے مشابہ نظر آتے اور بڑی تحدی سے اسرائیلی النسل ہونے کے مدعی ہیں یہاں ٹھہرکر اور ان لوگوں کے بنی اسرائیل ہونے کے دلائل کو سنکر اس امر میں قطعاً شبہ نہیں رہتا کہ ان

ممالک یعنی افغانستان اور کشمیر کے باشندے بنی اسرائیل ہیں اور چینی اور مالاباری بنی اسرائیل انہی ملکوں سے ہجرت کرکے جنوب و مشرق کی طرف چلے گئے تھے ؛

افغانوں اور کشمیریوں کے اسرائیلی الاصل ہونے کی بہت سی دلائل ہیں منجملہ انکے ایک خاص اور ایسی زبردست دلیل ہے جو مالاباری یا چینی بنی اسرائیل کی تائید میں پیش نہیں ہوسکتی اور صرف اہالیان کشمیر و افغانستان کی ہی مؤید ہوسکتی ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کردستان کے بنی اسرائیل بھی جن کا ذکر مصنف نے کتاب مذکورۃ الصدر میں کیا ہے ہرگز ایسی زبردست دلیل نہیں پیش کرسکتے۔ ہم اپنے ناظرین کے صبر کا دیرتک امتحان کرنا نہیں چاہتے اور عرض کیئے دیتے ہیں کہ یہ دلیل یا شہادت افغانستان اور کشمیر کے شہروں اور قصبات کے ناموں کی صورت میں ابتک موجود ہے۔ ان ممالک کے بعض شہروں کے نام وہی ہیں جو شام کے قدیم شہروں کے تھے۔ چنانچہ افغانستان کا موجودہ دارالسلطنت خود شام کے ایک قدیمی شہر کے نام پر ہے جس کا ذکر یوشع کی کتاب باب ۱۹ ورس ۲۷ میں ہے نیز ملاحظہ ہو سلاطین باب ۹ ورس ۱۳ جہاں لکھا ہے "اور بولا اے میرے بھائی یہ کیا شہر ہیں جو تو نے مجھے دیئے اور اس نے ان کا نام کابول کا ملک رکھا" رسالہ ہذا کے ناظرین اگر تکلیف گوارا کریں اور قدیم ملک شام کے نقشہ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو عرض البلد شمالی درجہ ۳۲ دقیقہ ۵۱ طول البلد شرقی درجہ ۳۵ دقیقہ ۱۵ پر انکو شہر کابل ملیگا۔ غرض افغانوں اور کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے میں قطعاً شک و شبہ کو گنجائش نہیں اور تھوڑے تدبر سے ایک طالب حق جان سکتا ہے کہ آبادکار جس نئے ملک میں جاتے ہیں وہاں وہ اکثر اپنے ملک کے پرانے شہروں اور قصبات کے نام پر نو آباد قصبات و شہروں کے نام رکھتے ہیں۔

یوروپین مشنری جو ان تمام واقعات سے آگاہ اور اس سچائی سے آشنا ہیں ضرور اس حقیقت کو شائع کرتے اور ڈنکے کی چوٹ سے دنیا میں پھیلاتے بشرطیکہ دو باتیں ان کی سدّ راہ نہ ہوتیں۔ پہلی بات جو انکے جوش کو ٹھنڈا کرنے والی اور انکی ہمت کو پست کرنیوالی ہے وہ یہ ہے کہ ہر دو افغان اور کشمیری اُس مذہب کے پیرو ہیں جو داعیان عیسائیت کی آنکھ کا خار اور سینے کا سانپ ہو رہا ہے اور جسکی مخالفت پر ہر چشم حاسدوں کی تنگ آنکھ کو راستی

کے نور سے محروم رکھتی اور اُنکی زبان کو حق کے اظہار سے باز رکھتی ہے۔ دوسرا امر جو مسیحی واعظین کو مذکورہ بالا اقوام کے بنی اسرائیل تسلیم کرنے سے باز رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ افغانوں اور کشمیریوں کو اسرائیلی الاصل مان لیں تو پھر اُنکو اس خیال کے لوگوں کے سامنے زک اُٹھانی اور اُنکی تائید کرنی پڑتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب کی لعنتی موت سے بچکر اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں نکلے اور افغانستان ہوتے ہوئے کشمیر میں تشریف لائے اور یہیں وصال فرماکر سری نگر محلہ خانیار میں مدفون ہوئے اور جو قدیم مقبرہ شہر مذکور میں نبی صاحب یا عیسیٰ صاحب کے نام پر مشہور ہے وہ در اصل حضرت مسیح کا ہی مقبرہ ہے۔

پس بمبئی کے بنی اسرائیل کی روایت کہ اُنکے آبا و اجداد کسی شمالی ملک سے آئے تھے اور چین کے بنی اسرائیل کی روایت کہ اُنکے بزرگ مغرب کی طرف سے چین میں داخل ہوئے تھے اور افغانوں و کشمیریوں کے متعلق عقلی و نقلی داخلی و خارجی شہادتیں اس مسئلہ کو روز روشن کی طرح بیّن کر دیتی ہیں کہ اسرائیل کی گم شدہ اقوام نے افغانستان اور کشمیر کے ممالک کو اپنے اصل وطن یعنی شام کے مشابہ پاکر یہیں بود و باش اختیار کر لی اور جب اُنکی آبادی میں ترقی ہوئی تو اُنہیں سے بعض کشمیر سے چین کو چلے گئے اور بعض افغانستان سے چلکر ساحل مالابار پر جا آباد ہوئے اور اصل قوم سے علیحدہ ہوکر اُس فضل سے محروم رہ گئے جسکی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے آسمانی گڈریہ نے دُور و دراز کا سفر طے کرکے خود اپنی زبان سے بشارت دی تھی یعنی اسلام جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئے جو اُنکی بڑی قوم کو مسیح کی دعاؤں کے باعث میسّر آگئی۔ ہم نے تا حال بمبئی کے اسرائیلیوں کے رسومات۔ اسما اور اس امر پر بحث کی ہے کہ وہ کسی شمالی ملک سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے لیکن اب ہم اُنکے خط و خال کا مشاہدہ کرتے اور دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں اور اُنکے درمیان کیا امتیازی علامات ہیں۔ ماہرین علوم قیافہ کا خیال ہے کہ گو کسی وقت ہندوستانی اور اسرائیلی خون میں باہم آمیزش ہوئی ہے لیکن بنی اسرائیل کے چہروں پر نظر غائر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ایسی آمیزش کے اُن کے خط و خال میں ایسی امتیازی علامات موجود ہیں جو اُنکے اسرائیلی النسب ہونے پر دال ہیں

تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گو زمانہ سابق میں بنی اسرائیل کا خون آمیزش سے پاک نہیں رہا مگر اب عرصہ دراز سے کوئی ایسی آمیزشیں واقع نہیں ہوئیں کیونکہ یہ لوگ اب ایسے تعلقات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور دوغلی اولاد کو نہائت ذلیل اور ہیچ سمجھتے ہیں اُنہیں ایک گروہ ایسا ہے جسے وہ "کالا" کے نام سے پکارتے ہیں اور لفظ کالا سے انکی مراد سیاہ فام لوگ نہیں بلکہ اسرائیلی باپوں کی ایسی اولاد مراد ہے جو سیاہ فام عورتوں کے بطن سے پیدا ہوئی تھی۔ جس کتاب سے ہم نے واقعات مذکورہ اخذ کیئے ہیں اُسکا مصنف کالا بنی اسرائیل کی نسبت لکھتا ہے "راقم الحروف کا اس شہادت سے کُلی اتفاق ہے جو ہمارے متوفی دوست اور تجربہ کار افسر ضلع مسٹر ڈبلیو۔ ایف سکلیر ممبر سول سروس بمبئی کے ہاتھ سے حوالہ قلم ہو چکی ہے صاحب موصوف نے ایکدفعہ مجھے لکھا کہ میری رائے میں ہر دو بنی اسرائیل اور کالا بنی اسرائیل کے چہروں کی بناوٹ خالص عبرانی طرز کی ہے۔ اور بائیس برس کے عرصہ میں جو میں نے بنی اسرائیل کے درمیان گذارا ہے مجھے صرف ایک ہی مثال یاد ہے جہاں مجھے کالا بنی اسرائیل کے ایک فرد کی شناخت میں کیقدر دقّت کا سامنا ہوا"۔

اس امر کو مسیحی لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مغربی ہند کے بنی اسرائیل مسیحؑ کی پیدائیش سے قبل اس علاقہ میں آباد ہو چکے تھے اور انکے مغربی ہندوستان میں آباد ہونے کی سب سے آخری تاریخ ۲۰۰ قبل مسیحؑ بتائی جاتی ہے۔ چنانچہ مسٹر ایم سموئیل کینبکار جو کتاب موسومہ "بنی اسرائیل کی مختصر تاریخ" کا مصنف ہے۔ لکھتا ہے کہ "حنکا ڈیڈیکیشن (ندنسہ) کی عید اور ہیکل کی دوسری تباہی سے ناواقف ہونا اور شنائی زمانہ کی دنیوی اور دینی رسومات کے مطابق اپنا دستور العمل رکھنا۔ نذریں چڑھاتے وقت لوبان کا استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ ثابت کرتے ہیں بنی اسرائیل کے آباؤ اجداد قریباً مسیحؑ سے دو سو برس قبل ہندوستان میں آ چکے تھے"۔

جن بنی اسرائیل کا ہم نے ابتک ذکر کیا ہے انکے علاوہ ساحل مالابار پر یہودیوں کی ایک اور قوم بھی آباد ہے جنکی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء کی آبادی کے مطابق ۱۱۳۷ نفوس ہے۔ وہ بیان

کرتے ہیں کہ پہلے اسیری کے وقت وہ اصل قوم سے علیحدہ ہو گئے تھے اگرچہ انکو عبرانی زبان کا بھی قدرے علم ہے مگر وہ بولتے ہندوستانی ملیالم ہیں۔ یورپین محققوں نے انکو دو فرقوں میں تقسیم کیا ہے سفید یہودی اور سیاہ یہودی۔ موخرالذکر گو سفید یہودی کی نسبت رنگ میں کسیقدر سانولے ہیں لیکن انکا رنگ دکن کے اصل باشندوں سے بالکل مختلف ہے۔ ان سیاہ فام یہودیوں کی پھر اور دو اقسام ہیں اول میوکھاسیم یا بھورے یہودی جو اصل اسرائیلی آبادکاروں کی اولاد ہیں دوم غیر میوکھاسیم جنکی نسبت خیال ہے کہ وہ مخلوط النسل ہیں۔ مصنف کتاب موسومہ بہ "یہود ہند اور مشرق جدیدہ میں" خیال کرتا ہے کہ سفید یہودی نسبتاً بعد کے آئے ہوئے ہیں اور اس کا یہ بھی خیال ہے کہ بمبئی کے بنی اسرائیل اور یہ مالاباری یہودی دراصل ایک ہی قوم تھے جنہوں نے بعد میں ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ مسیحی محققین نے اس سوال کے جواب میں کہ بمبئی کے بنی اسرائیل اور دوسرے اسرائیلی مہاجر ہند میں کیونکر آئے چار مختلف خیال پیش کیئے ہیں جنکو ہم مع جرح ذیل میں درج کرتے۔

اوّل۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ ہندی بنی اسرائیل یمنی یہودیوں کی ایک شاخ ہیں لیکن یہ خیال سراسر غلط ہے کیونکہ اکثر علماء کا خیال ہے کہ یمن کے یہودی بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ عربی النسل نو یہودی ہیں اور انہوں نے سنہ ۳۰۰ء میں مذہب موسوی اختیار کیا تھا۔

ثانیاً بقول مسٹر ہیم سیموئیل کیہمکار یمنی یہودیوں اور ہندی بنی اسرائیل کے درمیان میل ملاپ یا سلسلہ آمدورفت کی کوئی علامات نہیں ملتیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا یمن کے یہودی کی شاخ ہونا محض خیالی اور موہوم بات ہے کیونکہ رشتہ تعلق ہونے اور ایک ہی مذہب پر قائم رہنے کی وجہ سے ہر دو فریق کے باہم تعلقات میں کوئی فرق نہیں آنا چاہیئے تھا۔

ثالثاً۔ ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل ہند کے سواحل پر ایسے وقت آباد تھے جبکہ یمنی یہودیوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مزید براں ہندی بنی اسرائیل کی دینی و دنیوی رسومات طالمود سے بھی پہلے زمانہ کی ثابت ہوتی ہیں اور یمنی یہود طالمودی تعلیم کے پیرو ہیں۔

چہارم۔ بنی اسرائیل کے ہاں کی روایت بتلاتی ہے کہ وہ کسی شمالی علاقہ سے آئے تھے لیکن یمن

احاطہ بمبئی سے مغرب کی طرف ہے۔

دوسرا خیال جس کے موید مسٹر ہیم ہیں یہ ہے کہ وہ براہ راست ملک فلسطین سے آئے تھے اور انکی قدیم روایت میں جن شمالی صوبجات کا ذکر ہے وہ دراصل اُن یہودی صوبجات سے مراد ہے جو مسیح کی پیدائش سے قبل ملک فلسطین کے شمال میں علاقہ گلیل کے اندر قائم کیئے گئے تھے لیکن ہمارا مصنف مسٹر ہیم کے اس خیال سے متفق نہیں اور لکھتا ہے کہ "ہم بلا رو رعایت کہتے ہیں کہ ہم اپنے معزز اور موقر دوست مسٹر ہیم سے اس خیال میں متفق نہیں کہ بنی اسرائیل کی روایت میں جن شمالی صوبجات کا ذکر ہے اُنسے فلسطین کے شمالی صوبے مراد ہیں"

تیسرا خیال یہ ہے کہ ہندی بنی اسرائیل عراق عرب کے یہودیوں کی اولاد ہیں۔ اور اس خیال کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ چھٹی صدی مسیحی میں عراق عرب اور ہند کے درمیان براہ خلیج فارس تجارتی تعلقات تھے اسلیئے عراق عرب کے یہودیوں سے بعض لوگ آکر ہند کے مغربی ساحل پر آباد ہوگئے ہونگے لیکن یہ خیال بھی کئی وجوہات سے ناقابل تسلیم ہے اولاً ہندوستانی بنی اسرائیل جیسا کہ ہم بحوالہ مسٹر ایم سمیوئیل کیبنکار اوپر ظاہر کر چکے ہیں چھٹی صدی مسیحی سے صدہا سال پیشتر ہند کے مغربی ساحل پر آباد ہو چکے تھے۔ ثانیاً ہندی بنی اسرائیل کے ہاں ایک روایت ہے جس کی رو سے اُنکی ہجرت کا باعث سیاسی بدامنی اور سخت گیری تھی نہ کہ تجارت چنانچہ ہمارا قابل مصنف اس روایت کے بارہ میں بدیں الفاظ رقمطراز ہے "بنی اسرائیل کا قول ہے کہ تخمیناً ۱۶ سو یا ۱۸ سو برس کا عرصہ ہوا جبکہ اُنکے بزرگ سیاسی بدامنی اور سخت گیری کے باعث شمالی علاقوں کی طرف سے ہجرت کر آئے تھے اور ساحل مالا بار پر اُنکے جہاز گرداب ہلاکت میں پڑکر پاش پاش ہوگئے اور ان مسافروں میں سے صرف ۱۴ نفوس بحر ہلاکت سے جانبر ہوکر کنارہ سلامتی پر پہنچے ان سلامتی یافتہ لوگوں میں سات مرد اور سات عورتیں تھیں۔ فرشتۂ امن نے جس مقام پر انکو تباہی کے طوفان سے نکالکر سلامتی کی زمین پر رکھا تھا اُسے نوگاؤں کہتے ہیں۔ اس مقام پر انہوں نے اپنے ان تمام ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کر دیا۔ جنہیں امواج بحر نے ساحل سمندر پر اگلدیا تھا جس مقام پر یہ لاشیں دفن کیگئی تھیں وہاں ابتک بطور یادگار دو پشتے بنے ہوئے ہیں اور اس مقام کے قریب ہی بنی اسرائیل کا قدیمی قبرستان ہے جسمیں قریباً ۵۰۰ قبریں ہونگی یہ پشتے

اور قبرستان گویا اس امر کا نشان ہیں کہ بنی اسرائیل کے غرقاب شدہ بزرگ پہلے اسجگہ ہی مدفون ہوئے تھے"

ہمارے لائق مصنف کا اپنا قیاس یہ ہے کہ بمبئی کے بنی اسرائیل ایرانی کردستان سے آئے تھے کیونکہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت قدیم الایام سے وہاں اقامت گزین ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر کردستان کو جہاں بنی اسرائیل کی مختصر سی جماعت رہتی ہے اور جو مالابار سے عین شمال میں بھی نہیں۔ بمبئی کے بنی اسرائیل کا سابق مسکن قرار دیا جاسکتا ہے تو کیوں ملک افغانستان و کشمیر (جہاں اسرائیلیوں کی بڑی بڑی اقوام آباد ہیں جو مالابار سے عین شمال میں واقع اور ایک نہیں بلکہ کئی صوبوں پر مشتمل ہیں) ایسے ملک قرار نہیں دیئے جاسکتے جہاں سے بنی اسرائیل بھاگ آئے ہوں۔ ایران میں اسرائیلی لوگوں کا موجود ہونا اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ ہندی بنی اسرائیل بھی وہاں سے ہی آئے ہوں۔ اگر ایرانی کردستان کی تائید میں بحر کاسفر کی دلیل پیش کیجا سکتی ہے تو کیوں افغانستان کی تائید میں بھی ویسی دلیل نہیں لائی جاسکتی جبکہ دونوں ممالک سے ساحل مالابار تک خشکی اور تری کے دونوں راستے اب تک موجود ہیں اور ہر دو صورت میں تا حال تری کے راستہ کو ہی ترجیح دیجاتی ہے کیونکہ یہی آرام دہ اور مختصر ہے۔ گو ہمارے مصنف نے مذکورہ بالا ذاتی خیال پیش کیا ہے لیکن وہ اسپر مصر نہیں بلکہ اصل فیصلہ ناظرین کی اپنی رائے پر چھوڑتا ہے۔ وہ ہمارے خیال کے متعلق بھی چند کلمات لکھتا ہے اور ممکن سمجھتا ہے مالاباری بنی اسرائیل کا سابق مسکن افغانستان اور کشمیر ہو اُسکے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"یہ خیال بہ تمام و کمال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ شاید بنی اسرائیل افغانستان و بلوچستان کے باشندوں میں سے آئے ہونگے۔ مسٹر ای سلیمان کی طرف سے جوئش کرانیکل بابت ۲۱۔ اگست ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۲۰ پر ایک دلچسپ خط شائع ہوا ہے جو لارکانہ ملک سندھ سے لکھا گیا ہے اس خط میں نامہ نگار مذکور نے صادق علی صاحب کی ایک تصنیف کا ذکر کیا ہے جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ تین بڑی بڑی قومیں یعنی انصاری افغان یا پٹھان اور بیروبی در اصل یہودی اور اسرائیلی الاصل اقوام ہیں۔ مسٹر سلیمان نے ان قوموں اور بمبئی کے بنی اسرائیل کی شکل و شباہت اور خط و خال میں بہت سی ایسی مشابہت اور مماثلت کی علامات بیان کی ہیں جو اُنکے چہروں پر سرسری

نظر ڈالتے ہی فوراً معلوم ہو سکتی ہیں۔ مثلاً لمبی لمبی زلفیں جنکا بغدادی اور ہندوستانی یہودیوں میں عام طور پر رواج ہے آجتک ان گم شدہ اسرائیل اقوام کے افراد کی پیشانی اور کانوں پر لٹکتی اور جھومتی دکھائی دیتی ہیں مزید براں اُن کے چہرہ کی بناوٹ تقریباً یہودی سی ہے، اور جب کوئی شخص اُنسے یہ کہے کہ میں اسرائیلی ہوں اور خصوصاً جب نو وارد اُنسے کہے کہ میں بنی اسرائیل سے ہوں تو وہ اسکی ایسی آؤ بھگت کرتے ہیں کہ گویا وہ اُنکا رشتہ دار ہے"۔

ہمارا مصنف ریو رنڈ ٹی۔ ایچ لارڈ مسٹر سلیمان کے محولہ بالا خیال کے متعلق آگے چلکر لکھتا ہے کہ مسٹر موصوف کے ایک دوست کو سندھ کے کسی اسلامی گھرانے میں دعوت پر مدعو کیا گیا تو اُس نے دیکھا کہ کھانے میں میٹھی روٹی۔ بکرے کا جگر اور خوشبو تھی اور میزبان نے اُسکو ایک عبرانی نماز کی کتاب بھی دکھائی۔ اس کتاب کے دیکھنے پر مہمان نے بصد منت درخواست کی کہ یہ کتاب مجھ کو دیدیجائے مگر میزبان نے قطعاً اسے علیحدہ کرنا پسند نہ کیا۔

ایسا ہی مسٹر اے۔ کے جانسٹن نے اپنی کتاب موسومہ لغات الجغرافیہ میں افغانوں کی مفصلہ ذیل روایت نقل کی ہے "جب نادر شاہ پشاور پہنچا تو یوسف زئی قوم کے خوانین نے شاہ موصوف کی خدمت میں عبرانی زبان میں لکھی ہوئی ایک تورات اور کئی ایک دوسری اشیاء پیش کیں جنکو اُنکے آبا و اجداد زمانہ قدیم میں متبرک اور قابل زیارت سمجھتے تھے اور جو کہ انہوں نے محفوظ کر رکھی تھیں ان اشیاء کو نادر شاہ کے ہمراہی یہودیوں نے فوراً پہچان لیا"۔

ہمارا قابل مصنف جسکی کتاب کے حوالہ سے ہم نے یہ مضمون لکھا ہے تسلیم کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کے شمالی صوبجات سے آنیوالی روایت کے مطابق بڑی صحت کیساتھ یہ نتیجہ بھی مترتب ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ افغانستان یا بلوچستان کے راستہ سے آئے ہوں۔ ہمیں تعجب ہے کہ یہانتک پہنچکر اور اسقدر بدیہی شہادتوں کی موجودگی میں ریونڈ ٹی۔ ایچ لارڈ کیوں اصل نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے؟ اس کے اسباب ہمارے ذہن میں صرف دو ہی آسکتے ہیں اول یہ کہ صاحب موصوف کو افغانوں اور کشمیریوں کے متعلق صحیح علم نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ عیسائی مشنری ہونیکی حیثیت سے اُنکو یہ کہاں گوارا ہو سکتا تھا کہ افغان اور کشمیری جو اب اسلام کے حلقہ بگوش ہیں مسیح کی کھوئی ہوئی بھیڑیں ثابت ہوں اور خانیار میں سونیوالے یوز آسف کا مقبرہ دراصل اُنکے اپنے خدا کی ہی قبر ہو۔ اُنکا یہ کہنا کہ بنی اسرائیل نے ہجرت کے وقت افغانستان وغیرہ کا راستہ اختیار کیا ہو کسی طرح قرین قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ کُردستان۔ بغداد یا شام سے اگر ساحل مالابار پر آنا ہوتا تو بحری راستہ ہی قریب اور آسان تھا اور بہرصورت بنی اسرائیل انہی روایات کے مطابق سمندر کے راستہ سے ہی آئے تھے۔ اب جبکہ سمندر کا راستہ قریب تر تھا اور وہ خوشی سے تجارت وغیرہ اغراض کے سبب نہیں آئے تھے بلکہ پیاسے ہی بدامنی کی طرح وہ فارقلیط کی پاک تعلیم سے بھی متمتع ہوئے۔ والسلام

رپورٹ ماہوار صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ دارالامان قادیان

ماہ اگست ۱۹۱۲ء

یتامیٰ۔ آمد ۱۴۱ اور خرچ بوجہ موسمی تعطیلات بالفعل معلوم نہیں ہوا۔ موٹی رقوم سے دس روپے آٹھ آنے جماعت پشاور نے اور اٹھارہ دو آنے جماعت نرولی نے بھیجے باقی تھوڑی تھوڑی رقوم آئیں جو زیادہ تر پانچ کے اندر اندر رہیں۔

زکوٰۃ۔ آمد ۱۱۱ اور خرچ ۱۰۱ ہوا۔ بڑی رقوم میں سے ۸ جماعت فیروزپور صعہ منشی عبدالقادر مدرس منصوراں ضلع لدھیانہ۔ عہ چودھری غلام احمد صاحب بی۔ اے پوسٹماسٹر جالندھر۔ سہ جناب صالح محمد سٹیشن ماسٹر برالہ۔ عہ صوبیدار تاج شاہ صاحب گھیڑاں۔ صعہ جماعت شملہ۔ ماصہ میاں محمد امین و محمد ابراہیم صاحب ساکن لاہو۔ سہ جماعت سیالکوٹ۔ للعہ جماعت منصوری۔ جزاہم اللہ خیراً۔ اگر سکرٹری صاحبان وقتاً فوقتاً اپنی اپنی جگہ احباب میں تحریک کرتے رہیں کہ یتامیٰ و زکوٰۃ کے لیئے روپیہ اکٹھا کرکے یہاں بھجوایا جاوے تا ایک جگہ جمع ہو کر بہتر صورت میں صرف ہو سکے تو اس طریق پر اخراجات بسہولت چل سکتے ہیں اور قرضہ اٹھانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اشاعت اسلام۔ ماہ اگست کے آخر خریداران ریویو انگریزی میں ایک کی بیشی اور ریویو اُردو میں ۵ کی کمی اور تفسیر القرآن میں ۳ کی کمی ہوئی۔

تعلیم۔ بوجہ موسمی تعطیلات ہائی سکول بند ہے اس لیئے کوئی رپورٹ نہیں درج کی گئی۔

صیغہ تعمیر۔ عمارت مدرسہ کی بنیادوں کا کام چوتھائی کے قریب ہوا ہے اور عمارت بورڈنگ کا کام بہت تھوڑا باقی ہے۔ ڈیوڑھی کا پنجر تیار ہو کر آ گیا ہے۔ چندہ عمارت کا کام بہت سست پڑ گیا ہے بعض احباب نے پہلے پوری توجہ کی تھی مگر بعد میں رفتار اس اندازہ پر نہیں رہی بعض نے ابتک مطلق توجہ نہیں کی۔ سب احباب کیخدمتمیں عرض ہے کہ اس کام کو سرگرمی سے جاری رکھیں ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ آپ اس طرح بے فکر ہو جاویں ابھی تو اس عمارت کی بنیادیں بھی نہیں رکھی گئیں ہیں۔ امید ہے کہ سب احباب سرگرمی دکھائیں گے اور عنداللہ ماجور ہونگے۔

کام تعمیر وسیع پیمانہ پر جاری کرنیکی وجہ سے ارادہ ہے کہ سرخی پسانے کے لیئے انجن و مشین منگائی جاوے بھٹہ کا کام جاری ہونے والا ہے۔

مقبرہ بہشتی۔ اس ماہ میں ذیل کی رقوم قابل ذکر وصول ہوئی ہیں۔ عبداللہ خان صاحب بحاب نبی بخش مرحوم چک نمبر ۱۰۸ - جماعت احمدیہ سیالکوٹ بحاب مرزا خانصاحب۔ منشی مولاداد صاحب سب انسپکٹر ریلوے پولیس سٹیشن ۔ اہلیہ الٰہی بخش صاحب بہلول پور۔

قاضی خواجہ علی صاحب لدھیانوی جو مدت سے ہجرت کرکے قادیان میں مقیم تھے اور مہتمم لنگرخانہ کی خدمات بجا لا رہے تھے ۲۵ اگست ۱۹۱۲ء کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیئے گئے۔

دفتر سکرٹری۔ خواجہ کمال الدین صاحب جو مجلس معتمدین کے ٹرسٹی اور مشیر قانونی ہیں۔ اور جنہوں نے پنجاب و ہندوستان میں بہت کچھ تبلیغ اسلام و سلسلہ عالیہ احمدیہ کا حق ادا کیا ہے۔ اور اس کام کے لیئے خدا نے انکو جہاں موقع عطا فرمایا ہے وہیں ساتھ اخلاص بھی بخشا ہے۔ ولایت تشریف لے گئے ہیں - - - - - - - - - - خواجہ صاحب کا تبلیغ اسلام کا منشا ہے۔ احباب سے التماس ہے کہ وہ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انکو دین و دنیا میں بامراد کرکے واپس لائے۔ آمین

میاں محمد حسن بغرض فراہمی چندہ بعد عید الفطر ضلع جالندھر و ہوشیارپور جاویں گے ان اضلاع کے احباب انکی مدد کریں۔ یہ امر قابل شکریہ ہے کہ جماعت وینجواں ضلع گورداسپور نے جو بہت ہی چھوٹی سی جماعت ہے ایک سو روپے کے قریب گذشتہ فصل کے موقع پر میاں محمد حسن کی تحریک پر چندہ جمع کرکے دیا۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے احباب کو جزائے خیر دے۔ مالی سال صدر انجمن کا ختم ہونیوالا ہے سکرٹری صاحبان حسب معمول رپورٹ سالانہ بہت جلد مرتب کرکے بھیجیں۔ سوالات دفتر سے روانہ ہونگے۔ مجھے امید ہے کہ سکرٹری صاحبان اس کام میں پہلے سے زیادہ دلچسپی لے کر پورا کرینگے اور وقت پر بھیجنے کی کوشش کرینگے۔ یہ رپورٹ یکم اکتوبر ۱۹۱۱ء لغایت ۳۰ ستمبر ۱۹۱۲ء ہوگی اور مناسب ہے کہ پہلے اپنے متعلق گذشتہ سال کی رپورٹ پڑھ لیجاوے اس سے بہت مدد ملجاتی ہے اور جن سکرٹری صاحبان نے گذشتہ سال رپورٹ نہ بھیجی تھی اور مجھے ان پر شکایت تھی امید ہے کہ وہ رپورٹ اپنی انجمن کی بھیجکر میری شکایت کو رفع کریں گے اور شکریہ کا موقع دینگے۔

دفتر محاسب۔ کل آمد ماہ اگست ۴-۳-۴۴۹۱۲۹ اور خرچ ۲-۹-۸۳۹۲ ہوا ہے۔ اس ماہ میں گورنمنٹ سے دو رقوم یعنی ایک چھ ہزار دو سو کی برائے امداد عمارت بورڈنگ اور دوسری تیرہ سو اکتیس کی برائے امداد مالی سکول وصول ہوئی ہیں۔ جن کے لیئے گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ آمد میں بھی اسی وجہ سے زیادتی ہے۔ لنگر و مدرسہ احمدیہ دن بدن مقروض ہوتے جاتے ہیں احباب خاص توجہ کریں۔

خاکسار صدر الدین
سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ریویو

ہدایات درباره معاملات اس نام کا مختصر مگر بلحاظ ضروری مضامین ایک کمل رسالہ ہماری مکرم دوست قاضی اکمل کی تازہ تصنیف ہے۔ فاضل مصنف نے قرآن کریم اور احادیث نبوی سے موٹے موٹے مسائل جمع کرکے یہ رسالہ چھوٹی تقطیع کے ۴۲ صفحوں پر ختم کیا ہے۔ ہم بعد مطالعہ بلا مبالغہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی مثال کا صحیح معنوں میں یہاں اطلاق ہوسکتا ہے۔ اکمل صاحب کی اس سپارش سے ہمارا کلی اتفاق ہے کہ "اگر احباب اسے اپنا دستور العمل بنالیں تو دین و دنیا میں اُن کا بھلا ہو"

جو صاحب ان ہدایات سے متمتع ہونا چاہیں وہ رسالہ نور الدین وشیر محمد احمدی تاجران قادیان ضلع گورداسپور سے ار (فی جلد) قیمت پر خرید سکتے ہیں محصولڈاک ذمہ خریدار ؛

خطبات نور بابو عبدالحمید صاحب۔ آڈیٹر۔ پٹیالہ سٹیٹ۔ آر بلی۔ ریلوے۔ نولکھا۔ لاہور نے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کے خطبات۔ جمعہ۔ عیدین۔ نکاح وغیرہ جو وقتاً فوقتاً بدر۔ الحکم میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ایک جگہ جمع کرکے کتاب کی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ حصہ اوّل چھپکر تیار ہوگیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبات کسی ریویو یا تعریف کے محتاج نہیں۔ وہ حقائق و معارف جنسے آپکے خطبات پُر ہوتے ہیں کسی احمدی سے پوشیدہ نہیں۔ چھاپنے سے پہلے مسودہ حضرت صاحب کو دکھا لیا گیا تھا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "بابو عبدالحمید صاحب نے میری اجازت سے اور مجھے مسودات دکھانے کے بعد میرے خطبات کو کتاب کی صورت میں شائع کرنے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاص کے واسطے اُنہیں جزائے خیر دے۔ اور اُنکے کام کو بابرکت کرے۔ آمین"

ہم بھی بابو صاحب موصوف کو اُنکے اس نیک اور بابرکت کام پر مبارک باد کہتے ہیں۔

جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

کتاب کا کاغذ تقطیع اور چھپائی بہت عمدہ ہے۔ ۱۱۲ صفحہ کی کتاب۔ قیمت صرف ۸ر براہ راست بابو صاحب موصوف سے یا قادیان میں محمد یمین دوکاندار سے مل سکتی ہے ؛

درد سر و درد ریاح کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہوجاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے ٹپک چمک ٹیس۔ رگوں میں لہر۔ کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہوجاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو کچھا جاتا ہو۔ اُڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوجاتا ہے۔ ان دنوں لوگ ذرا ذرا باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں گُل ٹکایتیں سر پر آجاتی ہیں اور ہاڑ رسے درد سر پکارا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کے لیئے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اسلیئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ ر محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک پانچ آنہ (۵ ر) بارہ ڈبیہ تک چھ آنہ (۶ ر)

داد کا مجرب مرہم ایک مرتبہ کے لگانے سے کھجلی اچھی ہوجاتی ہے دو تین مرتبہ کے لگانے سے ایک دم اچھا ہوجاتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۴ ر محصولڈاک ایک ڈبیہ سے ۶ ڈبیہ تک پانچ آنہ (۵ ر) اور بارہ ڈبیہ کا ۶ ر

فصلی بخار اور طحال کی دوا یہ دوا اُنتیس سال سے سارے ہندوستان میں استعمال کیجاتی ہے اگر آپ بخار میں مبتلا ہوں اور ہر قسم کے علاج کرا کے تنگ آگئے ہوں تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ ضرور منگا کر استعمال کریں اس میں چند فائدے لاجواب ہیں یہ ملیریا کیڑوں کو ماردیتی ہے اسلیئے اسکی چار پانچ خوراک پیتے ہی بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے اور یہ خون کو گاڑھا کردیتی۔ اور تلی کو گراتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴ ر محصول ۶ ر دو شیشی تک ۸ ر قیمت شیشی خورد آٹھ آنہ (۸ ر) محصولڈاک ۵ ر دو شیشی تک ۶ ر

کھانسی کی دوا یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اُسکو آرام کرتی ہے اسمیں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کے بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی کو روکنا۔ قیمت بڑی شیشی بتیس خوراک قیمت عہ ر پیکنگ و محصولڈاک چھ آنے دو شیشی تک ۸ ر چھوٹی شیشی سولہ خوراک قیمت ۸ ر پیکنگ و محصولڈاک ۵ ر دو شیشی تک ۶ ر اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے مہاراجہ لکنجن سنگھ دیو بہادر فیوڈیٹری چیف پٹنہ اسسٹنٹ بولانگر ضلع سمبھل پور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلیئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل دفع ہوگئی۔ مجھے صرف سات خوراک سے زیادہ پینے کی ضرورت نہ ہوئی۔ کھانسی کو اس دوا نے بہت جلد اثر دکھلایا۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں چار پانچ ہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا۔ اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے اُن کے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جن سے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کر سکے گا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو خدائے تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنے کے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً رد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالتمآب صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں ایک ایسا مضمون ہے جس میں مکمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کی گئی ہے اسلئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِّ نظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر انکو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اُسکی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کیگئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کے لیئے بھی منگوا لی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلیئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کر کے اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحہ اور ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی ۱۲ اور بیجلد کی ۸ علاوہ محصولڈاک۔

جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور سے منگوائیں۔

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- اکتوبر ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کتب خانہ اسکندریہ

(ترجمہ مضمون انگریزی از مولوی محمد الدین بی۔اے)

عیسائی پادریوں نے جو اسلام پر بڑے بڑے اعتراضات کیئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے جانشینوں کے براہ راست زیر اثر مسلمانوں سے بڑے بڑے وحشیانہ افعال سرزد ہوئے۔ خوبصورت عمارتیں منہدم کی گئیں کتب خانے جلا دیئے گئے۔ کتب خانہ اسکندریہ کا جلا دینا بھی اسی فہرست میں داخل کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جہاں مسلمانوں نے اور تباہی اور بربادی ڈھائی ہے وہاں کتب خانہ اسکندریہ بھی انہوں نے جلا کر خاک سیاہ کر دیا ۔

عیسائی پادریوں کو کہاں معلوم تھا کہ اس طرح اسلام کے پاک اور مقدس مذہب پر تہمت باندھتے ہوئے وہ خود اپنے مذہب کی جڑوں میں پانی دے رہے ہیں یعنی انکا یہ کہنا کہ چونکہ اسلام جھوٹا مذہب ہے اس لیئے اس نے علمی خزانے تباہ کر وا دیئے۔ لیکن جب حقیقت معلوم ہوئی تو پتہ لگا کہ مسلمان بیچارے تو یونہی بدنام ہیں اصل میں اس کتب خانہ کے تباہ کرنیوالے خود حضرت یسوع کے مقدس پیرو ہی ہیں۔ اس طرح اپنی طرف سے قائم کردہ معیار پر خود ہی پورے نہ اترے ۔۔۔۔ جھوٹ کی حمایت کرتے ہوئے انہوں نے سمجھا کہ ہم اپنے مذہب کی حمایت اور تائید کرتے ہیں مگر انہوں نے نہ سمجھا کہ اپنے پاؤں وہ خود کلہاڑا مار رہے ہیں۔ گبن (Gibbon) پہلا مورخ ہے

جس نے اس الزام کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس کے بعد علماء میں بڑی ردّ و کد ہوتی پھر کیا تھا۔ سچ جھوٹ سے بڑی سرگرمی سے علیحدہ کیا جانے لگا۔ آخر جو ہُوا سو ہُوا عیسائیوں کو سوائے کف افسوس ملنے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ ع ہم الزام اُنکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ آخر ہم نے پڑھا کہ خود آرکبشپ فیرر[1] نے اپنی کتاب موسومہ بہ سیکرز آفٹر گوڈ[2] میں مان لیا کہ کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا الزام محض غلط اور صریح بہتان ہے۔ یہ آرکبشپ فیرر وہی ہیں جو دین عیسوی کے بڑے حامی ہیں چنانچہ یورپ میں جب بڑے بڑے علماء مثل سٹروس[3] اور رینن[4] نے جو اعلیٰ تنقید کے بانی مبانی سمجھے جاتے ہیں۔ مسیح کے سوانح اور کارناموں کے متعلق شکوک اور شبہات اُٹھانے شروع کیئے اور اس پر انہوں نے مستقل کتابیں لکھیں تو اس شخص نے ایک کتاب لکھی جس کا نام لائف آو جیزس[5] ہے اس میں اس نے اپنی طرف سے جیسا کہ ہر ایک دیندار عیسائی کا فرض ہے بہت کوشش کی ہے کہ ان اعتراضات کا جواب دیا جاوے جو مسیح کی لائف اور تعلیم پر کیئے گئے۔ چونکہ کتب خانہ کے جلانے کا اعتراض بھی عیسائیوں کی طرف سے ہُوا تھا۔ لہٰذا ہم نے سمجھ لیا کہ جب اسقدر بڑا آدمی عیسائیوں میں سے اب اس بات کا مقر ہے کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے تو اب زیادہ بحث کی گنجائش نہیں رہی۔ مگر نہیں ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ہم سمجھے سانپ مرگیا اور اس کا سر ابن آدم کے ہاتھوں کچلا گیا حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ صرف اس کے سر کو ٹھیس لگی تھی اور معمولی خراش سا ہو گیا تھا۔ اب زخم بھر گیا ہے اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ سلسلہ تعلیم کی کتابوں میں یہ سوال اُٹھا ہُوا پھر نظر آتا ہی۔ چنانچہ ہم ذیل کی عبارت کتاب موسومہ لائف آو کلیوپاٹرا آو ایجپٹ[6] مصنفہ فلپ ڈبلیو۔ سارجنٹ صفحہ ۱۱۱ سے نقل کرتے ہیں:۔

"سراپی ام کے معبد کے متعلق ایک کتب خانہ تھا جس میں کتابیں موجود تھیں جو

[1] Archbishop Farrar. [2] Seekers after God. [3] Strauss. [4] Renan. [5] Life of Jesus.

[6] Life of Cleopatra of Egypt by Philip W. Sergeant.

بروکی[1] ان لائبریری میں نہ سما سکتی تھیں۔ اسلامی فتح سے قریباً ۲۶۰ برس پہلے اس سراپی ام[2] کے کتب خانہ کو عیسائی پادری تھیوفلس[3] نے چوتھی صدی مسیحی میں تباہ کردیا تھا۔ لیکن اصل کتب خانہ کو جو بروکی ان کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ سے دو سو ساٹھ سال بعد مسلمانوں نے جلاکر راکھ کردیا اور مصر کی زمین میں جو علم ادب کے خزانے موجود تھے انکا صفحہ ہستی سے نشان معدوم کردیا۔" یعنی مسیحیوں نے تو صرف فالتو کتب کو حوالہ عدم کیا لیکن مسلمانوں نے اصل کتب خانہ کو حوالہ نار کردیا۔ کیا خوب۔ تحریف اسی کو کہتے ہیں۔ واقعات کو کس خوبی سے توڑا مروڑا ہے بے شک ایسی تدلیس صرف عیسائی ہی کرسکتا ہے ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ ہم تو اس کی طرف توجہ بھی کرتے اور جاہلوں سے مخاطب بھی نہ ہوتے مگر کریں کیا زمانہ ایسا آرہا ہے کہ یورپ میں بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ کہ عربی قاعدہ پڑھکر اپنے آپ کو عالم فاضل سمجھنے لگتے ہیں۔ گویا تمام عربی علوم کی انکو تحصیل ہے اور مشرقی دنیا کا کوئی معاملہ ہو سب پر رائے قائم کرنے کا انکو حق حاصل ہے۔ اور جو نہ سنے وہ وحشی اور جاہل سمجھا جاتا ہے خاص کر پادری صاحبان نے تو یہ پیشہ بنا رکھا ہے۔ اب چونکہ مسلمانوں پر ادبار نے احاطہ کرلیا ہے جہاں انہوں نے اور بہت کچھ ضائع کیا وہاں عربی علوم خاصکر علم دین سے محض کورے ہوگئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کہ و مہ جو اٹھتا ہے وہی اسلام پر اعتراض جڑ دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ تمہاری کتاب میں یہ لکھا ہے مگر مسلمانوں کی یہ مجال نہیں کہ اس سے یہ پوچھیں کہ بھلے مانس یہ کہاں لکھا ہے کس نے لکھا ہے اور اس کے معنے تو کرو۔ یہی حال مسلمانان سنگلدیپ کا ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہاں کے بعض دوستوں نے ہمیں لکھا کہ اگر انگریزی میں کوئی رسالہ یا مضمون اس بحث پر ہو تو پتہ دیویں تاکہ بعض پادریوں کا کم سے کم ہم ناطقہ بند کرسکیں ؛

ہمیں ضرورت نہیں کہ اس مضمون کو تفصیلاً تمام و کمال بیان کریں کیونکہ مولوی

---

[1] Brucheion [2] Serapeum [3] Theophilus.

شبلی نے اپنے رسالہ کتب خانہ اسکندریہ میں اور مسٹر بٹلر[۱] نے اپنی کتاب دی ایرب کونکوسٹ آو ایجپٹ میں اسپر سیر کن بحثیں کی ہیں۔ اسلامی اور عقلی نکتہ خیال سے ہمارے نزدیک مولوی شبلی کا رسالہ بہت کافی ہے لیکن اس میں صرف یہ نقص ہے کہ وہ اردو میں ہے اور جو لوگ انگریزی جانتے ہیں اور اُردو سے محض نابلد ہیں وہ اس سے متمتع نہیں ہو سکتے۔ مسٹر بٹلر بھی اپنی طرز میں سیر کن بحث کرتا ہے اس لیئے سچائی کے طالبوں کے لیئے ہم ان ہردو کی سپارش کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم لمبی اور طویل بحثوں کو چھوڑ کر اختصاراً کچھ بیان کرتے ہیں لیکن پیشتر اس کے کہ ہم اصل بحث کو اٹھاویں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کہانی کو بتمام وکمال لکھدیں جسپر اس اعتراض کی بنا رکھی گئی ہے۔ وہ کہانی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم کے ماتحت عمرو ابن العاص نے مصر فتح کیا اسوقت ایک شخص موجود تھا جو عربی کتب میں یحییٰ نحوی کے نام سے مشہور ہے لیکن عیسائی کتب میں وہ جان[۲] فلپونس کے نام سے مشہور ہے (ملاحظہ ہو کر سیچن بائیوگریفیکل ڈکشنری) وہ اسکندریہ کا رہنے والا قبطی عیسائی تھا۔ وہ عمرو کے پاس حاضر ہؤا اور اس سے رابطہ واتحاد بھی پیدا کیا۔ عمرو پر اس کا ایسا اثر ہؤا کہ وہ فریفتہ ہوگیا۔ اسطرح اس کو بہت سی باتیں کہنے کی جرأت ہوگئی۔ ایک دن یحییٰ نے کہا کہ آپنے تمام شہر کی چھان بین کی ہے اور تمام قسم کی چیزوں پر آپ قابض ہیں۔ جو چیزیں آپکے کام کی ہیں ان سے میں کچھ تعرض نہیں چاہتا لیکن جو چیزیں آپکے لیئے بالکل ناکاری ہیں ممکن ہے کہ وہ ہمارے لیئے بہت مفید ہوں۔ عمرو نے کہا کہ تم کو کیا درکار ہے یحییٰ نے کہا کہ فلسفہ کی وہ کتابیں جو شاہی کتب خانوں میں ہیں۔ عمرو نے کہا کہ اس امر کی نسبت میں امیر المومنین عمر بن الخطاب کی اجازت کے بغیر کوئی حکم نہیں دے سکتا۔ چنانچہ ایک خط حضرت عمرؓ کو بدین مضمون لکھا گیا اور اس معاملہ کے متعلق حضور سے استصواب کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جن کتابوں کا تم نے ذکر کیا ہے اگر جو کچھ ان میں لکھا ہے وہ کتاب اللہ کے موافق ہے تو انکی حاجت نہیں وہ زائد از ضرورت ہیں اگر ان کتابوں کے مضامین کتاب اللہ کے مخالف ہیں۔ تب ان کو رکھنا اچھا نہیں اسیلئے انکو برباد کردو۔ جب عمرو بن العاص کو

---

[۱] Butler [۱] The Arab Conquest of Egypt. [۲] Johannes Philoponus.

خلیفہ کا یہ فیصلہ موصول ہُوا اس نے فوراً حکم دیا اور وہ کتابیں اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کردی گئیں اور پانی گرم کرنے کے لیئے ایندھن کے طور پر استعمال کی گئیں۔ چھ مہینے کی مدت میں وہ تمام جلکر راکھ ہو گئیں۔ (اے پڑھنے والے) جو کچھ ہُوا اسکو سن اور تعجب کر دکہ کیسی وحشیانہ حرکت کی گئی)۔"

یہ ہے وہ کہانی جس کے اختراع کرنے والے ابوالفرج ہیں۔ اس کی مختصر کہانی یہ ہے کہ اُس کا زمانہ تصنیف تیرھویں صدی کا آخری نصف ہے یا یوں سمجھئے کہ اسکندریہ کی فتح سے قریباً چھ سو سال بعد کا۔ وہ پہلا شخص ہے جس کے ذریعہ یہ بدخبر بسرعت کثیر یورپ میں مشہور ہوگئی جو آگے ہی ایسی خبروں کا بھوکا بیٹھا ہُوا تھا۔ وہ آرمینا کے شہر ملیشیا[1] میں قریباً ۱۲۲۶ء میں پیدا ہُوا اُس کے باپ کا نام ہارون تھا جو کہ ایک یہودی طبیب تھا۔ لیکن بعد میں نصرانی ہوگیا۔ اُسنے اپنے باپ کے زیر اثر تعلیم پائی تھی اور اُسکی طرح طبابت پیشہ کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس کو عربی سریانی اور یونانی زبانیں خوب آتی تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ اسکو فلسفہ اور الٰہیات میں بہت دخل تھا لہٰذا اُس کی بہت زیادہ شہرت ہوگئی۔ اُس نے کئی ایک مضامین پر مختلف کتابیں لکھیں لیکن بحیثیت ایک مصنف ہونے کے جو شہرت اُس کو حاصل ہے اس کی وجہ اُس کی کتاب تاریخ دنیا ہے جو سریانی میں لکھی گئی۔ اس کتاب کے لکھنے کے بہت عرصہ بعد اُس نے اس کتاب کا ایک خلاصہ عربی میں شائع کیا (دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد اول) یورپ کے عالموں کے نزدیک اس کتاب کی تاریخی قدر و منزلت صرف اسقدر ہے کہ چونکہ وہ یورپ کی زبانوں سے بالکل ناآشنا تھا لہٰذا یورپ اور جسقدر مغربی ممالک کے متعلق اس کتاب میں لکھا ہے وہ بُرا ز اغلاط ہے باقی رہا وہ حصۂ کتاب جو مشرقی قوموں کے متعلق ہے اس کے متعلق ان کی رائے ہے چونکہ وہ بڑا عالم تھا اس لیئے جو کچھ مسلمانوں وغیرہ کے متعلق لکھا ہے وہ کالوحی من السماء کے طور پر ہے۔ اسی عربی خلاصہ کا لاطینی ترجمہ ڈاکٹر پوکاک[2] نے ۱۶۶۳ء میں آکسفورڈ میں شائع کیا پھر

[1] Malatia. [2] Dr. Pococke.

۱۷۸۶ء میں برن[عہ] اور ایف۔ ڈبلیو۔ کرسیچ[۲عہ] نے کچھ اصل اور کچھ ترجمہ لائپزگ[۳عہ] میں شائع کیا۔ لیکن صحت کی طرف چنداں توجہ نہیں کی گئی ؎

کہانتک ابوالفرج کی کہانی درست ہے اس کے لیئے ہمیں تین باتوں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ اوّل۔ اس کہانی کا ماخذ کیا ہے۔ دوم۔ ابوالفرج کہاں تک قابل اعتبار ہے۔ سوم۔ اندرونی اور بیرونی شہادتیں ؎

پہلے امر کی نسبت کہ ابوالفرج نے یہ کہانی کہاں سے لی ہے کوئی پتہ نہیں چلتا۔ خود اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اب اس پر کیا اعتبار ہو سکے۔ ایک شخص ایک واقعہ کے وقوع کے چھ سو سال بعد پیدا ہو کر لکھتا ہے اب جبکہ وہ یہ نہ بتلائے کہ ایک نئی بات جو گذشتہ واقعات کے متعلق وہ کہتا ہے اس کے لیئے اس کے پاس سند کیا ہے یعنی جب تک وہ سند نہ بتلاوے اس کی بات قابل اعتبار نہیں۔ چھ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ بیچ میں سینکڑوں مورخ اور مصنف پیدا ہوئے ہیں لیکن کوئی ایک بھی تو ذکر نہیں کرتا۔ خود مسیحی مورخین جان آونکیو[۴عہ] سے لیکر ابوصالح تک اس واقعہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ جان آونکیو ایک قبطی پادری تھا۔ جس نے ساتویں صدی عیسوی کے اخیر میں اپنی کتابیں لکھی ہیں اور وہ غالباً انہی دنوں میں پیدا ہؤا تھا جن دنوں مسلمانوں نے مصر اور اسکندریہ کو فتح کیا۔ ذاتی طور پر اُسے بہت سے واقعات معلوم ہونے چاہیئے تھے۔ پھر اس کے پاس ذرا ذرا سی خبر حاصل کرنے کا ایک بہت عمدہ اور وسیع موقع تھا۔ پھر وہ مسیحی ہے مسلمانوں کا جانبدار نہیں کہیں ایک عیسائی مرجائے تو دس یا سو کر کے دکھانے والا ہے۔ اور جب کبھی مسلمانوں کا ذکر خیر بھی کر جائے تو اس سے بھی شرارے ٹپکتے ہیں۔ اور فاتحین کے لیئے ہر لفظ اس کا زہر میں بجھے ہوئے قلم سے لکھا ہؤا ہے۔ گو اس کی کتاب کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے لیکن ہماری خوش قسمتی سے اس کی کتاب کا وہ حصہ محفوظ اور معنون ہے جو فتح مصر کے متعلق ہے

[عہ] Brun [۲عہ] F. W. Kirsch. [۳عہ] Leipsic.
[۴عہ] John of Nikio.

جس میں کہ اس نے پیٹ بھر کے مسلمانوں کو گالیاں دی ہیں۔ اور اپنے زعم میں قتل و غارت کی بہت سی مثالیں بھی دی ہیں لیکن کتب خانہ اسکندریہ کے متعلق وہ بھی خاموش ہے ایک لفظ تک نہیں لکھا پھر مسلمان مصنفین جنھوں نے اپنی تصنیفیں تمام دنیا میں ابوالفرج کی پیدائش سے کئی صدیاں پہلے دنیا میں شائع کر دیں ان کی تعداد تو سینکڑوں تک پہنچتی ہے ان میں سے تو کسی ایک نے بھی ذکر نہ کیا سوائے عبداللطیف کے جس کے متعلق ہم آگے چلکر کچھ لکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ابوالفرج کی کہانی کے ماخذ کا پتہ تک ندارد ہے؛

باقی رہا۔ یہ امر کہ ابوالفرج پر کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے وہ انسائیکلوپیڈیا کے ایڈیٹرز کے ریمارکوں سے ظاہر ہو جاتا ہے ان کے بیان کے بموجب اس کی کتاب کا وہ حصہ جو مغربی قوموں کے متعلق ہے بالکل پایۂ اعتبار سے گرا ہوا ہے کیوں کہ مصنف مذکور یورپ کی زبانوں سے ناآشنا محض ہے لیکن چونکہ مشرق کے متعلق ایڈیٹرز مذکورین کا وہی حال ہے کہ وہ مشرق کی زبانوں سے ایسے ہی واقف ہیں جیسے کہ ابوالفرج مغربی زبانوں سے تھا۔ اس لیئے مشرق کے متعلق جو کچھ رطب و یابس اس نے لکھدیا اس کے متعلق بس یہ کہدیا کہ چونکہ مشرقی زبانوں سے واقف ہی اس لیئے مشرق کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ تاریخی لحاظ سے بہت ضروری حصہ ہے ہم پوچھتے ہیں کہ جب مغربی قوموں کے متعلق اس کا یہ حال ہے کہ اس کی کتاب پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہے حالانکہ وہ کم سے کم یونانی زبان تو جانتا تھا۔ لیکن مشرق جیسا وسیع براعظم اور اس کی محض ایک زبان اور وہ بھی ایسی جیسی کہ عیسائی جانتے ہیں کہاں تک کسی شخص کو اس قابل بنا سکتی ہے کہ کہ سکیں کہ مشرق کے متعلق اسکو پوری واقفیت حاصل ہے لیکن جو جھوٹ اور من گھڑت کہانیاں وہ از خود بناتا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے تاریخی پایہ کی چیزیں ہیں۔ کیونکہ یورپ کو مشرق سے بغض اور عداوت ہے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ ابوالفرج عیسائی ہی اسلیئے اُسکا جھوٹ کوئی تعجب خیز امر نہیں اوائل ایام سے ہی مسیحی بزرگان کا خیال تھا کہ دین کے لیئے جھوٹ۔ دھوکا بازی اور بددیانتی کر لینا کوئی جرم نہیں

چنانچہ بڑے بڑے بزرگان دین عیسوی سے کبھی کبھی ایسی چالبازیاں ہو جایا کرتی تھیں۔ بانیان دین کی کتابوں اور پہلی صدیوں کے بزرگ عیسائی مصنفوں کی کتابوں میں تحریف کرنیکے لیئے انہوں نے منشی متصدی ملازم رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ جس بات کے لیئے چاہتے وہ اپنی طرف سے سند گھڑ کے پیش کر دیتے تھے۔ اس لیئے مشرقی لوگوں سے اسکی محض عدم واقفیت اور پھر عیسائی اور عیسائی بھی متعصب عیسائی۔ یہ باتیں ہیں جو ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ جب تک کوئی اور شواہد نہ ملیں ہم اس کی باتوں پر کوئی اعتبار نہ کریں یا کوئی اس کا ہمعصر یا زمانہ ماقبل کا کوئی مستند گواہ نہ ملجائے۔ یعنی محض ابو الفرج کا قول کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کی بات کا صرف ایک ہی رد کافی ہے کہ وہ چھ سو سال بعد پیدا ہوا اسکو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی جو پہلوں کو بالکل معلوم نہ تھی۔ ان پہلوں میں مسلمان اور عیسائی ہر دو شامل ہیں:

ابو الفرج کے اس سوال پر غور کرنے کا ایک اور بھی پہلو ہے اس سے اور بھی انکشافات ہوتے ہیں۔ عربی تاریخ اس کی سریانی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ اس لیئے زیادہ تعجب خیز امر جو ہے وہ یہ ہے کہ اصل سریانی میں اس واقع کا کہیں ذکر نہیں۔ اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ جس کا اثر دور دور تک پہنچنے والا ہو اصل کتاب میں جو بڑے پیمانہ پر لکھی گئی ہے اور جسمیں ذرا ذرا سی تفصیل کا ذکر ہے۔ اس میں تو بالکل نہ ہو لیکن اُسی کتاب کے خلاصہ میں اس واقعہ کو بڑی شدّ و مدّ سے ذکر کیا ہو (عربی خلاصہ میں اس کہانی کے آخری الفاظ یہ ہیں فاسمع ماجریٰ واعجب جس کے یہ معنے ہیں پس سنو اور تعجب کرو کہ وحشیوں نے کیا ظلم کیا کہ ایسے عظیم الشان علمی خزانے کو آگ میں جلاکر راکھ کر دیا) حالانکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جس امر کا خلاصہ میں اتنا ذکر ہو اس کا اصل میں تو اس سے کہیں وسیع پیمانے پر ہونا چاہیئے تھا۔ پس ہم کیا یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب مصنف مذکور نے اصل کتاب سریانی میں لکھی تھی اس وقت تک اس واقعہ نے مصنف کے دماغ میں ابھی جگہ بھی نہ پکڑی تھی اور اس کہانی کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ بلکہ اس واقعہ کی خیالی پیدائیش بھی اصل سریانی کتاب کے زمانہ تصنیف کے بعد کی ہے۔ اگر ہم حسن ظن سے کام لیں تو کہہ سکتے ہیں۔

کہ عربی خلاصہ میں بھی مصنف مذکور نے اس واقعہ کو نہیں لکھا تھا بلکہ بعد میں کسی نے بڑی مہربانی سے ملا دیا ہے کیونکہ اس کتاب میں اور بھی دوسری جگہوں میں تحریف ہوئی ہے (دیکھو انسائیکلوپیڈیا)

پیشتر اس کے کہ ہم اندرونی اور بیرونی شہادتوں کو لیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس لائبریری کی بنیاد اور جو جو حادثات اسپر گذرے انکا مختصر طور پر بیان کر دیں۔ یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ جیسے اسکندریہ کے کتب خانے مشہور تھے ویسے ہی وہ بہت زیادہ ضروری بھی تھے۔ وہ بڑے بھاری اور عظیم الشان کتب خانوں میں سے تھے۔ یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ اصل بانی مبانی اس کتب خانہ کا بطلیموس سوٹیر[1] تھا جس کو خیال اٹھا کہ ایسا کتب خانہ بنایا جائے اور اس امر کے لئے اس نے ایک مجلس علماء کی قائم کی۔ جو اس کے دربار میں اس کے گرد ہر وقت رہتے تھے۔ اس کے بعد اس کے بیٹے فلاڈلفس[2] نے اس کتب خانہ کو پورے طور سے ساز و سامان سے مہیا کیا اور ترتیب دی اور اس نے اردگرد کے تمام ممالک مثلاً یونان اور ایشیا میں اپنے ایلچی اس امر کیلئے روانہ کیئے کہ وہ علمی ذخائر کو جمع کر کے اس کے پاس روانہ کریں۔ یہ لائبریری غالباً ان شاندار عمارتوں کے اندر تھی جو میوزیم[3] کے نام سے مشہور ہیں)۔ اور وہ شاہی محلوں کے بالکل ساتھ تھی۔ یا یوں کہیں کہ لائبریری شاہی محلوں کے ایک حصہ میں واقع تھی۔ لائبریری کے اندر کس قدر کتابیں تھیں اس کے متعلق مختلف قول ہیں چار لاکھ سے لیکر سات لاکھ تک تعداد جلدوں کی بتائی جاتی ہے۔ اس لائبریری کے وجود سے اسکندریہ مرجع خلائق ہو گیا اور بہت عرصہ تک یہاں تعلیم و تعلم کا چرچا رہا۔ ۴۸ برس قبل از مسیح جب جولی اس سیزر[4] یہاں آیا تو اسی محلہ میں جہاں کتب خانہ تھا اس کا محاصرہ کر لیا گیا محاصرہ کرنے والے خود مصری تھے جن کا سرگروہ ایکیلاس[5] تھا۔ خود حفاظتی کے طور پر جولی اس سیزر نے حکم دیا کہ جس قدر جہازات وہاں سمندر کے کنارے موجود ہیں ان سب کو آگ لگوا دی جاوے۔ جب اس آگ کے شعلے بلند ہوئے تو شہر کے اس حصہ میں بھی آگ دوڑ گئی جہاں کہ کتب خانہ تھا۔ جہاں اور عمارتیں جلکر خاکستر ہو گئیں وہاں اس کتب خانہ کا بھی نام و نشان نہ رہا۔ سینیکا[6] جو ایک مشہور

1. Ptoleomy Soter. 2. Philadephus. 3. Museum. 4. Julius Caesar. 5. Achillas. 6. Seneca.

رومی فلاسفر اور مصنف سے اس کا بیان ہے کہ اس آتش زدگی میں قریباً ۴ لاکھ کے کتب جل گئیں۔ (دیکھو ۔ پلوٹارک[1]۔ ڈایوکیسئی اس[2]۔ ایمی اینس مارسیلی نس[3] اور اوروسی اس[4]) اوروسی اس کے الفاظ تو بالکل صاف ہیں وہ کہتا ہے کہ "جولی اس سیزر نے حکم دیا کہ جسقدر جہاز کنارے کے نزدیک ہیں ان سب کو آگ لگا دو۔ یہ آتش زدگی فوراً شہر کے نزدیک حصے تک پہنچ گئی اور چار لاکھ کتابوں کو جلا کر سیاہ کر دیا جو ایک عمارت کے اندر تھیں اور وہ عمارت بالکل نزدیک تھی۔ اس طرح ہمارے آبا و اجداد نے جو کتب خانہ بڑی جانفشانی سے جمع کیا تھا جو گویا ان کے کارناموں کی ایک عجیب یادگار تھا۔ جلکر تباہ ہو گیا۔"

اس منحوس واقعہ کے سات یا آٹھ سال بعد مارک اینٹنی[5] نے پرگیمس[6] کے بادشاہ کا کتب خانہ اسکندریہ روانہ کیا۔ اس نئے کتب خانہ کے لیئے سی زیرین[7] کے مندر میں جگہ بنائی گئی جو ملکہ کلیو پاٹرا۔ جولی اس سیزر کی یادگار میں تعمیر کرا رہی تھی۔ اس مندر کی تکمیل اگسٹس[8] کے ہاتھوں سے ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مندر کی سب سے زیادہ مزین کرنے والی چیزوں میں سے ایک یہ کتب خانہ بھی تھا۔ جو کتابیں اس کتب خانہ سے بڑھ رہیں وہ سیراپی ام کو روانہ کر دی گئیں اور وہ بھی ایک معبد تھا جو سی راپس[9] کی یادگار میں قائم کیا گیا تھا۔ اس مندر کی بنیاد بھی فلاڈلفس کے ہاتھوں سے پڑی تھی۔ قریباً دو سو سولہ برس عیسوی میں کاراکلا[10] نے شہر میں خون کے دریا بہا دیئے تھے ۲۱۶ع اور ... کو بند کر دیا۔ اور عام لوگوں کے جمع ہونے کے لیئے جو ہال تھا جو میوزیم میں واقع تھا اس کو بھی بند کر دیا۔ پھر ۲۷۳ عیسوی میں میوزیم کی تمام عمارتیں شاہنشاہ اوریلی ان[11] کے حکم سے گرا کر میدان صاف کر دیا گیا۔* جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اہل اسکندریہ

* یوسی بی اس[12] کا خیال ہے کہ میوزیم کی شاندار عمارتوں کو کلاڈین[13] نے گرا دیا تھا۔ نہ کہ اوریلی ان[14] نے۔

1. Plutarch. 2. Diocassius. 3. Ammianus marcellinus. 4. Orosius. 5. Mark Antony. 6. Pergamus. 7. Caesarian. 8. Augustus. 9. Serapis. 10. Caracalla. 11. Aurelian. 12. Eusebius. 13. Claudian. 14. Aurelian.

نے فرمس[1] کے ماتحت ہوکر بغاوت کی تھی اس لیئے اس کی سزا میں شہر کے اس مشہور حصّہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ؛

پھر ۳۶۶ عیسوی میں ایک بڑی خونخوار مذہبی معرکہ آرائی ہوئی۔ اور اس معرکہ آرائی کے اثنا میں سی زیرین کے مندر کو گرا کر فنا کر دیا گیا جس کی بنیاد ملکہ کلیو پاٹرا کے ہاتھوں پڑی تھی اور تکمیل اگسٹس کے ذریعہ ہوئی تھی (دیکھو فتح مصر مصنفہ مسٹر بٹلر صاحب) اس معرکہ آرائی کا مختصر سا حال گبن بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ " شاہنشاہ ولیرین[2] کی قید اور اس کے بیٹے کی بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے سلطنت کی باگیں ڈھیلی ہوگئیں پابندی قانون اُٹھ گئی اور ہر جگہ فتنہ و فساد اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس بدامنی کے زمانے میں اہل اسکندریہ نے بھی اپنے جذبات اور خواہشات کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں پھر کیا تھا ان کا تمام ملک فتنہ و فساد کا مقام بن گیا۔ اور ملک کی بدقسمتی کی یہ حالت (باستثناء چند دنوں کے جن میں برائے نام چند روز کے لیئے صلح ہوجاتی تھی۔) بدستور بارہ سال سے کچھ اوپر تک جاری رہی۔ بدقسمت شہر کے مختلف حصوں کے تعلقات بالکل ٹوٹ گئے۔ شہر کا ایک حصہ دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہوگیا۔ ہر بازار خون سے لتھڑ پتھڑ گیا۔ ہر بڑی عمارت تھوڑے عرصہ کے لیئے قلعہ بن گئی۔ یہ ہنگامہ بہت عرصہ تک جاری رہا یہانتک کہ شہر کا قریباً بہت بڑا حصہ ایسا ضائع ہوا۔ کہ آئندہ پھر کبھی پھلنے پھولنے کی امید نہ رہی شہر کا وہ حصہ جس کا نام بروکی ان تھا جس کے اندر لائبریریاں تھیں اور جہاں تمام محلات شاہی اور میوزم واقع تھا۔

٭ اگر کوئی لائبریری مسلمانوں کے ملک میں داخل ہونے کے وقت موجود ہوتی تو کم سے کم اُسکا ذکر عمرو بن العاص کی اس چٹھی میں ضرور رہتا جو اس نے حضرت عمرؓ کو شہر کے فتح کرلینے کے بعد لکھی۔ اس خط کے الفاظ بالکل صاف ہیں۔ عمرو بن العاص لکھتے ہیں کہ " میں نے ایسا شہر فتح کیا ہے کہ جس کے متعلق بس اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ اس میں چار ہزار قصرات۔ چار ہزار حمام۔ چار سو تھیٹر۔ بارہ ہزار سبزی فروش اور چالیس ہزار باج گذار یہودی ہیں "۔

1. Firmus. 2. Valerian.

جہاں کہ بادشاہ اور حکماء بودوباش کیا کرتے تھے تمام ایسے تباہ ...... ہوئے کہ ایک وحشت سرائے بن گئے۔ اور قریباً ایک صدی سے زائد اسی خراب وخستہ حالت میں رہے۔"

اس مختصر حال سے جس کا ہم ذکر کرآئے ہیں۔ پتہ چل جاتا ہے کہ اگر کوئی لائبریری برائے نام موجود تھی تو اُس وقت تک تباہ ہو چکی تھی۔ بلکہ اُن مکانات کا صفحہ ہستی سے نشان مٹ چکا تھا۔ صرف کھنڈرات موجود رہ گئے تھے۔ اب سیراپی ام لائبریری کا حال بھی سُن لیجئے۔ اس لائبریری کے تباہ کرنے والے بھی حضرت عیسائی صاحبان ہیں جن کا گرو تھیوفلس[1] تھا۔ اور دل نے جو کچھ تباہ کیا تھا سو کیا تھا۔ یہی حضرات ان پرانے کتب خانجات کے بقیہ کو قائم رہنے دیتے۔ لیکن نہیں عیسائیت کا اس وقت زور شور تھا۔ اور نیا نیا جوش غیر مذاہب کے مٹانے کو اُمڈا چلا آتا تھا شاہنشاہ تھیوڈوسی[2] اس نے اپنے تعصب بھرے جوش میں حکم دیدیا کہ بُت پرستی قانونی جرم ہے اور بُت پرست واجب القتل ہیں۔ بُت پرست لوگ جو قربانیاں اور نذریں اور چڑھاوے اپنے بتوں کے آگے پیش کیا کرتے تھے سب کو یک قلم موقوف کردیا اور حکم نافذ کردیا کہ ایسا کرنا خلاف احکام سلطنت ہے۔ بُت پرستوں کے مندر بند کردیئے گئے یا تباہ کردیئے گئے اور اُن کے اندر جسقدر مال ومتاع ملا سب ضبط کرلیا گیا۔ ادھر شاہنشاہ کا یہ حکم نافذ فرمانا تھا ادھر پادری تھیوفلس کے دندانِ آز ..... تیز ہوگئے۔ ہوشمند کی آنکھیں طمع سے بند ہوجاتی ہیں اور اس بچارے کو کچھ نہیں سوجھتا[5] لیکن پادری صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اس وقت اسکندریہ کی آرک اپنیسکوپل[3] گدی پر پادری تھیوفلس صاحب جلوہ افروز تھے سیراپس[4] کے معبد پر انکی نظر

---

1. Theophilus.
2. Theodosius. 4. Arch-episcopal.
5. Serapis

۵ بردوزد طمع دیدۂ ہوشمند۔ درآرد طمع مرغ وماہی بہ بند۔

مدت سے تھی۔ گو آپ بظاہر امن کے شاہزادے کے قائم مقام تھے لیکن امن و امان اور نیکوکاری کے جانی اور ابدی دشمن تھے۔ تاریکی کے فرزند ہمیشہ تاریکی پسند کرتے ہیں بقول گبن "اس لیڈر و ریدآدمی" کے ہاتھ ہمیشہ کبھی سونے اور کبھی لہو میں لتھڑے پتھڑے رہتے تھے۔ پس کیا تھا آپ نے مذہب کو آڑ بنا کر بناوٹی غصہ کا اظہار شروع کیا کہ کیوں سی راپس[1] کے مندر کی اسقدر عزت کیجاتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے طرح طرح سے بےحرمتی کرنی شروع کر دی۔ ابھی سی راپس کے مندر پر ہاتھ نہ ڈالا تھا لیکن اصل مندر کو تباہ کرنے کے لیئے پہلے چھوٹے چھوٹے معبدوں پر دست تعدی دراز کیا بُت پرستوں کو اس کی روش سے معلوم ہو گیا کہ اب وہ اصل مندر کی بیحرمتی سے بھی باز نہیں رہے گا۔ اسکندریہ کا شہر فسادی شروع ہی سے مشہور تھا۔ چھوٹی چھوٹی بات پر جنگ چھڑ جایا کرتی تھی۔ سی راپس کے جسقدر پجاری تھے اگرچہ ان کی تعداد عیسائیوں سے بہت کم تھی تاہم خود حفاظتی کے طور پر انہوں نے ہتھیار اُٹھا لیئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ تھیوفلس یکے بعد دیگرے کُل بُت پرستوں کے معبدوں کو گراتا جاتا ہے۔ بت پرستوں میں ایک مشہور فلاسفر مسمی اولمپس[2] ان کا سرگروہ بن گیا۔ جس نے ان کو اکسایا کہ اس زندگی سے تو بہتر ہے کہ ہم اپنے بتوں اور قربان گاہوں کے لیئے اپنی جانوں کو قربان کردیں۔ پس سی راپس کے معبد کو ہی انہوں نے اپنا قلعہ بنا لیا۔ لیکن پیشتر اسکے کہ جنگ چھڑ جاتی اور تلوار کے ذریعہ آخری فیصلہ ہو جاتا۔ اس پر فریقین نے اتفاق کیا کہ شاہنشاہ کی طرف رجوع کیا جائے اور ان کے فیصلہ کا انتظار کیا جاوے۔ شاہنشاہ کے بال بال میں بتوں کی مخالفت سمائی ہوئی تھی اس نے اسکندریہ کے بت خانوں کے خلاف حکم جاری کر دیا عیسائیوں کی چڑھ مچ گئی اور بُت پرستوں کے معبدوں کے خلاف ان کے جوش و غضب کی کوئی انتہا باقی نہ رہی برخلاف اس کے بُت پرستوں کی قلیل جماعت کے

1. Serapis
2. Olympius.

حوصلے پست ہو گئے۔ دل ٹوٹ گئے۔ پہلے ہی ان میں عیسائیوں کے مقابلے کی سکت نہ رہی تھی۔ اب تو شاہنشاہی حکم بھی انکے خلاف جاری ہو چکا تھا۔ بچارے بڑی سراسیمگی میں بھاگے۔ ان کا بھاگنا تھا کہ عیسائی بھیڑیوں کی طرح لپکے اور چشم زدن میں سی راپس کے معبد میں گھس گئے۔ اور سارے معبد کو توڑ پھوڑ . . . . . دیا۔ اور وہی اس لکھتا ہے کہ کتب خانہ سی راپی ام[1] غارت کر دیا گیا اور اس واقعہ سے قریباً بیس[2] سال بعد ایک شخص کا دل جس میں مذہبی تعصب اسقدر نہ تھا جیسا کہ ان عیسائیوں میں تھا۔ خالی الماریوں اور خانوں کو دیکھکر بڑے غصے اور پشیمانی اور تاسف سے بھر جاتا تھا" یہ واقعہ ۳۹۱ عیسوی میں ہوا اور اس کا انکار بالکل نہیں ہو سکتا (اس وحشیانہ حرکت کی تفصیل دیکھنی ہو تو گبن کی تاریخ پڑھنی چاہیئے)

اسکندریہ کے کتب خانہ کی تاریخ اس مذکورہ بالا مختصر بیان سے پتہ لگ جاتی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ عربوں کے ملک مصر میں بحیثیت فاتحین کے داخل ہونے سے قریباً اڑھائی سو سال پہلے اسکندریہ کے کل مشہور اور تاریخی کتب خانے معدوم ہو چکے تھے اور اس وقت ان کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ اب جائے غور ہے کہ کتب خانے تو موجود نہ تھے مسلمانوں نے کونسے کتب خانے آکر تباہ کرائے۔ اگر مسلمان تباہ کرنیوالے بھی ہوتے تو بھی عیسائیوں کی مہربانی سے ان کو یہ تکلیف کرنی نہ پڑتی کیونکہ راستہ انہوں نے بالکل صاف کر دیا تھا۔ مرے ہوئے کو مارنا یعنی چہ؟

ع۲۵ اب ہم اندرونی اور بیرونی شواہد کو لیتے ہیں۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ تمام عیسائی مورخین جان آف نکیو[2] سے لیکر **ابوصالح** تک اس کتب خانے کے متعلق خاموش ہیں۔ یہ تو ایسے لوگ ہیں۔ کہ جہاں وہم تک کے پر جلتے ہیں وہاں سے یہ مسلمانوں کی قتل وغارت کی کہانیاں گھڑ لیتے ہیں۔ پھر ایسے بدیہی واقعہ کو وہ کیوں اور کس طرح چھوڑ سکتے تھے۔

---

1. Serapeum.
2. John of Nikio.

اور تواریخ یوٹیکی اس[1] جسکو مسلمان اپنی کتابوں میں سعید ابن بطریق کے نام سے یاد کرتے ہیں ایک عیسائی مصنف ہے۔ جو ۹۳۳ء عیسوی سے ۹۴۰ء عیسوی تک ملکائیٹ پیٹریارک[2] رہا ہے اور جس کی تصانیف میں اور بہت سی قابل تذکرہ باتیں درج ہیں۔ وہ بھی اپنے دیگر عیسائی بھائیوں کی طرح اس معاملہ کے متعلق کچھ نہیں لکھتا۔ کیا مسلمان جبریہ طور سے روکتے تھے کہ ایسی باتیں ان کے متعلق نہ لکھی جاویں۔ لیکن اس سے کہیں بڑھکر انپر الزام لگائے گئے اور ان کے مذہب اور بانئ مذہب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طرح کی توہین تو کتابوں میں جو اس زمانہ کی تصنیف ہیں درج ہے پھر یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ عیسائی مورخ تمام کے تمام اس واقعہ کے لکھنے سے چوک گئے؟

پھر قابل غور امر یہ ہے کہ پانچویں اور چھٹی صدیوں کے اندر کسی مورخ نے ان لائبریریوں کا ذکر تک نہیں کیا اشارۃً یا کنایۃً بالکل نہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جو سی راپی ام کے معبد اور اسکے متعلقہ لائبریری کے تباہ ہونے اور مسلمانوں کے ملک کے اندر داخل ہونے کا درمیانی عرصہ ہے کیا اس اڑھائی صدیوں کے عرصہ کے اندر کوئی مورخ نہیں ہوا۔ ہوئے اور ضرور ہوئے۔ اور تو اور خود کتب خانوں کا ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھوج نکالنے والے۔ ایک دو سال نہیں دس بارہ سال تک صرف اسکندریہ کے اندر قیام کرنے والے اور اس پر طرہ یہ کہ مذہب کے کٹر عیسائی۔ جان ماسکس[3] اور اس کا شاگرد اور دوست۔ ہر دو نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ جنوبی مصر کی خانقاہوں میں گزارا۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن مالوف یعنی شام کو واپس روانہ ہوئے۔ مگر ۶۰۵ء عیسوی میں وہ اپنے ملک سے بدر کر دیئے گئے اور اس کے بعد انہوں نے اپنی رہائش اسکندریہ میں اختیار کی۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے حملۂ مصر کے بہت قریب کا ہے صرف پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ سال کا فرق ہے۔ یہ ہر دو شخص اسکندریہ کے اندر آٹھ یا دس سال تک مقیم رہے

---

1. Eutychius. 2. Melkite Patriarch. 3. John Moschus.

دونوں بڑے ذہین اور فاضل تھے اور علم اور اہل علم سے محبت رکھنے والے اور کتابوں کے بڑے مشتاق تھے۔ دونوں نے بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ وہ لائبریریوں کی ٹوہ میں ہمیشہ لگے رہتے تھے۔ لیکن کوئی ان کی ساری کتابیں پڑھ جائے۔ کہیں بھی سی راپی ام لائبریری یا دوسری بروکی ان لائبریری کا نشان تک نہیں پائیگا۔ حالانکہ انہوں نے چھوٹی چھوٹی پرائیویٹ لائبریریوں کا ذکر بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

لیکن اگر ہم بطور امکان کے مان بھی لیں کہ لائبریری عربوں کی فتح مصر کے وقت موجود تھی۔ تو پھر بھی بڑے مشکلات کا سامنا ہے تمام تاریخوں میں لکھا ہے کہ اہل اسکندریہ کو گیارہ یا تیرہ ماہ کی مہلت ملی تھی جس کے اندر اُس عہدنامہ کی تصدیق قیصر روم کو کرنی تھی۔ جو اہل اسکندریہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس عرصہ میں بلکہ اس کے کئی سال بعد تک جبکہ اسکندریہ کو دوبارہ اہل روما نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا اور پھر مسلمانوں نے دوبارہ اس کو فتح کیا تھا۔ اس تمام عرصہ میں سمندر کی طرف سے اہل اسکندریہ یا رومیوں کو مسلمانوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ مسلمانوں کے پاس جہاز چھوڑ کشتیاں تک نادار تھیں۔ اور شہر کا قریباً ⅔ حصہ اور بندرگاہ کُل کا کُل سمندر پر واقع تھا اور محفوظ و مصئون تھا۔ اب پہلے عہدنامہ کے رو سے اسکندریہ کم سے کم گیارہ ماہ بالکل اہل شہر کے ہاتھوں میں رہا اور مسلمان بموجب عہدنامہ کے شہر سے دور اپنا کیمپ ڈالے پڑے رہے۔ اس عہدنامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی اور بڑے واضح طور پر لکھی گئی تھی کہ اس عرصہ کے اندر نہ صرف رومی اپنے ملک کو واپس جا سکتے تھے بلکہ اپنا تمام مال و متاع تک لیجانے کی ان کو اجازت تھی۔ سمندر پر ان کی اپنی حکومت تھی عربوں کا کوئی کھٹکا تک نہ تھا۔ اور تجارتی جہازوں کے علاوہ جو ہزاروں کی تعداد میں ہر سال اسکندریہ آتے جاتے تھے۔ رومیوں کے پاس ایک زبردست جنگی بیڑہ بھی تھا۔ عربوں کا بیڑہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا۔ پھر اسکندریہ اور قسطنطنیہ کا راستہ بالکل کھلا تھا۔ کتابوں کی قیمت چڑھی ہوئی تھی اور جیسا کہ ان کی تعداد بتلائی جاتی ہے۔ کئی لاکھ تک ان کی قیمت پہنچتی تھی۔ بڑے بڑے فاضل اشخاص ان کے شائق اور قدردان موجود تھے

اگر ان کو پتہ ہوتا کہ ایسا کوئی کتب خانہ ہے تو یہی نہوی تو مانگتا ہی لیکن وہ اپنی خواہش کو روپے کے رنگ میں اس سے پہلے ضرور پیش کر دیتے۔ اور عیسائیوں کے نزدیک عرب روپے اور دیگر قسم کے اموال کے زیادہ حریص تھے بہ نسبت علمی خزانوں کے۔ اس لیئے ان کتابوں کے بچانے کے لیئے ان کی کوشش زیادہ کارگر ہوتی اور ضرور ہو جاتی۔ پھر جبکہ گیارہ ماہ کی مہلت موجود تھی تو سب سے اوّل یہ فضلا کوشش کرتے کہ کسی نہ کسی طرح اس خزانہ کو بچا لیا جائے۔ عرب بھی اپنے وعدوں کے بڑے پکے تھے۔ ضرور ایفائے وعدہ کرتے اور کتابوں کے منتقل کرنے میں کسی طرح کی مزاحمت نہ کرتے۔ عیسائیوں کی طرح نہیں کہ غلیظ قسمیں کھانے کے بعد وعدہ شکنی کر دیتے۔[عا]

اسی تذکرہ میں ہم عبد اللطیف کا ذکر کر چکے ہیں جب عیسائی پادریوں کو اپنے بے ثبوت بیانات کے لیئے اور کوئی حجت نہ ملی۔ تو انہوں نے یہ کوشش شروع کی کہ اس جھوٹ کا ثبوت مسلمان مصنفوں کی کتابوں سے ڈھونڈیں اس ضمن میں انہوں نے چار نام تلاش کیئے۔ عبد اللطیف۔ المقریزی۔ ابن خلدون اور حاجی خلیفہ۔ عبد اللطیف کو چھوڑ کر پہلے ہم المقریزی کو لیتے ہیں۔ یہ شخص ۱۳۶۵ء عیسوی کے قریب پیدا ہوا۔ اور ۱۴۴۱ء عیسوی کے قریب مر گیا۔ یعنی عبد اللطیف سے قریباً ایک صدی بعد میں پیدا ہوا۔ اُس نے اپنی کتاب خطط والاثار جلد اول میں عمود السواری کے بیان میں جو اسکندریہ کا ایک مشہور منارہ ہے (جسکو ڈایو کلی شی ان پلر بھی کہتے ہیں) عمود السواری کے نام سے ایک عنوان قائم کیا ہے اور حرف

عا۔ دیکھو کتاب مُورس اِن سپین مصنفہ سٹینلے لین پُول۔

بحرف وہ عبارت نقل کردی ہے جو اس مینار کے ذکر میں عبد اللطیف نے لکھی تھی۔ اس لیئے ہم المقریزی کا نام کاٹ دیتے ہیں٭ اب ہماری سندیں تین رہ گئیں ؛

حاجی خلیفہ اور ابن خلدون کو اس ضمن میں پیش کرنا محض دھوکہ دہی ہے کیونکہ موخر الذکر بچارے نے کہیں یہ ذکر نہیں کیا کہ مسلمانوں نے اسکندریہ کے کتب خانے کو جلادیا۔ یہ سچ ہے کہ فارس کی فتح کا بیان کرتا ہوا وہ لکھتا ہے کہ مسلمان سپاہیوں کے ہاتھوں ایران کی لائبریری جل گئی۔ لیکن ایران کا کتب خانہ کہاں اور اسکندریہ کا کہاں۔ اگر مسلمان سپاہیوں نے ایران کا کتب خانہ جلادیا تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اسکندریہ کا کتب خانہ بھی جلادیا تھا۔ پھر اس پر ابن خلدون کا حوالہ دینا اور بھی صریح بہتان ہے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ ابن خلدون کا یہ بیان کہ مسلمان سپاہیوں نے کتب خانہ ایران جلادیا تھا خود محتاج ثبوت ہے اور کذب صریح ہے لیکن اس سوال کا یہاں کوئی تعلق نہیں اس لیئے اس بحث کو ہم نہیں چھیڑتے۔ ورنہ ہم بتلادیتے کہ جس طرح مسلمانوں کو اسکندریہ کے معاملہ میں متہم کیا جاتا ہے ویسے ہی وہ ایران کے کتب خانے کے الزام میں بیجا طور پر متہم ہیں تاہم ایک کے وجود سے دوسرا وجود تصوّر کرلینا غلط منطق تو ضرور ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ کُھلی بُغض برتا جاتا ہے ؛

اب ہم حاجی خلیفہ کا تھوڑا سا تذکرہ کردینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے وہ الفاظ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں نقل کردیں جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کتب خانہ اسکندریہ کو جلادیا تھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ جو اسی زمانے کے آدمی ہیں لکھتے ہیں :۔ فکانت العرب في صدر الاسلام لا تعتني بشيء من العلوم الا بلغتها ومعرفة احکام شریعتها۔ وصناعة الطب فانها کانت موجودة عند افراد منهم لحاجة الناس طرًا الیها وذلك منهم صونا لقواعد الاسلام وعقائد اهله عن تطرق الخلل من علوم الاوائل قبل رسوخ الاحکام حتی یروی

٭ کیونکہ وہ صرف عبد اللطیف کی عبارت کو نقل کرتا ہے اور عبد اللطیف کی روائیت پر ہم الگ بحث کرینگے۔ منہ

انھم حرقوا ما وجدوا من الکتب فی فتوحات البلاد۔ یعنی اہل عرب شروع اسلام میں تمام علوم میں سے بجز لغت و احکام شریعت و طب کے کسی علم کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے صرف یہ علوم بوجہ عام حاجت کے بعض لوگوں کے پاس موجود تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ چونکہ اسلام کے قواعد اور لوگوں کے عقائد مضبوط و راسخ نہیں ہو چکے تھے اس لیئے ڈر تھا کہ قدما کے علوم سے ان میں خلل نہ پیدا ہو۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے شہروں کے فتوحات میں جو کتابیں پائیں وہ جلا دیں*۔

ایک معمولی سمجھ کا آدمی اس عبارت پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کوئی خاص تاریخی واقعہ نہیں جس کی طرف کہ حاجی خلیفہ اشارہ کر رہا ہے۔ برخلاف اس کے یہ بیان محض علی سبیل التذکرہ معلوم ہوتا ہے جس کی کوئی خاص غرض نہیں بلکہ مصنف مذکور ایک بے بنیاد افواہ کا اعادہ کرتا ہے یا اسکی اپنی ذاتی رائے ہے جس کو اصل واقعہ سے تعلق نہیں۔ اس لیئے واقعہ اور رائے کو مخلوط کرنا مناسب نہیں۔ پھر مصنف کا آخری فقرہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ حاجی خلیفہ کا یہ تمام قول یُرویٰ کے تحت میں ہے جو کہ صیغہ مجہول ہے۔ جس سے کسی طرح یہ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ وہ اس واقعہ کو مورخانہ حیثیت سے لکھتا ہے۔ یا اس کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ ایک مشہور قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی مورخ کو کوئی صحیح سند کسی بات کے متعلق نہیں ملتی یا راوی معتبر نہیں ہوتا اور وہ ایک بات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے جو یونہی مشہور ہوتی ہے۔ تو پھر کسی ایسے مجہول فعل سے جیسے کہ یُرویٰ ہے۔ ذکر کر جاتا ہے۔ پس اس طرح سے حاجی خلیفہ کا ایک بازاری گپ کو بیان کر دینا ایک کہانی کے طور پر ہے۔ جو عام طور سے سنی گئی ہو۔ لیکن اس کے لیئے کوئی مضبوط دلیل یا شاہد اس کی صداقت ظاہر کرنے کے لیئے کوئی نہیں ہے۔ یہاں تک ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ مقریزی نے صاف طور سے عبداللطیف کے لفظ نقل کر دیئے ہیں۔ اور ابن خلدون اور حاجی خلیفہ کتب خانہ اسکندریہ کی تباہی کے متعلق صراحتاً تو کہیں رہا اشارۃً اور کنایۃً بھی کوئی ذکر نہیں کرتے۔ فی الحال ہم اس بحث کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ کہ ان میں سے کون مورخ ہیں۔ اور کون مورخ نہیں۔ اور یہ امر بھی کہ آیا انکی

* اس عبارت میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس میں اسکندریہ کا کوئی ذکر نہیں۔ منہ

کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے سب کچھ صحیح ہے۔ یا اس میں بعض جگہ حرف رکھنے کی گنجائش ہے۔ یہ ایک جدا مضمون ہو جاتا ہے۔ موجودہ مضمون کے لیئے ہم نے یہ کھول کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ مصنفین مذکور خواہ ان میں سے بعض کے متعلق یا انکی کتابوں کے بعض حصّوں کے متعلق ہماری رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ان کے بیانات اس بے بنیاد الزام کو ہرگز ثابت نہیں کرتے۔ اب صرف عبداللطیف بغدادی باقی رہ گیا۔ یہ مصنف بارہ سو اکسٹھ [۱۲۶۱] عیسوی میں بغداد میں پیدا ہوا۔ اپنی زندگی میں اس شخص کو صلیبی لڑائیوں میں تعلق رہا۔ اور حروب صلیبیہ میں اس نے بہت کچھ حصہ لیا۔ اگرچہ وہ ایک عالم شخص تھا۔ لیکن تلوار سے اسکو نفرت نہ تھی۔ اس نے تمام ملک شام میں سفر کیا اور بہت عرصہ مصر میں مقیم رہا قریباً بارہ سو [۱۲۰۰] عیسوی میں اس نے مصر کی ایک تاریخ لکھی جس کا نام کتاب الافادۃ والاعتبار فی الامور المشاهدة والحوادث المعاينة بارض مصر ہے۔ اس کتاب میں اسنے صرف وہی حالات اور واقعات لکھے ہیں۔ جو اس نے مصر میں مشاہدہ کیئے۔ اس نے ایک موقعہ پر عمود السواری جس کو یونانی اور رومی ڈایوکلیشن پلر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اِس لفظ سے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ اور اس مینار کا تمام حال لکھا ہے اور اس کے متعلق جو کچھ لوگوں سے سنا وہ بھی لکھ لیا ہے۔ چنانچہ مینار کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔ ویذکر ان هذا العمود من جملة اعمدة كانت تحمل رواق ارسطاطاليس الذي كان يدرس به الحكمة و انه كان دار العلم فيه خزانة كتب حرقها عمرو بن العاص باشارة عمر بن الخطاب۔

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ستون منجملہ ان ستونوں کے ہے جس پر وہ چھت قائم تھی جو ارسطو کا رواق تھا۔ اور جہاں ارسطو حکمت کا درس دیا کرتا تھا اور یہ کہ وہ دار العلم تھا۔ اور اس میں وہ کتب خانہ تھا۔ جس کو عمرو بن العاص نے

عمر بن الخطاب رضؓ کے اشارہ سے جلا دیا" اگر یہ عبارت بازاری گپ نہیں تو اور کیا ہے۔ نہ ارسطو کبھی اسکندریہ میں آیا۔ نہ اس نے کبھی اسکندریہ میں تعلیم دی اور نہ درس دیا۔ نہ اسکے لیئے کوئی مکان درس دینے کے لیئے تعمیر کیا گیا نہ ہی جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کوئی لائبریری تھی۔ جسکو عمرؓ کے ہاتھوں نے تباہ کیا ہو۔ ذراسی غور کرنے سے یہ صاف پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ ایں خانہ تمام آفتاب است پورے کا پورا جھوٹوں کا تودہ طومار ہے۔ جسکو اسلام کے دشمن بغیر سوچے سمجھے واقعہ سمجھکر پیش کر رہے ہیں۔ اتنا ہی دیکھ لیتے کہ عبد اللطیف کیا ذکر کر رہا ہے۔ اور کسطرح سے کرتا ہے۔ محض بازاری گپوں کو اس نے جمع کر دیا پھر وہ اس سارے بیان کو یذکر کے تحت میں لکھتا ہے۔ جو کہ صیغہ مجہول غائب ہے پس جبکہ معاملہ کی یہ صورت ہے۔ تو ان سندوں کی فہرست میں سے عبد اللطیف کا نام بھی خارج کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ اس سارے کذب کی بنیاد عبد اللطیف کے بیان پر ہے۔ تو اس سے وہ سارا تانا بانا ٹوٹ جاتا ہے۔ جو ان مکڑیوں نے فاتح مصر کے گرد تننا چاہا ہے۔ اگر یہ بھی مان لیں کہ عبد اللطیف کو واقعی یقین تھا۔ کہ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے صحیح ہے تو بھی ہم پوچھیں گے کہ اصل واقعہ سے تو وہ پانچ سو سال بعد پیدا ہوا۔ اس کے پاس اس امر کی سند کونسی ہے۔ جب تک صحیح سند نہ بیان کرے تب تک ہم کسطرح مان لیں۔ کہ یہ واقعہ یوں ہوا؟

اندرونی شواہد

غور کریں تو بہت سی باتیں اس کہانی کے اندر ایسی ہیں۔ کہ ذراسی روشنی پڑنے سے انکی سب حقیقت کھل جاتی ہے۔ چند امور جو غور طلب ہیں یہ ہیں ۔ اوّل۔ کیا کوئی لائبریری موجود تھی بھی یا نہیں۔ دوسرا۔ یہ کہ یحییٰ نحوی کون تھا اور کس زمانہ میں ہوا۔ تیسرے۔ اگر لائبریری موجود تھی۔ تو کہاں واقع تھی اور اس میں کس قدر کتابیں تھیں۔ پہلے سوال کا جواب ہم نفی میں دے چکے ہیں کہ کوئی ایسی لائبریری

موجود نہ تھی جب مسلمان فاتحین کی حیثیت سے اسکندریہ میں داخل ہوئے۔ اس ساری جھوٹی عمارت کے گرانے کے لیئے ہمارا صرف یہی بیان کافی ہے۔ لیکن مثل مشہور ہے۔ دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید۔ اس لیئے ہم جدا جدا ہر پہلو کو لیتے ہیں۔ مان لیا کہ کوئی لائبریری تھی جس کو مسلمان تباہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ کہانی کے اندر مذکور ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جس طرح کہانی میں ذکر ہے اس طرح سے کتابیں کیوں تباہ کی گئیں۔ ابوالفرج کہتا ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اگر یہ کتابیں قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ تو قرآن ہمارے لیئے کافی ہے ان کی ضرورت نہیں۔ اور اگر مخالف ہیں۔ تو بھی ضرورت نہیں۔ اسی لیئے ان ہر دو پہلو سے ان کو تباہ ہی کر دینا چاہیئے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب تباہ کرنا ہی مقصود تھا۔ تو تباہ کنندوں کو چاہیئے تھا۔ کہ ایسی راہ اختیار کرتے۔ کہ کوئی کتاب تلف ہونے سے بچ نہ جاتی۔ برعکس اس کے جو طریقہ تباہی اس کہانی میں مذکور ہے۔ اس سے بچانے کے لیئے تو عیسائیوں کو تھوڑی ہی سی عقل درکار تھی۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ کتابیں ٹوکریوں میں ڈال ڈال کر بڑی محنت سے شہر کے تمام حماموں میں پہنچائی گئیں اور قریباً چھ مہینے ان حماموں کا پانی گرم کرنے میں صرف ہوتی رہیں"۔ اب جائے غور ہے۔ کہ کتابوں کا مانگنے والا یحیٰی نحوی بھی عیسائی۔ اور بڑا عالم عیسائی ہے پھر شہر کے تمام باشندے عیسائی ہیں۔ جو اپنے آپ کو مہذب اور عالم اور مسلمانوں کو وحشی اور غیر مہذب خیال کرتے ہیں۔ اور حماموں والے بھی۔ کٹر عیسائی ہیں۔ ایک تھوڑی سی کوشش سے یہ تمام علمی خزانہ عیسائی دانا لوگ بچا سکتے تھے۔ حمام والوں کو کم سے کم اور نہیں تو کتابوں کے وزن کی لکڑیاں ہی دیدیتے۔ ادھر عمرابن العاص بھی ایسا ناسمجھ نہ تھا کہ اُسے یہ پتہ نہ لگتا کہ اس طرح حماموں میں بھیجنے سے اس کا منشاء فوت ہوتا ہے بس اگر کتابوں کو تباہ ہی کرنا تھا۔ تو ایک جگہ جمع کر کے سب کو آگ لگا دیجاتی ؛

پھر اور سنئے۔ ساتویں صدی مسیحی تک اکثر مصری کتابیں چمڑے پر لکھی جاتی تھیں۔ اب چمڑا ایک ایسی چیز ہے۔ جو کم سے کم ایندھن کا کام نہیں دے سکتا۔ پھر سمجھ میں نہیں

آتا کہ تمام شہر میں چمڑے کی کتابیں چھ مہینے تک جلتی رہیں۔ اور شہری زندہ رہتے*؟
ایک اور امر بھی قابل غور ہے۔ شہر میں چار ہزار حمام تھے اور فی حمام ایک کتاب روزانہ کے حساب سے بھی چھ ماہ یعنی ایک سو اسی دن کے لئے کم سے کم سات لاکھ بیس ہزار کتابیں چاہئیں۔ لیکن کتابوں کی تعداد کے متعلق مختلف روایتیں بیان کیجاتی ہیں۔ چار لاکھ سے سات لاکھ تک مختلف قول ہیں۔ اب اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ سات لاکھ کتابیں تھیں تو حساب کے رو سے فی حمام فی روز ایک کتاب بمشکل پڑتی ہے۔ کسطرح ایک کتاب کے ذریعے سے تمام دن رات حمام گرم رہتا ہوگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ضخیم سے ضخیم کتاب بھی ہو۔ تو اُس سے ڈیڑھ آنہ کی کھچڑی نہیں پک سکتی۔ کجا ایک حمام کا آٹھ پہر گرم رکھنا۔ پس موجودہ صورت میں یہ ساری بات افسانہ اور مجموعۂ اکاذیب معلوم ہوتی ہے ؛

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ کیا یحییٰ نحوی فتح سکندریہ کے وقت موجود بھی تھا یا نہیں؟ یحییٰ نحوی کی پہلی تصنیف اس کا وہ رسالہ ہے۔ جو اس نے جون سیپی کے خلاف لکھا۔ یہ رسالہ غالباً ۵۶۸ء عیسوی میں لکھا گیا۔ اس کی آخری کتاب اسکی وہ شرح ہے۔ جو اس نے ارسطو کی طبعیات پر لکھی۔ یہ کتاب غالباً ۶۱۷ء میں لکھی گئی۔ یہ شخص غالباً ۵۲۵ء میں پیدا ہوا دیکھو۔ کلیمن ٹن (الیف ار نمبر ۲ ۱۶۴ و ۱۷۶ و ۳۳۱ سے ۳۴۴ تک) جس نے اس مضمون کی پوری پوری تحقیقات کی ہے۔ اگر یحییٰ نحوی سکندریہ کی فتح کے وقت زندہ ہوتا۔ تو اس کی عمر کم سے کم ۱۱۶ سال کی ضرور ہوتی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اتنی لمبی عمر کا آدمی اسطرح بلا تذکرہ رہ جاتا۔ ضرور ضرور اس کی طول عمر کے متعلق کہیں نہ کہیں تذکرہ ہوتا۔ جیسا کہ اُس زمانے کا قاعدہ تھا۔ چونکہ تمام مصنف اس امر کے متعلق خاموش ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس زمانے سے وہ بہت عرصہ پہلے مرگیا جس میں ابوالفرج عمرو ابن العاص سے اس کی غیر معمولی ملاقات کراتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ گبن جلد چھ اور بٹلر کی فتح مصر ؛

*چمڑا جلنے سے سخت بدبو پھیلتی ہے۔ منہ

ایک جرمن محقق کی رائے ہے کہ ابو الفرج نے جن جن جگہوں کے پتے اپنی کتاب میں دیئے ہیں وہ تحقیقات کے بعد ثابت ہوئے ہیں کہ سب غلط ہیں۔ یعنی جہاں وہ لکھتا ہے کہ لائبریری اور دوسری عمارتیں موجود تھیں وہاں وہ عمارتیں بالکل نہ تھیں۔ دیکھو۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔

فی الحال ایک اور امر بیان کرنے کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ وہ امر یہ ہے کہ ان شرائط کو دیکھا جائے جن کے ماتحت اسکندریہ مسلمانوں کے حوالے کردیا گیا۔ اور جو شہر یا ملک اس طرح اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کردیتا تھا۔ اس کے ساتھ کیا سلوک برتا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا ان معاملات میں معمول کیا تھا۔ اور پھر سب سے آخری بات یہ ہے کہ خود عمرو بن العاص کس قسم کا آدمی تھا۔ چونکہ یہ سب کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماتحت ہوا۔ اس لیئے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آپ مفتوح جگہوں سے کیسا سلوک کیا کرتے تھے۔ پھر مصر کے متعلق آپ کے احکام کیا تھے۔ اور خاصکر اسکندریہ کے متعلق آپنے کیا حکم جاری فرمایا تھا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب بیت المقدس فتح ہوا تو حضرت عمرؓ بذات خود عہدنامہ کی تصدیق کرنے کیلیئے وہاں تشریف لے گئے۔ جن شرائط پر اہل بیت المقدس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کی وہ ذیل میں درج ہیں۔ ان شرائط کو ہم یہاں اس لیئے درج کرتے ہیں کہ اور جسقدر مقامات میں اور لوگوں نے مسلمانوں کی فرمانروائی کے ماتحت رہنا چاہا۔ ان کو بھی اسی قبیل کی رعائیتیں دی گئیں۔ گویا عہدنامہ بیت المقدس آئندہ کے تمام معاہدوں کیلیئے بطور ایک نمونہ کے ٹھہرایا گیا۔ وہ اصل عہدنامہ یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

ھٰذا ما اعطی عبد اللہ عمر امیر المؤمنین۔ اھل ایلیا من الامان اعطاھم امانًا لانفسھم و اموالھم۔ ولکنائسھم۔ وصلبانھم و سقیمھا و بریھا۔ وسائر ملتھا انہ لا یسکن کنائسھم ولا تھدم ولا ینتقص منھا ولا من خیرھا ولا من صلبھم ولا من شیء

من اموالھم ولا یکرھون علی دینھم ولا یضار احدٌ منھم ولا یسکن بایلیا معھم احدٌ من الیھود ۔ علی اھل ایلیاء ان یعطوا الجزیۃ کما یعطے اھل المداین وعلیھم ان یخرجوا منھا الروم واللصوت فمن خرج منھم فھو امنٌ علی نفسہٖ ومالہٖ حتّی یبلغوا مامنھم ومن اقام منھم فھو امنٌ وعلیہ مثل اھل ایلیاء من الجزیۃ ومن احب من اھل ایلیا ان یسر بنفسہٖ ومالہٖ مع الروم ویخلّی بیعھم و وصلبھم حتّی یبلغوا مامنھم وعلی ما فی ھذا الکتاب عھد اللہ وذمۃ رسولہٖ و ذمۃ الخلفاء وذمۃ المومنین اذا اعطوا الذی علیھم من الجزیۃ شھد علی ذٰلک خالد ابن الولید وعمرو بن العاص وعبد الرحمٰن بن عوف ومعاویۃ بن ابی سفیان وکتبہ صفر سنہ ۱۵ ھجری (دیکھو تاریخ ابو جعفر جریر طبری ۔ فتح بیت المقدس)

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی ۔ یہ امان انکی جان ۔ مال ۔ گرجا ۔ صلیب ۔ تندرست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کیلئے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کیجائے گی ۔ نہ وہ گرائے جائیں گے ۔ نہ اُن کو یا ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا ۔ ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے ۔ ایلیاء والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں اور رومیوں کو نکال دیں ۔ ان یونانیوں یا رومیوں میں سے جو شہر سے نکلیگا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جاویں اور جو ان میں سے ایلیاء میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اسکو جزیہ دینا ہوگا ۔ اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لیکر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو اُسکو اختیار ہے ان کو اور انکے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہانتک کہ وہ اپنی جائے پناہ میں پہنچ جائیں ۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا ۔ رسول خدا ۔ خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے ۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں ۔

اس معاہدہ پر گواہ ہیں خالد بن الولید۔ اور عمرو بن العاص و عبدالرحمٰن بن عوف و معاویہ بن ابی سفیان اور ۱۵ سنہ ھجری میں لکھا گیا۔ اس فرمان ہیں صاف تصریح ہے کہ ذمیوں کا جان مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہیگا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں حضرت عمرؓ کی مرتے وقت کی وصیت بھی دیکھ لینی چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں :۔ اوصی الخلیفة من بعدی بذمة رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یوفی لهم بعهدهم وان یقاتل من ورائهم۔ ولا یکلفوا فوق طاقتهم۔ یعنی میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہوگا اس کے لیئے میں رسول اللہؐ کے ذمہ پر وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے معاہدوں کو بجالائے۔ اور ان کی حفاظت کے لیئے ان کے دشمنوں سے لڑے اور جتنا وہ دینے کی طاقت رکھتے ہوں اس سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دیجاوے ۔

اب ہم کس طرح سمجھ لیں کہ ایسا شخص جس نے ہمیشہ دنیا کو فائدہ ہی فائدہ پہنچایا ہو اور جس کے احکام نیکدلی اور رحم دلی کی مثال ہوں وہ یہ حکم دے سکتا ہے کہ کتابیں جو اہل ملک کی ہیں انکو تباہ کر دیا جائے حالانکہ شرائط میں صاف لکھا ہے کہ ان کے اموال تک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائیگا اور نہ وہ کم کیئے جائیں گے جلانا تو ایک جدا امر ہے۔ ہم حضرت عمرؓ کی خلافت کے ذرہ سے حال کو دیکھکر کہ سکتے ہیں۔ کہ آپ ہرگز اس قسم کا کبھی حکم صادر نہ فرما سکتے تھے یہ آپ کی شان۔ تعلیم۔ رویہ اور معمول کے بالکل مخالف ہے۔

✝ جب اسکندریہ دوبارہ مسلمانوں نے فتح کیا۔ تو جسقدر لوگ دہانہ نیل اور اس کے اردگرد کے قطعہ کے رہنے والے تھے انہوں نے آکر عمرو بن العاص کے پاس شکایت کی کہ عہدنامہ کی شرائط کے رو سے مسلمانوں پر واجب تھا کہ ان لوگوں کی حفاظت کرتے اور انکی طرف سے ہو کر لڑتے۔ لیکن رومیوں اور مسلمانوں کے ساتھ جو لڑائی ہوئی تھیں رومیوں نے ان اہل مصر کے گھروں کو لوٹ لیا اور انکا مال و اسباب چھین کرلے گئے اس واسطے ان اہل مصر نے دعویٰ کیا کہ انکا جو نقصان ہوا ہے اسکی تلافی کیجاوے اور اس کا بدلہ دیا جاوے۔ عمرو نے کہا کاش کہ ان رومیوں سے میری مٹھ بھیڑ ہوجاتی جبکہ وہ میرے ذمیوں کا مال لوٹنے کے لیئے اسکندریہ سے نکل کر حملہ آور ہوئے!! اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ جو جو ان لوگوں کا نقصان ہوا ہے وہ سب پورے کا پورا بھر دیا جائے۔ دیکھئے فتح مصر[م]

[م] مصنفہ مسٹر بٹلر۔ غور کرنا چاہیئے ایسا آدمی کتب خانہ کے جلانیکا حکم دے سکتا تھا۔ کیا اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ اہل ملک کا مال ہے منہ

ان عام شرائط کو چھوڑ کر اب ہم دیکھتے ہیں کہ کن شرائط پر اہل اسکندریہ نے اپنا شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا۔ ذیل میں ہم صرف ابن خلدون سے ان شرائط کا ترجمہ لکھدیتے ہیں اور بخوف طوالت اصل عبارت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وھو ھٰذا۔

"یہ وہ امان ہے جو عمرو ابن العاص نے اہل مصر کو ان کی جان ان کے اموال ان کے تندرست اور بیمار ان کے ہر فرد اور کل کے لیئے دی۔ اس امان سے کچھ گھٹا یا بڑھایا نہ جائیگا۔ اہل نوبہ کو مصر پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دیجاویگی۔ مصریوں کا فرض ہے کہ جونہی یہ عہدنامہ تکمیل کو پہنچے اپنے تمام جزیہ کو ادا کر دیں۔ جو جزیہ ادا کر دیں گے ان کی حفاظت کرنا عمرو بن العاص کا فرض ہے۔ لیکن اگر کوئی اہل مصر میں سے اس عہدنامہ کو قبول نہ کرے اور جزیہ ادا نہ کرے تو اس کی حفاظت کے ہم ذمہ وار نہیں۔ اگر دریائے نیل جتنا ہمیشہ چڑھتا ہے اتنا کسی سال نہ چڑھے تو جزیہ میں بھی اسی نسبت سے تخفیف کر دی جائیگی جس نسبت سے دریائے نیل میں عام سالوں کی نسبت کم پانی آیا۔ تمام رومی اور اہل نوبہ جو اس عہدنامہ کے نیچے آنا چاہیں۔ ان کے مال انہیں کے پاس رہیں گے اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ لیکن ان کو جزیہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اگر وہ جزیہ ادا نہ کرنا چاہیں بلکہ ملک سے نکل جانا چاہیں تو ان کو بحفاظت تمام ان کی جائے امن میں پہنچا دیا جائیگا۔ خراج انہیں تین قسطوں میں ادا کرنا ہوگا۔ جو کچھ اس تحریر کے اندر ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کی حفاظت ہے اور آسکے رسولؐ اور خلفاء اور مومنین کا ذمہ ہے۔ اس عہدنامہ کے شاہد زبیرؓ اور اس کے دونوں لڑکے عبداللہ اور محمدؐ ہیں۔ وردان نے اسے لکھا"

اس عہدنامہ کی شرائط پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ کسطرح حضرت عمر کی شرائط کی پیروی کی گئی ہے۔ طبری میں لکھا ہے کہ تمام مومنین کو ذمہ وار بنانے کے لیئے حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کبارؓ سے اس عہدنامہ پر دستخط کروا لیئے تھے جو بیت المقدس میں آپ نے اہل شہر کے ساتھ کیا تھا تاکہ ذمی لوگ ہمیشہ کے لیئے مسلمانوں کی حفاظت میں آجائیں اور کبھی بھی ان کو تکلیف نہ دیجاوے۔

بعض کتابوں مثلاً معجم البلدان میں یہانتک الفاظ موجود ہیں۔ وان لھم ارضھم واموالھم لا یتعرضون فی شیٔ منھا۔ یعنی ان لوگوں کے املاک زمینیں اور تمام اموال انہیں کے قبضے میں رہیں گے اور ان چیزوں میں سے کسی کے ساتھ تعرض نہ کیا جاوے گا۔ خود مصر کے معاہدے میں یہ الفاظ بھی بعض کتب میں پائے جاتے ہیں۔ ھذا ما اعطے عمرو بن العاصی اھل مصر من الامان علی انفسھم ودمھم واموالھم وکنائسھم وصاعھم ومدھم وعددھم۔ یعنی عمرو بن العاص نے اہل مصر کو انکی جان۔ خون۔ مال۔ صاع۔ مد وغیرہ کا امان عطا کی"۔

عمرو بن العاص کے متعلق خود ابوالفرج مقر ہے کہ وہ دانا آدمی تھا اور بڑا صاحب تدبیر تھا۔ نظم ونسق سے خوب واقف تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے وکان عمرو عاقلاً حسن الاستماع صحیح الفکر ولزمہ ولا یفارقہ۔ یعنی عمرو عاقل۔ خوش فہم صحیح الفکر شخص تھا۔ اس لیئے اس نے یحییٰ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا اور اس کو اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا۔ پس جب ہم نے دیکھ لیا کہ عمرو کیسا شخص تھا۔ عمر بن الخطاب کیسا آدمی تھا۔ کس قسم کے عہدنامے ہوئے تھے اب اس کے بعد بھی اگر کوئی اپنی ہٹ پر اڑا رہے تو وہ جانے اور اُسکا خدا!

بالآخر ہم خلاصہ مضمون مسٹر بٹلر کے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے "کہ اگر ہم مختصراً اپنی دلیل کی تمام شقوں کو یہاں بیان کر دیں تو کوئی بیجا امر نہ ہوگا۔ سوال یہ تھا کہ مسلمانوں پر جو الزام لگایا جاتا ہے وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ میں بیان کر چکا ہوں۔ اولاً۔ کہ اصل واقعہ سے پانچسو سال سے بھی زیادہ عرصہ بعد یہ کہانی عدم سے وجود میں آئی۔ دوم۔ غور سے تحقیقات کرنے پر اس کہانی کا تانا بانا تمام اُدھڑ جاتا ہے۔ اور ایک لغو امر رہ جاتا ہے۔ سوم۔ فرضی راوی یحییٰ نحوی اسلامی فتح سے مدت دراز پہلے مر چکا تھا۔ اسکو خواہ مخواہ قبر سے اکھیڑا جاتا ہے۔ چہارم۔ دو بڑی لائبریریاں تھیں ایک میوزیم کی اور دوسری سی راپی ام کی۔ پہلی جولی اس سیزر کے عہد میں تباہ ہوئی۔ اور دوسری خود عیسائیوں کے ہاتھوں سے برباد ہوئی۔ پنجم۔ پانچویں۔ چھٹی اور ساتویں صدی کے

کسی مصنف کی کسی کتاب میں انکا ذکر تک نہیں۔ ششم۔ اگر لائبریری موجود بھی ہوتی تو عہدنامہ کی رو سے مقوقس کو اختیار تھا کہ لفظ اموال کے ماتحت تمام کتابوں کو وہاں سے نکلوا کر اور جگہ بھجوا دیتا۔ اور گیارہ مہینہ کی مدت اس امر کے لیئے بہت کافی تھی۔ ہفتم۔ اگر لائبریری مسلمانوں کے ہاتھ سے تباہ ہوتی۔ تو کم سے کم جان آف نکیو اس کا ضرور ذکر کرتا اس لیئے اس کہانی کے متعلق جو رائے ہونی چاہیئے وہ صاف ہے۔ گبن کا تامل اور رینوڈوٹ کا شک صحیح ہو گیا۔ اب اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں کہ ابو الفرج کی بات محض ایک افسانہ ہے اور وہ بھی سراسر جھوٹ اور بے بنیاد ؛

اختلافات بائیبل

(سلسلہ کے لیئے دیکھو نمبر ۹ جلد ۱۱)

(۵۷) اور جو مرد اُس کے ہمراہ تھے حیران کھڑے رہ گئے کہ آواز تو سُنتے پر کسو کو نہ دیکھتے تھے (اعمال باب ۹۔ ورس ۷)	(۵۷) اور میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا اور ڈر گئے لیکن اُس کی آواز جو مجھے بلاتا تھا نہ سنی۔ (اعمال باب ۲۲۔ ورس ۹)

نوٹ۔ یہ دونوں بیان ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں۔ یعنی پولوس کی اس کہانی کے متعلق جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ بعد واقعہ صلیب یسوع اُسکو راستہ میں ملا اور اُسے کہا کہ تو مجھے کیوں ستاتا ہے اور پولوس یسوع کو دیکھ کر اندھا ہو گیا اور تین دن تک اُس کی آنکھیں بند رہیں۔ اب ایک بیان کے رو سے پولوس کے ساتھیوں نے یسوع کے نور کو نہ دیکھا مگر اسکی آواز کو سنا۔ اور دوسرے بیان کے رو سے انہوں نے نور دیکھا مگر آواز نہ سنی۔ اب ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک غلط ہے یا دونوں غلط ہیں کیونکہ خلاف بیانی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سارا ماجرا بناوٹی ہے۔ بہرحال یہ خیال کرنا کہ یہ دونوں بیان خداوند کا کلام یا الہامی ہیں غلط ہے سچ تو یہ ہے کہ اس اختلاف کی موجودگی میں ہم دونوں میں کسی کو بھی الہامی نہیں کہہ سکتے

(۵۸) اور یسوع نے پاس آ کر اُن سے کہا کہ آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا۔ (متی باب ۲۸۔ ورس ۱۸)	(۵۸) اُسنے اُن سے کہا تم البتہ میرا پیالہ پیوگے اور وہ بپتسما جو میں پاتا ہوں پاؤ گے لیکن

نوٹ۔ دوسری طرف کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو بیٹے کے اختیار میں نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یسوع کا یہ دعویٰ کہ آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا محض غلط ہے۔

میری دہنی اور میری بائیں طرف بیٹھنا میرے اختیار میں نہیں کہ کسی کو دوں مگر اُن کو جن کیلئے میرے باپ نے مقرر کیا۔ (متی باب ۲۰۔ ورس ۲۳)

پر اُس نے اُنہیں کہا تمھارا کام نہیں کہ اُن وقتوں اور موسموں کو جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے جانو (اعمال باب اول۔ ورس ۷)

(۵۹) یسوع نے کہا مجھ کو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا پر میرے بھائیوں کے پاس جا اور اُنہیں کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمھارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمھارے خدا پاس جاتا ہوں۔ (یوحنا باب ۲۰۔ ورس ۱۷)

(۵۹) سبت کے بعد جب ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹنے لگی مریم میگدلینی اور دوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں جب وے اُس کے شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں دیکھو یسوع اُنہیں ملا اور کہا سلام اُنہوں نے پاس آ کر اُسکے قدم پکڑے اور اُسے سجدہ کیا۔ (متی باب ۲۸۔ ورس ۱ اور ۹)

نوٹ۔ یوحنا کہتا ہے کہ یسوع نے مریم میگدلینی اور دوسری مریم کو اپنا بدن چھونے نہیں دیا مگر متی کہتا ہے کہ اُنہوں نے اُس کے قدموں کو پکڑا اور سجدہ کیا۔

(۶۰) تب وہ اُنہیں وہاں سے باہر بیت عنیا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اُٹھا کے اُنہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ اُنہیں برکت دے رہا تھا وہ اُن سے جدا ہوا اور آسمان پر اُٹھایا گیا (لوقا باب ۲۴۔ ورس ۵۰-۵۱)

آخر وہ اُن گیارہوں کو جب وے کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُنکی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی کیونکہ وے اُنکی باتوں پر جنہوں نے اُسکے جی اُٹھنے کے بعد اُسے دیکھا تھا یقین نہ لائے تھے .... غرض خداوند اُنہیں

(۶۰) اور وہ یہ کہکے اُنکے دیکھتے ہوئے اوپر اُٹھایا گیا اور بدلی نے اُسے اُنکی نظروں سے چھپا لیا اور اُس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے اُنکے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمھارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح تم نے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آویگا تب وے اُس

ایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اُٹھایا گیا اور خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا۔

(مرقس باب ۱۶- ورس ۱۴ اور ۱۹)

پہاڑ سے جو زیتون کا کہلاتا جو یروشلم سے نزدیک بلکہ فقط ایک سبت کی منزل دور ہے یروشلم کو پھرے

(اعمال باب اول- ورس ۹ سے ۱۲)

نوٹ:- اناجیل مروجہ کے مندرجہ بالا اور دیگر مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع مندرجہ ذیل مختلف مقامات سے آسمان پر اُٹھایا گیا- (ا) بیت عینا سے (لوقا باب ۲۴- ورس ۵۱) (ب) کوہ زیتون سے (اعمال باب اول — ورس ۹-۱۲) (ج) یروشلم کے ایک گھر سے (مرقس باب ۱۶- ورس ۱۴-۱۹) (د) نیز جلیل سے (متی باب ۲۸- ورس ۱۶ سے ۲۰) اب یسوعی صاحبان بتلائیں کہ کیا ان سب مقامات سے مسیح آسمان کی طرف روانہ ہوا یا کسی ایک خاص مقام سے- یہ اختلاف بیان بتلاتا ہے کہ یہ سارا قصہ ہی ناقابل اعتبار ہے-

(۶۱) سو اُس نے (یہوداہ نے) اپنی بدی کی مزدوری سے ایک کھیت مول لیا اور اوندھے مُنہ گرا اور اُسکا پیٹ پھٹ گیا اور اُس کی تمام انتڑیاں نکل پڑیں۔

(اعمال باب اول- ورس ۱۸)

(۶۱) تب وہ (یہوداہ) روپے ہیکل میں پھینک کر چلا گیا اور جا کے آپکو پھانسی دی پر سردار کاہنوں نے روپیہ لے کر کہا انہیں خزانہ میں ڈالنا روا نہیں کہ یہ خون کا دام ہے تب انہوں نے صلاح کر کے اُن روپیوں سے کمہار کا کھیت پردیسیوں کے گاڑنے کے لیئے خریدا۔

(متی باب ۲۷- ورس ۵ سے ۷)

نوٹ- مسیحی صاحبان فرماویں کہ ان دونوں بیانوں میں سے کونسا بیان الہامی اور صحیح ہے اور کونسا غیر الہامی اور غلط۔

(۶۲) کہ مسیح دُکھ اُٹھاویگا اور مُردوں میں سے پہلا جی اُٹھے گا اور اس قوم اور غیر قوموں کو نور دکھلاویگا (اعمال باب ۲۶- ورس ۲۳)

اور یسوع مسیح کی طرف سے جو سچا گواہ اور اُن میں جو مر کے جی اُٹھے پلوٹھا اور

(۶۲) تب وہ جو مر گیا تھا کفن سے ہاتھ و پاؤں بندھے ہوئے نکل آیا اور اُسکا چہرا گرد رومال سے لپٹا ہوا تھا یسوع نے اُنہیں کہا اُسے کھول دو اور جانے دو۔

(یوحنا باب ۱۱- ورس ۴۴)

دنیا کے بادشاہوں کا سلطان ہے اُسی کو
جس نے ہم کو پیار کیا اور اپنے لہو سے ہمکو
ہمارے گناہوں سے دھو ڈالا۔
(مکاشفات باب اول۔ ورس ۵)

نوٹ۔ اعمال اور مکاشفات کے رو سے
یسوع پہلا شخص تھا جو مر کے جی اُٹھا مگر
دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ
اُس سے پہلے کئی اور شخص مردوں میں
سے جی اُٹھے تھے۔ مسیحی صاحبان بتلائیں
کہ ان دو مختلف بیانات میں سے کونسا
بیان غلط ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ سب بیانات
بے بنیاد ہیں۔

(۶۳) کیونکہ جیسا یونس تین رات دن
مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم
تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔
(متی باب ۱۲۔ ورس ۴۰)

نوٹ۔ متی باب ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح
تین رات اور تین دن قبر میں رہا۔ حالانکہ متی
خود ہی آگے چلکر بتاتا ہے اور ایسا ہی دوسرے
اناجیل نویس ہمیں بتلاتے ہیں کہ مسیح سبت کی رات کو
قبر میں رکھے گئے تھے اور سبت کے بعد جو رات آئی وہ
پوری نہیں گذری تھی کہ وہ قبر میں سے نکل گئے۔ یعنی صرف
وہ ایک دن اور ۲ راتیں قبر میں رہے۔

جد وہ اُس شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا
تو دیکھو ایک مردے کو باہر لیجاتے تھے جو
اپنی ماں کا کہ بیوہ تھی اکلوتا بیٹا تھا اور شہر
کے بہت سے لوگ اُس کے ساتھ تھے اور
اُسکو دیکھ کے خداوند کو اُسپر رحم آیا اور اُسے
کہا مت رو اور پاس آکے تابوت کو چھوا اور
اُٹھانے والے ٹھہر گئے تب اُس نے
کہا اے جوان میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ
اور وہ مردہ اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا
اور اُس نے اُسے اُس کی ماں کو سونپا۔
(لوقا باب ۷۔ ورس ۱۲ سے ۱۵)
نیز دیکھو (۲ سلاطین باب ۴۔ ورس ۳۲ سے ۳۵)

(۶۴) سبت کے بعد جب ہفتہ کے پہلے
دن پو پھٹنے لگی مریم مگدلینی اور دوسری مریم
قبر کو دیکھنے آئیں اور دیکھو ایک بڑا بھونچال
آیا تھا کیونکہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے
اُترکے آیا اور اُس پتھر کو قبر سے ڈھلکا کے
اُسپر بیٹھ گیا اُس کا چہرہ بجلی کا سا اور اُسکی
پوشاک برف کی سی تھی اور اُس کے ڈر سے
نگہبان کانپ اُٹھے اور مردے سے ہوگئے پر
فرشتے نے مخاطب ہو کر ان عورتوں سے کہا تم مت ڈرو
میں جانتا ہوں کہ تم یسوع کو جو صلیب پر کھینچا گیا
ڈھونڈتی ہو وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ جیسا اُس نے
کہا تھا وہ اُٹھا ہے آؤ یہ جگہ جہاں خداوند پڑا تھا دیکھو
(متی باب ۲۸۔ ورس ۱ سے ۶) نیز دیکھو (یوحنا باب ۲۰۔ ورس ۱)

چندہ تعمیر کی تحریک

چندہ تعمیر کی فراہمی کے لئے ایک اشتہار بعنوان " تعمیر مدرسہ کے لئے ایک لاکھ روپے کی فراہمی کی تحریک" ۱۶- اپریل ۱۹۱۲ء کو جاری کیا گیا تھا جس میں مینے احباب سے یہ استدعا کی تھی کہ اخیر ستمبر ۱۹۱۲ء تک چالیس ہزار روپیہ فراہم کردیں اور تیس ہزار اکتوبر ۱۹۱۲ء سے مارچ ۱۹۱۳ء تک تاکہ تعمیر کا کام آسانی سے چل سکے۔ اس اشتہار کے بعد دو ماہ تک یعنی مئی اور جون کے مہینوں میں جو کچھ وصولی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق مفصل ذکر رپورٹ ماہوار میں ہوچکا ہے۔ لیکن اب یہ ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ جو کچھ ہوچکا ہے اس کو احباب کے سامنے پیش کردیا جاوے تا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو دلوں میں اس تحریک کا اسوقت جبکہ سخت مشکلات کا سامنا ہے از سرنو تازہ کرے اور قوم پھر ایک مرتبہ ہمت کرکے میری اس تحریک پر توجہ کرے ؎

مطلوبہ چالیس ہزار روپے میں سے اخیر ستمبر تک سولہ ہزار روپے سے کچھ کم یا چندہ تعمیر مسجد کو شامل کرکے سولہ ہزار روپے سے کچھ زیادہ رقم وصول ہوئی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ یعنی مئی میں ۴۶۵۱ روپے - جون میں ۲۶۷۳ روپے - جولائی میں ۲۵۹۰ روپے - اگست میں ۲۶۵۱ روپے - اور ستمبر میں ۲۵۴۳ روپے - اس قریباً سولہ ہزار روپے کی رقم میں سے قریباً ساڑھے بارہ سو روپیہ ایسا ہے جو فرداً فرداً احباب کی طرف سے پہنچا اور باقی روپیہ جو پندرہ ہزار روپے سے کچھ کم ہے مختلف انجمنوں یا جماعتہائے احمدیہ کے حساب میں درج ہے پھر انجمنوں میں سے بعض انجمنیں اور جماعتیں تو ایسی ہیں کہ ان کی طرف سے کل رقم قابل وصولی کے وعدے ہوچکے ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کی طرف سے کل رقم موعودہ کی اطلاع صدر انجمن میں کوئی نہیں آئی۔ جن انجمنوں یا جماعتوں کی طرف سے وعدے ہوئے ہیں۔ ان کی کل رقم موعودہ کی میزان صرف ۱۶۴۹۵ روپے ہے

جس میں سے اخیر ستمبر تک ۴۰۶ ۷ روپے وصول ہو چکے ہیں ۹۰۸۹ روپے قابل وصول ہیں۔ اور جن انجمنوں یا جماعتوں کی طرف سے موعودہ رقم کی اطلاع نہیں ملی انسے کل رقم کی میزان جو اخیر ستمبر تک وصول ہو چکی ہے ۷۴۶۰ روپے ہے۔ جس میں سے ۳۲۶۷ روپے ضلع سیالکوٹ کی انجمن کے ہیں اور ۲۵۲۵ روپے شہر لاہور کی انجمن کے۔ اگر انجمن لاہور کا وعدہ دس ہزار روپے کے قریب سمجھ لیا جاوے جیسا کہ مجھے خیال ہے کہ اس کے قریب قریب تحریک کے ہونے پر وعدے ہوئے تھے اور انجمن سیالکوٹ کا کل رقم مطلوبہ کی چوتھائی پورا کرنے کا وعدہ سمجھ لیا جاوے جو ساڑھے سترہ ہزار روپیہ ہوتا ہے تو ساڑھے ستائیس ہزار روپے کی یہ اَور رقم موعودہ چندوں میں داخل ہو جاتی ہے مگر جبتک ان انجمنوں کے معزز سکرٹری صاحبان کی طرف سے یہ اطلاع نہ ملے رجسٹرات میں مطالبہ کی غرض کے لیئے یہ رقوم داخل نہیں ہو سکتیں۔

گو اس لحاظ سے کہ چالیس ہزار کی مطلوبہ رقم میں سے اخیر ستمبر تک صرف سولہ ہزار یا نصف سے بھی کم روپیہ ابتک وصول ہوا ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تحریک میں پوری کامیابی ہوئی ہے۔ تاہم جماعت پر دوسرے چندوں کے بوجھ کو مدِ نظر رکھکر مَیں اس قدر کو بھی بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر جس طرح بعض جماعتوں کے مخلص احباب نے سرگرمی سے اس تجویز کے کامیاب کرنے میں حصہ لیا۔ اسی طرح ہر جگہ اس تجویز پر عملدرآمد کے لیئے سرگرمی دکھائی جاتی تو مطلوبہ رقم کا اخیر ستمبر تک پورا ہو جانا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ گوشوارہ جس میں وعدے اور وصولیاں دکھائی گئی ہیں۔ اور جو اس کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ بعض بڑی بڑی جماعتیں ابھی تک خاموش ہیں اور بعض نے جنپر بہت کچھ امید ہو سکتی تھی ابھی تک بہت تھوڑا حصہ لیا ہے۔ مثلاً ذیل کی جماعتوں کی طرف سے ابتک ایک پیسہ کا بھی نہ آنا بہت قابل افسوس امر ہے۔ یعنی جہلم۔ جموں۔ ایبٹ آباد۔ مانسہرہ ✣ داتہ۔ ہری پور۔ کپورتھلہ۔ سرگودھا۔ مدراس۔ شاہجہانپور۔ شاہ آباد۔ بھاگلپور۔

نوٹ۔ ✣ داتہ سے ۵۰ اور ہری پور سے ۱۰ وصول ہوئے ہیں جو اکتوبر کے مہینے میں داخل ہوئے۔

اور ذیل کی جماعتوں کے نام پر جو رقوم دکھائی گئی ہیں وہ بھی اسی بے توجہی کو ظاہر کر رہی ہیں۔ مثلاً دہلی۔ صہ۔ کانپور۔ صہ۔ مظفر گڈھ عا۔ وزیر آباد۔ لے۔ کوئٹہ ملے۔ حیدر آباد دکن لعہ۔ الہ آباد۔ لعہ۔ خوشاب عہ۔ بنارس بہ۔ راہوں۔ عہ۔ چندوسی عہ۔ مالیر کوٹلہ عہ۔ کاٹھ گڈھ۔ عہ۔ اٹاوہ۔ ہہ ---------- ایسا ہی جماعت بھیرہ کا وعدہ ساعہ اور وصول کچھ نہیں۔ بنگلور کا وعدہ ساعہ وصول کچھ نہیں۔ بتا رہے ہیں کہ ان احباب نے اس تحریک کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور ایسا ہی لدھیانہ کی کل رقم موعودہ ماللعہ اور گوجرانوالہ کی رقم موعودہ ساعہ اور گجرات کی موعودہ رقم ملے اور انبالہ کی رقم موعودہ ماعہ اور بمبئی کی کل رقم وصول شدہ علے۔ لالہ موسیٰ کی رقم وصول شدہ ہے۔ سامانہ کی عہ۔ سنور کی عہ۔ دوالمیال کی عہ قابل اطمینان حالت ظاہر نہیں کرتی ہیں۔ لہٰذا ان جماعتوں کے مخلص ممبران کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ فوری توجہ فراہمی چندہ کے لئے کریں۔ بالخصوص جہلم میں شیخ محمد حسین صاحب و سیٹھ احمد دین صاحب۔ جموں میں خواجہ جمال الدین صاحب و ملک شیر محمد خاں صاحب و خلیفہ نور الدین صاحب۔ ایبٹ آباد میں شیخ نور احمد صاحب وکیل۔ مانسہرہ میں شیخ ضیاء اللہ صاحب۔ داتہ میں سید سرور شاہ صاحب و میر حیات علی شاہ صاحب۔ کپورتھلہ میں منشی ظفر احمد و منشی عبد المجید خاں صاحب۔ سرگودھا میں میاں غلام رسول صاحب انسپکٹر و حافظ عبد العلی صاحب۔ مدراس میں جناب سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب۔ شاہجہان پور و شاہ آباد میں مولوی مختار احمد صاحب و حکیم انوار حسین خاں صاحب۔ بھاگلپور میں مولوی عبد الماجد صاحب۔ دہلی میں میر قاسم علی صاحب و منشی احمد حسین صاحب۔ کانپور میں سید غلام غوث صاحب۔ وزیر آباد میں شیخ محمد جان صاحب و شیخ نیاز احمد صاحب۔ کوئٹہ میں منشی سلطان محمد صاحب۔ حیدر آباد دکن میں میر محمد سعید صاحب۔ الہ آباد میں مولوی علی احمد صاحب ایم۔ اے۔ بنارس میں بخشی عبد الرزاق صاحب۔ راہوں میں حاجی رحمت اللہ صاحب۔ چندوسی میں منشی طفیل احمد صاحب مالیر کوٹلہ میں منشی محمد نواب خاں صاحب ثاقب۔ کاٹھ گڈھ میں چودھری غلام احمد خاں صاحب

وحسین خاں صاحب پنشنر۔ اٹاوہ میں سید صادق حسین صاحب۔ کراچی میں میاں خداداد خاں صاحب
بھیرہ میں مستری احمد دین صاحب۔ گجرات میں ماسٹر ہدایت اللہ صاحب۔ گوجرانوالہ میں منشی
احمد دین صاحب۔ بمبئی میں سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب۔ لالہ موسیٰ میں حکیم محمد قاسم صاحب
انبالہ میں بابو عبدالرحمٰن صاحب۔ لدھیانہ میں میاں محمد شفیع صاحب۔ سامانہ میں جناب
محمد اکرم صاحب۔ سنور میں پیر کرامت علی صاحب توجہ فرمائیں۔

شاہپور میں بھی پانسو کا وعدہ صرف ڈاکٹر محمد شریف صاحب کا ہے انکی خدمت میں التماس ہے کہ وہ خود بھی اقساط مقررہ کو ادا کرنے کی طرف توجہ فرمادیں اور وہاں کے احمدی احباب کو بھی شامل کر کے ممنون فرمادیں۔ لاہور اور سیالکوٹ کے معزز احباب کو بہت زیادہ توجہ فرمانی چاہیئے کیونکہ اگر نصف نہیں تو کم از کم تہائی سے زیادہ رقم کا مدار انکی کوششوں پر ہے۔ ایسا ہی دوسری انجمنوں کے کارکن احباب بھی بہت توجہ کر کے اصل تحریک کے مطابق رقوم وصول کرنے کی کوشش فرمادیں۔ اس وقت کام کی حالت بہت نازک ہے۔ اور کافی روپیہ کا بہت جلد بہم پہنچایا جانا نہایت ضروری ہے ایک طرف بھٹہ کا کام جاری ہے۔ جس میں بیس لاکھ کے قریب اینٹ پکوانے پر بیس ہزار روپیہ مطلوب ہے۔ دوسری طرف عمارت کا کام شروع ہے۔ جسکو جنوری تک پورا کرنا ضروری ہے پھر لکڑی گرڈروں وغیرہ کے لیئے جبتک ابھی سے انتظام نہ کیا جاوے وقت پر نقصان اُٹھانا پڑے گا اور اس کے لیئے ہزاروں روپے کی ضرورت ہے۔ عمارت کا ایک حصہ کرسی سے پانچ پانچ چھ چھ فٹ اونچا ہو چکا ہے۔ اور کچھ حصہ زمین کے برابر اور کچھ نیچے ہے۔ اگر پہلی تجویز کے مطابق چالیس ہزار روپیہ ستمبر تک جمع ہو گیا ہوتا تو دسمبر تک یعنی ایام جلسہ تک غالباً عمارت کا ایک حصہ مکمل ہو گیا ہوتا۔ اب بھی اگر احباب پوری سعی سے کام لیں تو بہرحال کام کو جو نقصان روپیہ کے وقت پر نہ ملنے سے پہنچنے کا خطرہ ہے وہ نہ رہے اور اطمینان سے کام چل سکے۔

میں اس بات کو خوب محسوس کرتا ہوں کہ احمدی قوم پر چندوں کا بہت بوجھ ہے لیکن ایسا ہونا بھی ضروری ہے۔ دنیا میں جو قوم بنتی ہے کارہائے نمایاں کر کے ہی بنتی ہے

اور جبتک وہ قوم اپنے آپ کو ان کاموں کے لیئے تیار نہ کرے اس کا ہر ایک فرد اپنے جان و مال کو قربان کرنے کے لیئے تیار نہ ہو اس وقت تک قوم سے کارہائے نمایاں کا ہونا محال ہے۔ احمدی قوم کو جس غرض کے لیئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اٹھایا ہے وہ ایک بہت ہی عظیم الشان غرض ہے اور اس کو پورا کرنے کے لیئے اس کے افراد کو ہر قسم کی مصیبت اور مشکلات اٹھا کر عظیم الشان قربانیاں کرنیکے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔ غفلت سستی لاپروائی یہ وہ امراض ہیں جو افراد اور قوموں کو کھو کھلا کر دیتی ہیں۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون سست آدمی یا سست قوم کسی بلند مقصد کو حاصل نہیں کر سکتی۔ پس ہمارے احباب غور کریں کہ کہانتک دینی کاموں میں وہ سرگرمی دکھا رہے ہیں اسی سے اپنی کامیابی کا اندازہ کریں۔ ہماری جماعت دنیا میں اشاعت اسلام جیسے اہم اور سخت ترین کام کے لیئے مامور ہو اور پھر اس میں داخل ہو کر ایک شخص چندوں کی زیادتی کی شکایت کرے یہ عملی طور پر اس دعویٰ کی مخالفت ہے۔ اس کی تو ایسی ہی مثال ہے کہ ایک فوج جو ملک کے امن کے لیئے اور اس کو دشمنوں سے بچانے کے لیئے مقرر ہے یہ شکایت کرے کہ دوسرے لوگ تو اپنے گھروں میں آرام سے سوتے ہیں اور ہمیں اپنی جان خطرہ میں ڈال کر دن رات مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر ایک قسم کی آسایش کو چھوڑ کر ننگی بھوک پیاس میں گذران کرنی پڑتی ہے۔ پس جو شخص ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے اسے یہ پہلے سمجھ لینا چاہیئے کہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعودؑ مُنہ سے مان لینے سے کچھ نہیں بنتا۔ بلکہ سلسلہ میں داخل ہونے سے اس کام کو تکمیل تک پہنچانا اصل غرض ہے جو مسیح موعودؑ نے اس جماعت کا کام ٹھہرایا ہے ؛

پس مَیں اپنے احباب کو دوبارہ اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ دوسروں پر اپنا قیاس نہ کریں دوسرے جس کام کے قابل نہیں پائے گئے وہ اب تمھارے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر تم بھی اپنے آپ کو اسکے قابل نہ بناؤ گے تو اوروں کے سپرد کیا جاوے گا۔ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

نام انجمنہائے	رقم وصول شدہ	نام انجمنہائے	رقم وصول شدہ
کوہاٹ	مہ عہ ۸/	اہرانہ	ہے ۶/
گلگت	سہ	وزیرآباد	لے
لالہ موسیٰ	ہمہ	گولیکی	ہہ عہ ۴/
محصلہ محمد حسن واعظ	ہے ۲/	چک شمالی	ماعہ
سامانہ	ہہ عہ ۱۲/	رنمل	ہ عہ ۱۰/
سنور	ہہ عہ ۱۴/	منار	ماعہ
چک پنیار	مالعہ	میانوالی	ماعہ
منی پور	صہ	یاڑی پورہ	صہ عہ ۵/
بھینی	صلعہ ۴/	کامل پور	عہ سہ ۳/
بنارس	سہ	لائل پور	ما ہے ۵/
خوشاب	عہ عہ ۵/	سڑوعہ	صہ
کوئٹہ	ہے ۱۲/	راہوں	ہہ عہ ۸/
الہ آباد	لہ عہ	اوجلہ	ہہ عہ
نابھہ	عہ ۱۴/	نیروبی	ما عہ ۸/
مظفرنگر	للہ عہ ۱۲/	دوالمیال	ءعہ
رسول	وعہ	چندوسی	عہ
شادیوال	للعہ	غوث گڈھ	عہ
لاہور	صما عہ ا عہ	مالیرکوٹلہ	عہ
حیدرآباد دکن	لہ عہ	کاٹھ گڈھ	ہہ عہ
لکھنؤ	سلعہ	تہال	۱۰/
کانپور	صمہ	تاسنور	ہہ سہ ۳/
مظفرگڈھ	عا ۱۲/	کھاریاں	للہ عہ ۱۳/
کریم پورہ	للہ عہ ۱۲/		
سیالکوٹ	سما ہے ۱۲/		
ادرحمہ	صہ		

خاکسار محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء

تعلیم الاسلام و مدرسہ احمدیہ

ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ موسمی تعطیلات کے بعد ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء کو کھل گئے ستمبر کے اخیر پر ہائی سکول میں تعداد طلبا ۳۲۸ اور بورڈران ۱۴۵ تھی اور مدرسہ احمدیہ میں تعداد طلبا ۹۳ اور بورڈران ۵۶ تھی۔ ہائی سکول کی آمد اگست و ستمبر میں ۱۸۷۰-۸-۴ روپے آنہ پائی امداد از گورنمنٹ اور ۱۳۶۷-۱۵-۲ روپے آنہ پائی فیس مدرسہ و بورڈنگ ہوس کی رقوم قابل ذکر ہیں ہائی سکول کی ہر دو شاخوں اور گرلز سکول میں تعداد طلبا ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ اس سال دو مدرس ہائی سکول کی ترقی تعلیم کے لئے رخصت پر گئے ہیں یعنی ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی۔ اے میں تعلیم پانے کے لئے اور قاضی عبداللہ صاحب بی۔ اے ٹریننگ کالج کی بی ٹی کلاس میں تعلیم پانے کے لئے۔ امید کیجاتی ہے کہ ان ہر دو صاحبان کی خدمات اس تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ کے لئے اور بھی زیادہ مفید ہونگی۔ مدرسہ احمدیہ میں پچیس روپے حضرت خلیفۃ المسیح کی معرفت بورڈران کی دعوت کے لئے وصول ہوئے۔ بورڈنگ ہوسوں کے انتظام میں گو ہر طرح سے پوری کوشش کیجاتی ہے لیکن جہاں دو سو بورڈران کا انتظام کرنا ہو اور بہت سے ان میں سے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور پھر انکا ہر قسم کا حساب بھی علاوہ انکی تعلیم اور تربیت اور اخلاق کی نگرانی کے بورڈنگ ہوس کے منتظمین کے سپرد ہو وہاں یہ بہت قرین قیاس ہے کہ کچھ شکائتیں بھی پیدا ہو جائیں جو اکثر اوقات غلط فہمی سے پیدا ہوتی ہیں پس جب کسی صاحب کو جنکا بچہ یا عزیز یہاں تعلیم پاتا ہو کوئی ایسی شکایت لڑکے کی طرف سے پہنچے تو انہیں چاہیئے کہ اسکے متعلق پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب سے خط و کتابت کرکے اور اصل معاملہ دریافت کرکے پھر کوئی رائے قائم کریں۔ اگر واقعی شکایت ہو گی تو اس کا ازالہ ہیڈ ماسٹر صاحب ضرور کر دیں گے۔ ورنہ اصل معاملہ سے اطلاع دیدینگے۔ مگر ساتھ ہی ایسے احباب کی خدمت میں یہ بھی التماس ہے کہ وہ بھی ان حقوق کی ادائگی کی طرف جو انکے ذمہ ہیں توجہ فرماویں۔ سب سے بڑی دقت انتظام میں مالی دقت ہے۔ جو احباب اپنے بچوں کو یہاں بھیجتے ہیں انکو یہ غور کر لینا بھی ضروری ہے کہ بورڈنگ ہوس کے اخراجات بدون پیشگی رقوم جمع کرانے کے چل نہیں سکتے۔ اس لئے عموماً بورڈنگ ہوسوں میں دو دو ماہ کا پیشگی خرچ لے لیا جاتا ہے۔ اور ہمارے

بورڈنگ ہوسوں میں بھی یہی قاعدہ ہے۔ مگر اس قاعدہ کو ہمارے بہت سے معزز احباب وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ حالانکہ بہت سی شکایتیں اسوجہ سے بھی پیدا ہوجاتی ہیں۔ جب ایک بورڈر کے ذمے بقایا بڑھتا چلا جاتا ہے اور مطالبات پر بھی توجہ نہیں ہوتی تو لازماً بورڈنگ کے منتظمین کو اس کی ساری ضروریات فراخدلی سے پورا کرنے میں مضائقہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان بورڈروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو مطالبات کو باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔ انہی بقایوں کی وجہ سے بعض اوقات ایک بورڈنگ ہوس کا فنڈ تین ہزار تک کا مقروض ہوگیا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی دوسرے صیغے میں بھی ایسی گنجائش نہیں ہے جہاں سے اسقدر رقم قرضہ دیجا سکے پس احباب کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ وہ اس دقت کو رفع کرنے میں منتظمین کی مدد کریں۔ اور دو ماہ کا پیشگی خرچ جمع کرانے کے قاعدہ پر پوری توجہ سے عمل کریں۔ اور پھر ماہ بماہ جو مالی مطالبات ہوں انہیں ساتھ ساتھ ادا کرتے جاویں۔ اگر حساب میں کسی قسم کی غلطی ہو تو وہ معمولی خط و کتابت سے بڑی سہولت سے دُور ہوسکتی ہے۔ اس بارے میں بالخصوص میرے مخاطب وہ معزز احباب بھی ہیں جن کی طرف بقایا کی رقم بیس بیس چالیس چالیس بلکہ سو سو تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ کاش کہ اسقدر بقایا ہونے کی بجائے اسقدر رقم پیشگی انکے بچوں کے حساب میں جمع ہوتی!

اشاعت اسلام:۔ خریداران ریویو انگریزی کی تعداد میں پانچ کی بیشی اور اردو میں ایک کی بیشی ہوئی تفسیر کے خریداران کی تعداد میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ کتاب ٹیچنگز آف اسلام کی بقیہ جلدیں بھی مجلد ہوکر ولایت سے روانہ ہوچکی ہیں؛

یتامیٰ۔ زکوٰۃ۔ ان احباب کا جنھوں نے ان ہر دو مدات میں چندہ بھیجنے کی طرف توجہ فرمائی ہے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ذیل میں صرف پانچ روپے یا اُس سے زیادہ رقوم کا اندراج ہے۔

یتامیٰ۔ شیخ مظفر الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈیرہ اسمٰعیل خاں ...... عـہ۔ جماعت لاہور ۱۵ عـہ۔ میاں محمد امیر علی صاحب مانسہرہ ے ر۔ جماعت سیالکوٹ للعہ۔ معرفت منشی محمد عبداللہ صاحب بیریوالہ صہ ر منشی نور خاں صاحب سب انسپکٹر تھانہ پانڈوکا عـہ۔ بابو غلام مجتبیٰ صاحب ہانگ کانگ صہ ر۔ جزاھم اللہ خیراً۔

زکوٰۃ۔ جماعت بیگم پور جینڈیالہ ۱۰ ۔ حاجی محمد صاحب پریم کوٹ ۸ ۔ جماعت شملہ ۸
جناب عالم شیر خاں صاحب سب اوورسیر باندا داؤد شاہ ۱۵ ۔ سید تفضل حسین صاحب
پٹنہ ۸ ۔ ابوعبداللہ غلام محمد صاحب شاہ پور کنڈی ۸ ۔ نامعلوم الاسم ۸ ۔
جماعت سیالکوٹ ۱۵ ۔ محصلہ منشی محمد عبداللہ صاحب بیریوالہ ۸ ۔ جماعت چنیوٹ للعہ
جماعت سامانہ ۸ ۔ جماعت ملتان ۱۵ ۔ جماعت گولیکی ۸ ۔ جماعت ڈیرہ غازیخاں لعہ ۔
جماعت گوجرا ۸ ۔ چودھری فضل الٰہی صاحب پٹواری ککرالی ۸ ۔ شیخ محمد شفیع صاحب

جزاھم اللہ خیرا۔

متفرقات ۔ چونکہ کئی انجمنوں کی طرف سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ کسی انجمن کی مقامی ضروریات کے لیے اس عام چندہ میں سے جو ہر دو مدرسوں اور لنگر خانہ اور اشاعت اسلام کے لیئے ہوتا ہے کوئی حصہ لینا یا کسی رقم کا کاٹ لینا ٹھیک ہے یا نہیں اور اس لیئے بھی کہ بعض جگہ اصل اغراض سلسلہ پر مقامی ضروریات کو مقدم کر کے اس چندہ کا بہت سا حصہ وہیں صرف کر دیا گیا اس لیئے مجلس معتمدین نے ۶۔ اکتوبر کے اجلاس میں ریزولیوشن ۱۲۴ میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر کسی انجمن کو اپنی مقامی ضروریات کے لیئے کسی چندہ کی ضرورت ہو تو ایسا چندہ علیحدہ طور پر کر لیا جایا کرے اور صدر انجمن کے مستقل چندوں پر ضروریات مقامی کا کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالا جاوے۔ ضروریات مقامی کو پورا کرنے کے لیئے جو ذرائع احسن طور پر اختیار کیئے جا سکتے ہیں ان پر گذشتہ سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ میں مفصل بحث ہے۔ امید ہے کہ جملہ انجمنیں ان اصول پر کاربند ہونیکی کوشش کرینگی؛

ریویو

سیرت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نظامی - یہ کتاب نہایت محنت اور محبت سے لکھی گئی ہے۔ سوانح کے واسطے جو ضروری امور ہیں اُن کو تحقیقانہ رنگ میں اختصار کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے شروع میں بعض وہ بشارتیں بائبل میں سے نقل کی گئی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئیں چھپائی اور کاغذ بہت عمدہ اور خوبصورت ہے۔ کتاب قابل دید ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے انہوں نے یہ کتاب صرف تبلیغ اسلام کے جوش کے ساتھ لکھی ہے۔ قیمت ۸ ملنے کا پتہ منشی حیدر خاں صاحب نظامی مہتمم نظامیہ ایجنسی پچھواڑہ دالا۔ مزنگ - لاہور

اظہارِ حق

اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور اقوال سنہ جوگر نتھ صاحب۔ جنم ساکھی۔ تواریخ خالصہ اور سکھوں کی دیگر مستند کتابوں سے لیئے گئے ہیں اور ان کے جابجا مفصل حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے عقائد سے بالکل بیزار تھے۔ مورتی پوجا۔ مسئلہ چھوت چھات۔ تیرتھوں۔ رسم جنیو اور تناسخ وغیرہ کا کھنڈن یعنی ردّ کرتے تھے۔ اسلام کے مشہور اولیاء کرام کے مقابر پر فیض حاصل کرنے کے لیئے چلہ کشی کرتے رہے۔ عقائد اسلام پر پورے پابند تھے۔

تین سال اس کتاب کو شائع ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر اب تک کسی ہندو یا سکھ کو اس کا جواب لکھنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ جن صاحبوں کو سکھ مذہب کی تحقیق یا باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پڑھنے کا شوق ہو یا جن احباب کو سکھوں کے ساتھ کبھی بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہو وہ ضرور یہ کتاب پڑھیں۔

ملنے کا پتہ۔ مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور۔

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب نہ سمجھنے سے دلمیں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا۔ اور اسی لیئے نماز وعدہ الٰہی کہ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر کے نیچے نہیں آتا۔ اس لیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو با ترجمہ پڑھے اور حفظ کرے۔ اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کرائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم۔ موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۲ر شائقین مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور طلب کریں۔

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر لاہور

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مذاہب میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزوں ہے۔ اس کتاب میں حضرت اقدس نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو سنہ ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں چار پانچہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا۔ اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے انکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جنسے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کر سکیگا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو خدائے تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کے جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنے کے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت آپ صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں یہ ایک ایسا مضمون ہے جس میں کمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کی گئی ہے اس لیئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِ نظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اس کی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کے لیئے بھی منگوائی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلیئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کر کے اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود [illegible] صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی [illegible] اور بے جلد کی [illegible] علاوہ محصولڈاک۔

جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں

میگزین پریس میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۲ء | ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ

چندہ سالانہ | طلباء سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ نومبر ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تالیف کتابیں

ہمارے سید و مولیٰ امام مہدی علیہ السلام فتح اسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اگر در حقیقت کمل اشاعت ہی ہماری غرض ہے۔ تو مدعا یہ ہونا چاہیئے کہ ہماری دینی تالیفات جو جو اہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور بکثرت ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں۔ جو بُری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں۔ ہماری مدِ نظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سم قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو۔ بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آئیں"۔

اس ارشاد واجب الانقیاد کے ماتحت ہر احمدی فہرست مندرجہ ذیل سے حسب استطاعت کتابیں ضرور خرید لے۔ بعض پیش آمدہ حالات کی وجہ سے میں امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ دوہرا ثواب حاصل کرے گا۔

نام کتاب	زبان	مضمون	قیمت عام
آئینہ کمالات اسلام	اردو عربی	حقیقت اسلام۔ تبلیغ رسالت۔	
انوار الاسلام	اردو	آتھم کی پیشگوئی کی تفصیل ردّ عیسائیت۔	۱۲/
ایام صلح	فارسی	دعویٰ مع دلائل و پیشگوئی طاعون۔	۸/
استفتاء	عربی	دعویٰ کا فصیح و بلیغ عربی میں ثبوت۔	۴/
استفتاء	اردو	لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا۔	۱/
کرامات الصادقین	عربی	تفسیر سورہ فاتحہ۔	۸/
نور الحق حصہ اول و دوم	عربی مترجم	ردّ عیسائیت۔	۱/×۵/
حقیقۃ المہدی	اردو	آنے والا مہدی صلح کار ہے۔	۱۰/
ازالہ اوہام حصہ اول ۱۲/ - دوم ۱۴/	اردو	دعویٰ کا ثبوت مدلل مفصل۔	۱۰عہ
فتح اسلام	اردو	بیان دعویٰ و تبلیغ شارع	۰۳/
توضیح مرام	اردو	حقیقت نزول ملائکہ۔	۰۳/
قادیان کے آریہ اور ہم	اردو	ردّ آریہ اور نظم	۳/
حقیقت الوحی	اردو	الہام و وحی کی تشریح ۲۰۸ نشانات۔	للعہ/
ضیاء الحق	اردو	ردّ عیسائیت جواب بعض اعتراضات متعلق آتھم	۲/
سر الخلافہ	عربی	ردّ شیعہ	۸/
رسالہ جہاد مع ضمیمہ	اردو	ممانعت جہاد	۱/
اعجاز احمدی	اردو	اردو اور عربی قصیدہ	۱۳/
کشتی نوح	اردو	تعلیم حضرت مہدیؑ	۰۳/
خطبہ الہامیہ	عربی اور اردو	الہی نشان کا اظہار	عہ/
تحفہ غزنویہ	اردو	جواب اشتہار مولوی عبد الحق غزنوی	۳/
تریاق القلوب	اردو	چند پیشگوئیوں کے پورا ہونیکی تفصیل۔	۱۳/
مسیح ہندوستان میں	اردو		۳/

درخواستیں بنام مہتمم کتب خانہ حضرت اقدسؑ - قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیحیت کی اشاعت آگ اور تلوار کے ذریعہ سے

مسیحی صاحبان کی عادت ہے کہ وہ اُن تکالیف اور مشکلات کا بہت ذکر کیا کرتے ہیں جو ابتدائی زمانہ میں مسیحیوں کے قول کے مطابق مسیحیت کے پیروؤں کو پیش آئیں مگر وہ اُن خونریزیوں۔ قتل عام۔ اور طرح طرح کی بے رحمیوں اور وحشیانہ کارروائیوں کا کبھی ذکر نہیں کرتے جو اُن کے بزرگان دین محض مسیحی مذہب کے پھیلانے کے لئے ہمیشہ اختیار کرتے رہے۔ یہ امر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ تمام نئی مذہبی جماعتیں جو ایک قائم شدہ سلسلہ سے الگ ہو کر نئے خیالات کا اظہار کرتی ہیں اُن کو ضرور کچھ نہ کچھ تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جسقدر لوگوں کی اخلاقی حالت زیادہ گری ہوئی ہو اُسی قدر تکلیف زیادہ دی جاتی ہے مگر جب ہم مسیحی مذہب کی تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو یہ امر روز روشن کی طرح ہم پر کھل جاتا ہے کہ کسی مذہب اور کسی قوم نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے اسقدر خونریزی اور بے رحمی سے کام نہیں لیا جسقدر کہ مسیحی مذہب کے پیروؤں نے لیا ہے۔ حالانکہ اس مذہب کے پیرو اپنے مذہب کو آشتی اور صلح کا مذہب کہتے ہیں؛

آجکل کے مسیحی یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں نیک لوگ صرف مسیحی ہی ہوا کرتے تھے باقی سب لوگ بُرے تھے سوائے معدودے چند کے۔ مسیحیوں کے اس قسم کے خیالات کا پتہ ایسی کتابوں سے خوب ملتا ہے جیسی کہ کتاب سائینن آف دی کراس

جو آجکل کے مسیحیوں میں بہت پسند کیجاتی ہے کیونکہ اُس میں اُن کے خیالات کا عکس پایا جاتا ہے۔ مگر جب ہم تاریخ کو پڑھتے ہیں تو یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ رومیوں نے جو ایک غیر مسیحی قوم تھی تمام غیر مذاہب کو جو اُن کی سلطنت میں پائے جاتے تھے پوری مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ چنانچہ متھرا ازم جو ایک مشرقی مذہب تھا اور جس میں سورج کی پرستش پائی جاتی تھی تمام رومی سلطنت میں پھیل گیا یہانتک کہ اس سلطنت کے دور دراز کناروں تک پہنچ گیا چنانچہ خود برطانیہ کے جزیرے میں اس مذہب کے نشان پائے جاتے ہیں۔ اور اس مذہب کی اشاعت رومی سلطنت میں ایسی وسیع تھی کہ اس کے بہت سے رسومات مسیحی مذہب میں بھی داخل ہو گئے اور اب تک وہ مسیحی مذہب کی جزو سمجھے جاتے ہیں ؛

جیسا متھرا ازم رومی سلطنت کے کناروں تک بلا روک ٹوک پھیل گیا۔ اسی طرح مسیحی مذہب بھی پوری آزادی کے ساتھ کل رومی سلطنت میں پھیل سکتا تھا۔ اگر بعض پولٹیکل وجوہات مانع نہ ہوتیں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ جب کبھی شاہی احکام مسیحی لوگوں کے برخلاف جاری کیئے گئے تو اس کا سبب مذہبی اختلاف نہ تھا۔ بلکہ ملکی مصلحت اس بات کی محرک ہوئی۔ مگر باوجود اس کے مسیحیوں کے برخلاف باضابطہ اور باقاعدہ کارروائی (جیسا کہ جے۔ ایم۔ رابرٹسن ایم پی بیان کرتا ہے) صرف پانچ مرتبہ کی گئی (۱) مصر میں سیویرس کے ماتحت (۲) میکس می نس کے زمانہ میں ایک محدود پیمانہ پر (۳) مشرق میں ڈی سی اس کے ماتحت (۴) ولی رین کے زمانہ میں (۵) ڈایوکلی شی ان کے عہد میں۔ یہ پانچویں کارروائی جو مسیحیوں کے برخلاف کیگئی سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ عام بیان کیجاتی ہے جس کا دائرہ کل رومی سلطنت میں پھیلا ہُوا بیان کیا جاتا ہے مگر کل مسیحی جو اس آخری کارروائی کا شکار ہوئے اُن کی تعداد دو ہزار کے اندر اندر تھی حالانکہ یہ فرمان کل رومی سلطنت پر حاوی تھا۔ اس قدر وسیع سلطنت میں صرف دو ہزار آدمیوں کا شکار ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان شاہی احکام کی غرض یہ ہرگز نہ تھی کہ مسیحی مذہب کو جڑھ سے ہی اکھیڑ دیا جائے

اور مسیحی مورخ خود اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ رومی سلطنت کے لوگ اپنی مسیحی دوستوں اور اقرباء کو اپنے گھروں میں پناہ دیتے تھے اور اُن کی جان کی حفاظت کرتے تھے۔ اب رومی سلطنت کے غیر مسیحی لوگوں کی اس ہمدردی کا مقابلہ اُس بے رحمی اور جنون کے ساتھ کرو جو اس کے بعد مسیحیوں کی طرف سے ظاہر ہوا جو انکوئیزیشن (مذہبی تفتیش ملحدوں کو قتل کرنے کے لیئے) کے دنوں میں اپنی نہایت ہی قریبی رشتہ داروں کو بھی پکڑوا دیا کرتے تھے *

علاوہ اس کے یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بسا اوقات خود مسیحی صاحبان رومی سلطنت کے دنوں میں ایسی کارروائیاں کرتے تھے کہ رومی مجبور ہوتے تھے کہ اُن کو پکڑ کر سزا دیں۔ مثلاً وہ رومیوں کے عبادت خانوں کی جان بوجھکر بے حرمتی کرتے تھے اور رومیوں کی نفیس یادگاروں کو خراب کرتے تھے اور اُن کی غرض ایسا کرنے سے یہ تھی کہ اس طرح رومی غیظ میں آکر ہمیں قتل کرینگے اور ہم شہادت کا مرتبہ حاصل کرینگے۔ جس زمانہ میں سپین میں اسلامی سلطنت کا دور دورہ تھا اور مسلمانوں کی طرف سے مسیحیوں کو پوری آزادی حاصل تھی اُس زمانہ میں بھی کئی مسیحی شہادت کے طالب مسلمان قاضیوں کے دربار میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا گالیاں دیتے تھے تا کسی طرح اُن کے عادل حکام کا غضب بھڑکے اور وہ اُن کو شہادت کا پیالہ پلاکر اُنکے زعم میں اُن کو بہشت میں پہنچا دیں۔ یا اُن کی شہادت کو دیکھکر اُنکے ہم مذہب مسیحیوں کا جوش مسلمانوں کے برخلاف بھڑکے کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ مسلمانوں کا انصاف اور رحم مسیحی رعایا کے دلوں کو فتح کر رہا ہے اور وہ اسلامی حکومت پر بہت خوش ہیں۔ مگر متعصب عیسائی اس امر کی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ مسیحی رعایا اس طرح اسلامی سلطنت پر خوش ہو جاوے اس لیئے وہ عام لوگوں کو اسلامی سلطنت کا مخالف بنانے کے لیئے مسلمان قاضیوں کے غصہ کو طرح طرح کے حیلوں سے بھڑکاتے تھے تا وہ اُن کو قتل کریں اور اُن کے قتل کو دیکھکر مسیحی رعایا اسلامی حکومت سے برگشتہ ہو جاوے۔ یہ ایسی کارروائیاں ہیں جو صرف مسیحیوں کے ساتھ

خصوصیت رکھتی ہیں دنیا میں کسی اور قوم کے اندر ایسی مثال تلاش کرنا ایک محال امر ہے ان کارروائیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مسیحی بزرگوں میں تعصب کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور نفرت اور کینہ اور حسد کی آگ اُن کے تنگ سینوں میں بہت تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ ناظرین خود فیصلہ کریں کہ کیا ایسی کارروائیاں یہ ثابت نہیں کرتیں کہ اُن کا بغض اور اُن کا تعصب ایسے حد سے نکلے ہوئے تھے کہ انکی نظیر کسی اور مذہب و ملت میں نہیں ملتی ؛

مسیحیوں کا یہ خیال کہ رومی سلطنت کے لوگ مسیحی حکومت قائم ہونے سے پہلے طرح طرح کی بدکاریوں اور برائیوں کے عمیق گڑھے میں گرے ہوئے تھے تاریخی محققوں کے نزدیک بالکل ناقابل پذیرائی ہے اور کل مستند مورخ اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔ دراصل مسیحیوں کی غرض اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ تمام اخلاق کی بنا مسیحی مذہب نے ڈالی ہے اور یہ کہ یورپ نے جو ترقی کی ہے وہ سب مسیحی مذہب کی بدولت ہے مسیحیوں کے اس خیال کی تردید میں ڈاکٹر ایمل ریک لکھتا ہے :-

"رومیوں کی (جن کو ایسا بدکار بیان کیا جاتا ہے) نہایت رحمدلی اور ہمدردی مخلوق کی مثالیں جمع کرنا ایک بڑا ہی آسان کام ہے۔ مثال کے طور پر اُن خیرات خانوں کو ہی دیکھو جو رومی قیصروں یعنی نروا۔ ٹرے جن اور ہیڈری ان نے جاری کر رکھے تھے اور جن میں تمام وسیع سلطنت کے یتیم اور کس مپرس چھوٹے بچے رکھے جاتے تھے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے شریف رومیوں کی مثالیں اس کثرت سے ملتی ہیں کہ اُن کا شمار کرنا دشوار ہے۔ روما کو گلا سڑا ہوا اور گندا بیان کیا جاتا ہے مگر وہاں انصاف نہایت کامل طریق سے برتا جاتا تھا۔ ججوں یا شاہی مجلس کی بے انصافی کی کوئی شکایت ہم نہیں پاتے۔ مضبوط قوانین کے ذریعہ اہل ملک کی آزادی بلکہ بردوں کی ذات اور جان کی حفاظت کیجاتی تھی۔ ٹکس بہت ہلکے تھے اور بہت کم لگائے جاتے تھے۔ علی العموم رومی سٹوئک فرقہ کے فلاسفروں کے پاکیزہ مسائل کے معتقد تھے۔ (سٹوئک فرقہ کا بانی ایک فلاسفر زینو نامی تھا جو مسیح سے ۳۰۰ سال پہلے گذرا ہے۔ اُس کی تعلیم میں ایک

اصل یہ تھا کہ انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ خوشی یا غم سے مؤثر نہ ہو اور قسمت پر راضی رہے اور مصیبت کے وقت میں کسی قسم کی شکایت نہ کرے اور جو کچھ اُس پر واقع ہو اُس کو قبول کرے اور صرف نیکی کو سب سے اعلیٰ بات سمجھے) ان رومیوں نے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عیش وعشرت اور غفلت کی زندگی میں غرق رہتے تھے۔ پہلی تین مسیحی صدیوں میں فرانس۔ برطانیہ۔ جرمنی۔ آسٹریا وغیرہ میں ہزار ہا آباد شہروں کی بنیاد ڈالی۔ اور تمام یورپ۔ ایشیائے کوچک۔ اور افریقہ میں تازہ پانی کے لیئے کئی نہریں۔ بے شمار بند اور ہزار ہا سڑکیں بنائیں۔ یہ (بقول مسیحیان) گندے رومی ہر ایک شخص کی حفاظت کرتے تھے اور کسی کو بسبب اختلاف رائے ایذا نہیں دیتے تھے۔ وہ علم ادب اور سائنس کو ترقی دیتے تھے۔ اور نہایت ہی عظیم الشان مصنفوں۔ فلاسفروں۔ سائنس دانوں کی ایک بھاری جماعت جو دنیا میں ایک بے نظیر شہرت رکھتے ہیں انہی رومیوں کے باامن عہد حکومت میں گذری ہے۔ تجارت کی حفاظت کیجاتی تھی اور ایک طرف ملک چین تک اور دوسری طرف سوئیڈن کی خلیجوں تک تجارتی تعلقات کی توسیع کی گئی۔ تمام وسیع سلطنت میں ڈاک کا بھی نہایت ہی قابل تعریف انتظام تھا۔ لنڈن میں بیٹھکر ایک انسان اسکندریہ (مصر) کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھ سکتا تھا۔ اور عام انسانوں کے لیئے خط وکتابت کا پورا سامان موجود تھا۔ وہ بے شمار قومیں جو رومی سلطنت کے ماتحت تھیں ایسی خوشی سے زندگی بسر کرتی تھیں کہ انہوں نے کبھی نہیں یا شاذ ونادر ہی ایسی نرم اور فیض رسان حکومت کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا اکھڑا کرنیکا خیال کیا۔ یہ ہے حقیقی تصویر رومی سلطنت کی (جسکو ایسا گندا بیان کیا جاتا ہے تا ثابت ہو کہ دنیا میں تہذیب کا پودا صرف مسیحیت کے ہاتھ سے لگایا گیا ہے اور کہ مسیحیت کے ظہور سے پہلے یورپ کی دنیا تہذیب اور شائستگی اور اعلیٰ اخلاق سے بے بہرہ تھی)

ہم سنا کرتے تھے اور اب بھی مسیحیوں کو یہ کہتے ہوئے سُنتے ہیں کہ مسیحیت ہی نے عورت کے پایہ کو بلند کیا ہے۔ مگر سچ بات یہ ہے کہ مسیحی سلطنتوں میں عورت کو

وہ درجہ حاصل نہیں ہے جو مسیحیت کے قبل رومی سلطنت میں عورت کو حاصل تھا۔ اور کئی صدیوں تک مسیحیت کی حکومت کے نیچے عورت کی حیثیت گاتھ کی وحشی قوم کے زمانہ سے بھی زیادہ گری ہوئی رہی ؛

اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ مسیحیت کی آمد سے پہلے رومی ایسے گندے اور بُرے نہیں تھے جیسا کہ مسیحی صاحبان اُن کو اپنے مذہب کی بڑائی اور اُس کا پاک اثر ثابت کرنے کے لیئے ظاہر کرتے ہیں۔ اب میں اس امر کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ یورُپ میں مسیحی مذہب کس طرح پھیلا۔ یہ نہایت ہی تعجب کی بات ہے کہ جس مذہب کو آج صلح اور آشتی کا مذہب بیان کیا جاتا ہے جب اُس کی تاریخ کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ یورُپ میں یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا جب مسیحی بادشاہوں نے یورُپ کی غیر مسیحی قوموں پر تلوار اور کلہاڑی چلا کر مسیحیت کا مذہب قبول کرنے پر اُن کو مجبور کیا تو ایسا کرنے میں اُن کی غرض صرف ملکی نہیں تھی بلکہ خود کلیسیا کے اشارے اور چرچ کے قانون کی اجازت سے انہوں نے ایسا کیا اس میں شک نہیں کہ کلیسیا کے افسروں نے اپنے مذہب کو پھیلانے کی زیادہ تر اس غرض سے کوشش کی کہ آمد بڑھے۔ اگرچہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ کسی درویش نے کسی تنہا جگہ میں اپنا ڈیرہ جمایا اور اُس کی درویشانہ زندگی سے متاثر ہو کر بعض لوگ اُس کے معتقد ہو گئے اور مسیحی مذہب قبول کر لیا مگر عام طریقہ ترقی کے ابتدائی زمانہ میں یہ رہا ہے کہ سب سے پہلے کسی علاقہ کے حاکم یا بادشاہ کی طرف توجہ کی گئی اور چونکہ رومی قیصر مسیحی مذہب اختیار کر چکا تھا اس لیئے ایسے حاکم اپنے دنیوی فوائد کو مدِ نظر رکھکر یعنی رومی سلطنت کی حمایت حاصل کرنے کے لیئے مسیحی مذہب اختیار کر لیتے تھے۔ تا کہ اس طرح اُن کی طاقت بڑھ جاوے اور اُن کے ملک کے حدود زیادہ وسیع ہو سکیں۔ جب بادشاہ یا حاکم مسیحی دین اختیار کرتا تو وہ اپنی رعایا کے نام حکم جاری کرتا کہ فلاں دن تمام رعایا بپتسمہ حاصل کرے۔ اُن دنوں میں یہ ایک قاعدہ تھا [جو د]ین بادشاہ کا ہو وہی دین رعایا کو بھی اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اس قاعدہ کی بنا

مسیحی مذہب نے ہی ڈالی تھی اور مسیحی مذہب نے ہی اس قاعدہ کو کئی سو سال تک جاری رکھا۔ دیکھو پرانے رومیوں کے انصاف اور مذہبی آزادی کے قانون اور مسیحیوں کے اس رویہ میں کس قدر تفاوت تھا۔ (پھر بھی مسیحی صاحبان کہتے ہیں کہ رومی بگڑے ہوئے تھے اور مسیحیت نے آکر ان کو سنوارا اور ہر ایک امر میں ایک پاک تبدیلی پیدا کی۔ کیا مسیحی بادشاہوں کے یہ اعلان اُس مذہبی آزادی سے بہتر تھے یا بدتر جو مسیحیت کی آمد سے پہلے رومیوں نے اپنی رعایا کو دے رکھی تھی۔ تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ بادشاہوں کے حکم پر کل ملک کی رعایا مسیحی مذہب اختیار کر لیتی تھی۔ اسی طریق سے ۲۵۔ دسمبر ۵۹۷ء کو دس ہزار اینگلی (انگریزوں کے بزرگوں) نے مقام کینٹ میں بپتسمہ لیا۔ اس واقعہ کے متعلق ایک مورخ لکھتا ہے:۔

"یہ ایک ایسی کارروائی تھی جس سے بپتسمہ کی حقیقت بالکل مفقود ہو جاتی ہے اور بپتسمہ قبول کرنے والے چارپایوں کے برابر ٹھہرتے ہیں۔" ہسپانیہ اور گال (فرانس) میں گروہ کے گروہ جبر سے مسیحی مذہب میں داخل کئے جاتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے پہل لوگ پھر اپنے پرانے مذہب میں رجوع کر لیتے تھے۔ مگر آہستہ آہستہ لوگوں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا اور کیوں نہ چھوڑتے جبکہ وہ دیکھتے تھے کہ بادشاہ کی شمشیر پادری کی مدد کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے:۔

جب تک مسیحیوں میں ملکی طاقت پیدا نہ ہوئی اُس وقت تک تو وہ چپ رہے اور اُن کی اندرونی حالت مخفی رہی مگر جونہی قیصرانِ روما کے عہد میں اُن کو طاقت حاصل ہوئی اور اُن کو قدرت مل گئی تو فوراً انہوں نے اپنے ہاتھ دکھلانے شروع کئے اور دکھلا دیا کہ اگر انہوں نے اس سے پہلے خاکساری یا مسکینی کی زندگی بسر کی تھی اور جبر سے کام نہیں لیا تھا تو وہ صرف اس لئے تھا کہ اُن کے ہاتھ میں جبر کرنے کی طاقت نہ تھی اور جونہی یہ طاقت مل گئی اُن کی مخفی حالت ظاہر ہو گئی۔ سچ ہے امتحان کے وقت ہی ہر ایک خوبی یا بدی ظاہر ہوتی ہے۔ جب طاقت مل گئی تو انہوں نے لوگوں کو درندوں کی طرح چیرنا پھاڑنا شروع کیا اور ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ الامان۔ تاریخ کے صفحہ پر بے رحمی اور

خونخواری کی کوئی اور ایسی مثال نہ ملے گی۔ طاقت حاصل کرتے ہی مسیحیوں نے ایسی بے رحمی۔ تندی اور بغض کے ساتھ غیر مسیحیوں کا تعاقب شروع کیا کہ غیر مسیحی قوموں سے کبھی ایسی بے رحمی سے پیش نہیں آئی تھیں ؛

قسطنطین نے (جو پہلا قیصر تھا جس نے مسیحی دین قبول کیا اور جس نے ناحق خون بہا کر اپنے ہاتھوں کو خون آلودہ کیا) ایک فرمان جاری کیا جس کے رو سے ایسے تمام لوگوں کو جو اُس کے خیال میں ملحد تھے اس بات سے روکا گیا کہ وہ کسی جگہ پر جمع ہوں اُن کا مال اُن سے ضبط کر لیا گیا اور اُس مال کو کلیسیا کی آمد میں داخل کر دیا گیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اُس فرمان کے ابتداء میں جو دیباچہ ہے وہ سراسر غضب اور نفرت سے لبریز ہے (ملاحظہ ہو گبن باب ۲۱)۔ قسطنطین کے فرمان کے بعد جو فرمان تھیوڈوسی اس نے جاری کیے اُن سے تو غیر مسیحی قوموں کی رہی سہی عمارت بالکل مسمار ہو گئی اور پھر یورپ میں وہ زمانہ شروع ہو گیا جو تاریخ میں ڈارک ایجز یعنی ایام ظلمت کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ نام اُس زمانہ کے لیئے جو مسیحیت کے شائع ہونے کے بعد یورپ میں شروع ہوا نہایت ہی موزون ہے۔ مشہور مورخ جے میکبی اُس زمانہ کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچتا ہے :-

"یورپ کی تصویر نویں اور دسویں صدیوں میں نہایت ہی قابل نفرت ہے یہ مسیحی یورپ کا ایسا زمانہ تھا جس کو سیسے کے زمانہ کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ وہ آباد مدرسے۔ وہ چوڑی سڑکیں۔ وہ امن اور وہ ہنر کے خوبصورت خزانے جو مسیحیت کی آمد سے پہلے یورپ میں موجود تھے وہ اب بالکل نابود ہو چکے تھے۔ ظالم خونیوں کی جماعتیں تمام یورپ میں ایک جال کی طرح پھیلی ہوئی تھیں اور وبا اور قحط بڑے زور سے ملک میں نمودار رہتے تھے اور اُن کے روکنے کے لیئے کوئی تدبیر نہیں کیجاتی تھی۔ شہروں میں بدمزاج اور ناشائستہ لوگ میلے کچیلے جھونپڑوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح اکٹھے رہتے تھے۔ کوچوں میں کوئی فرش نہ تھا اور نہ کوئی روشنی کا انتظام تھا اور وہ بہت میلی حالت میں رہتے تھے۔ ہاں وہ زمانہ وبا کے کیڑوں۔ لٹیروں اور وہم پرستی کے لیئے

ایک سنہری زمانہ تھا"

آج مسیحیت ہر ایک ترقی کو اپنی طرف منسوب کرتی ہے اور مغربی قوموں کے مادی عروج کو مسیحیت کا شیریں پھل بیان کرتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو کیا وجہ ہے کہ جب مسیحیت نے پہلے پہل یورپ میں اپنا قدم جمایا اور عنان حکومت غیر مسیحی قوموں سے لے کر اپنے ہاتھ میں لی تو کیوں اُسوقت یورپ میں ایک تاریکی اور ظلمت کا زمانہ شروع ہوگیا اور غیر مسیحی رومیوں کے زمانہ میں جو ملک میں امن اور آسائش اور آزادی اور شائستگی اور تہذیب تھی وہ سب کی سب نابود ہوگئی اور ہر ایک قسم کی خرابی مسیحی ممالک میں زور شور سے جاری ہوگئی؛

ہاں یورپ میں ایک گوشہ ایسا بھی تھا جہاں بجائے ظلمت کے روشنی تھی اور بجائے جہالت کے علم تھا اور بجائے وہم پرستی اور تعصب کے مذہبی آزادی اور خدا پرستی کا دور دورہ تھا اور بجائے بدامنی اور بدنظمی کے امن اور آسائش تھی اور بجائے وحشت کے شائستگی اور تہذیب تھی۔ وہ سپین کا ملک تھا جہاں اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ وہاں حفظ صحت کے قواعد کی پابندی تھی وہاں صفائی اور پاکیزگی کا راج تھا۔ علم کا چرچا تھا حکمت و فلسفہ کا دور دورہ تھا۔ تجارت اور درس و تدریس عروج پر تھے۔ اور چونکہ لوگ امن کی زندگی بسر کرتے تھے اس لیئے شعر و سخن کا بازار بھی گرم تھا اور علم و ہنر کی تحصیل و ترقی میں لوگ شب و روز مصروف تھے۔ مسلمان یورپ کو تعلیم دے رہے تھے اور یورپ میں علم اور روشنی اور آزادی کے پھیلنے کے لیئے رستہ صاف کر رہے تھے۔ اور اسی طرح وہ ظلمت جو مسیحیت کے بعد یورپ میں پھیل گئی تھی اب مسلمانوں کی آمد کی برکت سے دور ہونی شروع ہوگئی چنانچہ رومن کیتھولک مذہب کے برخلاف جو ہل چل شروع ہوگئی اور پروٹسٹنٹ مذہب جاری ہُوا جس میں رومن کیتھولک کے بہت سے گندے عقائد اور اعمال کو ترک کردیا گیا یہ مذہبی انقلاب بھی اسلام کی ہی بدولت پیدا ہُوا؛

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غیر مسیحی سلطنت کے ماتحت جو کچھ تکلیف مسیحیوں کو پہنچی وہ ایسی سخت نہ تھی جیسی کہ مسیحی صاحبان بیان کیا کرتے ہیں اور یہ کہ جو تکلیف

مسیحیوں کو پہنچی اُس کے محرک بھی وہ ایک حد تک خود ہی تھے۔ اس سلطنت میں اور بھی مذہب تھے جو چپ چاپ امن کی زندگی بسر کرتے تھے اور اُن کی اشاعت بھی جاری رہتی تھی جیسا کہ متھرا ازم کل رومی سلطنت میں پھیل گیا۔ اگر مسیحی لوگ بھی دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی طرح اپنی طرز پر اپنے خداوند کی پرستش میں مصروف رہتے تو وہ نسبتاً امن کی زندگی بسر کرتے۔ لیکن مسیحی لوگ تمام دوسرے مذاہب کا نام بت پرستی رکھتے تھے۔ اور چونکہ وہ دوسروں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لیئے وہ نہایت دل دُکھانے والے طریق کے ساتھ دوسرے مذاہب پر حملہ کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے اُن کے مخالفین کے جوش بھڑکے اور عام لوگ اُن کے مخالف ہوگئے اور آخر ریاست کو بھی مخالفانہ پہلو اختیار کرنا پڑا۔ ٹرٹولین کے زمانہ میں مغربی ممالک میں مسیحیوں کو "دیوتوں۔ قیصروں۔ قانون۔ اخلاق اور تمام قانون قدرت کا دشمن" بیان کیا جاتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس بیان میں بہت مبالغہ سے کام لیا گیا ہو مگر اس میں شک نہیں کہ جو کچھ غیر مسیحی کتب میں مسیحیوں کے اخلاق کے متعلق لکھا ہے اُس میں بہت کچھ سچ بھی ہے۔ جب قسطنطین نے لسی نس کا گلا گھونٹ کر اُس کو قتل کر دیا۔ اپنے بیٹے کرس پس اپنے بھتیجے اور اُس کی بی بی فوسٹا کو مار ڈالا تو مسیحی بزرگوں میں سے ایک شخص نے بھی اس خونریزی کے برخلاف آواز نہ اُٹھائی نہ قسطنطین کو کسی پادری نے ملامت کی اور نہ اُس کی اس کارروائی پر کسی نے نفرت کا اظہار کیا۔ وہی حال آجکل ہے۔ ہزاروں عورتوں بچوں بوڑھوں اور جوانوں کو اٹلی کے سپاہیوں نے بے رحمی سے بلاگناہ قتل کیا اور چار روز متواتر قتل عام جاری رکھا مگر کلیسیا کی طرف سے کسی نے اٹلی کو اس ظالمانہ کارروائی پر ملامت نہیں کی اور کسی گرجے میں سے یہ آواز نہیں اُٹھی کہ اٹلی والوں نے ظلم سے کام لیا ہے ایسا ہی اٹلی نے بلاوجہ ایک پڑوسی کے ملک پر حملہ کیا مگر کسی پادری نے یہ شور نہیں مچایا کہ اٹلی والوں نے تعدّی کی راہ اختیار کی ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف یہ کہا جاتا ہے کہ

طرابلس کے ساحل پر تہذیب اور صلیب کا جھنڈا یسوع مسیح کے نام پر گاڑ اگیا ہے۔
ایڈیٹر) اسی طرح جب قسطنطین نے عمداً اپنے باپ کے دو باقی ماندہ بھائیوں اور
اُن کے تمام بیٹوں کو سوائے گیلس اور جولی ان کے قتل کیا تو کسی بزرگ پادری
نے اُس کو ملامت نہ کی۔ اگر ایسا بادشاہ غیر مسیحی رومیوں کے عہد میں ہوتا تو لوگ اور اُنکے
مذہبی لیڈر ایسے بادشاہ کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیتے اور اُن کے مُلّا ایسے
شخص کے لیئے رسم مغفرت ادا کرنے سے انکار کرتے۔ مگر مسیحی بزرگوں کا یہ حال نہ تھا۔
اُن کی کانشنس مختلف قسم کی تھی۔ خونی بادشاہوں کی رسم مغفرت ادا کرنے میں وہ کوئی دِقت
نہیں دیکھتے تھے اور نہ اخلاقی طور پر اُن کا دل اُنکو کچھ ملامت کرتا تھا۔ کیونکہ ان قاتل
بادشاہوں کے وجود اور اُن کی کارروائیوں سے اُن کے مذہب کو تقویت پہنچتی تھی اور
اُن کے کلیسیا کو ایسے بادشاہوں کی طفیل سے ایک شاہی مذہب ہونے کی عزت
حاصل ہو گئی تھی۔ ہر ایک ظلم پر مسیحی صاحبان خاموش رہتے تھے کیونکہ ان مظالم کا
ارتکاب کرنے والے وہ شخص تھے جو اُن کے مسلمہ لیڈر تھے اور جنہوں نے اُن کے
مذہب کو سلطنت کا مذہب بنا دیا تھا۔ اب مسیحیت کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ اور اب
اس نے خود ظلم و تعدی کا طریق اختیار کر لیا تھا۔ جب کبھی ایک بشپ کے انتخاب کا
وقت آتا تو اُس وقت نہایت ہی خطرناک نظارے دیکھنے میں آتے تھے۔ کلیسیا میں وہ
لوگ ترقی کر سکتے تھے جن کے اختیار میں بہت سے خونی لوگ ہوتے تھے۔ اور جو
انتخاب کے موقعہ پر آوارہ لوگوں کی تلواروں کی امداد حاصل کر سکتے تھے۔

رابرٹسن اپنی کتاب موسومہ ہسٹری آف کرسچینٹی میں بیان کرتا ہے:۔
"جولین ہمیں بتلاتا ہے کہ کس طرح اُن لوگوں کی جماعتوں کی جماعتیں جن کو ملحد کے نام
سے پکارا جاتا تھا تہ تیغ کی جاتی تھیں۔ خصوصاً سائی ذی کس اور ساموساٹا
کے شہروں میں۔ اور پیف لاگونیا۔ بتھنیا۔ گیلیشیا اور بہت سے اور صوبجات
میں شہروں کے شہر اور گاؤں کے گاؤں بالکل نابود کر دیئے گئے۔ ۳۴۲ء میں شہر
قسطنطنیہ میں ایک ہی قتل میں ۳ ہزار سے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے اور یہ تعداد

ان مسیحیوں کی تعداد سے زیادہ تھی جو غیر مسیحی حکومت کے نیچے آخری دہ سالہ تعدی کے زمانہ میں قتل ہوئے تھے۔ شہر کی آبادی کئی گروہوں میں تقسیم ہوگئی تھی اور وہ خود گرجوں کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کرتے تھے۔ آرمینیا کے مسیحی بادشاہ ٹری ڈے ٹیز نے آگ اور تلوار کے ذریعہ سے مسیحیت کو پھیلایا"۔

ویلنس اور ویلنٹنین کے عہد میں مسیحیت نے دوبارہ فروغ پکڑا۔ مگر غیر مسیحی زمانہ کی آزادی۔ سقراط کی ہمدردی مخلوق کی تعلیم۔ فائیلو اور افلاطون اور اُن کے ہمعصروں کا فلسفہ۔ زینو اور سٹوئکس کی اخلاقی تعلیم ان سب چیزوں کا نام نشان مٹ گیا۔ سلطنت ایک اکھاڑے کی طرح ہوگئی جس میں جذبات کو بہت ظاہر کیا گیا اس کی مثال اب تک دنیا میں نہیں پائی گئی اور خدا کرے کہ ایسی آفت پھر نسل انسان پر واقع نہ ہو۔ جب ڈےمےسس اور اُرسی نس کے درمیان روما کے عہدہ بشپی کے لیئے مقابلہ شروع ہُوا تو ڈےمےسس نے اپنے مطلب کو حاصل کرنے کے لیئے شمشیر زنوں کو روپیہ دیکر اپنی مدد کے لیئے بلا لیا اور اُس موقعہ پر گرجا میں ۱۳۷ آدمیوں کی لاشیں شمار کی گئیں۔ شمالی افریقہ میں عام مسیحیوں اور ایک خاص فرقہ ڈوناٹسٹ نامی کے درمیان ایک نہایت وحشیانہ طرز کی لڑائی عرصہ تک جاری رہی جس میں پرلے درجہ کی بےرحمی اور درندگی کو برتا گیا۔ مشرق یعنی ایشیا میں اےرین فرقہ کے مسیحیوں اور اے تھے نےسی ان فرقہ کے عیسائیوں میں لڑائی جاری رہی یہانتک کہ ایک بیرونی آدمی یہ خیال کرتا ہوگا کہ کل مسیحی دنیا دیوانہ ہوگئی ہے"۔

تھیوڈوسی اس اوّل نے غیر مسیحیوں کے برخلاف نہایت ظالمانہ فرمان جاری کیئے اور اگر وہ فرمان پورے زور کے ساتھ جاری نہیں کیئے گئے تو اسکی وجہ بردباری یا رحم دلی نہ تھی بلکہ ملکی مصلحت۔ یہ شخص ایسا ظالم تھا کہ جب اُس کا ایک گورنر تھےسالونیکا میں ایک آوارہ گروہ کے ہاتھ سے غضب کی حالت میں قتل ہوگیا تو اُس نے ایک ایسا قتل عام تجویز کیا جس میں ۷ ہزار سے ۱۵ ہزار تک

مرد۔ عورتیں۔ بچے ہلاک ہوئے۔ جو شخص ایسا خونریز تھا وہ غیر مسیحیوں کے برخلاف اپنے ظالمانہ فرمانوں کو پورے طور پر جاری کرنے کی قابلیت رکھتا تھا اگر ایسا کرنا اُس کے لیئے مفید مطلب ہوتا ؛

تھیوڈوسی اس دوم کا عہد حکومت تھیوڈوسی اس اول کے عہد سے کوئی اچھا نہ تھا۔ مصر میں بشپ سائرل یہودیوں کا دشمن ہوگیا اور اسکندریہ کے لوگوں میں جو زیادہ جوشیلے مسیحی تھے اُنہوں نے آوارہ لوگوں کے ساتھ ملکر مسیحی درویشوں کے زیر کمان یہودیوں کے محلہ کو خوب لوٹا اور یہودیوں کو شہر سے نکال دیا۔ وہاں کے حاکم نے اس فساد کو دبانا چاہا مگر اُس کی فوج جوشیلے مسیحیوں کے مقابل میں کچھ نہ کر سکی۔ اُس کی کوشش کا صرف یہی نتیجہ ہوا کہ پادری صاحبان اُس کو نفرت اور عداوت کی نظر سے دیکھنے لگ گئے ؛

جب مسیحی صاحبان یہودیوں کا فیصلہ کر چکے تو اُنہوں نے اپنے غضب کی عنان دوسرے غیر مسیحی لوگوں کی طرف پھیر دی۔ نیم دیوانہ درویشوں کی ایک جماعت نے مشہور ریاضی دان تھیون کی لڑکی ہائی پے شیا پر حملہ کیا۔ اور اُن کے ساتھ ایک چلّانے والے۔ اور نعرہ مارنے والے مسیحیوں کا انبوہ تھا۔ اُس عورت کو سی زاری ام کے گرجے میں گھسیٹ کر لے گئے۔ اُسکی چھاتی اور بازوؤں اور ٹانگوں پر سے کپڑے پھاڑ کر اُتار لیئے۔ اور گرزوں سے اُس کا سر کوٹ کوٹ کر اُس کا بھیجا نکالدیا۔ اُس کے بازوؤں اور ٹانگوں کو اُسکے بدن سے پھاڑ کر الگ کر دیا جس طرح کہ قصاب بکری اور بھیڑ کی ٹانگوں کو زور سے الگ کرتا ہے۔ اُس کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سیپیوں کے ذریعہ اُس کی ہڈیوں سے اُس کا گوشت کاٹ کاٹ کر آگ میں ڈالا گیا یہ ایک ایسی انسانی سوختنی قربانی تھی جو مسیحیوں نے اپنے خداوند کے حضور میں اُسکی رضا کے لیئے ادا کی ؛

جب وہ قومیں جن کو باربیرین (وحشی) کہا جاتا ہے یورپ میں داخل ہوئیں

اور اس سلطنت کا مذہب اختیار کر لیا جس کو انہوں نے مغلوب کیا تھا تو اُس وقت بھی کوئی اچھی حالت نہ تھی۔ وہ بھی جلدی پادریوں کے قابو میں آگئے اور جو شرافت انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں لی تھی مثلاً عورتوں کی عصمت کا پاس وہ سب مسیحی ممالک کی اخلاقی ابتری میں پڑ کر کھو دی۔

الارک نے یونان میں ایلیوسی فین مسٹریز کو توڑ دیا اور مسیحی قوم وینڈل کی تلوار نے مے نی کین فرقہ کا نہایت بے رحمی اور تندی کے ساتھ تعاقب کیا۔ قوم فرنیک کو جو ملک گال (فرانس) میں آباد تھی اور اُن کی مددگار قوموں کو صرف اُن کے بادشاہ کلووِس کے حکم سے مسیحیت میں داخل کیا گیا۔ مذہبی آزادی اور کانشنس مفقود تھیں۔ اور عقل مردہ تھی۔ لوگوں کو بپتسمہ پانے کے لیئے اس طرح ہانک کر لیجاتے تھے جس طرح چارپائیوں کو مذبح کی طرف دھکیلکر لیجاتے ہیں۔ سخت ابتری کا زمانہ شروع ہوگیا اور یورپ ایام ظلمت کے گہرے گڑھے میں ڈوب گیا۔

اگرچہ اب پرانے رومی سلطنت کے مذہب نابود ہوتے جاتے تھے مگر مسیحیت نے ایسا نہیں کیا کہ پرانے مذاہب کو بالکل ہٹا دے بلکہ اُس نے ان مذاہب کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ پرانے رومی تہواروں کو اختیار کیا گیا۔ پرانے بہادر مسیحی اولیاء اللہ اور شہداء کی فہرست میں داخل ہو گئے۔ پرانے فال بینوں کا منحنی عصا جس کو اُن کی زبان میں لِٹواَس کہتے تھے اب مسیحی بشپ کا عصا بن گیا جس کو کروزی ار کہتے ہیں اور جس کا سِرا لِٹواَس کی طرح منحنی بنایا جاتا تھا۔ پرانے غیر مسیحی پروہتوں کی ٹوپیاں اور تاج بھی کلیسیا کے مقدس عہدہ داروں نے اختیار کیئے اور اُن کے مذہبی موکب بھی جہانتک ممکن تھا مصر اور مشرق کے بڑے بڑے شاندار مذاہب کے مواکب کے مشابہ بنائے گئے (ان واقعات کی تصدیق کے لیئے ملاحظہ ہو ہسٹری آف کرسچینٹی) خود پوپ بھی متھرا کے بڑے پروہت کا جانشین تھا اور وہ ویٹیکن پر سورج دیوتا کے لباس میں آراستہ ہو کر اور زبردست متھرا کے تمام خاص نشانات کو ہاتھ میں

پکڑے ہوئے متھرائی مسند پر جلوہ گزین ہوتا تھا (متھرا ایرانیوں کے سورج دیوتا کا نام ہے۔ یہ مذہب رومی سلطنت میں پھیل گیا تھا اور اس کی بہت سی رسوم کو مسیحی مذہب میں اختیار کرلیا گیا تھا)

وسطی زمانہ میں جو قوم بغیر خونریزی یا اکراہ کے مسیحیت میں داخل کی گئی وہ قریباً ایک ہی ہے یعنی گاتھ قوم۔ یہ قوم زیادہ تر ایک شخص وُلفلا کی کوششوں سے مسیحی مذہب میں داخل ہوئی۔ یہ شخص چوتھی صدی میں گذرا ہے۔ یہ زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا اور اس نے اپنی زندگی مذہب کے پھیلانے میں وقف کردی تھی۔ اگرچہ کہیں کہیں کوئی شخص وُلفلا کی طرز کا پیدا ہوگیا ہوگا جس نے تارک دنیا ہوکر واعظانہ زندگی اختیار کرلی ہو مگر پادریوں اور مسیحی پروہتوں اور درویشوں میں کوئی ایسا شخص پیدا نہ ہوا جس نے عقلی اور علمی تاریکی کو دور کرنے کے لیئے کچھ کوشش کی ہو جو مسیحی یورپ میں پھیلنی شروع ہوگئی تھی یا اُس وحشت اور خونریزی کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کی سعی کی ہو جو (بقول مسیحیین) ملحدوں اور کفار کے برخلاف پیدا ہوگیا تھا اگرچہ وُلفلا نے اپنی زندگی وعظ میں گذار دی مگر اخلاقی ترقی کی راہ میں اُس نے کوئی کارروائی کرکے نہیں دکھلائی۔ باوجود اُس کے وعظ کے اب بھی مسیحی لوگ اس قابل تھے کہ یونان کو تاخت و تاراج کریں۔ روما کو لوٹیں۔ اور تخت پر سائی جیرک جیسے شخص کو بٹھا دیں جس نے چھ بچوں کو اس لیئے قتل کروا دیا کہ وہ اُس کے حریف تھے ؎

شارلیمین کے زمانہ میں سیکسٹن قوم کو آگ اور تلوار کے زور سے مسیحی مذہب میں داخل کیا گیا۔ ایک ہی موقعہ پر چار ہزار انسان قربان کیئے گئے۔ اور جب یہ دیکھا جائے کہ اُن کے مسیحی مذہب میں داخل کیا جانے سے پہلے ۳۲ سال تک جنگ جاری رہی تھی تو اس عرصہ میں جس قدر لوگ قتل کیئے گئے تھے اُنکا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ ناظرین خود سوچ لیں کہ کسقدر انسانوں کا خون بہایا گیا ہوگا۔ مسیحی لوگوں نے بعد میں شارلیمین کی بہت مدح سرائی کی ہے اور اُس کو تہذیب کا پھیلانیوالا قرار دیا ہے

مگر ہمارے نزدیک اُس کے کام کا صحیح اندازہ وہ ہے جو ڈراپر صاحب نے لگایا ہے وہ کہتا ہے کہ جو کام اُس نے کیا وہ زیادہ تباہی کے متعلق تھا اور جس کام کو تہذیب کا پیرایہ دیا جاتا ہے وہ بھی دراصل تباہ کرنے کا ہی کام تھا :۔
یہی مورخ ایک نوٹ میں لکھتا ہے "کہ جو دینی خیال کی تحریک نویں مسیحی صدی میں پائی جاتی ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ میل جول کرنے کا نتیجہ تھی ۔ اُس وقت اگر شارلیمین کے خونی جنگوں کا وجود نہ ہوتا بلکہ امن ہوتا تو اس میل جول کا نتیجہ اور بھی زیادہ بابرکت ہوتا" (ملاحظہ ہو کتاب انٹروڈکشن ٹو پالیٹکس ۔ صفحہ ۱۸۱ سے ۱۸۳ تک)

جب ہم مسیحیت کی بعد کی توسیع پر نظر کرتے ہیں تو اُس وقت بھی ہم یہی دیکھتے ہیں کہ مسیحی مذہب کے پھیلانے کا بڑا ذریعہ آگ اور تلوار ہی رہے ہیں ۔ قوم سلاد کو جبراً مسیحیت میں داخل کیا گیا ۔ اگر اس جبر سے اس قوم کا کوئی حصہ باہر رہا تو شاید وہ اس قوم کا وہ حصہ ہو جو اُس وقت روسی رعایا میں شامل تھا ۔ انہی ذرائع سے بوہیمیا کو مسیحی بنایا گیا جبکہ تین نوابوں نے اپنی اپنی رعایا کے مسیحی بنانے میں کلیسیا کی اپنی تلواروں کے ساتھ مدد کی ۔ یہی کیفیت پولینڈ میں گذری وہاں کے حاکم نے پہلے خود مسیحی مذہب قبول کیا ۔ اس کے بعد اپنی رعایا کو مسیحی بنانے کے لیئے پوپ کے احکام کو سختی کے ساتھ جاری کیا ۔ ناروے میں بھی یہی ماجرا گذرا ۔ اس ملک میں اولف ٹرائگویسن نے تلوار ۔ آگ اور کلہاڑی کے ذریعہ وہاں کے باشندوں کے معبدوں کو تباہ کیا ۔ اسی طریق سے وینڈ قوم کو مسیحیت کی برکات سے بہرہ مند کیا گیا اور اسی ذریعہ سے ملک ہنگری کے باشندے مسیحیت کی صداقت اور اُس کی خوبیوں اور اُس کی کریمانہ اور رحیمانہ تعلیم پر ایمان لائے ۔ پروفیسر ویمبری شاہ سٹیفن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔
"جہاں وہ (سٹیفن) اپنی حواریانہ ترغیب کے جادو کے ذریعہ غالب نہیں ہو سکتا تھا وہاں وہ بلا تامل اپنی شاہی تلوار کا بوجھ ترازو کے پلڑے میں ڈال دیتا

تھا جب وہ صداقت کے ہتھیاروں کے ذریعہ جنگ کر رہا ہوتا تھا تو اگر صداقت
کی خدمت کے لیئے تشدّد کی ضرورت پڑتی وہ اس کے استعمال کرنے سے پرہیز
نہیں کرتا تھا۔ اُس نے اپنے رشتہ داروں کے برخلاف بھی تلوار اٹھائی۔
اگرچہ یہ ایک بے رحمی کا کام ہے مگر مذہب کی ضرورت نے اُس کو اس کام
پر مجبور کیا "

ناظرین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ یہ مورخ شاہ سٹیفن کی اس کارروائی کو پسندیدگی
کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مسیحیوں کا تعصب اس درجہ تک بڑھا ہوا ہے کہ باوجودیکہ
اُس نے ایسی بے رحمی سے کام لیا پھر بھی چونکہ اُس کی یہ بے رحمی مذہب کے
پھیلانے کے لیئے تھی اس لیئے اُس کو نہ صرف نیک بلکہ ولی سمجھا جاتا ہے۔
جے۔ ایم رابرٹسن لکھتا ہے :۔ "شمالی یورپ میں مسیحیت کی ہفت صد سالہ
ترقی کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کام زیادہ تر تلوار کے ذریعہ سے کیا گیا۔ بادشاہ اور
ظالم انسان اس خونی اشاعت کے مؤید تھے کیونکہ کلیسیا اُن کے نزدیک رعایا
کے ماتحت کرنے کا اچھا ذریعہ تھا۔ عموماً غیر مسیحی قوموں کو نئے مذہب کی
سچائی کا کوئی یقین نہیں دلایا جاتا تھا اور اُس کے نئے عقاید کو پیش کر کے
لوگوں کو اُن کے قبول کرنے کے لیئے کوئی ترغیب نہیں دی جاتی تھی عام طریق
اُن کے مسیحی مذہب میں داخل کرنیکے صرف دو ہی تھے۔ یا تو اُن کے بادشاہ مویشیوں
کی طرح اُنکو گرجوں میں ہانک کر لیجاتے تھے یا کئی نسلوں تک اُنکو مار مار کر اور اُن کے
خون بہا کر مسیحی مذہب میں اُنہیں داخل کیا جاتا تھا۔ جب یورپ کے پُرانے
مذہبوں کو خون کے دریاؤں میں غرق کر دیا گیا اور اُس سے کئی سو سال بعد
سپین میں مسلمانوں کی سلطنت زوال پذیر ہو گئی تو اُس وقت بھی مسیحیوں نے
سپین کی مسلمان آبادی اور یہودی قوم کو مسیحی مذہب میں داخل کرنے کے لیئے
اپنے طریق پر عمل کیا اور جو لوگ مسیحیوں کے جبر کے آگے دب جاتے تھے
اور اپنا ایمان چھپا لیتے تھے اُن کو بھیڑوں کے ریوڑوں کی طرح

ہانک کر مسیحی مذہب میں داخل کرتی اور بپتسمہ دیتے اور لاکھوں انسانوں کو ملک میں سے صرف اسی لیئے خارج کر دیا کہ انہوں نے بپتسمہ لینے سے انکار کیا۔ اوّل سے آخر تک جو مصیبت اور خونریزی مسیحی مذہب کے ہاتھ سے واقع ہوئی وہ وہم و گمان سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر اس کے ساتھ اُس کارروائی کو بھی شامل کیا جاوے جو اہل سپین نے کلیسیا کی منظوری کے ساتھ جنوبی امریکہ کے ممالک میں پرانے مذہبوں کو نابود کرنے کے لیئے کی تو مِسل نہایت ہی ہیبت ناک بنجاتی ہے۔ کیونکہ سپین کا ایک کاہن لاس کیسس نامی اندازہ لگاتا ہے کہ جنوبی امریکہ میں اُن لوگوں کی تعداد جنکو مسیحی صاحبان نے قتل کیا ایک کروڑ بیس لاکھ تھی۔ یہ سب خونریزی صرف مسیحی مذہب کے پھیلانے کے لیئے عمل میں لائی گئی اور یہ تعداد اُس خونریزی کے علاوہ ہے جو مسیحی مذہب کے قائم ہونے کے بعد صرف الحاد کے دبانے کے لیئے کی گئی یعنی ایسے لوگوں کی بیخکنی کے لیئے جو مسیحی مذہب رکھتے تھے مگر کلیسیا نے اُنکو اختلاف رائے کی وجہ سے ملحد قرار دیا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ مسیحیت نے مذہب کے پھیلانے اور الحاد کے دبانیکے لیئے خون کے دریا بہا دیئے مگر پھر بھی آجکل کے مسیحی اسلام پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے یعنی یہ مذہب تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا اور جب کبھی وہ اپنے مذہب کا ذکر کرتے ہیں تو یہی سناتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحیوں کو فلاں موقعہ پر قتل کیا گیا مگر یہ نہیں بتاتے کہ جب اُنکے ہاتھ میں تلوار آگئی اور جب اُن کے بازو میں قوّت اور طاقت پیدا ہوگئی تو اُنہوں نے بے گناہ انسانوں کو اس کثرت سے قتل کیا اور اس بے رحمی سے اختلاف مذہب کی خاطر لوگوں کا خون بہایا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ایسی خونریزی اور ایسی بے رحمی کسی اور مذہب کے پیروؤں سے کبھی ظہور میں نہیں آئی۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ اگر اُس تمام خون کو جمع کیا جاوے جو مسیحیوں نے مذہب کی وجہ سے روئے زمین پر بہایا تو وہ ایک ایسا گہرا سمندر بنجائیگا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا جہازوں کا بیڑا اُس میں بخوبی تیر سکے گا۔

(یحییٰ النصر پارکنسن)

ملک ہند میں روحانی فتوحات

اسلام کے مخالف اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اکثر ہندوستان کو بطور مثال کے پیش کیا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی کسی جگہ کوئی ایک آدھ ہندو خوف کے مارے اسلام میں داخل ہؤا ہو مگر یہ کہنا کہ ملک ہند میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا گیا یہ ایک نہایت ہی سیاہ جھوٹ ہے۔ اس بات کی شہادت کہ اسلامی بادشاہوں کے عہد میں ہندوستان کے رہنے والوں کو پوری پوری مذہبی آزادی حاصل تھی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود دہلی اور آگرہ کے اضلاع میں جو مسلمان بادشاہوں کے پایۂ تخت رہے ہیں اب تک ہندوؤں کی آبادی مسلمانوں کی نسبت زیادہ ہے چنانچہ سرڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اپنی کتاب دی ریلیجنز آف انڈیا میں لکھتا ہے کہ دہلی کے ضلع میں مسلمانوں کی آبادی ۱/۴ حصّہ سے زیادہ نہیں اور آگرہ کے ضلع میں ۱/۸ حصّہ سے بھی مسلمانوں کی آبادی کم ہے۔ اگر مسلمان بادشاہ جبر سے کام لیتے تو چاہیئے تھا کہ وہ علاقے جو اُن کی طاقت کا مرکز تھے سب کے سب مسلمان آبادی سے پُر ہوتے اور اُن میں ایک ہندو بھی نظر نہ آتا۔ مسلمان بادشاہوں میں سب سے زیادہ متعصّب اورنگ زیب کو بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن تاریخ میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ وہ بجبر لوگوں کو مذہب اسلام میں داخل کیا کرتا تھا اور یہ کہ اُس نے فلاں قوم یا فلاں شہر یا فلاں فلاں آدمی کو تلوار کے زور سے مذہب اسلام قبول کرنے کے لیئے مجبور کیا۔ برخلاف اس کے اُسکی سلطنت کے فرمان اور احکام ثابت کرتے ہیں کہ اُس کے عہد میں لوگوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ مسٹر آرنلڈ اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں لکھتا ہے:-
"اورنگ زیب کے فرمانوں کے ایک دلچسپ مجموعہ میں جو ابھی تک مطبوع نہیں ہوئے

ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ایک ایسے قاعدہ کو قائم کیا ہے جس کو ایک ایسے بادشاہ کے لیئے جو غیر مذہب کی رعایا پر حکومت کرتا ہو۔ اعلیٰ درجہ کا دستور العمل کہہ سکتے ہیں۔ اُس کے عہد میں دو پارسی تنخواہ تقسیم کرنے کے کام پر مقرر تھے بعض لوگوں نے بادشاہ کو ترغیب دی کہ انکو ہٹا کر اُن کی جگہ دو مسلمانوں کو رکھا جاوے اور اس درخواست کی تائید میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ ترجمہ۔ اے مومنو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ سورہ ممتحنہ (ان لوگوں نے آیت کے ایک ٹکڑے کو الگ کرکے غریب پارسیوں پر چسپاں کرنا چاہا مگر یہ نہ دیکھا کہ اسی آیت میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو خدا کے دشمن کہا گیا۔ اُن کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ یعنی یہ لوگ رسول کو اور تم کو تمھارے شہر سے نکالتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جو تمھارا رب ہے ایمان لاتے ہو۔ پس اسی آیت سے جس میں حکم دیا گیا ہے کہ خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ وہ تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے مسلمانوں کو اُن کے وطن سے بغیر کسی قسم کے قصور کے صرف اسی وجہ سے نکالا کہ وہ ایک خدا پر ایمان لائے تھے جو انکا رب تھا۔ کیا اُن غریب پارسیوں پر جو بادشاہ کے ملازم تھے یہ امر صادق آتا تھا کیا اُنھوں نے بادشاہ اور اُس کے وزراء کو شہر سے یا ملک سے نکالنے کی کوشش کی تھی اسوجہ سے کہ بادشاہ اور اُس کے وزراء مذہب اسلام کے پیرو ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ اس سے دوسری آیت میں انہی لوگوں کا حال بیان کرتا ہے کہ وہ کس قسم کے آدمی تھے جن کو خدائے تعالیٰ اور مومنوں کے دشمن کہا گیا ہے اور جن کے ساتھ دوستی کرنے سے روکا گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ اسی سورۃ کی دوسری ہی آیت میں فرماتا ہے۔ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ

اَعۡدَاءً وَّیَبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَہُمۡ وَ اَلۡسِنَتَہُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَ وَدُّوۡا لَوۡ تَکۡفُرُوۡنَ ؕ اگر وہ لوگ تم کو پالیں تو تمہارے دشمن ہوجاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو بدی کے ساتھ تمہاری طرف کھولتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرلو۔ اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جن کو خدائے تعالیٰ اور مومنوں کا دشمن کہا گیا ہے وہ اس قسم کے لوگ تھے کہ اگر کہیں اُن کو مسلمانوں کو اذیت پہنچانے کا موقعہ مل جاتا تو وہ اُنکو نقصان پہنچاتے اور زبان سے بھی ایذاء دیتے۔ اور ان کی غرض دُکھ دینے سے یہ تھی کہ یہ لوگ اپنا مذہب ترک کرکے پھر بُت پرستی کا مذہب اختیار کریں۔ یعنی دکھ دے دیکر اُن کو پھر کافر بنانا چاہتے تھے غریب پارسیوں کے دشمنوں نے ایک آیت کا ٹکڑا دوسرے حصہ سے الگ کرکے تو پیش کرکے اُن پارسیوں کی جگہ دو مسلمانوں کو رکھوانے کی کوشش کی مگر یہ نہ دیکھا کہ اسی سورہ کی آٹھویں آیت میں صاف طور پر لکھا ہے کہ لوگ خواہ کسی مذہب کے پیرو ہوں اگر وہ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں اور مسلمانوں کے برخلاف ہتھیار اُٹھانے میں پیشدستی نہ کریں تو ایسے لوگوں سے نیکی کرنی چاہئیے اور جو ایسے لوگوں سے انصاف کا برتاؤ کرے گا وہ خدائے تعالیٰ کا محبوب ہوجائے گا۔ اگر اُن غریب پارسیوں کے دشمن اسی مختصر سی سورہ کا جس کی پہلی آیت کے ایک ٹکڑے کو پیش کرکے انہوں نے پارسیوں کو علیحدہ کرانے کی ناجائز کوشش کی مطالعہ کرتے تو وہ اس میں یہ آیت لکھی ہوئی پاتے۔ لَا یَنۡہٰىکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ لَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡہُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ۝ اِنَّمَا یَنۡہٰىکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ اَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَ ظٰہَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡہُمۡ ۚ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝ اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے لوگوں سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے

جنگ نہیں کیا اور نہ تم کو تمھارے گھروں سے نکالا یہ کہ تم اُن سے نیکی کرو اور اُنکے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو ایسے لوگوں سے روکتا ہے جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ کی اور تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں مدد دی یہ کہ تم اُن کو دوست بناؤ۔ اور جو ایسے لوگوں کو دوست بناتا ہے وہ ظالم ہے۔ ان آیات میں نہایت ہی کھُلے الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو دوست بنانے کی ممانعت ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ایسے لوگ ہیں جنھوں نے تمھارے ساتھ کوئی جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمھارے گھروں سے نکالا ایسے لوگوں سے بے شک تم نیک سلوک کرو اور اُن کے ساتھ اپنے معاملات قائم رکھو اور ایسے معاملات میں اُن سے نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو بلکہ یہ بھی خوشخبری سنائی کہ جو ایسے لوگوں کے ساتھ نیکی اور عدل کا برتاؤ کریگا خدائے تعالیٰ اُس سے پیار کریگا اور فرمایا کہ تمھیں صرف ایسے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے سے روکا جاتا ہے جو تمھارے ساتھ جنگ کرتے ہیں بلکہ جنھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نکال دیا ہے۔ اس سے زیادہ واضح اور کیا حکم ہو سکتا ہے خدائے تعالیٰ صاف الفاظ میں بتاتا ہے کہ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ کے حکم سے یہ نہ سمجھو کہ یہ حکم سب غیر مسلموں کے متعلق ہے بلکہ اس سے صرف وہی غیر مسلم لوگ مراد ہیں جو تمھارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور اُن کی عداوت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ وہ تم کو تمھارے وطنوں سے بھی نکالتے ہیں اور اُن کی عداوت کیوجہ صرف تمھارا اسلام قبول کرنا ہے اور کوئی نہیں۔ دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ بے شک اچھا سلوک کرو بلکہ جو دوسرے غیر مسلموں سے نیکی اور انصاف کے ساتھ پیش آئے گا خدائے تعالیٰ اُس سے پیار کریگا۔ ایڈیٹر) اورنگ زیب نے اُنکو جواب دیا کہ دُنیوی کاروبار سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں اور اس قسم کے معاملات میں تعصب کو دخل نہیں

دینا چاہیئے۔" (کاش کہ اورنگ زیب اُسی سورۃ کی وہ آیات پارسیوں کے دشمنوں کو سناکر اُن کو شرمندہ کرتا جن میں لکھا ہے کہ جو غیر مسلم لوگ تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اُن سے نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور یہ کہ دوست نہ بنانے کا حکم ایسے غیر مسلموں سے تعلق رکھتا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ مذہب کی خاطر جنگ کرنے میں پیشدستی کرتے ہیں! ایڈیٹر) اورنگ زیب نے بھی اپنی تائید میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کی لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ؁ یعنی تمہارے لیئے تمہارا دین ہے اور میرے لیئے میرا دین (اس آیت کو اورنگ زیب نے یہ امر ثابت کرنے کے لیئے پیش کیا کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہر ایک شخص کو اختیار ہے جس دین کو چاہے اختیار کرے پارسی اپنے دین پر چلتے ہیں ہم اپنے دین پر چلتے ہیں مذہبی اختلاف کی وجہ سے ہمیں اُن کے ساتھ بے انصافی کا سلوک نہیں کرنا چاہیئے ایڈیٹر) اورنگ زیب نے درخواست کنندہ کو کہا کہ اگر تمہارے مشورہ پر عمل کیا جاوے تو ہمیں چاہیئے کہ ہندوستان میں جس قدر راجے اور اُن کی ہندو رعایا ہے سب کو تباہ کر دیا جائے۔ سلطنت کے عہدے قابلیت کو مدِ نظر رکھکر دینے چاہیئے۔ نہ کسی اور لحاظ سے۔" ملاحظہ ہو کتاب پریچنگ آف اسلام مصنفہ ٹی ڈبلیو آرنلڈ؂

جن لوگوں نے ملک ہند کے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا اور جن کی بدولت اس ملک کی ہندو قوم نے اسلام کو قبول کیا وہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ نہیں تھے۔ بے شک جن لوگوں نے ہند کی سرزمین میں اسلام کا نور پھیلایا وہ بھی بادشاہ ہی تھے مگر اُن کی مملکت ظاہری اور جسمانی نہ تھی بلکہ وہ روحانی اور باطنی سلطنت کے شاہزادے تھے ان روحانی شاہزادوں نے ملک ہند میں بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں اور اُن کی فتوحات ظاہری بادشاہوں کی فتوحات سے کئی درجے زیادہ شاندار تھیں اُن کی فتوحات خاموشی میں ہوئیں۔ اُن کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ یا بگل کی آواز نہ تھی - اُن فتوحات کی یادگار اینٹ اور پتھر کے ساتھ نہیں بنائی گئی بلکہ

آج لاکھ در لاکھ مسلمان جو ہندوستان میں پایا جاتا ہے اور جن کے بزرگ ہندو مذہب کے پیرو تھے یہ سب لوگ اُن روحانی شاہزادوں کی شاندار فتوحات کی زندہ یادگار ہیں۔ وہ اپنے میدانِ کارزار کے لیئے ہندوستان کے ایسا قطعات کو انتخاب کرتے تھے جو ہندو مذہب کا مرکز تھے۔ ایسے مقامات پر وہ اپنا جھنڈا گاڑتے اور اُس جگہ سے الگ نہ ہوتے جبتک کہ وہ اپنے اردگرد ہزارہا ایسے آدمی نہ دیکھ لیتے جنہوں نے ہندو مذہب ترک کر کے اسلام کا پاک مذہب قبول کر لیا اسلام کے ایسے شاہزادوں میں سے ایک کا ذکر مسٹر مائیلز اِرونگ سی۔ ایس نے جون ۱۹۱۱ء میں شملہ کے پہاڑ پر ایک لیکچر میں کیا یہ لیکچر پاکپٹن کے مزار شریف پر تھا اور پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر اہتمام یہ لیکچر دیا گیا۔ لیکچرار موصوف نے ثابت کیا کہ پاکپتن ابتدا میں ہندوؤں کا ایک مقدس مقام تھا اور اس وجہ سے ہندوؤں میں بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اسلام کی جو لہر مغرب کی طرف سے آکر ہندوستان پر پھیل گئی۔ اُسکی مخالفت کے لیئے یہ مقام ایک مرکز تھا۔ لیکچرار موصوف نے بیان کیا کہ جب شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کو فتح کیا تو اُس طرف کا سارے کا سارا ملک اُس کا تابع ہو گیا؛

حضرت باوا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات کی مثال کو دیکھکر ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندوستان کو اسلام کے روحانی شہزادوں نے کس طریق سے فتح کیا یہ شاہزادے مسلمانوں میں اولیاء اللہ کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت باوا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اور کئی اولیاء اللہ ہند میں صرف اس غرض سے تشریف لائے کہ ہند کو فتح کریں اور انہوں نے اس ملک کے مختلف حصوں میں اپنا اپنا جھنڈا کھڑا کیا۔ ہند کے نامور اولیاء اللہ میں سے ایک خواجہ معین الدین چشتی ہیں۔ یہ بھی اُن چیدہ شاہزادوں میں سے ہیں جنہوں نے ہند میں آکر بڑی بڑی روحانی فتوحات حاصل کیں اور اسلام کی اشاعت کے لیئے راستہ صاف کیا۔ انہوں نے اپنا ڈیرہ راجپوتانہ میں ہندو راجاؤں کے علاقہ میں بمقام اجمیر لگایا جہاں کفر کا بڑا زور تھا اور آپنے اجمیر میں ۱۲۳۶ء میں وفات پائی۔ آپ کا ماجرا نہایت ہی دلچسپ ہے۔ آپ سجستان کے

رہنے والے تھے جو ایران کے مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان میں اسلام کا نور پھیلانے کے لیئے متعین فرمایا۔ جب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیئے مدینہ شریف تشریف لے گئے تو وہاں آپکو ایک رؤیا ہوًا اور رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ "خدائے تعالیٰ نے ہند کا ملک تیرے سپرد کیا ہے۔ اُس طرف جاؤ اور اجمیر میں ڈیرہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے دین اسلام تیرے اور تیرے اتباع کے تقویٰ کے ذریعہ اُس ملک میں پھیلے گا" خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی فورًا تعمیل کی اور اجمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اجمیر اُس وقت ایک ہندو راجہ کے زیر حکومت تھا اور بُت پرستی کُل ملک میں بڑے زور سے پھیلی ہوئی تھی۔ جن لوگوں نے اوّل اوّل آپ کے ہاتھ پر مذہب اسلام قبول کیا اُن میں ایک جوگی تھا جو راجہ اجمیر کا گرو تھا۔ رفتہ رفتہ آپ کے گرد بہت سے مرید جمع ہو گئے جنھوں نے آپ کی تعلیم سے متاثر ہو کر ہندو مذہب کو ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ آپ کی شہرت جلدی ہی ملک بھر میں پھیل گئی اور دُور دُور سے ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے وعظ و نصیحت کو سُنکر اپنے آبائی مذہب کو خیر باد کہتے ہوئے اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اجمیر کے سفر میں راستہ میں ہی بمقام دہلی آپ نے ۰۰ے ہندوؤں کو مسلمان کیا:

اُن تمام اولیاء اللہ کا تذکرہ اسجگہ کرنا دشوار بلکہ محال ہے جنھوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں اپنے نمونہ اور تعلیم اور دعاؤں اور توجہ کی برکت سے ہزاروں ہندوؤں کو مشرف باسلام کیا۔ اُن کا تھوڑا سا ذکر آرنلڈ نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں کیا ہے۔ یہاں صرف میں ایک اور بندۂ خدا کا ذکر کرونگا جو اُن اولیاء اللہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہے جنھوں نے ایسے وقت میں ہند کی سرزمین کو اپنے پاک قدموں سے مشرف کیا جبکہ اس ملک میں بُت پرستی اور شرک کی گھری تاریکی ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس بندۂ خدا کا نام مبارک حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ یہ غزنی کے مشہور سادات میں سے تھے۔ آپ ایک برگزیدہ اسلامی مبلغ تھے جنھوں نے لاہور میں اسلام کا وعظ کیا۔ آپ پانچویں صدی ہجری کے نصف میں یہاں تشریف لائے آپ ظاہری

اور باطنی اور جسمانی اور دینی علوم کے زیور سے آراستہ تھے آپ کا وعظ سننے کے لیئے لوگ جوق در جوق جمع ہو جاتے اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنیوالوں کی تعداد روز بروز بڑے زور سے بڑھتی گئی۔ آپ کی ایک تصنیف فارسی زبان میں موجود ہے٭ جس کا حال ہی میں ایک انگریز نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ رادھاکرشن اینڈ سن کتب فروش انارکلی لاہور سے مل سکتا ہے آپکا مزار شریف اسوقت تک لاہور میں داتا گنج بخش کی خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔

ان مقدس مبلغین کے گروہ نے ہند کے تمام حصوں میں اشاعت اسلام کا کام سرانجام دیا۔ انہوں نے نہ صرف شمالی ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کی بلکہ دکن میں بھی اسلام کی روشنی کو پھیلایا۔ نہ صرف مغربی ہند میں انہوں نے اسلام کی صداقت ایک دنیا پر ظاہر کی بلکہ ہند کے مشرق اقصے میں بھی اُن کی کوششوں کی برکت سے جو الٰہی تائید کے ساتھ مؤید تھیں اسلام کے سورج نے طلوع کیا۔ ہندوستان کا کوئی ایسا حصہ نہ ہوگا جہاں اس پاک گروہ میں سے کوئی بندۂ خدا تشریف نہ لے گیا ہو۔ ان میں سے ہر ایک نے اسلام کا بیج ہند کی زرخیز زمین میں بویا اور ہر ایک نے ایک بھاری کھیت تیار کیا اور کثرت سے پھل جمع کیا۔ اور ہند کے براعظم میں جو آج اسلام کے پیرو ہر طرف کثرت سے کروڑوں کی تعداد میں نظر آتے ہیں انکا اکثر حصہ انہی بزرگوں اور انکے پیروؤں کی کوشش کا ثمرہ ہے۔ خدائے تعالیٰ نے ان بزرگوں کی ایک جماعت ہندوستان میں بھیجی اور اس جماعت کے افراد ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اور چونکہ خدا کی مدد اور نصرت انکے ساتھ تھی۔ اس لیئے ہر ایک کی کوشش پھل لائی اور آج ملک ہندوستان میں اسلام کا ایک باغ کھلا ہوا نظر آتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ان اسلام کے سپاہیوں میں سے ہر ایک اب اسی میدان میں اپنے آقا کی آغوش رحمت میں آرام کر رہا ہے جس میدان کو اُس نے ایسی جانفشانی سے جیتا۔ پس خدا کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں انکی روحوں پر کیونکہ انہوں نے خدا کے اذن سے کروڑوں روحوں کو آگ کے عذاب سے بچایا اور ایک ایسی ملک میں جو بت پرستی کا گھر تھا اللہ اکبر کی ندا کو کروڑوں میناروں سے بلند کرایا۔ اور محمد رسول اللہ (صلعم) کے پیارے کلمہ کو کروڑوں زبانوں پر جاری کرایا اور کروڑوں کانوں تک پہنچایا۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

٭ اس کتاب کا نام کشف المحجوب ہے کتب تصوف میں فارسی زبان میں اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ منہ

اختلافات بائبل

(سلسلہ کے لیئے ملاحظہ ہو نمبر ۱۰ جلد ۱۱ ؛؛)

(۶۴) اور نویں گھنٹے یسوع بڑی آواز سے چلاّ کے بولا ایلی ایلی لما سبقتنی جسکا ترجمہ یہ ہے اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑا

(مرقس باب ۱۵ ورس ۳۴)

(۶۴) مَیں اور باپ ایک ہیں

(یوحنا باب ۱۰۔ ورس ۳۰)

کیونکہ الوہیت کا سارا کمال اُس (یسوع) میں مجسم ہو رہا

(قلسیون باب ۲۔ ورس ۹)

نوٹ:۔ معلوم ہُؤا کہ مسیح خدا نہیں بلکہ خدا کا ایک عبد ہے۔

(۶۵) اور تیسرا گھنٹہ تھا کہ انہوں نے اس کو صلیب دی۔

(مرقس باب ۱۵۔ ورس ۲۵)

نوٹ:۔ مسیحی صاحبان فیصلہ فرماویں کہ جب مسیح کو صلیب دیگئی اُسوقت تیسرا گھنٹہ تھا یا اُس سے پہلے چھ گھنٹے گذر چکے تھے مرقس کہتا ہے کہ تیسرے گھنٹہ کے وقت مسیح صلیب پر تھا۔ یوحنا کہتا ہے کہ اُس سے تین گھنٹے بعد چھٹے گھنٹے کے وقت مسیح پلاطوس کی عدالت میں پیش تھا۔

(۶۵) اور مسیح کی تیاری کا دن تھا اور چھٹے گھنٹے کے قریب تھا پھر اُس نے یہودیوں کو کہا کہ دیکھو اپنا بادشاہ تب وے چلاّئے کہ لیجا لیجا اُسے صلیب دے پلاطوس نے انہیں کہا کیا مَیں تمھارے بادشاہ کو صلیب دوں سردار کاہنوں نے جواب دیا کہ قیصر کے سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں ہے تب اُس نے اُسے اُنکے حوالہ کیا کہ اُسے صلیب دیجاوے اور وے یسوع کو پکڑ کے لے گئے

(یوحنا باب ۱۹۔ ورس ۱۴ سے ۱۶)

(۶۶) یسوع نے اُسے کہا مَیں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ آج تو میرے ساتھ بہشت میں ہوگا (لوقا باب ۲۳۔ ورس ۴۳)

نوٹ:۔ یسوع نے یہ بات کہ آج تو میرے

(۶۶) یسوع نے کہا مجھکو مت چھو کیونکہ مَیں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا پر میرے بھائیوں پاس جا اور انہیں کہہ کہ مَیں اوپر اپنے باپ اور تمھارے

ساتھ بہشت میں ہوگا اُس چور سے کہی جو کہ اُس کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا تھا پس اس بیان کے رو سے مسیح اُسی دن بہشت میں داخل ہو گیا تھا اور چور بھی اُسکے ساتھ تھا۔ حالانکہ مسیحیوں کا نئے عہدنامہ کے مطابق یہ عقیدہ ہے کہ وہ صلیب کے بعد دوزخ میں اُتر گیا اور تین دن دوزخ میں رہا۔

باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں

(یوحنا باب ۲۰۔ ورس ۱۷)

(۶۷) اور وہاں بہت سی عورتیں جو جلیل سے یسوع کے پیچھے پیچھے اُس کی خدمت کرتی آئی تھیں دُور سے دیکھ رہیں اُنہیں مریم مگدلینی اور یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم اور زبدی کے بیٹوں کی ماں تھیں۔ (متی باب ۲۷ ورس ۵۵-۵۶)

(۶۷) تب یسوع کی صلیب پاس اس کی ماں اور اُس کی ماں کی بہن مریم کلیوپس کی جورو اور مریم مگدلینی کھڑی تھیں

(یوحنا باب ۱۹۔ ورس ۲۵)

نوٹ:۔ متی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی ماں اور اُسکی خالہ وہاں نہ تھیں حالانکہ یوحنا کہتا ہے کہ یہ دونوں اُس وقت یہ دردناک نظارہ دیکھ رہی تھیں۔

(۶۸) تو اُسنے کہا اے پطرس مَیں تجھ سے کہتا ہوں کہ آج مرغ بانگ نہ دیگا جبتک تو تین مرتبہ میرا انکار نہ کرے کہ میں اُسے نہیں جانتا

(لوقا باب ۲۲۔ ورس ۳۴)

یسوع نے اُسے جواب دیا کیا تو میرے لیئے اپنی جان دیگا مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مرغ بانگ نہ دیگا جبتک کہ تُو تین مرتبہ میرا انکار نہ کرے۔

(یوحنا باب ۱۳۔ ورس ۳۸)

(۶۸) اور پطرس کو آگ تاپتے دیکھکر اُسکی طرف نظر کر کے کہنے لگی تو بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا اُس نے یہ کہہ کے انکار کیا کہ میں اُسے نہیں جانتا اور نہیں سمجھتا کہ تو کیا کہتی ہے اور وہ باہر صحن میں گیا اور مرغ نے بانگ دی پھر وہ لونڈی اُسے دیکھ کر اُنسے جو وہاں کھڑے تھے کہنے لگی یہ اُنہیں میں سے ایک ہے اُسنے پھر انکار کیا اور تھوڑی دیر پیچھے پھر انہوں نے جو وہاں کھڑے تھے پطرس کو کہا سچ تو اُنہیں میں سے ہے کیونکہ

نوٹ - مسیح نے کہا کہ پطرس جب تک تین
مرتبہ انکار نہ کرے گا - مُرغ بانگ نہ دیگا -
حالانکہ مرقس کہتا ہے کہ ابھی اُس نے
ایک ہی بار انکار کیا تھا کہ مرغ نے
بانگ دیدی -

(۶۹) لیکن یہ سب اس لیئے ہُوا تاکہ نبیوں کے
نوشتے پورے ہوں تب سب شاگرد اُسے چھوڑ کے
بھاگ گئے (متی باب ۲۶ - ورس ۵۶)

(۷۰) عید فسح سے پہلے جبکہ یسوع نے جانا کہ میرا
وقت آپہنچا ہے کہ اس جہان سے باپ پاس جاؤں سو
جیسا وہ آگے اپنوں کو جو دنیا میں تھے پیار کرتا تھا ویسا
ہی آخر تک پیار کرتا رہا اور جب شام کا کھانا چنا گیا تھا
شیطان نے شمعون کے بیٹے یہوداہ اسکریوتی کے دل میں ڈالا
کہ اُسے پکڑوائے (یوحنا باب ۱۳ - ورس اول و دوم)
تب سپاہی اور صوبہ دار اور یہودیوں کے پیادوں نے ملکے
یسوع کو پکڑا اور باندھا (یوحنا باب ۱۸ - ورس ۱۲)
اور فسح کی تیاری کا دن تھا اور چھٹے گھنٹے کے قریب تھا
پھر اُس نے یہودیوں کو کہا کہ دیکھو تمہارا بادشاہ تب وے چلائے کہ
لیجا لیجا اُسے صلیب دے پلاطوس نے اُنہیں کہا کیا میں
تمہارے بادشاہ کو صلیب دوں سردار کاہنوں نے جواب دیا
کہ قیصر کے سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں ہے -
(یوحنا باب ۱۹ - ورس ۱۴ و ۱۵)

تو جلیلی اور تیری بولی ویسی ہی ہے پر وہ لعنت کرنے
اور قسم کھانے لگا اور کہا کہ میں اُس شخص کو جسکا تم ذکر کرتے
ہو نہیں جانتا دوسری بار مرغ نے بانگ دی تب پطرس کو
وہی بات جو یسوع نے اُس کو کہی تھی یاد آئی کہ
پیشتر اُس سے کہ مرغ دو بار بانگ دے تو تین بار میرا
انکار کریگا تب اُسکا غور کرتے کرتے وہ رونے لگا
(مرقس باب ۱۴ - ورس ۶۷ سے ۷۲)

(۶۹) یہ اس لیئے ہُوا تاکہ وہ کلام جو اُس نے کہا
پورا ہو کہ جنہیں تُو نے مجھے دیا میں نے اُنہیں سے
ایک کو بھی گم نہ کیا (یوحنا باب ۱۸ - ورس ۹)

(۷۰) تب فطیر کا دن جس میں فسح ذبح کرنا فرض تھا
آیا یسوع نے پطرس اور یوحنا کو بھیجا کہ تم جاؤ
ہمارے لیئے فسح طیار کرو تاکہ کھائیں .... اور
جب وقت آیا وہ اپنے بارہ رسولوں کے ساتھ
کھانے بیٹھا اور اُس نے کہا مجھے بڑی خواہش
تھی کہ دُکھ سہنے کے آگے یہ فسح تمہارے ساتھ
کھاؤں (لوقا باب ۲۲ - ورس ۷ - ۸ اور ۱۴ - ۱۵)

نوٹ :- یوحنا کے مطابق وہ فسح کی تیاری
کے دن پیلاطوس کی عدالت میں پیش تھا
حالانکہ لوقا کے بیان کے مطابق وہ فسح
کے دن اپنے بارہ رسولوں کے ساتھ کھانا
کھا رہا تھا)

ریویو

لا الٰہ الا اللہ :- مولوی غلام محمد صاحب بی۔اے۔ اوّل مدرس عربی مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان نے ہستی باری تعالیٰ پر دس دلچسپ اور زبردست دلائل درج کئے ہیں۔ اس رنگ کے بیّن دلائل اس مضمون کی عام کتابوں میں کم ملیں گے کیونکہ یہ اُس جدید سرچشمہ سے نکلے ہوئے ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آج قادیان میں جاری کر رکھا ہے۔ شائقین مؤلف سے طلب کریں قیمت ...

حجۃ اللہ علی الارض :- حکیم محمد حسین صاحب قریشی موجد مفرح عنبری مالک کارخانہ رفیق الصحت حویلی کابلی مل - لاہور نے آجکل کی ضرورت کو مدّنظر رکھکر حضرت اقدس کی ایک تقریر کو نہایت خوبصورت رنگ میں چھاپا ہے۔ یہ تقریر مقام لاہور میں اس سوال کے جواب میں کی گئی تھی کہ جب مسلمان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور حشر نشر پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر انہیں آپ کا ماننا کیوں ضروری ہے خدائے تعالیٰ حکیم صاحب کو جزائے خیر دے۔ دو پیسہ یا ایک آنہ (۱/) کا ٹکٹ بھیجکر ہر شخص اپنے دوستوں کے لئے چند کاپیاں مذکورہ بالا پتہ سے منگوا سکتا ہے ؎

فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی } یعنی رسالہ احمدی بابت جون۔ جولائی۔ اگست سنہ ۱۹۱۲ء۔ مصنفہ مولوی میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحق اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کی حیات کو مولوی ثناء اللہ کے مسلمات پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۳/ مصنف سے مل سکتا ہے اس رسالہ کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک لمبے خط کا جو آپ نے مولوی ثناء اللہ کے نام لکھا تھا صحیح فوٹو دیا ہے۔ جس کو دیکھکر ایک مخلص کا دل خوش ہوتا ہے ؎

روحانی طبیب :- مصنفہ جناب محمد ظہور الدین اکمل صاحب اس میں قابل مصنف نے بعض امراض روحانی مثلاً حرص۔ بخل۔ اکل حرام۔ زنا۔ غیبت۔ جھوٹ۔ حسد۔ تکبر۔ ریا کے دُور کرنے کے لئے تدابیر اور علاج لکھے ہیں۔ اس طرز کی کتابیں اردو لٹریچر میں بہت کمیاب ہیں اخلاص سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ اسکو مفید بناوے مسلمان بچے بچیوں اور

نوجوانوں کے لیئے اس کا پڑھنا امید ہے کہ خصوصاً مفید ہوگا۔ کاغذ اور چھپائی بہت عمدہ قیمت صرف ۱۰/ ملنے کا پتہ منیجر تشحیذ الاذہان قادیان؛

از دفتر اخبار المعین امرتسر:- ۲- اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ڈپٹی کمشنر امرتسر نے المعین اخبار سے پندرہ سو روپیہ کی ضمانت طلب کی اور تا ادخال ضمانت اخبار بند کر دیا ہے۔ اخبار کے دوبارہ جاری کرنیکو بہت پرزور تحریکوں کی بنا پر توکل بخدا المعین کا امدادی فنڈ کھولا گیا ہے۔ جبکہ میری ذاتی غرض خود وطمع نفسانی کا اسمیں کوئی دخل نہیں اور اپنی گرہ سے سینکڑوں روپیہ اسکی بلا معاوضہ خدمت کرنے پر المعین پر قربان کرچکا ہوں۔ اس پر فیصلہ اب المعین کے ناظرین معاونین کی ضمیر پر ہو تو ہے کہ اگر وہ المعین کا جاری رکھنا قومی پہلو سے مفید سمجھتے ہوں۔ تو دل کھولکر اسکی اعانت کریں۔ فنڈ کے اعلان سے پیشتر علی طور امداد مولوی ظفر علیخانصاحب بی۔ اے ایڈیٹر زمیندار مبلغ ۵۰ روپیہ اور شیخ عبدالحق خانصاحب بی۔ اے وکیل ملتان ایک سو روپیہ کی فرما چکے ہیں۔ فہرست معطیان قومی اخبار میں شائع کیجاویگی زرعطیہ بنام حکیم ایم معراج الدین احمد صاحب منیجر المعین ارسال فرمایا جاوے۔ **خاکسار** سردار محمد اسلم خان بلوچ ایڈیٹر المعین - امرتسر

ایڈیٹر نور و خواجہ دل محمد ایم اے

خواجہ دل محمد ایم۔ اے نے ایک مضمون جولائی کے مخزن میں شائع کیا تھا۔ جسمیں انہوں نے باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ رائے ظاہر کی تھی کہ "باوا نانک مذہب و ملت کی قیود سے پاک تھا۔ باوا صاحب کے نزدیک کوئی ہندو تھا اور نہ مسلمان۔ سب یکساں ہی تھے"

در اصل باوا صاحبؒ کی نسبت ایسی رائے ظاہر کرنا باوا صاحب کی تعریف نہیں ہے بلکہ مذمت ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے یہ معنی ہیں کہ باوا صاحبؒ اس مثال کے مصداق تھے گنگا گئے تو گنگا رام جمنا گئے تو جمنی داس۔ ایسے لوگ ایک منافقانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور دنیا کو ایسے لوگوں سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ دنیا کیلئے ہادی وہی لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں کو انکی غلطیوں سے آگاہ کرتے ہیں اور جس قوم یا شخص کو سیدھی راہ سے بھولا ہوا اور گمراہ پاتے ہیں اسکو متنبہ کرتے ہیں اور راہ راست پر لانیکی کوشش کرتے ہیں۔ ؎ اگر بینی کہ نابینا و چاہ است دگر خاموش بنشینی گناہ است۔ باوا صاحبؒ پر یہ ایک ایسا الزام لگایا گیا تھا کہ ضروری تھا کہ اس سے باوا صاحبؒ کے دامن کو پاک کیا جاتا۔ سو نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس فرض کو شیخ محمد یوسف صاحب نے نہایت خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے اور وہی اس کام کے لائق تھے انہوں نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ باوا صاحب ہندو مذہب سے سخت بیزار تھے اور اسلام مذہب کو انہوں نے قبول کر لیا تھا۔ اس مضمون کو پڑھکر کوئی شخص بھی خواجہ دل محمد صاحب کے اس خیال کی تائید نہیں کریگا کہ باوا صاحبؒ کے نزدیک ہندو مذہب اور اسلام میں کوئی فرق نہ تھا اور یہ کہ وہ مذہب کے قیود سے بالکل آزاد تھے۔ شیخ محمد یوسف صاحب کا یہ جامع مضمون نور مورخہ ۱۵- اکتوبر ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ ایسا مضمون ہے جو ہر ایک شخص کے ہاتھ میں ہونا چاہیے جسکو باوا صاحبؒ کے مذہب کے متعلق کچھ دلچسپی ہے یا جسکو سکھوں۔ آریوں یا خواجہ دل محمد صاحب کی طرح کے مسلمانوں سے باوا صاحبؒ کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ پیش آتا ہے؛ (ایڈیٹر)

ایک عجیب فیصلہ

رُوس سے ایک عجیب عدالت کے فیصلہ کی خبر آئی ہے۔ ایک یہودی ایک سرکاری مکان میں کسی سرکاری ضرورت کی وجہ سے داخل ہُوا۔ اُس عمارت میں **کیو** کے گورنر جنرل کا بھی دفتر ہے۔ سیڑھیوں پر بدقسمتی سے ایک مسیحی افسر شہزادہ **ایرسٹاف** نامی اُسکو مل گیا۔ شہزادہ یہودی کو دیکھکر بیتاب ہوگیا اور یہودی کو حکم دیا کہ اسی وقت اس مکان میں سے **نکل جاؤ** اور دربان کو حکم دیا کہ آئندہ کبھی کسی **یہودی** کو اس مکان کے اندر مت گھسنے دو۔ غریب یہودی نے اس ہتک آمیز حکم کی ناچار تعمیل کی مگر ساتھ ہی آہستہ سے یہ عرض کیا کہ **آخر مسیح بھی تو ایک یہودی ہی تھا۔** (اس غریب یہودی کی غرض یہ عرض کرنے سے یہ تھی کہ **یہودی** ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔ اگر میں یہودی ہوں تو حضرت مسیح بھی تو آخر یہودی قوم میں سے تھے مگر معلوم نہیں کس وجہ سے) وہ شاہزادہ یہ الفاظ سنکر ایسا ناراض ہُوا کہ اُس نے فوراً حکم دیا کہ اس یہودی کو گرفتار کیا جاوے۔ اس نے مسیح کو یہودی کہکر اُس کی ہتک کی ہے۔ یہ مقدمہ عدالت میں پیش ہُوا اور تعجب ہے کہ عدالت نے بھی اُس غریب یہودی کو مجرم قرار دیا اور ایک ہفتہ کی قید کی سزا دی۔ (ٹروتھ سیکر۔ مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایک مسیحی کے نزدیک حضرت مسیح کو یہودی کہنا کس طرح ہتک کا موجب ہو سکتا ہے۔ ہاں شاید اس وجہ سے مسیحی ناراض ہوتے ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے اور چونکہ اُن کا باپ اسرائیلی نہ تھا اسلیئے وہ اسرائیلی یا یہودی نہیں کہلا سکتے اور اُنکو یہودی کہنا اُن کی ہتک کرنا ہے۔ بے شک یہ امر بہت درست ہے اور ہمیں اس دلیل سے پورا اتفاق ہے یہ امر کل قوموں اور خصوصاً بنی اسرائیل کے نزدیک مسلّم ہے کہ ایک شخص کی ذات اُسکے باپ کی طرف سے شمار کیجاتی ہے۔ ماں کی ذات کو نہیں دیکھا جاتا اگر ایک شخص کا باپ اسرائیلی ہو تو اُس کو اسرائیلی کہیں گے اور اگر اُسکا باپ اسرائیلی یا یہودی نہ ہو تو اُسکو یہودی یا اسرائیلی نہیں کہیں گے خواہ اُسکی ماں اسرائیلی قوم میں سے ہی ہو۔ پس اس قاعدہ کے لحاظ سے حضرت مسیح بھی بے شک اسرائیلی یا یہودی نہ تھے۔ یہ دلیل بہت درست اور ٹھیک ہے اور ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں مگر اس میں ایک اور دِقّت نظر آتی ہے اور وہ دِقّت خود مسیحیوں کو پیش آتی ہے اور وہ دِقّت یہ ہے کہ بائبل کی پیشگوئیاں حضرت مسیح پر چسپاں نہیں ہو سکتیں کیونکہ اُنمیں لکھا ہے کہ آنیوالا مسیح داؤد کی نسل میں سے ہوگا بلکہ ایک جگہ تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ جسم کے رُو سے (نہ روحانی طور پر) داؤد کی نسل سے ہوگا (اعمال ۲-۳۰) اسلیئے واقعات۔ عقل۔ اور رواج قومی کے برخلاف مسیحیوں کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسیح اسرائیلی یعنی یہودی تھا۔ پھر نہیں معلوم "یہودی" کا لفظ مسیح کے لیئے کیوں ہتک کا موجب سمجھا گیا جبکہ بائبل کی پیشگوئیاں صرف اسی صورت میں اُسپر صادق آ سکتی ہیں کہ اسکو یہودی قرار دیا جاوے۔

اطلاع:۔ ریویو آف ریلیجنز ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء جلد ۱۱ نمبر ۹ میں چند حوالے سہواً . . . . غلط لکھے گئے صفحہ ۳۲۳ سطر ۱۵۔ یرمیا باب ۸ ورس ۵ کی بجائے باب ۵ لکھا گیا ہے۔ اور صفحہ ۳۲۵ کالم اوّل سطر ۷ میں حوالہ لکھا ہی نہیں یہ حوالہ پیدائش باب ۱۱ ورس ۱۲ میں ہے اور صفحہ ۳۲۶ کالم اوّل سطر دوم باب ۹ ورس ۲۶ کی بجائے باب ۸ ہے۔ خریداران ریویو درست کریں ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سالانہ جلسہ

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہمارا سالانہ اجتماع جو ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو ہوگا قریب آرہا ہے۔ اس سالانہ جلسہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ اور ہمارا جو اس کے ہاتھ پر بک چکے ہیں یہ فرض ہے کہ آپ کی اٹھائی ہوئی بنیادوں کی تکمیل میں پوری ہمت اور عزم سے لگے رہیں۔ آپ کی غرض اس سالانہ اجتماع کی بنیاد ڈالنے سے آپ کے ہی پاک الفاظ میں یہ تھی کہ تا ہماری جماعت کے لوگ "بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلائے کلمۂ اسلام" اکٹھے ہوا کریں سو بحمد اللہ یہی پاک مقصد اب تک اس اجتماع میں ہمارے مدِ نظر ہے۔ استفادہ ضروریات دین اور اعلائے کلمۂ اسلام یہ دونوں وہ پاک اغراض ہیں جن کے لئے قرون اولیٰ کے پاک لوگوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں اور ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات کو اٹھا کر ان اغراض کے حصول میں لگے رہتے تھے۔ جب سے مسلمانوں نے ان پاک مقاصد کو اپنی نظروں سے پرے ہٹا دیا اسی وقت سے انکے مصائب کا بھی آغاز ہوا۔ انہوں نے تو آرام طلبی کے لئے اس مشکل راہ کو چھوڑنا چاہا تھا مگر اس کو چھوڑ کر انہیں بہت بڑی بڑی مشکلات اٹھانی پڑیں اور دنیا میں سے ان کی سلطنت۔ انکی شوکت۔ انکی عزت سب کچھ اعلائے کلمہ اسلام کے مقصد عالی کو چھوڑنے کے ساتھ ہی رخصت ہو گئے۔ پس یہ نہایت ہی تنگدلی اور ناسمجھی کے خیالات ہیں جو دلوں میں ایسے وساوس پیدا ہوتے ہیں کہ سالانہ جلسہ پر ہمارا اس قدر روپیہ خرچ ہو جاوے گا یا سفر میں ایسی ایسی تکالیف پیش آویں گی۔

خدا کی راہ میں ان باتوں کو خوشی سے برداشت کرنا سیکھو تاکہ تمہارے اندر ایک پاک روح پیدا ہو کر دنیا کو اسلام کی طرف کھینچے۔ گو آج کل دنیا میں بھی جو لوگ کچھ کام کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس اجتماع کے اصول کو سمجھکر اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ مگر میں آپ کو سچ سچ کہتا ہوں کہ ہمارے آقا و مرشد نے ہمارے لیئے اس سالانہ اجتماع میں شمولیت کو دنیا کے لوگوں کی تقلید میں ضروری قرار نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس راہ پر چلایا۔ اور اب تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہر سال کسقدر نئے برکات کا موجب یہ ہمارا سالانہ اجتماع ہوتا ہے بات صرف یہ ہے کہ جب تک تم اس پاک نیت کو دل میں لے کر آتے ہو جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی بنا ڈالی تھی تو تمہارا ایک ایک قدم اللہ کی راہ میں اٹھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی اخلاص سے اٹھائے ہوئے قدم کو ضائع نہیں کرتا۔ ہاں اگر "استفادہ ضروریات دین اور اعلائے کلمہ اسلام" کی نیت کو چھوڑ کر ادھر کا رخ کرو تو بیشک تم نے اپنا وقت بھی ضائع کیا روپیہ بھی ضائع کیا اور تکلیف بھی ناحق اٹھائی۔ مگر کس قدر فضل خدا کا ہم پر ہے کہ اس دوہری غرض کو پورا کرنے کے لیئے ہمیں اس نے کسقدر اچھا سامان عطا فرمایا ہے یعنی ایک طرف حضرت خلیفۃ المسیح کے پاک وجود سے ضروریات دین کے استفادہ کا کیسا اچھا موقعہ دیا ہے جس سے بہتر اور مخلص ناصح دنیا میں تمھیں کہیں نہیں مل سکتا۔ اور دوسری طرف اعلائے کلمہ اسلام کی جو عملی صورتیں ہیں ان کے متعلق اس سالانہ اجتماع میں تمھیں غور اور مشورہ کرنے کا موقعہ سلسلہ کے کاروبار کو دیکھکر اور اس کی گذشتہ کارروائی کو سنکر کیسا اچھا ملتا ہے۔ اور اس طرح پر تمھاری یہ دونوں ضروریات جو ایک سچے مسلمان کے مقاصد میں سب سے اول ہونی چاہئیں کس احسن طریق پر پوری ہو رہی ہیں :۔

جو لوگ ہمارے احباب میں سے اکثر قادیان آتے رہتے ہیں وہ یہاں آنے کے فوائد کو بھی خوب سمجھتے ہیں مگر جماعت کا بہت بڑا حصہ ایسا

ہے کہ انہیں سال میں اگر کوئی یہاں تک آنے کا موقعہ مل سکتا ہے تو وہ یہی سالانہ اجتماع کا موقعہ ہے۔ پس ہر جگہ کے مخلص احباب کی خدمت میں میری یہ درخواست ہے کہ وہ دوسرے احباب کو اس نیک کام میں شمولیت کے لیئے تحریک کریں۔ بعض احباب کو کئی کئی سال یہاں آئے ہوئے گذر گئے ہیں ان کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اس طرح پر سلسلہ سے ایک قسم کی اجنبیت سی دل میں پیدا ہوتی چلی جاتی ہے جس کا اثر گو پہلے کھلا کھلا محسوس نہ ہو مگر تھوڑے سے دنوں میں ہی طبیعت کا رنگ بالکل بدل جاتا ہے۔ اس لیئے سال میں ایک بار اس تعلق کو اس رنگ میں ضرور تازہ کرنا چاہیئے۔ میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمارا یہ اجتماع ایک خاص غرض کے لیئے قائم کیا ہے۔ اور ہمارے ذمہ ایک نہایت ہی اہم ذمہ واری کا کام ڈالا گیا ہے۔ ہماری ذمہ واری دوسرے لوگوں کے برابر نہیں کہ ہم اگر خاموشی سے اپنے چند متعلقین کا پیٹ بھر دینے کا سامان کر دیں تو ہماری غرض حاصل ہو گئی۔ نہیں بلکہ اس زمانہ میں اسلام کو دنیا کے چاروں کونوں میں پہنچانے کا کام اس سلسلہ کے ذمہ ڈالا گیا ہے اب غور کرو کہ اس ذمہ واری کو تم نے کہاں تک سمجھا ہے اور ابھی کون سا حصہ اس کا پورا کیا ہے۔ جو سست ہو رہے ہیں وہ خدا کے لیئے سستی کو چھوڑ دیں ورنہ ایسا نہ ہو کہ اس ذمہ واری کے ناقابل سمجھکر خدا کا ہاتھ انہیں الگ کر دے۔

پس اس سالانہ اجتماع میں شمولیت کیلیئے میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بلند ہمتی سے کام لیں اور اگر کوئی مشکل نظر آئے تو اسپر غالب آنیکے لیئے اور بھی ہمت کو بلند کریں۔ بہت سے دوست ہیں جو چھوٹے چھوٹے عذروں کی وجہ سے اس بابرکت اجتماع میں شمولیت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ میرے دوستو! چھوٹی اغراض کو بڑے مقاصد کے سامنے قربان کرنا سیکھو جبتک اس گُر کو ہاتھ میں لیکر کام نہ کروگے کامیابی کا منہ دیکھنا مشکل ہے۔ یاد رکھو کہ دنیا کی ہر ایک غرض دین کے مقاصد کے سامنے ایک حقیر چیز ہے

کیا ایک سال میں پانچ سات یا دس دنوں کے لیئے تم اپنے وطنوں کو چھوڑ نہیں سکتے اور ایک نہایت خفیف حصہ اپنے مال کا اللہ کی راہ میں سفر کرنیکے لیئے خرچ نہیں کر سکتے؟ جب تم ان باتوں کو مانتے ہو تو عملی طور پر انکو کر کے دکھاؤ ورنہ خالی مان لینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت ہر وقت سامنے کھڑی ہے۔ کون جانتا ہے کہ جب وہ ایک نیکی کے موقعہ کو ہاتھ سے دیدیگا تو اس کے کفارہ کے لیئے پھر اسے دوسرا موقعہ بھی ملجائیگا۔ پس جو موقعہ ملتا ہے اسے غنیمت سمجھکر اس سے فائدہ اُٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ کسی مشکل کو تمھاری راہ میں روک نہ ہونے دے۔

سالانہ جلسہ کی اطلاع کے ساتھ میں ایک دوسرے اہم امر کی طرف اپنے احباب کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ جلسہ سالانہ کے اخراجات کا سوال ہے۔ ۳۰ نومبر تک کافی روپیہ اخراجات جلسہ کے لیئے ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہیئے تاکہ اطمینان سے ضروری اشیاء مہیا کر لیجاویں۔ اخراجات جلسہ کا تخمینہ تین ہزار روپے سے کم کسی صورت میں نہیں۔ اور یہ اٹل ضرورت ہے اور اسے پورا بھی احمدی جماعت نے ہی کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ ان ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں انکے نام خدا کے دفتر میں ہی لکھے جاتے ہیں۔ اور نام بنام انکا شکریہ ہم لوگ ادا نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنا ممکن بھی نہیں ہے۔

اس سے پہلے یہ تجویز کی گئی تھی کہ سب احباب ایک ایک روپیہ اخراجات جلسہ کے لیئے دیں۔ مگر چونکہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اسطرح پر چندہ فراہم کرنیکا نہ ہی موقعہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسوقت ایسا انتظام ہو سکتا ہے اور علاوہ بریں اِسوقت سب فنڈوں میں روپے کے کم ہونیکی وجہ سے بدون روپیہ جمع ہوئے اخراجات جلسہ کا انتظام پہلے سے ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا سب انجمنیں اس تجویز پر فوری عملدرآمد کریں۔ ایک روپیہ فی کس کم از کم چندہ وصول کیا جاوے۔ اور جو احباب زیادہ وسعت رکھتے ہیں وہ زیادہ دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔ اگر ساری جماعت میں چار سو آدمی پانچ پانچ روپے دینے والے کھڑے ہو جاویں اور ایک ہزار آدمی ایک ایک روپیہ تو یہ رقم آسانی سے پوری ہو سکتی ہے۔ اگر مخلص احباب توجہ فرماویں تو یہ تعداد جو اوپر لکھی ہے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ کانفرنسوں وغیرہ جلسوں میں شمولیت کے لیئے پانچ پانچ روپے صرف ٹکٹ داخلہ کے بھی لوگ خوشی سے دیدیتے ہیں۔

انجمنہائے احمدیہ کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنی انجمنوں کے ۴ اجلاس اس تحریک کے پہنچنے پر فی الفور کریں۔ اور فی الفور فہرستیں مرتب کر کے اور روپیہ وصول کر کے اطلاع دیں۔ ۳۰ نومبر تک جسقدر چندے وصول ہوگئے انکی اطلاع انشاء اللہ تعالیٰ احباب ... کو دیجاویگی۔ مکرر التماس یہ ہے کہ اس تحریک پر فوری کارروائی ہو۔

محمد علی سکرٹری
صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۰ نومبر ۱۹۱۲ء

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء

صیغہ تعلیم:- آمد ۲-۷-۱۳۱۳ اور خرچ ۹-۱-۸۵۰ ہے۔ تعداد طلباء ۳۳۱ ہے۔ شاخوں میں تعداد طلباء ۱۸۰ ہے آٹھ لڑکے سرکاری وظیفہ خوار ہیں۔ آمد میں قریباً سوا دوسو روپیہ فیس کا اور قریباً پونے پانچ سو روپیہ سرکاری گرانٹ کا ہے۔ اور دوسو چونسٹھ روپے عید فنڈ کے ہیں۔

مدرسہ احمدیہ:- تعداد طلباء ۸۱ ہے۔ چند لڑکے اس ماہ خارج ہوگئے ہیں۔ مستری محمد موسیٰ صاحب نے اپنا ایک لڑکا داخل مدرسہ کرایا ہے۔ اگر دیگر احباب بھی توجہ کریں تو تعداد طلباء میں بہت ترقی ہوسکتی ہے۔ موجودہ صورت میں مساکین لڑکے زیادہ ہیں اور ذی ثروت کم جس سے فنڈ مقروض ہوتا ہے۔ چنانچہ اس وقت فنڈ اڑھائی سو کا مقروض ہے اور وظائف میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو احباب وظائف کے لیئے درخواستیں بھجواتے ہیں وہ اس بات کو ملحوظ رکھیں۔

اشاعت اسلام:- خریداران ریویو انگریزی و اردو میں دو دو کی بیشی ہوئی اور تفسیر کے اتنے ہی خریدار رہیں۔ تفسیر القرآن کی اشاعت میں چونکہ برابر کئی سال سے بے ترتیبی چلی آتی تھی اور اس سال میں چار نمبروں کی بجائے بمشکل دو ہی نمبر نکلنے کی امید ہے۔ اور چونکہ اس بے ترتیبی کے موجودہ حالات میں درست کرنیکا کوئی انتظام نہیں ہوسکتا اس لیئے گو تفسیر القرآن کا سلسلہ بند نہیں کیا جاویگا مگر آیندہ یہ موقت الشیوع نہ رہیگا یعنی یہ لازمی نہ ہوگا کہ ہر سہ ماہی کے اخیر پر پرچہ شائع کیا جاوے اور کل سال کی قیمت قبل از وقت وصول کیجاوے۔ بلکہ جب ایک معتد بہ حصہ مثلاً ایک پارہ یا ایک سورۃ کی تفسیر مکمل ہوجائے اسی وقت بصورت کتاب وہ شائع کردیجاویگی اور جن احباب کے نام اب بصورت رسالہ موقت الشیوع یہ پرچہ جاری ہے انکے نام اس قدر کی قیمت کے لیئے وی پی کردیا جایا کرے گا۔

مقبرہ بہشتی:- چودھری غلام احمد صاحب بی۔ اے موصی ۴۹۳ پوسٹماسٹر جالندھر بتاریخ ۱۶-اکتوبر ۱۹۱۲ء کو اپنے سکونتی موضع چھپور تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ میں فوت ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور امانتاً وہیں مدفون ہوئے ۞

تعمیر :۔ عمارت مدرسہ بڑے زور سے جاری ہے۔ اور خاصی تیار ہو چکی ہے۔ گرڈروں وغیرہ کیلئے یکمشت دس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ بھٹہ کا کام تیزی سے چل رہا ہے۔ چار لاکھ اینٹ پک چکی ہے۔ روپے کی اشد ضرورت ہے گذشتہ ماہ چندہ تعمیر کی وصولی کے لیئے احباب کو خاص طور پر توجہ دلائی تھی امید ہے اسپر پوری پوری توجہ فرمائی جاویگی گورنمنٹ سے بار بار چٹھیاں آرہی ہیں کہ ساٹھ ہزار خرچ کی تصدیق کراکر تیس ہزار روپیہ لیا جائے۔ مگر تاحال چونکہ اسقدر رقم صرف نہیں ہوئی اسلیئے انتظار ہے کہ روپیہ آنے پر خرچ کی تصدیق کرا کر گرانٹ کا روپیہ لیا جائے۔ پس احباب خاص طور پر توجہ فرماویں تا اس سال گورنمنٹ سے روپیہ مل سکے۔ بابو برکت علی صاحب نے شملہ سے مالہ/ کی رقم اپنی ساس کی طرف سے مسجد پر خرچ کرنے کے لیئے ارسال کی ہے جو عنقریب مسجد نور کے فرش کی توسیع پر صرف کیجاوے گی۞۔ ماہ اکتوبر میں جن احباب کی طرف سے دس روپے یا اس سے زیادہ رقوم چندہ تعمیر کی آئی ہیں انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں کل چندہ تعمیر اس ماہ ۳-۷-۱۸۴۶ وصول ہوا۔ پیشاور ۱۳/- ہمبڑان عہ۔ لدھیانہ عہ۔ امرتسر للعہ۔ راول پنڈی ۸عہ۔ کلکتہ عہ۔ مردان ۱۱/۸۔ میرٹھ عہ۔ قادیان ۳/۔ شاہ پور صہ۔ انبالہ ۸/۔ داتہ صہ۔ ہری پور عہ۔ سیالکوٹ صہ۔ اللہ/۔ حیدر آباد دکن ۸/۔ بمبئی ۱۱/۔ میانوالی صہ۔ لنڈن ۴/۔ منصوری ۱۴/۔ منشی عبد اللہ خاں صاحب گرداور گگہ سرائے ضلع لاہور عہ۔ بابو دوست محمد خانصاحب کلرک ممباسہ عہ۔ میاں عبد الباری صاحب و فتح عظیم صاحب بنوں عہ۔ حاکم علی صاحب دفعدار جھانسی عہ ۞

لنگرخانہ :۔ پھر اڑھائی ہزار کا مقروض ہو گیا ہے۔ اسکے جواب دہ وہ احباب ہیں جو اب تک چندوں کے دینے میں تساہل کرتے ہیں اگر باقاعدہ سب احباب چندہ ادا کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کے مشکلات ہر سال پیش آویں۔ اب ایک طرف لنگرخانہ پہلے ہی مقروض ہو رہا ہے اور دوسری طرف سالانہ جلسہ سر پر آرہا ہے جسکے لیئے تین ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ میں اس سلسلہ کے مخلصوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس پانچ چھ ہزار کی رقم کو پورا کرنیکی کوشش کریں۔

زکوٰۃ :۔ آمد ۱۲/ ہوئی اور خرچ ۴/ ہوا۔ ذیل کے احباب یا انجمنوں نے دس روپے یا

۞ اسی غرض کے لیئے کوئی ایک سو روپے کی اور ضرورت ہے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو بڑے ثواب کا موقعہ ہے

اس سے زائد رقوم زکوٰۃ کی مد میں عطا فرمائیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔ جماعت لدھیانہ عہ۔ میاں عبدالواحد صاحب خانساماں عہ۔ جماعت منصوری للعہ۔ آٹھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ

یتامیٰ:۔ اس مد میں مندرجہ ذیل احباب نے دس روپیہ یا اس سے زائد رقوم ارسال فرمائیں۔ محمد ابراہیم سکرٹری چک ۹۹ شمالی سرگودہ عہ۔ حاجی امیر دین صاحب بوساطت حضرت خلیفۃ المسیح عہ کل آمد اس ماہ ۱۵ ہوئی +

دفتر سکرٹری:۔ سالانہ جلسہ قریب آرہا ہے احباب مہربانی فرماکر اخراجات جلسہ سالانہ کے لیئے روپیہ بھیجنے کی کوشش فرمادیں علی الخصوص سکرٹری صاحبان بہت توجہ کریں۔ اسکے متعلق چٹھی علیحدہ لکھی گئی ہے۔ اسے بہت شائع کیا جائے۔

مجلس معتمدین نے اراضیات دارالعلوم میں سے بجانب شہر چند ٹکڑے زمین کے بغرض تعمیر مکانات مندرجہ ذیل شرائط پر اجارہ پر دینے منظور کیئے ہیں:۔

(۱) جو مکان اس زمین پر بنائے جائیں گے وہ صدر انجمن احمدیہ کے منظور کردہ نقشہ کے مطابق ہونگے۔

(۲) اجارہ کی میعاد تیس سال ہوگی۔

(۳) اس میعاد کے گذرنے کے بعد انجمن کو اختیار ہوگا۔ کہ خواہ میعاد اجارہ میں انہی یا اور شرائط پر توسیع کردے۔ خواہ مالک مکان سے اس ٹکڑہ کی قیمت وصول کرلے۔ اور صورت پیش کردہ کے منظور نہ کرنے کے صورت میں مالک صرف ملبہ کا حقدار ہوگا۔

(۴) فی ٹکڑہ جو ۵۰ × ½ ۳۲ فٹ یعنی قریباً سوا سات مرلہ ہے اس کا کرایہ بحساب ۶ ر ماہوار ہوگا۔

(۵) جو صاحب بجائے ایک ٹکڑہ کے دو ٹکڑے لینا چاہیں انسے کرایہ اسی حساب سے زیادہ لیا جائے گا۔

(۶) تیس سال کی میعاد کے اندر یا توسیع میعاد اجارہ کی صورت میں اسکے بعد کوئی شخص مکان فروخت کرنا چاہے تو سب سے پہلے انجمن کا حق ہوگا۔ کہ ملبہ کی قیمت دیکر وہ مکان لیلے

(۷) کسی وقت تین سال کا کرایہ بقایا ہوجانے کی صورت میں انجمن کو اختیار ہوگا کہ تین ماہ کا نوٹس ملبہ اٹھانے کے لیئے دے جسکی تعمیل نہ ہونیکی صورتمیں ملبہ کی قیمت

بعد وضع کرایہ دے کر انجمن مالک مکان متصوّر ہوگی ؛

امید ہے کہ ہمارے وہ احباب جن کی خواہش قادیان میں اپنے مکانات کے بنانے کی تھی وہ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ مکانات کے متعلق ہر قسم کا آرام ہوگا۔ بازار اور گلیاں کھلی مکانات کے درمیان چھوڑی جاویں گی۔ اور حفظ صحت کے لحاظ سے یہ مکانات بہت اچھے ہونگے کیونکہ ہر ایک چار مکان کے ٹکڑے کے ساتھ چاروں طرف بازار یا گلی ہوگی اور اس طرح پر ہر مکان دو طرف سے بالکل کھلا ہوگا۔ پانی کے لئے کنواں بھی قریب لگوا دیا جاوے گا۔ اس طرح پر یہ ایک بستی احمدیوں کی بنجاویگی جو باوجود شہر سے باہر ہونے کے شہر کے قریب ہوگی اور نیا شفاخانہ بھی اس کے پاس ہی ہوگا۔ مدرسہ اور بورڈنگ کی عمارتیں بھی شہر کی نسبت بہت قریب ہونگی۔ یہ انتظام محض اس لئے کیا گیا ہے کہ تا ایسے احباب جو یہاں رہ کر مکان کی وجہ سے تکلیف اُٹھاتے ہیں یا ایسے احباب جو چاہتے ہیں کہ انکے مکانات اور کسی جگہ ہونیکی بجائے قادیان میں ہوں تا جب وہ رخصت وغیرہ پر آویں تو سہولت سے اپنے مکانوں میں آکر ٹھہر سکیں ان سب احباب کی ضرورتیں پوری ہو جاویں۔ جو احباب ان ٹکڑوں میں سے ایک ایک یا دو دو ٹکڑے لینا چاہتے ہوں وہ فی الفور دفتر سکرٹری سے خط و کتابت کریں چونکہ ایسے قطعات کی تعداد تھوڑی ہے لہٰذا جو صاحب دیر سے درخواست کریں گے ممکن ہے کہ انہیں مایوس ہونا پڑے ؛

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

مزارات اولیاء دہلی حصہ اوّل ۔ مؤلفہ جناب مولوی محمد عالم شاہ صاحب فریدی دہلوی۔ مولوی صاحب موصوف نے بہت سی تاریخ کی کتابوں اور اولیاء اللہ کے حالات سے اور دیگر ذرائع سے جس قدر حالات جمع ہو سکتے تھے اُن کو نہایت صحت اور سعی کے ساتھ ایک جگہ جمع کیا ہے اور مزارات کا صحیح صحیح پتہ و نشان دیا ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں جو شائع ہو چکا ہے مزارات دہلی کہنہ مع مضافات درج ہیں۔ اس میں ۱۰۶ بزرگوں کے مختصر حالات ہیں ۱۰۴ صفحہ کی کتاب قیمت ۱۰؍ دوسرے حصہ میں جو ابھی طبع نہیں ہوا مزارات دہلی شاہجہان آباد مع ملحقات درج ہیں۔ یہ کتاب زائرین کے لیئے ایک اچھی گائیڈ بک ہے اور مؤلف سے اس پتہ پر مل سکتی ہے۔

دہلی۔ ترا ہا بیرم خان محلہ مفتی صاحب

ریویو

آئینہ حق نما ۔ یہ کتاب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کی کتاب الہامات مرزا کے جواب میں لکھی ہے۔ اور جن پیشگوئیوں پر مولوی امرتسری نے اعتراض کیا ہے اُن پر سیر کن بحث کر کے اُن میں سے ہر ایک کا سچا ہونا ثابت کیا ہے۔ ہر پیشگوئی کے متعلق پورا مصالح جمع کیا گیا ہے۔ شیخ صاحب کی قلم کو خدائے تعالیٰ نے خاص قوت اور بسط بخشا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو انکی اس سعی کی جزائے خیر دے اس کتاب کو میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی نے جن کے پاس ثنائی ابلہ فریبیوں کی قلعی کھولنے کے لیئے کافی ذخیرہ موجود رہتا ہے چھاپ کر شائع کیا ہے درخواستیں میر صاحب موصوف کے پاس بھیجنی چاہییں۔ ۳۲۴ صفحہ کی کتاب ہے قیمت بلا جلد ۱۳ مجلد عسم ۔ مع محصولڈاک مجلد عہ ۔ بلا جلد عہ ؎

مادہ فانی ہے یعنی دیانندی مت اور فلسفہ جدید ۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ایل ۔ ایم ۔ ایس ۔ احمدیہ بلڈنگس ۔ لاہور نے اپنے اس جدید اور قیمتی مضمون کو عام فائدہ کے لیئے ایک چھوٹے رسالہ کی شکل میں شائع کیا ہے سید صاحب کو خدمت اسلام کے لیئے خدائے تعالیٰ نے خاص جوش اور توفیق بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں اُن کی مدد کرے ؎

بھرت ملاپ ۔ گیان اور دھرم کی ترقی ۔ مہاپرشوں کی بانی ۔ یہ تینوں کتابیں شری پرکاش دیو جی پرچارک براہمہ دھرم لاہور نے بنگالی زبان سے اردو میں ترجمہ کی ہیں ۔ پہلی کتاب میں بن باس میں رامچندر جی سے بھرت جی کی ملاقات کا دلچسپ قصہ بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہے ۔ قیمت ۴ر دوسری کتاب میں شرمیت پر دھان آچاریہ دیو بندر ناتھ ٹھاکر جی کے چودہ اُپدیش درج ہیں ۔ جو انہوں نے علم اور مذہب کی ترقی کے متعلق براہمہ دھرم اصول کے مطابق دیئے قیمت ۴ر ۔ تیسری کتاب پنڈت شیوا ناتھ شاستری ایم اے کی تصنیف ہے یہ کتاب بھی براہمہ سماج کے خیالات سے رنگین ہے قیمت ۳ر ۔ یہ تینوں کتابیں مترجم صاحب

R NOL 303

درد سر ... [illegible]

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہوجاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اس کو پانی کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے ٹپک۔ چمک۔ ٹیس۔ رگوں میں لہر کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کیواسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہوجاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو۔ اڑا جاتا ہو اس دوا سے فوراً بند ہوجاتا ہے۔ ان دنوں میں لوگ ذرا باتوں میں سر کھپایا کرتے ہیں کام میں یا سفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں اور ہائے رے درد سر پکارا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کیلئے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اسلیئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔ قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ر محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک ۵ر بارہ ڈبیہ تک ۶ر

داد کا مجرب مرہم

ایک مرتبہ کے لگانیسے کھجلی اچھی ہوجاتی ہے دو تین مرتبہ کے لگانیسے ایکدم اچھی ہوجاتا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۴ر محصولڈاک ایک ڈبیہ سے ۶ ڈبیہ تک ۵ر اور ۱۲ ڈبیہ کا ۶ر

فصلی بخار اور طحال کی دوا

یہ دوا انتیس سال سے سارے ہندوستان میں استعمال کیجاتی ہے اگر آپ بخار میں مبتلا ہوں اور سب قسم کے علاج کرکے تنگ آگئے ہوں تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ ضرور منگا کر استعمال کریں اسمیں چند فائدے لاجواب ہیں یہ ملیریا کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلیئے اسکی چار پانچ خوراک پیتے ہی بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے اور یہ خون کو گاڑھا کر دیتی اور تلی کو گراتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴ر محصول ۶ر دو شیشی تک ۸ر قیمت شیشی خوردہ ۸ر محصولڈاک ۵ر دو شیشی تک ۶ر

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اس کو آرام کرتی ہے اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی تیس خوراک عہ پیکنگ و محصولڈاک چھ آنے دو شیشی تک ۸ر چھوٹی شیشی سولہ خوراک قیمت ۸ر پیکنگ و محصولڈاک ۵ر دو شیشی تک ۶ر اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے کنجن سنگھ دیو بہادر فیوڈیٹری چیف پٹنہ اسسٹنٹ بولانگر ضلع سنبھل پور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لیئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل رفع ہوگئی مجھے صرف سات خوراک سے زیادہ پینے کی ضرورت نہ ہوئی کھانسی کو اس دوا نے بہت جلد اثر دکھلایا۔

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے — لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء — محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ

چندہ سالانہ — عوام سے — طلباء سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اختلافات بائبل

(سلسلہ کے لیئے دیکھو نمبر ۱۱ جلد ۱۱)

(۱۷) سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں اس لیئے مَیں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لیگی اور تمھیں دکھاوے گی۔

(یوحنا - باب ۱۶ - ورس ۱۵)

کہ اُس (یسوع) نے خدا کی صورت میں ہو کے خدا کے برابر ہونا غنیمت نہ جانا۔

(فلپیون - باب ۲ - ورس ۶)

(۱۷) مگر اُس دن اور اُس گھڑی کی بابت سوا باپ کے، نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا ہے۔

(مرقس باب ۱۳ - ورس ۳۲)

تم سُن چکے ہو کہ مَیں نے تم کو کہا کہ مَیں جاتا ہوں اور تم پاس پھر آتا ہوں اگر تم مجھے پیار کرتے تو تم میرے اس کہنے سے کہ مَیں باپ پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ (یوحنا ۱۴: ۲۸)

نوٹ ۔ اگر باپ کی سب چیزیں بیٹے کو حاصل تھیں تو باپ کا علم اُس گھڑی کی بابت بیٹے کو کیوں حاصل نہ تھا؟ پھر ایک طرف لکھا ہے کہ یسوع مسیح خدا کے برابر تھا دوسری جگہ لکھا ہے کہ نہیں باپ یسوع مسیح سے بڑا تھا۔

(۲۷) یسوع نے اُنہیں کہا مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم جو میرے پیچھے ہوئے جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھو گے اور

(۲۷) یسوع نے اُنہیں جواب دیا کیا مَیں نے تم بارھوں کو نہیں چُنا اور ایک تم میں سے شیطان ہے (یوحنا باب ۶ - ورس ۷۰)

ابن آدم تو جیسا اُس کے حق میں لکھا ہے

اسرائیل کے بارہ گروہوں کی عدالت کروگے

(متی باب ۱۹- ورس ۲۸)

نوٹ- کیا یہوداہ اسکریوطی بھی تخت پر بیٹھے گا اور وہ شخص بھی جسکو مسیح نے شیطان کے لقب سے مخاطب کیا؟

(۴۷۳) پس کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کرلیگا آج کا دُکھ آج ہی کے لیئے بس ہے- (متی باب ۶- ورس ۳۴)

جاتا ہے لیکن افسوس اُس شخص پر جس کے وسیلے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے اُس آدمی کے لیئے بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ ہوتا (یہ یہوداہ اسکریوطی کی بابت فرمایا)

(مرقس باب ۱۴- ورس ۲۱)

(۴۷۳) اگر کوئی اپنوں کی اور خاصکر اپنے ہی گھر کی خبرگیری نہ کرے تو ایمان سے منکر اور بے ایمان سے بدتر ہے (۱- تمطاؤس- باب ۵- ورس ۸)

نوٹ- کیا دنیا میں کوئی مسیحی یا کوئی مشنری اس تعلیم پر عمل کرتا ہے اگر پادری صاحبان اپنے مشنوں کے لیئے چندہ فراہم کرنے میں ہی اس تعلیم پر چلیں تو اُنکے سارے مشنوں کا آج ہی خاتمہ ہوجاوے پادریصاحبان کے لیئے بہت موزون ہوگا اگر وہ مسیح کا یہ قول اپنی مسیحی گورنمنٹوں کو سنائیں اور اُنکو تعلیم دیں کہ تم دُور اندیشی کو مدِ نظر کر جو بڑے بڑے بحری بیڑے اور مستقبل کی خیالی ضرورتوں کے لیئے جو طرح طرح کے سامان مہیا کرتے ہو ان سب کو چھوڑ دو کیونکہ یہ طریق مسیح کی تعلیم کے برخلاف ہے- غرض یسوع کا یہ قول ایسا لغو ہے کہ کوئی عقلمند اس پر عمل کرنے کے لیئے تیار نہیں- یسوع سے تو پولوس ہی اچھا رہا جس نے یہ تعلیم دی کہ جو شخص ہر طرح کے سامان مناسب وقت پر اپنے گھر والوں کے لیئے تیار نہیں کرتا وہ بے ایمان سے بھی بدتر ہے- اگر کسان مسیح کی تعلیم پر عمل کریں تو جب اُنکے گھر میں ایک دن کا کھانا موجود ہو تو وہ ہرگز ہل چلانے اور کھیتی کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں کیونکہ کسان یہ محنت اس لیئے نہیں اُٹھاتا کہ آج اُسکے گھر میں اناج نہیں بلکہ اُس کو یہ فکر ہوتا ہے کہ اگر آج میں نے کل کے لیئے کوئی سامان نہ کیا تو موجودہ اناج کے ختم ہوجانے پر میرے بچے بھوکے مرجائینگے- اگر دنیا مسیح کی اس تعلیم پر آج عمل کرنا شروع کردے تو ایک دن میں ہی سارا انتظام درہم برہم ہوجاوے اور دنیا پر ہلاکت اور مصیبت نازل ہوجاوے- اگر یہ بہت ہی بابرکت قاعدہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ نہ پادری صاحبان خود اسپر عمل کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس پر کاربند ہونیکی

ترغیب دیتے ہیں۔ دنیا میں کوئی قوم اس قاعدہ پر عمل نہیں کرتی اور نہ عمل کر سکتی ہے۔ ہاں اگر کوئی قوم یسوع کی اس تعلیم پر عمل کرتی ہوئی نظر آتی ہے تو وہ بھیک مانگنے والوں کی قوم ہے مگر نہایت ہی عجیب بات یہ ہے کہ ایک ہی قوم دنیا میں مسیح کی تعلیم پر عمل کرتی ہے اور وہی قوم مسیحی ملکوں میں ایک مجرم قوم قرار دیجاتی ہے کیونکہ مسیحی ممالک میں گداگری ایک جرم ہے اور گداگر جیلخانہ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اگر ہم یسوع کی تعلیم پر عمل کریں تو عقبیٰ کا بھی کوئی فکر نہ کریں۔ پادری صاحبان آجکل عمدہ عمدہ کوٹھیوں اور باغوں میں رہتے ہیں اگر یسوع کے سچے پیرو ہیں تو انکو چاہیئے کہ وہ آخرت کا کوئی فکر نہ کریں۔ آج وہ مزے کر رہے ہیں۔ کل کی فکر کرنا اُن کے مذہب میں منع ہے اس لیئے اُن کو چاہیئے کہ خوب گلچھرّے اڑائیں اور موت کو کبھی یاد نہ کریں۔ اور غالباً وہ کہیں گے کہ ہمارا پہلے سے اسی پر عمل ہے۔ یسوع کی تعلیم کے مقابل میں قرآن شریف کی پاک اور سلامتی کی تعلیم کو دیکھو۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ سورہ حشر رکوع ۳ یعنی ہر متنفس کو یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ اُس نے کل کے لیئے کیا تیاری کی۔ پس خدائے تعالیٰ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ایک امر میں انسان کو کل کیلیئے آج ہی تیار رہنا چاہیئے اور کل کے آرام کے واسطے پہلے سے فکر کرنا چاہیئے یہی وہ اصل ہے جسپر چلکر ہم دینی و دنیوی آرام حاصل کر سکتے ہیں اور اسی پر ہر ایک عقلمند انسان عمل کرے گا اور عملی طور پر داناؤں نے قرآنی تعلیم کو اختیار کیا ہے اور یسوع کی تعلیم کو خود یسوعی صاحبان عملی طور پر رد کر رہے ہیں۔ اگر دنیا یسوع کی تعلیم کو اختیار کرے تو اُس کا آج ہی بیڑا غرق ہو جاوے ؎

(۴۷) یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جبتک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں ایک نقطہ یا ایک

(۴۷) سو اے میرے بھائیو تم بھی مسیح کے بدن کے سبب شریعت کی نسبت مر گئے ہو کہ تم دوسرے کے ہو جاؤ جو مردوں میں سے اُٹھایا گیا تا کہ ہم خداوند خدا کے لیئے پھل لاویں۔ (رومیوں باب ۷ ورس ۴)

شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا جبتک سب
کچھ پورا نہ ہو پس جو کوئی اِن حکموں میں
سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے
اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان
کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا
پر جو کہ عمل کرے اور سکھاوے وہی آسمان
کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔

(متی باب ۵- ورس ۱۷ تا ۱۹)

(۷۵) یسوع نے جواب دیا اور انہیں کہا
اگرچہ مَیں اپنی بابت گواہی دیتا ہوں تو
بھی میری گواہی سچ ہے کیونکہ میں جانتا
ہوں کہ مَیں کہاں سے آیا ہوں اور مَیں کہاں
کو جاتا ہوں پر تم نہیں جانتے کہ مَیں
کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں
تم جسم کے مطابق حکم کرتے ہو مَیں کسی
پر حکم نہیں کرتا اور اگر مَیں حکم کروں تو
میرا حکم حق ہے کیونکہ مَیں اکیلا نہیں پر
مَیں اور باپ جس نے مجھے بھیجا تمہاری
شریعت میں یہ بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں
کی گواہی سچ ہے ایک تو مَیں ہوں جو اپنی
بابت گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ جس نے مجھے
بھیجا ہے میرے لئے گواہی دیتا ہے۔

(یوحنا باب ۸- ورس ۱۴ تا ۱۸)

چنانچہ اپنا جسم دے کے دشمنی کو یعنی
شریعت کے حکموں اور رسموں کو کھو دیا
تاکہ وہ صلح کروا کے دو سے آپ میں ایک
نیا انسان بنا دے۔

(افسیون باب ۲- ورس ۱۵)

سب (پیغمبر) جتنے مجھ سے آگے آئے چور
اور بٹمار ہیں پر بھیڑوں نے انکی نہ سُنی

(یوحنا باب ۱۰- ورس ۸)

(۷۵) اگر مَیں اپنے پر گواہی دوں
تو میری گواہی حق نہیں

(یوحنا باب ۵- ورس ۳۱)

نوٹ- ایک طرف مسیح کہتا ہے کہ میری
گواہی اپنی نسبت سچ ہے بلکہ وہ دو
گواہوں کے برابر ہے کیونکہ مَیں اکیلا
نہیں بلکہ باپ بھی میرے ساتھ ہے
دوسری طرف کہتا ہے کہ میری گواہی
حق نہیں- عجیب اختلاف ہے۔

دوسرا ہے جو مجھ پر گواہی دیتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ گواہی جو مجھ پر دیتا ہے حق ہے تم نے یوحنا کے پاس پیام بھیجا اور اُس نے حق پر گواہی دی لیکن میں انسان کی گواہی نہیں چاہتا پر مَیں یہ باتیں کہتا ہوں تاکہ تم نجات پاؤ

(یوحنا باب ۵ - ورس ۳۲ تا ۳۴)

(۷۶) اُس نے اُنہیں کہا کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے جب وہ اور اسکے ساتھی محتاج اور بھوکے تھے کیا کیا وہ کیونکر سردار کاہن ابیاتر کے وقت میں خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں جن کا کھانا کاہنوں کے سوا کسی کو روا نہ تھا کھائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں

(مرقس باب ۲ - ورس ۲۵ - ۲۶)

نوٹ - مرقس کہتا ہے کہ داؤدؔ نے سردار کاہن ابیاتر کے وقت میں نذر کی روٹیاں کھائی تھیں اور اُسوقت اُسکے ساتھ بہت سے ساتھی بھی تھے اور اُن ساتھیوں نے بھی روٹیاں کھائیں اور ا - سموئیل میں لکھا ہے کہ ایسا نہیں بلکہ ابیاتر کے باپ کے زمانہ میں ایسا ہوا اور اُسوقت داؤدؔ تنہا تھا؛

اور تم بھی گواہی دو گے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو

(یوحنا باب ۱۵ - ورس ۲۷)

(۷۶) اور داؤد نوب میں اخیملک کاہن کے پاس آیا اور اخیملک داؤد کے آنے سے ڈرا اور اُس سے کہا تو کیوں تنہا ہے اور تیرے ساتھ کوئی مرد نہیں سو کاہن نے مقدس روٹی اُسکو دی کہ وہاں نذر کی روٹی کے سوا جو خداوند کے آگے سے اُٹھائی گئی تھی تاکہ اُسکے عوض اُس دن میں جب وہ اُٹھائی جائے گرم روٹی رکھی جاوے اور روٹی نہ تھی

(۱ - سموئیل باب ۲۱ - ورس ۱ - ۶)

اخیطوب کے بیٹے اخیملک کے بیٹوں میں سے ایک شخص جس کا نام ابی یاتر تھا بچ نکلا اور داؤد کی طرف بھاگ گیا -

(۱ - سموئیل باب ۲۲ - ورس ۲۰)

(۷۷) اور میں انہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وے کبھی ہلاک نہ ہونگی اور کوئی انہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لے گا

(یوحنا باب ۱۰- ورس ۲۸)

(۷۷) روح صاف فرماتی ہے کہ آخری زمانے میں کتنے لوگ گمراہ کرنیوالی روحوں اور دیووں کی تعلیموں سے جا لپٹکے ایمان سے برگشتہ ہونگے۔

(۱- تمطاؤس باب ۴- ورس ۱)

نوٹ- معلوم ہُوا کہ آخری زمانہ میں مسیح کی بھیڑیں اُس کے ہاتھ سے چھین لیجائیں گی۔

(۷۸) یسوع نے اُسے کہا راہ اور حق اور زندگی میں ہوں کوئی بغیر میرے وسیلے باپ کے پاس آ نہیں سکتا ہے

(یوحنا باب ۱۴- ورس ۶)

اور کسی دوسرے سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس سے ہم نجات پا سکیں

(اعمال باب ۴- ورس ۱۲)

(۷۸) بلکہ ہر قوم میں جو اُس سے ڈرتا اور راستبازی کرتا اُسکو پسند آتا ہے۔

(اعمال باب ۱۰- ورس ۳۵)

(۷۹) مانگو کہ تمہیں دیا جائیگا- ڈھونڈھو کہ تم پاؤ گے کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائیگا- کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا اور جو کوئی ڈھونڈھتا ہے سو پاتا ہے اور جو کوئی کھٹکھٹاتا اُسکے واسطے کھولا جائیگا

(متی باب ۷- ورس ۷-۸)

(۷۹) جان سے کوشش کرو کہ تم تنگ دروازہ سے داخل ہو کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے چاہیں گے کہ اُس سے داخل ہوں پر نہ سکیں گے۔

(لوقا باب ۱۳- ورس ۲۴)

(۸۰) پھر وے یریحو میں آئے اور جب وہ اور اُسکے شاگرد اور ایک بڑی بھیڑ یریحو سے نکلتی تھی طمئی کا بیٹا برطمئی جو اندھا تھا راہ

(۸۰) جب وے اریحا سے روانہ ہونے لگے بڑی بھیڑ اُسکے پیچھے ہولی اور دیکھو دو اندھے جو راہ کے کنارے بیٹھے تھے جب سنا کہ یسوع

کے کنارے بیٹھا ہوا بھیک مانگتا تھا اور
یہ سنکر کہ وہ یسوع ناصری ہے چلّانے اور
کہنے لگا اے داؤد کے بیٹے یسوع مجھ پر رحم کر

(مرقس باب ۱۰ - ورس ۴۶-۴۷)

چلا جاتا ہے پکارنے لگے کہ اے خداوند ابن
داؤد ہم پر رحم کر۔

(متی باب ۲۰ - ورس ۲۹-۳۰)

نوٹ ۔ مسیحی صاحبان بتلائیں ایک تھا یا دو تھے؟

(۸۱) سو اس سبب سے کہ نبی تھا اور جانتا
تھا کہ خدا نے اُس سے قسم کھائی ہے کہ
مَیں تیری نسل سے مسیح کو جسم کے رو سے
ظاہر کرونگا کہ تیرے تخت پر بیٹھے

(اعمال باب ۲ - ورس ۳۰)

(۸۱) اب یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی
کہ جب اُسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ
ہوئی تو انکے اکٹھے آنیسے پہلے وہ روح القدس سے
حاملہ پائی گئی

(متی باب اول - ورس ۱۸)

نوٹ ۔ پس معلوم ہوا کہ جسم کے رو سے مسیح داؤد کی نسل سے نہ تھا۔

(۸۲) اور وے دریا کے پار گدرینیوں
کے ملک میں پہنچے اور جیوں وہ کشتی سے
اُترا وونہیں ایک آدمی جسمیں ایک ناپاک
روح تھی قبروں سے نکلتے ہوئے اُسے ملا
یسوع نے فی الفور انہیں اجازت دی اور
وے ناپاک روحیں نکل کے سؤروں میں
بیٹھ گئیں اور وہ غول کراڑے پر سے دریا
میں کودا اور وے قریب دو ہزار کے تھے
جو دریا میں ڈوب کے مرگئے

(مرقس باب ۵ - ورس ۱-۲-اور ۱۳)

(۸۲) جب اُس پار گرگیسنیوں کے ملک
میں پہنچا دو شخص جن پر دیو چڑھے تھے
قبروں سے نکل کر اُسے ملے وے ایسے تند
تھے کہ کوئی اُس راستے سے چل نہ سکتا تھا
سو دیووں نے اسکی منت کرکے کہا اگر تو ہم کو
نکالتا ہے تو ہمیں اُن سؤروں کے غول میں جانے
دے تب اُس نے انہیں کہا جاؤ اور وے نکل کے
اُن سؤروں کے غول میں گئے اور دیکھو سؤروں کا
سارا غول کراڑے پر سے دریا میں کودا اور پانی میں ڈوب مرا

(متی باب ۸ - ورس ۲۸-اور ۳۱-۳۲)

نوٹ ۔ متی سچا ہے یا مرقس؟ مرقس کہتا ہے ایک آدمی تھا۔ متی کہتا ہے کہ نہیں دو آدمی تھے
پھر مرقس کہتا ہے کہ اس شخص میں ایک ناپاک روح تھی۔ متی کہتا ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ بہت سی روحیں
تھیں۔ پھر مرقس بھی آگے چلکر قبول کرلیتا ہے کہ ہاں بہت سی روحیں تھیں؟ پھر ملک کے نام میں بھی۔۔

(۸۳) اور تم ماں باپ اور بھائیوں اور رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی گرفتار کیئے جاؤگے بلکہ وے تم میں سے بعضوں کو قتل کرینگے

(لوقا باب ۲۱ - ورس ۱۶)

(۸۳) اور میرے نام کے سبب سے سب لوگ تم سے کینہ رکھیں گے لیکن تمھارے سر کا ایک بال بھی گرایا نہ جائیگا

(لوقا باب ۲۱ - ورس ۱۷ - ۱۸)

(۸۴) پھر اُس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلاکے اُنہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دُکھ درد کو دُور کریں

بیماروں کو چنگا کرو کوڑیوں کو پاک صاف کرو مُردوں کو جلاؤ دیووں کو نکالو تم نے مفت پایا مفت دیو۔

(متی باب ۱۰ - ورس اول - اور ۸)

(۸۴) تب یسوع نے دیو کو دھمکایا وہ اُس سے نکل گیا اور وہ چھوکرا اُسی گھڑی چنگا ہوگیا تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا ہم کیوں اسکو نکال نہ سکے

(متی باب ۱۷ - ورس ۱۸ - ۱۹)

(۸۵) مَیں اُنپر عاشق ہوں جو مجھ پر عاشق ہیں اور وے جو مجھ کو سویرے ڈھونڈتے ہیں مجھکو پاوینگے۔

(امثال باب ۸ - ورس ۱۷)

کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا اور جو کوئی ڈھونڈھتا سو پاتا ہے اور جو کوئی کھٹکھٹاتا اسکے واسطے کھولا جائیگا

(متی باب ۷ - ورس ۸)

(۸۵) تب وے مجھ کو پکاریں گے پر مَیں جواب نہ دونگا وے سویرے مجھ کو ڈھونڈیں گے پر مجھے نہ پاوینگے

(امثال باب اول ورس ۲۸)

(باقی آئندہ)

مسیحیت اور غلامی

(ترجمہ مضمون خالد شیلڈریک افندی۔ آنریری سیکرٹری اسلامک سوسائٹی لنڈن)

مَیں نے جاہل اور جوشیلے مسیحیوں کے مُنہ سے سنا ہے کہ اسلام غلامی کا حامی اور ذمہ دار ہے۔ ایک غیر متعصب انسان پر تو یہ بات آسانی سے منکشف ہو جاتی ہے۔ کہ اصل واقعات کی پڑتال کرتے وقت شاید ان لوگوں نے انوکھے ذرائع سے کام لیا ہے۔ مَیں چونکہ ایک انگریز مسلمان ہوں۔ مجھے اس مسئلہ پر ہمیشہ اچھے سمجھدار لیکن مایوسانہ طور پر گمگشتہ لوگوں سے بہت کچھ سننا پڑتا ہے۔ نہایت کوشش سے مجھے ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔ کہ مَیں اب امیدوار دوزخ ہوں۔ اسلام جیسے پاک دین کو۔ جو کہ مَیں نے بصد غور و فکر قبول کیا ہے۔ اختیار کرنیکی پاداش میں خدائے عزّ وجل مجھے سخت سے سخت سزا دیگا۔ کیونکہ مَیں نے یسوع مسیح کے خون والی نجات سے انحراف وانکار کیا۔ میرے لئے اُنکی یہ جانفشانیاں عجب پُر لطف ہیں۔ یہ لوگ فہیم و زکی بھی ہیں۔ گہرا شوق بھی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اسلامی آزادی اسلامی وسیع الخیالی اور اسلامی علوّ کے منوّر آفتاب کی روشنی سے مستفیض نہیں ہوتے اور عیسائیت کے تنگ و تاریک راستہ میں مارے مارے پھرنے پر قانع ہیں۔ بھرت مذہب کے پاس نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ اور یہ انکی کشادہ دلی کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔ کہ روئے زمین کی باقی تمام مخلوق کو جو اُنکی خاص الخاص از خود تراشیدہ مسیحیت سے مُنہ پھیرتے ہیں۔ اُنکو جہنّم میں جھونکتے ہیں:

اسجگہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات یا آپکے پاکیزہ نمونہ کو شرح و بسط سے درج کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ نہ ہی یہاں گنجایش ہے۔ کہ مَیں وہ تمام کے تمام لاجواب ثبوت ہدیہ ناظرین کرسکوں۔ جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ غلاموں کی آزادی اور مالکوں کا ان سے اعلیٰ برتاؤ اسلام اور آنحضرت صلعم کے وجود باجود کی برکت سے ہے نہ بائبل یا مسیحیت سے۔ مَیں انحضرت صلعم کے کلمات طیبات میں سے صرف ایک ہی حدیث درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ وہو ہٰذا۔ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اخوانکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن جعل الله اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ متفق علیہ۔ یعنی غلام تمہارے بھائی ہیں جنکو خدائے تعالیٰ نے تمہارے نیچے رکھدیا ہے پس اگر خدائے تعالیٰ تم میں سے کسی کے نیچے اُس کے بھائی کو رکھدے تو وہ شخص اُسکو ایسا ہی کھانا کھلائے جیسا وہ خود کھاتا ہے اور ایسے ہی کپڑے پہنائے جیسے وہ خود پہنتا ہے اور ایسا کام اُسکو کرنے کے لیئے نہ دے جو اسکی طاقت سے بالاتر ہو اور اگر کوئی ایسا کام اُسکو دے تو چاہیئے کہ خود اُس کام میں اُس کی مدد کرے۔

بہت سے مورخ اس بات کو ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اسلام غلامی کا نہیں بلکہ غلاموں کی آزادی کا مؤید ہے۔ کہ مسلمانوں نے غلاموں سے ہمیشہ وہی سلوک جائز رکھا۔ جو وہ اپنے جسم و جان سے کرتے ہیں۔ لہٰذا میں اس وقت مسیحیت اور غلامی پر مختصر بحث کروں گا۔ اولاً مسیحیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ یسوع مسیح غلامی کی مخالفت میں وعظ کرتے رہے لیکن مجھے اس سے انکار ہے۔ اور میں ہر ایک مسیحی اور پادری کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ کہیں سے بھی وہ اس بارہ میں یسوع مسیح کا ایک لفظ ہی نکالکر دکھائیں۔ چونکہ بعض مسیحیوں کا خیال ہے۔ کہ عہد عتیق عہد جدید سے منسوخ ہوگیا ہے۔ اس لیئے میں عہد جدید میں ہی محدود رہکر ثابت کرونگا۔ کہ یسوع مسیح نے خود اور اُن کے جانشینوں نے غلامی کے جواز اور انکی سزا کے بارہ میں احکام نافذ کیئے۔ چند ایک عبارات درج ذیل ہیں:- "وہ نوکر جس نے اپنے خاوند کی مرضی جانی پر اپنے تئیں تیار نہ رکھا اور اُس کی مرضی کے موافق نہ کیا بہت مار کھائیگا" (لوقا ۱۲-۴۷) "اے نوکرو تم اُن کے جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار ہو جیسے مسیح کے" (افسیوں ۶-۵) "اے چاکرو کمال ادب سے اپنے خاوندوں کے تابع رہو۔ نہ صرف نیکوں اور حلیموں ہی کے بلکہ کج مزاجوں کے بھی" (۱-پطرس ۲: ۱۸) "جتنے چاکر جوئے کے نیچے ہیں اپنے خاوندوں کو کمال عزت کے لائق جانیں" (۱-تمطاؤس ۶: ۱) یہی حوالے کافی ہیں۔ یقیناً مسیحی اسجگہ بول اُٹھیں گے

کہ یہاں نوکر اور چاکر کا لفظ ہے غلام کا لفظ نہیں۔ اس لیئے ان عبارتوں سے غلامی کا جواز نہیں پایا جاتا۔ یہ بات درست ہے۔ ان عبارتوں میں لفظ غلام کا نہیں بلکہ نوکر اور چاکر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر مسیحی صاحبان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ کتابیں تراجم ہیں اور ان کا دعویٰ اصلی زبان میں ہونے کا نہیں ہے اسلیئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اصل کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ اصل زبان میں جو لفظ ہے اُس کے کیا معنے ہیں۔ سو مسیحی صاحبان یہ سُنکر بہت گھبرائیں گے کہ تمام لغت والوں نے Schleusner سے لیکر سکاٹ اور لڈل تک سب نے اصل یونانی لفظ کے معنے Slave یعنی **غلام** کے کیئے ہیں۔ اس لیئے ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ مندرجہ بالا عبارتوں میں لفظ servus کے معنے غلام ہی ہیں ہمارے اس معنی پر کوئی شخص اعتراض نہیں کرسکتا۔

اب ہم انگلستان کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ غلامی کا یہاں کیا حال رہا۔ یہ امر بہت ہی واضح ہے۔ کہ باوجودیکہ غلامی اس خطہ زمین پر موجود تھی۔ اور باوجودیکہ کلیسیا خود سب سے بڑھکر غلام رکھتی تھی۔ غلاموں کی آزادی کے بارہ میں اُس وقت تک کوئی کوشش نہیں کیگئی جبتک کہ یورپ میں سپین کے مسلمانوں کے ذریعہ اسلامی تہذیب داخل نہیں ہوئی۔ بلکہ آرکبشپ آف یارک یعنی یارک کے بڑے بشپ نے غلاموں کے آزاد کرنے سے منع کردیا۔ اور ایسی آزادی کو "زہد و تقوٰی سے گرا ہوا" تعبیر کیا۔ غلاموں کی تجارت کے لیئے پہلی انگریزی مہم ۱۵۶۲ء میں جاہن ہاکنس کے ماتحت روانہ ہوئی اور یاد رکھو کہ یہ واقعہ پراٹسٹنٹ مذہب کے جاری ہونے کے بعد ہوا۔ اور اس مہم کو تیار کرنیوالے بھی پراٹسٹنٹ لوگ تھے۔ اور طرفہ یہ ہے (مسلمان اسے ضرور مذہبی نقطہ خیال سے بہت گرا ہوا سمجھیں گے۔ اگرچہ مسیحی اس میں کچھ برائی نہیں سمجھتے) کہ ان تین جہازوں کا نام جیزس یعنی یسوع جاہن بپٹسٹ یعنی یوحنا بپتسما دینے والا اور سلیمان تھا۔ اور ۱۸۳۷ء میں غلاموں کے بھرے ہوئے ایک جہاز نے جس کا تذکرہ رائل کمشن نے بھی کیا اور اُس کی اس میں عزت افزائی سمجھی گئی۔ سات سو غلام مقام پونٹانگرا پر اُتارے۔ اس جہاز کا نام یہوداہ تھا جو بائیبل میں

خدائے تعالےٰ کا نام ہے) اے مسیحیت! شرم سے تیرا چہرہ سفید ہو جانا چاہیئے۔ تُونے بائبل ہاتھ میں لیکر بر اعظم افریقہ کے لوگوں کی آزادی کو پامال کیا۔ اُس کے بچوں کو چُرایا۔ ان کو غلام بنایا۔ پھر بیچا اور خریدا۔ اسپر بھی قناعت نہ کی۔ تُونے سترھویں صدی کے بھی ایک جہاز کا نام (جو غلاموں کی تجارت کے لیئے مقرر تھا) یسوع رکھا اور اُنیسویں صدی کے ایک ایسے ہی جہاز کا نام تُونے یہوواہ رکھا اور اس طرح اس چیز کی جسکی تُو منافقانہ طور پر مذمت کرتی ہے تقدیس کی۔ ۱۷۱۳ء میں انگلستان نے فرانس کو غلاموں کے امریکہ لیجانے کی ٹھیکہ داری سے محروم کیا۔ اور ملکہ این نے اپنی ایک تقریر میں فخر سے پارلیمنٹ میں بیان کیا۔ کہ وہ انگریز قوم کے لیئے غلاموں کی ایک نئی منڈی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ پھر کئی مرتبہ سکاٹ لینڈ کے فرقہ Covenanter (کاوے ننٹر) اور انگلستان کے فرقہ Dissenter (ڈسنٹر) کے عیسائی غلامی میں بیچ گئے اور لادُو جانوروں کی طرح مشقت کرنیکے لیئے امریکہ دھکیلے گئے۔ جہاں امریکن خریداروں کا پُر غضب کوڑا اُن کی خاطر و مدارات کے لیئے ایستادہ رہتا تھا۔ ہاں۔ اگرچہ انگریز اب ان لفظ کا واقعات سے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔ مگر وہ خود انگریزوں کو غلاموں کی طرح بیچتے تھے۔ اور مسیحی لوگ مسیحیوں کو۔ اور ایسا انیسویں صدی تک ہوتا رہا۔ اے مسیحی انگلستان! کیا تُو ان واقعات سے جن کا مَیں نے اوپر ذکر کیا ہے انکار کر سکتا ہے؟ مَیں صرف ایک اور واقعہ بیان کرونگا ——— دو سو سال گذرتے ہیں۔ جارج دوم کے عہد حکومت میں شاہی فوج نے بوتھ ویل (Bothwell) کی لڑائی پر کاوے ننٹر (Covenanter) لوگوں کو شکست دی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ انکا قتل عام کیا۔ سینکڑوں نے زبور گاتے ہوئے جان دیدی۔ لیکن بہت سے اسیر ہوئے۔ اور مقام (Edinburgh) ایڈنبرا پر گرے فرائیر چرچ میں بطور قیدیوں کے دھکیل دیئے گئے یہاں فرار ہونے کی ذراسی کوشش پر بھی گولیوں کی بارش برسائی جاتی تھی۔ یہاں انہیں قریباً پانچ ماہ تک (سکاٹ لینڈ جیسے سرد ملک کی) کُھلی ہوا میں رکھا گیا۔ بعض دیوانے ہوگئے۔ بعض گولی کے بھینٹ چڑھے۔ لیکن اگرچہ موت نے بذریعہ زخم یا بیماری اکثر

کو رہائی دی۔ تاہم ۲۵۷ نفوس میں جان رہی بس قالب ہی قالب۔ خوب ہی یاد رکھنے کی بات ہے۔ کہ یہ لوگ ایک بزرگ ولیم پیٹرسن نامی لیتھ کے ایک تاجر کے پاس بھیج دیئے گئے۔ اس شخص کے پاس Crown کرؤن نامی ایک جہاز تھا۔ جس میں اپنے ہم وطنوں کو اس نے سوار کرکے امریکہ پہنچانا چاہا تاکہ انکو وہاں جاکر غلاموں کی طرح فروخت کرے۔ اس جہاز میں بمشکل ایک سو سواری کی گنجائش تھی۔ لیکن اس میں دو سو ستاون بیکس جو یسوع مسیح کے لیئے اور اپنے مذہب کیلئے لڑتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ گھسیٹ دیئے گئے۔ موسم ایسا خراب۔ کہ لیتھ کے مقام سے چلکر ۱۵ دن کے عرصہ میں بمشکل جزائر آرکنی تک پہنچے۔ اب انکی تکالیف قابل غور ہیں۔ روشنی۔ آرام اور تمام ضروریات زندگی کا میسر ہونا ناممکن تھا۔ بہت کم خوراک پاتے تھے۔ البتہ کوڑا کرکٹ۔ سخت تیز سردی اور برف کی کثرت تھی۔ آخر ایک رات اہالیان جزائر آرکنی نے دیکھا۔ کہ وہ جہاز ساحل کی ایک ترچھی سی چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ غریب غلام اسی جگہ زبور کے گیت گاتے ہوئے موت کا لقمہ ہوگئے۔ اے عیسائیت! کیا تو اپنی ایک آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھ سکتی۔ میں اب کوارٹرلی ریویو ۱۸۵۵ء کے ایک دو اشتہارات کو نقل کیئے دیتا ہوں ۔ "ایک حبشی لڑکا برائے فروخت۔ عمر ۱۱ سال۔ از انگوا ئرور ہمینیا کافی ہوس۔ تھریڈ نیڈل اسٹریٹ لنڈن" "ایک سیاہ حبشی لڑکا۔ انڈین۔ عمر قریباً ۱۲ سال۔ ۸ ماہ حال کو ٹہنی سے فرار ہوا۔ اسکے گلے میں ایک آہنی پٹہ ہے۔ جسپر یہ عبارت کندہ ہے۔ لنکلن ان فیلڈز کی لیڈی بروم فیلڈ کا حبشی غلام۔ جو شخص اُسے سرایڈورڈ کے پاس پکڑ لاوے۔ ایک پونڈ انعام لے۔"

اب ناظرین کرام میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ لیکن میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں۔ .... کہ آیا غلاموں کی آزادی مسیحیت کی بدولت ہے؟ مشنری لوگ جو ٹیڑھا جواب دیں۔ دیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تمام مسلمان ایک پُرزور آواز میں نفی کا لفظ مُنہ سے نکالیں۔ مسیحیت ہمیشہ سے غلامی کی ثناخوانی

کرتی رہی ہے۔ اور غلاموں کی آزادی اُن لوگوں کی طفیل ہے جو اپنے مذہب میں انسے بہتر تھے۔ روح فرسا جور و ستم کا حال لکھکر جو امریکہ میں غلاموں پر کیئے گئے۔ میں صفحوں کے صفحے پُر کر سکتا ہوں۔ یہ جور و ستم غیر مسیحیوں کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ انکے ہاتھ سے جنھوں نے یسوع مسیح کو پالیا اُن لوگوں کے ہاتھ سے جو بپٹسٹ تھے۔ ویزلین تھے۔ اپس کوپالین تھے۔ لیکن میں صرف انگلستان کی ہی تاریخ تک محدود رہا ہوں۔ مسیحیت کا بنی نوع انسان اور ابنائے وطن سے جو طرز عمل رہا ہے۔ وہ اعلیٰ ہونے سے کہیں نیچے اور بہت دُور رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے ہرگز ہرگز لگا نہیں کھا سکتا۔ اور اگر کہیں اسلامی واعظ سرزمین انگلستان میں بھی مذہب اسلام کی اشاعت کے لیئے آتے۔ اور اسلامی اخوت۔ محبت اور رحم کے اصول سکھاتے۔ تو انگلستان مسیحی بزرگوں کے ناقابل ذکر جور و ستم اور کُشت و خون سے محفوظ رہتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب بہت جلد لنڈن کی مسجد اپنے میناروں کو آسمان تک بلند کرے گی۔ اور مؤذن کی دلربا آواز گونجے گی۔ اور جہالت کے گھٹا ٹوپ بادلوں کو پھاڑ کر اُس کی جگہ توحید کی روشنی چمکائیگی ؛

ریویو

سیر دیہات ۔ یہ ایک دل چسپ ناول ہے جو سردار محمد اسلم خاں صاحب بلوچ ایڈیٹر المعین امرتسر نے حال میں تصنیف کیا ہے جس میں انہوں نے زمینداروں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے اور اُن کی گری ہوئی حالت کے اسباب بیان کیئے ہیں۔ مثلاً مُشرکانہ رسومات۔ سود خوار بنیوں کے ہتھکنڈے۔ سرکاری اہلکاروں کے مظالم۔ وغیرہ۔ مصنف کی غرض جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں اپنے زمیندار بھائیوں کی اصلاح ہے اس لیئے زمینداروں کے لیئے اس کتاب کا پڑھنا بہت مفید ہے۔ اگر لائق مصنف اس رسالہ میں مسلمان زمینداروں کو خدائے تعالیٰ کے اُس حکم کی طرف پورے زور سے توجہ دلاتے جو لڑکیوں کے ورثہ کے متعلق ہے اور جسکو آجکل مسلمانوں نے اور خصوصاً زمینداروں نے بالکل ترک کردیا ہے تو وہ بہت بڑے ثواب کے مستحق ہوتے۔ ایک امر میں قابل مصنف سے ہمارا اختلاف ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ دیہاتی آبادی جہالت میں گرفتار ہے مگر جو نقشہ اس ناول میں زناکاری کا کھینچا گیا ہے وہ درست نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ بعض خاص اضلاع میں ایسی حالت ہو ؛

ہندو مذہب کی تعریف

ہر ایک مذہب کے بعض محکم اصول ہوتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ مقررہ اعمال۔ جو اُس مذہب کا مابہ الامتیاز ٹھہرتے ہیں۔ اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ایک مذہب ہے۔ جسے ہندو مذہب کہا جاتا ہے۔ اس مذہب کے کسی اعتقاد یا طرز عمل کا نام لینا جسے پیروان ہندو مذہب سب کے سب متفق طور پر مانتے ہوں۔ ایک غیر ممکن امر ہے اس بات کی شہادت کے لیئے چند ایک سرکردہ ہندوؤں کے خطوط سے بہتر مثال شائد ہی کوئی ہو سکے۔ یہ خطوط انہوں نے اخبار لیڈر کے ایڈیٹر کو اُسکے اس سوال کے جواب میں لکھے ہیں۔ ”ہندو مذہب کے ایک پیرو کے لیئے کون کون سے اعتقادات اور اعمال ضروری و لابد ہیں اُن غیر ضروری عقائد اور اعمال کو چھوڑ کر جن کا ماننا نہ ماننا یا انپر عمل پیرا ہونا انسان کی مرضی پر منحصر ہے“ چار پختہ مغز ہندو اصحاب نے اس سوال کے جوابات لکھے ہیں لیکن ناظرین یہ دیکھکر حیران ہونگے۔ کہ اُن صاحبان میں سے کسی دو کے بیان کردہ اعتقادات بھی آپسمیں صحیح طور سے نہیں ملتے۔ اس مضمون پر رائے زنی کرنے والے اصحاب یہ ہیں (۱) سرگرو داس بنیر جی کے۔ ٹی۔ (۲) مسٹر سداسی ویئر۔ ڈسٹرکٹ و سشن جج گنجام۔ (۳) ستیندرا ناتھ ٹاگور۔ آئی۔ سی۔ ایس (ریٹائرڈ) اور (۴) مسٹر پی۔ ٹی۔ سری نواس آئنگر پرنسپل مسز اے۔ وی۔ این وزنگا پٹم۔ ان اصحاب کی قابلیت انکے اسمائے گرامی سے ظاہر ہے۔ یہ دیکھنا ایک دلچسپ امر ہے کہ ہر ایک نے ہندو مذہب کے ضروری ولابد اعتقادات و اعمال کی نسبت کیا کچھ رقم فرمایا ہے۔ سرگرو داس بنیر جی رقم طراز ہیں کہ اس سوال کے جواب میں اختصار و ایجاز سے کام لینا آسان نہیں ہے۔ لیکن تاہم آپ تین اعتقادات اور تین ہی اعمال درج فرماتے ہیں۔ جنہیں آپ ہندو مذہب کے ضروری خصوصیات قرار دیتے ہیں۔ تین اعتقادات جنکا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ یہ ہیں:- (۱) ہستی باری کا اقرار۔

(۲) آیندہ زندگی کا اقرار۔ (۳) ویدوں کا اقرار۔ اور تین اعمال جو آپ کی رائے میں لابد ہیں: یہ ہیں :- (۱) غیر ذات سے شادی کی ممانعت پر عملدرآمد۔ (۲) نیچ ذات سے ملکر کھانا کھانے کی ممانعت پر عملدرآمد۔ (۳) ممنوعہ غذا کے استعمال سے اجتناب خصوصاً (گائے کا گوشت) لیکن اختتام خط سے پیشتر آپ اپنے ہاتھ سے ان تمام پر پانی بھی پھیر جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:- " عملاً اب ہندو قوم دائرہ مذہب میں ہر کس کو بشرطیکہ وہ پیدائیشی ہندو ہو۔ داخل سمجھتی ہے۔ اُس کا طرز عمل یا اعتقادات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہاں علی الاعلان اُس نے ہندو مذہب سے قطع تعلق بھی نہ کرلیا ہو۔ یا ہندو قوم سے باہر کہیں شادی نہ کرلی ہو" اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک ہندو کے لیئے کوئی ایسا اصل یا اعتقاد نہیں ہے۔ جسے ضروری اور لابُد کہا جاسکے۔ اعتقاد بےشک ایک ہندو کچھ رکھے۔ اور جو چاہے کام کرے۔ ہندو کا ہندو رہ سکتا ہے۔ جو کچھ اُس کے لیئے ضروری ہوسکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہندو مذہب سے علی الاعلان انکار نہ کرے یا کسی غیر ہندو قوم میں شادی نہ کرے۔

انکے بعد مسٹر سداسی ویر ڈسٹرکٹ وسشن جج گنجام آتے ہیں۔ آپکے خیال میں ایک ہندو کے لیئے ضروری اور لابُد چیز یہ ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے۔ کہ سنسکرت کے ہر چہار ویدوں میں روحانی و اخلاقی صداقتیں موجود ہیں۔ جو کسی دوسرے لکھے ہوئے یا بولے ہوئے الفاظ سے کم نہیں ہیں۔ آپ "کم نہیں ہیں" کے الفاظ اس لیئے تحریر فرماتے ہیں کیونکہ اُن کے خیال میں ایک ہندو ویدوں کے مقابل میں کسی دوسری کتاب پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ لیکن "(اگر وہ ہندو ہے) اُسے اس کتاب کو بلحاظ اخلاقی وروحانی طاقتوں کے ویدوں کے اپنیشد اور اخلاقی حصوں سے اعلیٰ نہیں سمجھنا چاہیئے" اس بیان کے لحاظ سے ایک ہندو بائیبل یا اوستا کو وید کے برابر تسلیم کرسکتا ہے۔ صرف اتنا ضروری ہے کہ ان کتابوں کو ویدوں سے اعلیٰ نہ سمجھے۔ پھر آپنے "لکھے ہوئے یا بولے ہوئے الفاظ"

کی شرط لگائی ہے یعنی صرف لکھے ہوئے اور بولے ہوئے الفاظ کو ویدوں سے بہتر نہیں سمجھنا چاہیئے۔" سماد ھی علم جب تک کہ وہ آواز یا حروف کی شکل اختیار نہ کرے۔ ویدوں سے کہیں اعلیٰ سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن جونہی کہ یہ الفاظ یا حروف کی شکل اختیار کرے۔ ایک ہندو کے نزدیک ان کا پایہ ویدوں سے کم ہو جانا چاہیئے" مسٹر سداسی وئیر نے انٹوشنل علم پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ کہ وہ کس طرح بولنے یا لکھنے سے ویدوں کی سطح پر آ سکتے ہیں۔ لیکن یہ اس لیئے ہے۔ کہ اگر آپ کسی اور طرح کا خیال ٹھان لیں۔ ان کے ہندو رہنے کا خاتمہ ہو جاوے۔ ہندو کہلانے کے لئے ایک چیز جو ویدوں سے حقیقۃً کہیں بڑھکر ہے۔ ان کے صرف ہمپایہ ہی سمجھنی چاہیئے۔ ضروری اعمال کے متعلق مسٹر سداسی وئیر کچھ زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کرتے۔ آپنے ذکر نہیں کیا۔ کہ کونسے اعمال تمام ہندؤں کے نزدیک ضروری ہیں۔ شائد آپ کو کوئی عمل جس پر ہندو متفق طور پر عمل پیرا ہوں۔ معلوم نہیں ہو سکا۔ لہذا آپنے اس عام قاعدہ بیان کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے کہ "ایک ہندو کو اس بات پر عمل پیرا ہونا چاہیئے جسے وہ سمجھتا ہے کہ ویدوں کے مخالف نہیں بلکہ مطابق ہے۔ اور عام معاملات میں اُسکا اپنا ضمیر ہی رہنما ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کام ویدوں کے خلاف نہ ہو۔ چونکہ فطرت انسانی گناہ کا احتمال رکھتی ہے۔ اگر کوئی کبھی ویدوں کے خلاف کرے۔ لیکن وہ سمجھتا ہو کہ اسے وہ کام کرنے چاہیئں جن کی ویدوں نے تاکید کی اور جو کہ ویدوں کے خلاف نہیں۔ تو وہ بھی ہندو ہی ہے۔ خواہ ایسا شخص ویدوں کا خود مطالعہ نہ بھی کر سکتا ہو۔ اگر (ویدوں کے سُننے یا پڑھنے یا ویدانوں کے وعظ و نصیحت سے کسی امر کے تسلیم کرنے سے) اسکا یہ اعتقاد ہے۔ کہ فلاں فلاں اعمال وید منع کرتے ہیں اور فلاں فلاں کی تاکید کرتے ہیں اور وہی اُسکو عزیز ہیں۔ اور انہیں کو وہ اپنا اصلی مقصد سمجھتا ہے۔ تو وہ ضرور ایک ہندو ہے"۔

ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ جواب درست نہیں ہے۔ کیونکہ سوال تو یہ تھا کہ وہ کون کون سے اعمال ہیں جن کا کرنا ہر ایک ہندو پر فرض ہے۔ اس سوال کا تو مطلق

جواب نہیں دیا۔ کیونکہ کسی ایک عمل کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ جسپر تمام ہندو عمل پیرا ہونا اپنا فرض سمجھتے ہوں۔ آپ کا جواب تب موزون اور درست ہوتا۔ اگر آپ بجائے یہ کہنے کے کہ ایک ہندو کو اُن باتوں کی پیروی کرنی چاہئیے۔ جو ویدوں میں لکھی گئی ہیں۔ کسی دیگر عمل کا نام بھی لے دیتے۔ تاکہ ہم بھی دیکھ سکتے کہ آیا وہ تمام افراد جنکو ہندو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسپر عمل بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو آیا اُنپر عمل پیرا ہونا درست بھی سمجھتے ہیں؟

مسٹر ستندرا ناٹھ ٹاگور آئی۔سی۔ایس (رٹائرڈ) اس بات سے بالکل انکاری ہیں کہ ہندو مذہب میں کوئی ضروری اعتقاد بھی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسٹر گرو داس بنرجی نے تین ضروری اعتقاد قرار دیئے ہیں یعنی ہستی باری کا تسلیم کرنا۔ آیندہ زندگی کا ماننا۔ اور ویدوں کو ماننا۔ اسطرح مسٹر ٹاگور کے مطابق تو ایک شخص خواہ پکّہ دہریہ بھی کیوں نہ ہو۔ اور روح کے فانی ہونیکا اعتقاد رکھے۔ وہ ایسا ہی پکّا ہندو ہے جیسا کہ ایک پارسا براہمن۔ آپ لکھتے ہیں کہ "ہندو مذہب کی کوئی ایسی بات بطور اعتقاد ضروری نہیں کہ جس کے ماننے سے ہی انسان ہندو بن سکے۔ تم کسی اصول کو جسے تم پسند کرو مان سکتے ہو۔ دہریت تک کو بھی۔ اور ہندو بھی رہ سکتے ہو" لیکن اب سوال ہے۔ کہ ویدوں کے احکام کو کدھر کیا جاوے؟ ایک شخص اگر اسقدر آزاد ہے۔ کہ وہ جو چاہے اعتقاد رکھے۔ یہانتک کہ وہ ہستی باری سے بھی منکر ہو۔ تو اُسے ویدوں کے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ تاہم مسٹر ٹاگور کہتے ہیں۔ کہ ویدوں کے الہامی ہونیکا اعتقاد کم سے کم ضروری ہے۔ خواہ برائے نام ہی ہو۔ کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ "تم کو بوجہ ایک ہندو ہونے کے زبانی طور پر ویدوں کے الہامی ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہئیے" افسوس ہے اسجگہ پر مسٹر ٹاگور سے سہواً شائید تضاد واقع ہوگیا ہے۔ جو شخص خدا کی ہستی کا منکر ہوگا وہ ویدوں کو الہامی کتاب کیوں مانیگا۔ کیونکہ الہام کے ماننے سے لازم ہے کہ خدا کی ہستی بھی مانی جاوے۔ اب اگر کوئی شخص ویدوں کو الہامی کتاب مانے۔ تو اُسکے مندرجہ احکام کو بھی ماننا چاہئیے۔ مسٹر ٹاگور خود اس مشکل کو محسوس کرتے ہیں اسکی آپنے حل کرنے کی بھی کوشش کی ہے "تمھیں اختیار ہے کہ ویدوں کی تفسیر اور تشریح جس طرح چاہو کرو" آپ لکھتے ہیں۔

کہ یہ تمھارے لیئے مذہب کی غلامی سے آزادی کا ذریعہ ہے۔ میں نہایت ادب سے مسٹر ٹاگور سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ جس کتاب کی پیروی کا ارادہ ہی نہیں۔ اسکے ماننے ہی کی کیا ضرورت ہے؟ بجائے اپنے اعتقاد کو کتاب کے مطابق بنانیکے اگر کتاب کے معانی کو ہی اپنے مطلب کے مطابق اُلٹنا ہے۔ تو بہتر ہے۔ اُس کتاب کو ہی خیرباد کہدیا جاوے۔ کیونکہ ہمیں کتاب کی پیروی کرنی چاہیئے نہ کتاب کو ہماری۔ اگر ایک شخص وید کو الہامی کتاب مانتا ہے۔ تو اُسے اپنے خیالات کو وید کی تعلیم کے ماتحت کرنا چاہیئے۔ الہامی کتاب کو اپنے خیالات کے مطابق بنانا سخت بے ادبی ہے۔ میں اس بات کو سمجھ نہیں سکتا۔ کہ مسٹر ٹاگور نے مذہبی کتب کے ساتھ کیوں اسقدر آزادی کو جائز رکھا ہے۔ اگر وید سلیس زبان میں صحیح تعلیم بیان کرتا ہے۔ وید کا پیرو دہریہ نہیں ہو سکتا۔ اگر وید کو ماننے والا ہستی باری سے منکر ہے۔ تو اس سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ یا تو وید واضح طور پر ہستی باری کی بابت کوئی تعلیم اپنے اندر نہیں رکھتے یا انکو ماننے والا انکی اس تعلیم کی صحت سے انکاری ہے۔ مسٹر ٹاگور کے الفاظ سے تو یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ وید ہی میں کوئی تعلیم اس مضمون کی نہیں پائی جاتی۔ آپ کا خیال ہے۔ کہ وید کا اپنے مطلب کا ترجمہ کرنے سے خدا کا انکار ہو سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس بارہ میں وید کی تعلیم واضح نہیں ہے۔ یا کم سے کم ایسی واضح نہیں۔ جیسی کہ قرآن کریم کی ہے۔ موخرالذکر کی تعلیم اس قدر مفصل ہیں کہ کوئی بھی اُس کا ایسا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے انکار کا موقعہ مل سکے۔ لیکن وید کے متعلق مسٹر ٹاگور خیال کرتے ہیں کہ ایک ہندو وید مقدس کا معتقد بھی ہے اور خدا کا انکار بھی کردے۔ یہی نہیں بلکہ اُن کے خیال میں ایک شخص یہاں تک کر سکتا ہے۔ کہ وید کی عبارتوں کو اپنے دلی ارادوں کے مطابق بنائے۔ مزید براں مسٹر ٹاگور کا خیال ہے کہ ایک ہندو کے لیئے کوئی ضروری نہیں۔ کہ تمام کے تمام وید کو مانے۔ آپ لکھتے ہیں "تم اس کتاب کے ہر ایک پہلو کو ماننے کے لیئے مجبور نہیں ہو۔۔۔۔۔۔۔ چال چلن کی بابت بعض قانون بناتی ہے۔ مثلاً نیوگ یعنی خاوند کا بھائی اولاد کے لیئے اُس کی جا بجا بیوی کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔ جو اس کل جگ کے زمانہ میں سخت نفرت کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ نہ ہی "ہوم" کی رسم ہی اس حد تک ادا کیجا سکتی ہے۔ جس تک ویدوں کا تاکیدی حکم ہے۔

ہاں ایک محدود سی رسم ادا بھی ہونی چاہیئے۔ برہمن کو گیتری منتر پڑھکر سندھیا (نماز) ادا کرنی چاہیئے لیکن میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اس مسئلہ پر عملدرامد کی بجائے اسکا چھوڑ دینا فائق اور باعزت ہے"

یہ ظاہر کرکے کہ ہندو مذہب کوئی اعتقادی مذہب نہیں آپ، ہندو مذہب کے ضروری اعمال پر بحث کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ "بعض اعمال (رسم ورواج) کو ہندو مذہب ضروری جانتا ہے۔ بے شک ان میں سے بڑی رسم ورنا سرم ہے یعنی ذات کا خیال جس طرح کہ آجکل موجود ہے۔ اس میں سے ذراسی فروگذاشت ایک شخص کو قوم سے قطع کر دیتی ہے" آگے چلکر آپ لکھتے ہیں۔ "اس بات کی آزمائش کیلئے کسوٹی وہ ہے جو ایک ہندو کو باقی قوم سے بے تعلق کر دیتی ہے۔ وہ یقیناً کوئی اعتقادی چیز نہیں ہے۔ بلکہ کسی مسلمہ رواج ورسوم سے منحرف ہونا ہے۔ مثلاً ایک بیوہ عورت کا دوبارہ شادی کرنا وغیرہ" پوجا یعنی مورتی پوجا کے عام طریق کا ترک کرنے سے۔ خصوصاً شادی وغم کے موقعہ پر۔ بُرے نتائج پیدا ہونگے۔ ایسے ہی ذات کا خیال نہ رکھنا اور بین القومی شادی کر دینی۔ سمندر کا سفر۔ برہمن کا جنیو نہ پہننا اور ایسے ہی دیگر رسوم وغیرہ"۔ "یہ سچ ہے کہ بعض اعتقادی امور ہندوؤں کے اکثر حصہ میں جڑھ پکڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ کوئی عالمگیر یا ضروری نہیں کہلا سکتے۔ تم ایک اعتقاد کو چھوڑ سکتے ہو۔ بشرطیکہ تم اُس رسم پر عمل پیرا رہو۔ جو کہ ایسے اعتقاد سے پیدا ہو گئی ہے۔ مثلاً تم سرادھ کی رسم کو بُرا نہیں کہہ سکتے اگرچہ تمھارا روح کے غیر فانی ہونے پر اعتقاد بھی نہیں۔"

پس مسٹر ٹاگور کے بیان کے مطابق ہندو مذہب کے لیئے کوئی ضروری اعتقاد ہی نہیں۔ اگرچہ بعض رسوم بیشک موجود ہیں۔ جسکو ایک ہندو ترک نہیں کر سکتا۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ بہت سے ہندوؤں نے ایسے رسم رواج کو صرف چھوڑا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اکثر انکی مذمت بیان کرتے ہیں۔ مثلاً مورتی پوجا جسے آپ لکھتے ہیں۔ کہ ہندو مذہب کا یہ ایک ضروری عمل ہے اس زمانہ کے ہندوؤں نے خصوصاً برھمو سماج اور آریہ سماج نے اسے ترک کر دیا ہے۔ سکھ لوگ جنہیں قانون نے بھی ہندو ہی قرار دیا ہے۔ اور جنہیں پیروان مذہب ہندو بھی اکثر ایسا ہی کہتے ہیں۔ مورتی پوجا نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ ویدوں کو زبان تک سے بھی الہامی کتاب نہیں مانتے۔ نہ ہی وہ ذات کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر ٹاگور بیوہ کی دوبارہ شادی کو قوم سے قطع کرنیوالی چیز بیان کرتے ہیں۔ لیکن ہزاروں ہندو موجود ہیں۔ جو دوبارہ شادی کی

طرف لیتے ہیں۔ آریہ سماجی خوب زور شور سے اسکی خوبیاں بھی بیان کرتے ہیں۔ آریہ سماج نے سفر سمندر اور سرادھ کی امتناہی کا بھی اچھی طرح قلع قمع کیا ہے۔ لیکن سماج کے افراد ضرور ہندو ہیں۔ اور عملاً تو بہت سے دوسرے ہندوؤں نے بھی ایسی امتناہی سے دست برداری کر لی ہے۔ وہ چیز جسے مسٹر ٹاگور ضروری قرار دیتے ہیں یہ ہے۔ کہ بعض رسوم کی پابندی ہو۔ لیکن قسمت سے وہ رسوم جو آپ نے درج کی ہیں۔ ہر جگہ کے ہندو انکی پابندی نہیں کرتے۔ پس مسٹر ٹاگور کے خط کے ملاحظہ کے بعد جو نتیجہ ہم نکال سکتے ہیں یہ ہے۔ کہ کوئی نہ عمل ہے اور نہ ہی کوئی اعتقاد۔ جسے ہندو مذہب کے لئے ضروری اور لابدکہا جا سکے۔

چوتھے شخص جو مجوزہ سوال کا جواب لکھتے ہیں۔ ہندو مذہب سے ہی منکر ہیں۔ اور اسطرح پر اپنے خط کی ابتدا کرتے ہیں۔ "آپ کا سوال ذکر کرنے سے ضروری اعتقادات یا اعمال ہیں جو پیروان ہندو مذہب کے لئے ضروری ہیں، اُس اصطلاح کی عمدہ مثال ہے جسے منطقی لوگ سفسطہ یا مغالطوں کا مجموعہ کہتے ہیں۔ آپ سمجھے بیٹھے ہیں کہ (۱) گویا لفظ ہندو کسی مذہب کا نام ہے۔ اور کہ (۲) بعض اعتقادات اور اعمال جس (آخری لفظ سے) آپ کا مطلب کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا ہے ہندو کہلانے والی قوم کے مذہب کی ضروری خصوصیات ہونی چاہئیں" آپ کی رائے ہے کہ ہندو مذہب کے مذہب ہونے کے غلط خیال کا باعث مسلمان اور عیسائی لوگ ہوئے ہیں لکھتے ہیں "یہ مسلمان اور عیسائی جن کے مذہب میں صحیح اور واضح اعمال یا اعتقادات موجود ہیں جن سے یہ اپنے مذہب کی تعریف کر سکتے ہیں۔ انکو خیال ہوا۔ کہ ہندو بھی بعض اعتقادات یا اعمال رکھتے ہیں جن سے ہندو مذہب مرتب ہوتا ہے" مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ کیوں ہندو بھی مسلمانوں اور عیسائیوں کی اس غلطی میں شامل ہو گئے ہم برہمو سماج اور سکھوں جیسے ہندو مذہب کے فرقوں کی وجہ تسمیہ کی بحث سنتے ہیں اگر ہندو مذہب فی الواقع کسی مذہب کا نام نہیں۔ تو ان ہندو فرقوں میں ایسے مباحثات کا ہونا ایک بے سروپا بات ٹھہرے گی۔ اخبار لیڈر کے ایڈیٹر صاحب کا سوال ہی اس بات کی کافی شہادت ہے۔ کہ باشندگان ہند ہندو مذہب سے عام طور پر کسی مذہب کا نام سمجھتے ہیں۔ لفظ "ہندو مذہب" کی کیفیت کے متعلق جو خیال مسٹر آئنگر نے جتایا ہوا ہے

اُس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہندوازم نامی مذہب کا نہ کوئی عمل ہے۔ نہ اعتقاد۔ ذات کا سوال ہندو مذہب کا مابہ الامتیاز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مسٹر آئنگر لکھتے ہیں۔ "ذات کا انتظام اور اسکی بعد کی ترقی اُس اعلیٰ پیمانہ تک نہ پہنچ سکی کہ مذہب کی تعریف کرتے وقت اُسے ذکر کیا جاوے۔ کیونکہ برہمنوں کے واعظانہ طرز عمل سے جو ذات کے سوال کا بڑا حصہ ہے۔ لاکھوں آدمی بے خبر ہیں اور لاکھوں ہی اُسکو بُرا سمجھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر جنوبی ہند کے لوگ جو خود بھی برہمن ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور بہت سے دوسرے شودر ذات کے لوگ۔ لیکن یہ تمام یقیناً ہندو تسلیم کیئے جاتے ہیں" پھر کہتے ہیں "ایک اعتقاد یا عمل جسے ایک علاقہ کے ہندو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسرے علاقہ کے ہندو اُس سے بالکل بے خبر ہیں۔ مگر یہ سچ ہے۔ کہ ہندو فلسفہ کے مختلف مدرسے بعض اصولوں کو مسلم اصول تصور کرنے پر متفق ہیں۔ لیکن فلسفہ مذہب نہیں کہا جا سکتا...... ہندو مذہب کسی ایک فرد کی تعلیم سے پیدا نہیں ہوا۔ اور عیسائیت کی طرح اسمیں سینکڑوں قسم کے نشیب و فراز نہیں ہیں" مسٹر آئنگر ہندو قانون کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مسلمانوں میں مذہب قانون اور تمدن ملے ہوئے ہیں۔ جو اسلام قبول کرتا ہے۔ وہ اسلامی قانون کو اختیار کر لیتا ہے۔ 'ہندو قانون' کے جملہ سے لوگوں کو خیال اُٹھتا ہے۔ کہ یہ بھی کوئی اسلامی قانون کا مترادف و متقابل جملہ ہے۔ لیکن جب یہ جملہ بنایا گیا اُسوقت کوئی ہندو قانون موجود نہ تھا...... جس طرح بچہ کہتا ہے کہ خدائے عز و جل نے مجھے بنایا۔ اور پھر میں نشو و نما پا گیا۔ اسی طرح ایک رشی نے اپنے پیرووں کے لیئے قانون بنایا جس نے نشو و نما پا کر 'ہندو قانون' کا جامہ پہن لیا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کہ اس قانون سے تمام ہندوؤں کی حد بندی ہو گئی۔ فی زمانہ لاکھوں شودر اور پاریاہ وغیرہ لوگ موجود ہیں جو کبھی کچہری کا مُنہ تک نہیں دیکھتے اور اپنی ذات کے ہی قانون پر عملدرآمد رکھتے ہیں۔ مسلمان اسلیئے ایک واحد جماعت ہیں کہ انکا مذہب اور قانون ایک ہی چیز ہے اور عیسائی اس لیئے کہ اُن سب کا کم سے کم ایک بات پر مشترکہ اعتقاد ہے۔ آخرش مسٹر آئنگر ایک ہندو کی تعریف کرتے بھی ہیں۔ لکھتے ہیں "کہ وہ زمین ہند میں پیدا ہوا ہو۔ اس کے والدین غیر ممالک کے نہ ہوں۔ یا مسلمانوں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے غیر مذاہب سے نہ ہوں۔

اُس نے خود بھی ان مذاہب کو اختیار نہ کر لیا ہو گا"

اِن متضاد خیالات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ ہندو مذہب مختلف فرقوں اور قوموں کا ایک مجموعہ ہے جنمیں سے ہر ایک نہ صرف معمولی باتوں پر دوسروں سے مخالفت رکھتا ہے۔ بلکہ اصول میں بھی سخت مخالف ہیں۔ اور اس اختلاف کی یہ حد ہے کہ ایک دہریہ جو خدا کی ہستی اور ارواح کے غیر فانی ہونے سے بھی منکر ہے۔ ہندو کا ہندو ہے۔ بشرطیکہ وہ ہندوازم سے علی الاعلان منکر نہ ہو گیا ہو۔ ہندوازم میں کثیر التعداد فرقے ہیں لیکن انہیں سے کسی ایک کا بھی کوئی اعتقاد مشترک نہیں۔ یہ بات بہت عجیب ہے۔ کہ اختلاف (دونوں نئے اور پُرانے) ہندوازم میں موجود ہیں۔ اور ویدوں کے زمانہ میں بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ اینسائکلوپیڈیا برٹیانیکا کی جلد ۱۳ صفحہ ۵۰۱ (گیارھویں ایڈیشن) میں تریموتی کی بابت درج ہے "اس اصول کی بابت کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ کہ اسکی بنا مذہب کی پاسنج ڈالی۔ اور اس سے مدِ نظر یہ امر تھا۔ کہ لوگ اسے بہت جلد قبول کر لینگے۔ کیونکہ اس میں وشنو اور شیوا جیسے پُرانے اور محبوب دیوتاؤں کو شامل کیا گیا ہے جس سے یہ بات عیاں ہے۔ کہ یہ دونوں دیوتا پُرانے زمانہ میں بھی عام طور پر اس زور سے پُوجے جاتے تھے۔ کہ بیچارے صلح کل واعظ مشترک طرز پرستش کے خلاف کچھ نہ بول سکے۔ جب ہم ان دونوں دیوتاؤں کی خوبیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک بہت سے پُرانے دیوتاؤں کا جانشین تسلیم کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں بھی لوگوں کے خیالات کچھ ایسے ہی بہکے ہوئے تھے۔ اور دیوتا کے تیسرے اوتار کا مسئلہ برہمن خیالات اور لوگوں کی طرز پرستش کے اکٹھا کرنے ہی سے پیدا ہُوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ لوگ تین کے عدد کو پوِتّر سمجھتے تھے۔ انکا یہ بھی اعتقاد تھا۔ کہ برہما پیدا کرنے والا (برہمنوں کا بلحاظ ذات موجب فخر) پرستش میں برائے نام بڑا خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن شوا بخلاف اسکے صرف مارنے والے کے علاوہ کائنات کو پیدا کرنیوالا اور مارنیوالا تسلیم کیا جاتا ہے۔ برھما اصل میں اپنا اصلی کام کر کے یعنی مخلوق کو پیدا کر کے اب خاموش بیٹھ گیا ہے۔ اور اُسے اب فنکشس افشو خیال کرنا چاہیئے۔ جیسے کہ پہلے زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جنہیں ایک شاعر نے اپنے قصیدوں میں تپا مہا کے لفظ سے یاد کیا ہے .... اس قوم نے

بعض اوقات ملکی حالت سے فائدہ اُٹھا کر دوسری اقوام پر قسم قسم کی فوقیت جمانے کی بھی کوشش کی ہے۔ اور یقیناً اُس کوشش میں کامیابی بھی ہوئی۔ کیونکہ ہندوستان کے طول و عرض میں ہر جگہ انکی فوقیت تسلیم کیجاتی ہے۔ مگر قسمت نے کچھ ایسا ہی فیصلہ کیا۔ کہ اپنے اس رتبہ کو قائم نہ رکھ سکے ؛

مسٹر آئنگر ہندوؤں کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "آریوں سے پہلے لوگوں کا مذہب انکے اعتقادات اور اعمال کچھ اور تھے۔ اور آریوں کے اعتقاد وغیرہ کا اضافہ بعد میں ہوا۔ ویدوں کا زمانہ۔ ویدوں سے پہلا زمانہ۔ بُدھ کا زمانہ۔ اور پورن کے زمانہ میں بہت سی عادات اور بہت سے خیالات پیدا ہوئے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کے مذہب میں ان عادات و اطوار کا حصہ ضرور شامل ہے۔ لیکن ان میں سے ایک کو بھی ہندو مذہب کا کوئی ضروری حصہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔" اس تشریح سے اگرچہ اسمیں سیکٹیرین ازم کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ آیا کوئی معیار بھی ہے جس سے ہم ہر ایک فرقہ کے الگ الگ مذہب کو دیکھ سکیں۔ اس صاحب نے اس زمانہ کے ہندو مذہب کے اختلاف کو درست بیان کیا ہے۔ مسٹر جی۔ ڈی بنیرجی تو لکھتے ہیں "ہندو قوم ہر ایک پیدائشی ہندو کو اگرچہ اسکے اعتقادات یا اعمال کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہندو تسلیم کرتی ہے۔ بشرطیکہ اُس نے علی الاعلان ہندو مذہب کو ترک نہ کر دیا ہو۔ یا ہندو قوم سے کہیں باہر شادی نہ کر بیٹھا ہو۔" مسٹر ایس۔ این۔ ٹاگور لکھتے ہیں "ہندو ازم میں کوئی خاص اصول نہیں۔ تم جو چاہو۔ اعتقاد رکھو۔ خواہ دہریت بھی مانو۔ تم ہندو کے ہندو رہ سکتے ہو۔" مسٹر آئنگر نے اگرچہ ہندو مذہب کے اختلافات کا بیان کیا ہے۔ لیکن انہوں نے وہ باتیں جو مسٹر ٹاگور اور بنیرجی نے بیان کی ہیں۔ نہیں درج کیں۔ سیکٹیرین ازم کی بھی آپنے کوئی تسلی بخش تشریح نہیں کی۔ کیونکہ بہت سے نئے فرقے ایسے ہیں۔ جو وید کی تعلیم سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن ہندو تسلیم کیئے جاتے ہیں ؛

ہر شخص جو ہندو اصحاب کے ان خطوط کا ملاحظہ کریگا۔ یہ نتیجہ نکالنے سے باز نہ رہ سکیگا۔ کہ روئے زمین کے مذاہب میں سے ہندو مذہب بہت کم خوبیاں یا کشش رکھتا ہے ؛

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ نومبر ۱۹۱۲ء

صیغہ تعلیم:- تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا سالانہ معائنہ مسٹر کراس ایم۔ اے انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور نے بمعیت اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس و ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گورداسپور ۲۸ اور ۳۰ نومبر ۱۹۱۲ء دو یوم کیا۔ عام رائے جو انسپکٹر صاحب بہادر نے دی ہے وہ یہ ہے کہ گو مدرسہ کا نتیجہ پہلے بھی اچھا رہا ہے مگر اس سال سکول بہت سے پہلوؤں کے لحاظ سے عمدہ حالت میں ہے۔ باقی امور کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں پہنچی۔ بہ تقریب جلسہ سالانہ سکول ۲۰۔ دسمبر سے ۲۔ جنوری ۱۹۱۳ء تک بند رہے گا۔

مدرسہ احمدیہ:- تعداد طلباء ۸۸ ہے۔ سات نئے طالب علم آئے۔ دو اپنے خرچ پر اور باقی مساکین۔ مدرسہ ۲۰۔ دسمبر سے ۲۔ جنوری تک بند رہے گا۔

اشاعت اسلام:- ریویو انگریزی اور اردو میں دو دو کی اور تفسیر میں ایک کی بیشی ہوئی۔

مقبرہ بہشتی:- اس ماہ مولوی بدرالدین صاحب کی بہت سی کتب بحساب وصیت آئیں اور بیس وصیتیں اس ماہ نئی آئیں۔ اور مبلغ [illegible] حصہ جائداد قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم سابق مہتمم لنگرخانہ اور [illegible] حکیم غلام محی الدین صاحب بذریعہ حافظ تصور حسین صاحب اور [illegible] منشی فضل کریم صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب وصول ہوئے۔

تعمیر:- ماہ نومبر ۱۹۱۲ء میں حسب ذیل رقوم چندہ تعمیر میں وصول ہوئی ہیں۔ ان میں انجمنوں اور جماعتوں کی سب چھوٹی بڑی رقوم لگئی ہیں اور فرداً فرداً جو رقوم آئی ہیں ان میں سے صرف وہ رقوم دکھائی گئی ہیں جو دس روپے یا اس سے زائد رقم کسی نے ارسال کی ہیں۔ کل آمد چندہ تعمیر اس ماہ ۳-۸-۱۷۷۰ ہوئی۔ ماسٹر محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر کی ایک سو روپے کی رقم اس فنڈ میں قابل ذکر ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

فہرست چندہ تعمیر جو انجمنوں اور جماعتوں کی طرف سے ہے

منٹگمری [illegible] - قادیان [illegible] - سرگودھا [illegible] - راہوں [illegible] - کریام [illegible] - پشاور [illegible] - میانوالی [illegible] - لائل پور [illegible] - مریخ [illegible] - مردان [illegible] - مارگویکی [illegible] - گجرات [illegible] - لاہور [illegible] - سیالکوٹ [illegible] - داتہ [illegible] - جہلم [illegible] - الہ آباد [illegible] - جموں [illegible] - چک [illegible] - میرٹھ [illegible] - سہارنپور [illegible] - پاکپٹن [illegible] - بیراور [illegible] - انبالہ شہر [illegible] - لنگروعہ [illegible] - متفرق احباب سے [illegible]

متفرق احباب میں سے جنہوں نے عہ یا عہ سے زیادہ رقم ادا کی

ماسٹر خیر الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر امرادتی عہ۔ ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب مونہ ریمونٹ ڈپو عہ بابو کریم اللہ صاحب سب اورسیر ناگپور عہ۔ میاں محمد الدین ٹیلر ماسٹر چھاؤنی دھرم سالہ عہ چودھری فیض احمد و نذیر احمد صاحبان طالب پور ضلع گورداسپور عہ۔ میاں احمد بخش صاحب ٹوچی میرام شاہ عہ۔

یتامیٰ:۔ آمد ساا عہ خرچ ماعہ ہوا۔ دراصل باہر سے لعہ آمد ہوئی ہے اور اڑھائی سو روپیہ صیغہ مقبرہ بہشتی سے برائے امداد یتامیٰ منتقل ہوئے ہیں ایک یتیم پانچ روپے ماہوار وظیفہ والا چلا گیا اور ایک تین روپے ماہوار وظیفہ پر لیا گیا۔ مستری کرم الدین صاحب غیر احمدی نے اپنے لڑکے کے قرآن شریف ختم کرنے کی تقریب پر جو قاعدہ یسرنا القرآن پر کیا گیا ہے پانچ روپے اس مد میں بھیجے۔

زکوٰۃ:۔ آمد لعہ اور خرچ ماعہ اور مندرجہ ذیل احباب یا انجمنوں نے دس روپے یا اس سے زائد رقوم عطا فرمائیں۔ جماعت سیالکوٹ عہ۔ جماعت جموں عہ۔ چودھری کریم بخش ساکن بہرام پور عہ۔

شفاخانہ:۔ اس ماہ ۱۱۴۱ مریض علاج کے لئے آئے انمیں سے ۵۰۸ نئے بیمار تھے آٹھ ماٹیز اپریشن ہیں۔

دفتر محاسب:۔ کُل آمد صیغہ جات صدر انجمن اس ماہ ۷-۱۰-۸۶۳۴ اور خرچ ۶-۱۳-۷۹۹۴ ہوا۔

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ٹیچنگز آف اسلام [illegible]

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں چار پانچ ہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا۔ اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے اُن کے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جنسے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کر سکے گا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا ؛

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو خدائے تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنے کے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت مآب صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں یہ ایک ایسا مضمون ہے جس میں مکمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کی گئی ہے اسلیئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدّ نظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اس کی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کیلئے یہاں بھی منگوائی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کے لیئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کر کے اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی ۱۲ اور بے جلد کی ۱۰ علاوہ محصولڈاک ؛

جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں ؛

درد سر و درد پیلج کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے۔ درد پیلج جیسے ٹیک چمک ٹیس۔ رگوں میں لہر۔ کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو اڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہو جاتا ہے ان دنوں میں ذرا باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں اور ایسے لوگ درد سر کا گلا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کیلئے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اس لیئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔ قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ ؍ محصولڈاک ایک سے ۔ ڈبیہ تک ۵ ؍ ۱۲ ڈبیہ تک ۶ ؍

داد کا مجرب مرہم

ایکبار مرتبہ کے لگانے سے کھجلی اچھی ہو جاتی ہے دو تین مرتبہ کے لگانے سے ایکدم اچھا ہو جاتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۴ ؍ محصولڈاک ایک ڈبیہ سے ۶ ڈبیہ تک ۵ ؍ اور ۱۲ ڈبیہ کا ۶ ؍

فصلی بخار اور طحال کی دوا

یہ دوا اٹھتیس سال سے سارے ہندوستان میں استعمال کیجاتی ہے۔ اگر آپ بخار میں مبتلا ہوں اور ہر قسم کے علاج کر کے تنگ آ گئے ہوں تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ ضرور منگا کر استعمال کریں اسمیں چند فائدے لاجواب ہیں یہ ملیریا کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلیئے اسکی چار پانچ خوراک پیتے ہی بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے اور یہ خون کو گاڑھا کر دیتی۔ اور تلی کو گراتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴ ؍ محصولڈاک ۷ ؍ دو شیشی تک ۸ ؍ قیمت شیشی خورد ۸ ؍ محصولڈاک ۵ ؍ دو شیشی تک ۶ ؍

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے۔ اسمیں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی بتیس خوراک عہ ؍ پیکنگ و محصولڈاک چھ آنے دو شیشی تک ۸ ؍ چھوٹی شیشی سولہ خوراک قیمت ۸ ؍ پیکنگ و محصولڈاک دو شیشی تک ۶ ؍ اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے مہاراجہ لکھن سنگھ دیو بہادر فیوڈیٹری چیف پٹنہ اسٹنٹ بولانگر ضلع سنبھل پور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلیئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل رفع ہو گئی مجھے صرف سات خوراک سے زیادہ پینے کی ضرورت نہ ہوئی کھانسی کی اس دوا نے بہت جلد اثر کیا۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔